ریاض القدس

جلد دوم

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوینی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی مرحوم

پیش کش

سید محمد شبر عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

جملہ حقوق دائمی طور پر بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— ریاض القدس جلد دوم
طابع ——— سیّد محمد شبیر عبّاس بخاری
سال طبع ——— جولائی ۱۹۸۹ء
باراوّل ——— ایک ہزار
بار سوم ——— جون ۱۹۹۷ء
ناشر ——— ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ
مطبع ——— حیدری پریس لاہور
تعداد ——— ۲۵۰
قیمت ———

اسٹاکسٹ

۱۔ ۹/۷ شیر شاہ بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور
۲۔ افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ۔ لاہور
۳۔ مکتبہ ولی العصر۔ ایچ بلاک۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

عرضِ ناشر

میرے محترم قارئین۔ اس ذات کبریا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ ولی العصر نے شہرہ آفاق کتاب مقاتل ریاض القدس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ معالی السبطین کے بعد یہ مقاتل کی مشہور کتابوں میں دوسری کتاب ہے۔ انشاء اللہ چہاردہ معصومین علیہ السلام کی مہربانی سے جلد ہی نفس المحموم، مہیج الآحزان، ریاض الاحزان اور اسرار شہادت بھی آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ نہ صرف مومنین حضرات بلکہ واعظین حضرات وذاکرین صاحبان بھی ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میں خطیب آل محمد جناب ظلّ حسنین زیدی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بیماری میں یہ کتاب مکمل کی۔ خدا ان کو اس کا اجر دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر بوسیلہ چہاردہ معصومینؑ میرے مرحومین کے درجات بلند کرے۔

خاک پائے اہلِ بیتؑ

محمد شبّیر عبّاس

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس ام السادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیستے پیستے رنگین ہوجاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرشِ الٰہی لرزلرز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسول اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ از مؤلف۔	۲۱
۲	مجلس در مقدمہ شہادت جوانان محمدی و مرتضوی اور خود امام حسینؑ کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔	۲۳
۳	روزِ عاشورا از جوانان ہاشمی میں اوّل شہید کا اذن جہاد طلب کرنا۔	۲۶
۴	شہدا کربلا میں اوّل شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السّلام۔	۳۰
۵	حضرت علی اکبرؑ کا اذن جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا	۳۴
۶	اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں۔	۳۷
۷	حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت۔	۴۱
۸	حضرت علی اکبرؑ کی جنگ اور شجاعت۔	۴۲
۹	محمد حنفیہ جنگ صفّین میں اور معرکۂ کربلا میں علی اکبرؑ۔	۴۵
۱۰	دنیا میں نعمت ہائے بہشتی کے نمونے اور توصیف شمائل و خصائل پیغمبر خدا۔	۴۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
١١	مجلس دربارۂ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل۔	۵٠	١٩	عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؑ کا اس پر سوار ہونا۔	۶٩
١٢	برشان حیدری لشکر باطل پر حضرت علی اکبرؑ کے حملے۔	۵١	٢٠	شہادت برادر تور دیر لاش حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام۔	٧٣
١٣	بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبرؑ کا میدان کارزار میں جانا۔	۵۴	٢١	اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام۔	٧۵
١۴	نسب حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت۔	۵۶	٢٢	شہادت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ۔	٧٧
١۵	ثواب عیادت۔	۵٩			
١۶	حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسینؑ کا پہنچنا۔	۶٠	٢٣	روز عاشورا محرم شہادت اولاد جناب عقیلؓ۔	٨٠
			٢۴	روز عاشورا محرم شہادت اولاد جناب جعفر بن ابی طالبؑ	٨٣
١٧	حضرت یعقوب کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسینؑ کا لاش پسر پر پہنچنا۔	۶٣	٢۵	عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام۔	٨۶
١٨	لاش علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت۔	۶۶	٢۶	حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا قصر الذہب میں	٨٩

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	جنات سے جنگ کرنا۔		٣٣	حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اور محبت قاسم ابن حسنؑ۔	١١۵
٢٧	تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شبہات اور حکایت داؤد علیہ السلام۔	٩٨	٣۴	حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمالی قاسمؑ کی تحقیق۔	١١٧
٢٨	حضرت قاسمؑ کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمۂ عروس و قاسم نوشاہ۔	١٠٢	٣۵	شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن علیہ السلام۔	١٢٢
٢٩	میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے۔	١٠۵	٣۶	شہادت احمد بن الحسن ابوبکر بن الحسنؑ۔	١٢۴
٣٠	حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظہ و نصیحت کرنا۔	١٠٧	٣٧	احوال حسن مثنیٰؑ بن الحسن علیہ السلام۔	١٢۵
٣١	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا۔	١٠٩	٣٨	فرزندان حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی جنگ اور علیہ السلام۔	١٢١
٣٢	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا۔	١١١	٣٩	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا۔	١٣۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۰	آغاز داستان شیر بیشۂ حیدر کرار عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۳۵
۴۱	شہادت عون بن علی علیہ السلام	۱۳۸
۴۲	شہادت محمدؐ بن عباس بن علی علیہ السلام۔	۱۳۹
۴۳	بزبان جناب عقیلؑ توصیف اُمّ البنین مادر حضرت عباسؑ۔	۱۴۳
۴۴	فضائل و مناقب حضرت عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۴۸
۴۵	بروایت مرحوم دربندیؒ حضرت عباسؑ کی جنگ اور شہادت۔	۱۵۱
۴۶	مناصب امیر المومنین بعطاء رسولؐ خدا اور مناصب عباسؑ بعطائے سید الشہداء علیہ السلام	۱۶۰
۴۷	قیامت میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباسؑ کے منصب،	۱۶۳
۴۸	تعریف لواء الحمد و حامل علم اور علمداری عباس علیہ السلام بروز قیامت۔	۱۶۶
۴۹	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی شجاعت ارشادات اور شہادت۔	۱۷۰
۵۰	بروایت بحار و ابن شہر آشوب شہادت حضرت عباس علیہ السلام۔	۱۷۵
۵۱	حضرت عباس علیہ السلام کا لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت کرنا بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۱
۵۲	حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۷
۵۳	حضرت عباسؑ کی شہادت بروایتے ابی مخنف۔	۱۹۰
۵۴	ہاشم بن عتبہ علمدار حضرت امیر المومنین کی جنگ صفین میں	۱۹۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	شہادت۔	
۵۵	علمداری حصین بن منذر رقاشی اور شہادت ابو العرفا ذہلی۔	۱۹۹
۵۶	عبد اللہ بن بدیل بن رقا خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار ہونا اور شہادت۔	۲۰۱
۵۷	جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت۔	۲۰۶
۵۸	حکایت غلام امیر المومنین علیہ السلام۔	۲۰۸
۵۹	واقعۂ صفین اور گفتگوئے امیر المومنین علیہ السلام با معاویہ اور غلام حریث کا قتل ہونا۔	۲۱۱
۶۰	دربار حجاج بن یوسف ثقفی میں قنبرؓ کا حضرت علی کی مدح کرنا اور شہادت قنبرؓ۔	۲۱۵
۶۱	روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان قتال ہونا۔	۲۲۰
۶۲	حضرت امام حسینؑ کا حضرت سید سجادؑ سے رخصت ہونا	۲۲۲
۶۳	احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۲۶
۶۴	مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۳۱
۶۵	محبت اولاد۔	۲۳۷
۶۶	قوم جن ملائکہ اور ارواح انبیاء کا نصرت امام حسینؑ کے لیے آنا۔	۲۴۰
۶۷	واقعۂ بئر ذات العلم۔	۲۴۴
۶۸	روز عاشوراء زعفر جن کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے پہنچنا۔	۲۵۶
۶۹	ثوابِ گریہ اور عزاداری	۲۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	امام حسین علیہ السلام۔	
۷۰	روز عاشوراء ایک سیاح درویش کا وارد کربلا ہونا۔	۲۶۱
۷۱	جناب فاطمہ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا۔	۲۶۶
۷۲	حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہلحرم سے دو مرتبہ رخصت ہونا۔	۲۷۰
۷۳	احوال جناب شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم۔	۲۷۷
۷۴	روز عاشوراء محرم حضرت امام حسین علیہ السلام کا جناب زینب خاتون کو وصیتیں کرنا۔	۲۷۹
۷۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت زینب خاتون کا مکالمہ۔	۲۸۴
۷۶	شکوہ و جلال امیرالمومنین بوقت سواری اور روز عاشوراء غربت حضرت امام حسینؑ بموقع سواری۔	۲۸۵
۷۷	حضرت امام حسینؑ کا جنگ صفین میں زبرقان کے مقابلہ کے لیے جانا۔	۲۸۷
۷۸	روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کا اشتیاق جہاد اور اتمام حجت کرنا۔	۲۹۱
۷۹	حضرت امام حسین علیہ السلام کا میدان اعداء میں جانا اور اتمام حجت کرنا۔	۲۹۷
۸۰	میدان کارزار میں حضرت امام حسینؑ کا اتمام حجت فرمانا۔	۳۰۰
۸۱	روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کی مبارز طلبی و رجز خوانی۔	۳۰۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۲	روز عاشوراء جنگ و قتال امام حسینؑ اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم۔	۳۱۱
۸۳	تحقیق شجاعت و شجاع۔	۳۲۰
۸۴	زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین علیہ السلام کا جہاد سے ہاتھ روکنا۔	۳۲۴
۸۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہلحرم سے رخصت آخر۔	۳۲۷
۸۶	حضرت امام حسین علیہ السلام کا امام زین العابدین سے رخصت ہونا۔	۳۳۰
۸۷	معرکہ قتال میں حضرت امام حسینؑ کا دوبارہ آنا۔	۳۳۵
۸۸	بموقع جنگ صفین امام حسینؑ کا نہر فرات پر تصرف۔	۳۴۴
۸۹	کس ضرب سے امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔	۳۵۰
۹۰	روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کس رُخ سے گھوڑے سے زمین پر گرے۔	۳۵۵
۹۱	روز عاشوراء ہنگام عصر ذوالجناح کا امام حسین علیہ السلام کی حمایت کرنا۔	۳۶۰
۹۲	مقتل سے ذوالجناح کا در خیمہ اہلبیتؑ پر پہنچنا۔	۳۶۲
۹۳	حضرت سیدالشہداء علیہ السلام خاک پر گرنا اور زخموں سے چور چور ہونا۔	۳۶۸
۹۴	روز عاشوراء شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام۔	۳۷۲
۹۵	حضرت امام حسینؑ کا گھوڑے سے زمین پر گرنا اور لشکر اعداء کا بصورت تماشائی جمع ہونا۔	۳۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۶	شرح احوال جوانِ نصرانی۔	۳۷۷
۹۷	قتل گاہ میں امام حسین علیہ السّلام پر لشکر اعداء کا ہجوم۔	۳۸۵
۹۸	جنگ خندق میں خوات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی بیہوشی۔	۳۸۷
۹۹	اختلافِ اقوال دربارۂ قتل حضرت سید الشہداء علیہ السّلام۔	۳۹۱
۱۰۰	روایات دربارۂ قتل امام حسین علیہ السّلام باجماع۔	۳۹۳
۱۰۱	بروایت اہلبیتؑ کی موجودگی میں سر امام حسینؑ کا قطع ہونا۔	۳۹۵
۱۰۲	تحقیقات دربارۂ قطع سر مطہر امام حسین علیہ السّلام۔	۴۰۰
۱۰۳	قتل امام حسین علیہ السّلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات پر اثر۔	۴۰۳
۱۰۴	روح حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا عرش خدا کی طرف عروج۔	۴۰۵
۱۰۵	لشکر عمر بن سعد کا لباس حضرت امام حسین علیہ السّلام غارت کرنا اور احوال ذوالجناح	۴۰۶
۱۰۶	تاراجیٔ خیام اہلبیتؑ۔	۴۰۹
۱۰۷	خطبۂ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام دربارۂ فضیلت جہاد اور حالت سید سجادؑ وقت تاراجیٔ خیام۔	۴۱۲
۱۰۸	سرہائے شہداءؑ کے ساتھ ساتھ اہل حرم کا مقتل سے گزرنا۔	۴۱۶
۱۰۹	حضرت امام حسینؑ کی لاش مطہر کی نگہبانی کے لیے شیر کا آنا۔	۴۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۰	تحقیقات اہل تواریخ و شعرا دربارہ پائمالی لاش ہائے شہداء۔	۴۲۲
۱۱۱	کبوتروں کا خبر شہادت امام حسین علیہ السّلام منتشر کرنا۔	۴۲۸
۱۱۲	خون امام حسینؑ کے قطرے سے یہودی لڑکی کا بینا ہونا۔	۴۲۹
۱۱۳	محرّم کی گیارہویں شب کے حالات۔	۴۳۱
۱۱۴	حکایت جمال ملعون۔	۴۳۲
۱۱۵	آنحضرتؐ اور انبیاء و مرسلینؑ کا قتل گاہ میں وارد ہونا۔	۴۳۶
۱۱۶	خواب جناب ام المومنین ام سلمہؓ	۴۳۸
۱۱۷	فرزندان جعفر طیّار کا لشکر عمر ابن سعد سے فرار کر جانا۔	۴۴۰
۱۱۸	شمر ولد الحرام یا خولی ملعون کا سر امام حسینؑ کوفہ لیجانا۔	۴۴۱
۱۱۹	خولی اصبحی ملعون کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا۔	۴۴۶
۱۲۰	لشکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم سرہائے شہداء۔	۴۴۹
۱۲۱	عمر ابن سعد ملعون اور لشکر یزیدین کی کربلا سے روانگی اور اسیری اہل حرم۔	۴۵۱
۱۲۲	اسیر ہو کر اہل حرم کا مقتل شہداءؑ سے گزرتے ہوئے گریہ و زاری کرنا۔	۴۵۴
۱۲۳	جبرئیل امین کا صحیفہ سماویہ لے کر خدمت رسول خدا میں حاضر ہونا۔	۴۵۷
۱۲۵	عزلت نشینی امر مستحسن ہے۔	۴۵۹
۱۲۶	اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل شہداء سے گزرنا۔	۴۶۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۷	کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا۔	۴۶۲
۱۲۸	تحقیقات دربارۂ دفن حضرت سید الشہداء علیہ السلام۔	۴۶۵
۱۲۹	اہلبیت اطہار کا کوفہ میں داخلہ پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم۔	۴۷۰
۱۳۰	امام حسین علیہ السلام کے سر بریدہ کا نیزہ پر قرآن پڑھنا۔	۴۷۳
۱۳۱	کوفہ میں اہلبیت اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات۔	۴۷۵
۱۳۲	شہر کوفہ میں حضرت زینب خاتون کا خطبہ۔	۴۷۸
۱۳۳	روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازۂ کوفہ پر پہنچنا۔	۴۸۲
۱۳۴	اسیران اہلبیت اطہار اور زندان کوفہ۔	۴۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳۵	عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین کا ابن زیاد سے صلہ نہ ملنا۔	۴۸۵
۱۳۶	قیدخانہ سے اہلبیت اطہار کی دربار ابن زیاد میں طلبی۔	۴۸۷
۱۳۷	سر بریدہ امام حسین کی کوفہ میں تشہیر۔	۴۹۲
۱۳۸	سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام کا متعدد مقامات پر کلام کرنا۔	۴۹۴
۱۳۹	بعد قتل امام حسین علیہ السلام ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور عبداللہ ابن عفیف کی شہادت۔	۴۹۷
۱۴۰	ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خبر قتل امام حسین دینا۔	۵۰۰
۱۴۱	تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسین مدینہ میں یزید نے بھیجی یا ابن زیاد۔	۵۰۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۲	عبداللہ بن جعفر طیار کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا۔	۵۰۹
۱۴۳	بحکم یزید مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات کی بربادی	۵۱۰
۱۴۴	جناب ام المومنین ام سلمہ کو قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر ملنا۔	۵۱۱
۱۴۵	حدیث شریف کساء اور فضیلت پنجتن پاک۔	۵۱۳
۱۴۶	واقعہ مباہلہ اور حقانیت پنجتن پاک۔	۵۲۲
۱۴۷	پنجتن پاک کی شیعوں اور محبوں کے حق میں دعاء مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہ زہرا۔	۵۲۷
۱۴۸	شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا زندان کوفہ سے باہر آنا۔	۵۲۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۹	دختران علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کوفہ سے دو مرتبہ با خفت نکلنا۔	۵۴۰
۱۵۰	اسیران اہلبیت اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی۔	۵۴۱
۱۵۱	حکایت جناب فضہ اور غذائے بہشتی۔	۵۴۴
۱۵۲	واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیت اطہار۔	۵۴۹
۱۵۳	غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات کا آنسو بہانا۔	۵۵۳
۱۵۴	منزل نصیبین میں ملعونوں کا آل رسول کی بے احترامی کرنا۔	۵۵۹
۱۵۵	واقعہ شیرین درراہ شام اور سر امام حسین کا اعجاز۔	۵۶۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۶	جناب شہربانو کا اسیر ہو کر زمانہ خلافت حضرت عمر میں مدینہ آنا۔	۵۶۵
۱۵۷	حضرت شہربانو کے حالات اور نام کی تحقیق۔	۵۶۹
۱۵۸	شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت فاطمہ زہرا کے ہاتھ پر اسلام لانا۔	۵۷۱
۱۵۹	دیر راہب میں سرہائے شہداء کربلا کا رکھا جانا۔ جنت سے سیدہ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی کا مسلمان ہونا۔	۵۷۵
۱۶۰	منزل قنسرین میں سر بریدہ امام حسینؑ کا راہب کو دعوت اسلام دینا۔	۵۸۱
۱۶۱	شہر سرمدین میں ورود اسیران اہلبیت اور وہاں کے حالات۔	۵۸۶
۱۶۲	یحییٰ حرانی کی حمایت اسیران آل محمدؐ میں شہادت اور بعض منازل راہ شام کے واقعات۔	۵۸۷
۱۶۳	روضہ خوانی مجالس عزا۔	۵۹۶
۱۶۴	منزل عسقلان اور زریر خزاعی کا حمایت اہلبیت اطہار میں خروج۔	۶۰۱
۱۶۵	یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلہ دمشق ملنا۔	۶۰۵
۱۶۶	اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام شام میں	۶۰۷
	ورود اہلبیتؑ اطہار اور صدر دروازہ مسجد پر حضرت امام زین العابدینؑ کا ایک شامی بزرگ کے ساتھ احتجاج۔	۶۱۲
۱۶۷	مقدمہ ورود اہلبیتؑ اطہار	۶۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	باخرابہ شام اور شکوہ مولف۔	
۱۶۸	دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور سرہائے شہداء کا داخل دربار ہونا۔	۶۲۰
۱۶۹	قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سرہائے شہداء کی طلبی۔	۶۲۲
۱۷۰	یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر سید الشہداء کے ساتھ جسارت کرنا۔	۶۲۵
۱۷۱	یزید کے اہل حرم میں سے ایک عورت کا دربار میں خواب بیان کرنا اور اس کا شہادت پانا۔	۶۳۱
۱۷۲	راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۳۵
۱۷۳	شہر واسط میں ایک دو شتر اژدہا کی موت۔	۶۳۷
۱۷۴	جاثلیق نصاری کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۴۱
۱۷۵	عبدالوہاب سفیر شاہ روم اور دربار یزید۔	۶۴۴
۱۷۶	حضرت امام زین العابدین کے ساتھ یزید کا مکالمہ۔	۶۴۷
۱۷۷	یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت	۶۵۴
۱۷۸	کیفیت ورود اہلبیتؑ اطہار با دربار یزید اور جناب فاطمہؑ جناب ام کلثوم کو کنیزی میں طلب کرنا۔	۶۵۶
۱۷۹	دربار یزید میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ۔	۶۶۴
۱۸۰	بروایت منتخب حضرت زینبؑ خاتون کا دربار یزید میں احتجاج	۶۷۲
۱۸۱	محاجہ یزید با امام زین العابدینؑ	۶۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۲	دربار یزید میں اموی کا خطبہ اور حضرت امام زین العابدینؑ کا احتجاج۔	۶۸۰
۱۸۳	حضرت سکینہؑ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا۔	۶۸۲
۱۸۴	دربار یزید سے اسیران اہلبیتؑ اطہار کا زندان شام میں داخلہ	۶۸۶
۱۸۵	زندان شام میں اسیران اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی اور نوحہ خوانی۔	۶۹۰
۱۸۶	امام حسینؑ و اصحابہ کے سرہائے مبارک کا مسجد جامع دمشق میں لٹکایا جانا۔	۶۹۵
۱۸۷	سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیسہ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا۔	۶۹۸
۱۸۸	بروایت لہوف زندان شام میں سکینہؑ خاتون کا خواب دیکھنا۔	۷۰۱
۱۸۹	حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام میں وفات۔	۷۰۴
۱۹۰	حضرت امام زین العابدینؑ کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا۔	۷۱۰
۱۹۱	حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ منہال کوفی کی گفتگو۔	۷۱۷
۱۹۲	واقعہ ہندہ زوجۂ یزید۔	۷۱۹
۱۹۳	شام میں تعین مکان برائے اقامۂ عزاء امام حسین علیہ السلام	۷۲۲
۱۹۴	یزید کا ستمگاران کوفہ و شام سے قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا۔	۷۲۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا۔	۷۲۷
۱۹۶	یزید کا اہلبیت اطہار کو مدینہ جانے کی اجازت دینا۔	۷۳۱
۱۹۷	اہلبیت اطہار کی شام سے مدینہ منورہ واپسی۔	۷۳۲
۱۹۸	اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا۔	۷۳۷
۱۹۹	حضرت زینب خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبہ احتجاج۔	۷۳۸
۲۰۰	جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب کرنا	۷۴۳
۲۰۱	حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۹
۲۰۲	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۵۲
۲۰۳	تحقیقات اس بارے میں کیا جابر ابن عبداللہ انصاری روز اربعین وارد کربلا ہوئے ہیں اور امام زین العابدین سے ملاقات کی ہے۔	۷۵۶
۲۰۴	جابر ابن عبداللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیت اطہار کا ملنا۔	۷۶۰
۲۰۵	جابر ابن عبداللہ انصاری اور زیارت اربعین۔	۷۶۳
۲۰۶	روایت دیگر روز اربعین جابر بن عبداللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر۔	۷۶۵
۲۰۷	ثواب زیارت اربعین۔	۷۶۷
۲۰۸	حکایت ابراہیم دیرج۔	۷۷۰
۲۰۹	زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ کربلا جانا۔	۷۷۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۰	اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت۔	۷۷۸	۲۱۴	حضرت سید سجادؑ سے محمد حنفیہ ابن علیؑ مرتضیٰ کی ملاقات۔	۷۹۲
۲۱۱	بساط سخن در فتح مکہ	۷۸۱	۲۱۵	حضرت امام زین العابدینؑ کا نعمان قافلہ سالار کو رخصت کرنا	۷۹۴
۲۱۲	آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ) تشریف آوری کا		۲۱۶	مدینہ میں صف عزا امام حسینؑ علیہ السلام۔	۷۹۵
۲۱۳	اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد مدینہ پہنچنا۔	۷۸۷	۲۱۷	تحقیق دربارۂ دفن سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام۔	۷۹۷

دیباچہ از مؤلفؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَولَادِہِ المَعصُومِینَ اُمَنَآءِ اللّٰہِ وَخُلَفَآءِ اللّٰہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیہِم اَجمَعِینَ وَبَعدُ:۔

اس طرح کہتا ہے کہ بادیہ پیمائے وادیٔ مودّت اہلبیتؑ طاہرینؑ کلب آستان ابو عبد اللہ الحسین محمد المشتہر بہ صدر الواعظین المتخلص باقدس ابن الفاضل العلامۃ القزوینی محمد حسن اکرم اللہ رمہٗ۔ مؤلف ریاض الاحزان وحدائق الاشبہان اوائل عمر ہی سے مداحی وثنا خوانیٔ آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی نعمت لازوال سے مالامال تھے۔ اور اپنی زندگی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزاری کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومصائب بیان کرنا اپنا شعار قرار دیا تھا حضرت امام حسینؑ کے عشق میں سرشار تھے۔ وادیٔ عشق مظلوم کربلا پُرخار وادی ہے ؎

ابجد عشقش چہ بیاموختم — پیرہن محنت وغم دوختم
خوش دلی ہر چہ مرا بود پاک — در رہ اندوہش بفروختم
حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست — سوختم، سوختم، سوختم

حضرت مظلوم کربلا سے عشق رکھنے والے کا لباس محنت وغم واندوہ ہے میں

خوش نصیب ہوں کہ امام حسینؑ کا غم میرا سرمایۂ دل ہے اور میں نے اس راہ محبت حسین سید الشہداء کو اختیار کیا ہے میری عمر کا حاصل یہ ہے کہ پروانہ وار شمع محبت مظلوم کربلا میں سوختہ ہوں۔

اسی محبت خامس آل عبا علیہ السلام نے منتخب فرمالیا اور اب تک چالیس کتب دینیہ و علمیہ ہدیۂ قوم کی ہیں چند کتب متواتر طبع ہوتی رہیں۔ مقبول خاص و عام ہوئیں۔ یہاں تک کہ پیش نظر کتاب ریاض القدس جو کہ حدائق الانس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ بکمال وقت طبع ہوئی۔ عیوب سے پاک بعض الحاقات ضروریہ سے آراستہ ہے۔ مؤلفین کا طریقہ ہے کہ کتاب کو کس معزز و مکرم شخصیت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ اس ناپسندیدہ روش کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حاجی اتابک اعظم میرزا علی اصغر خان صاحب کی توجہات کو دخل عظیم حاصل ہے ورنہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکتی۔

بہر حال نام نکو کار ہمیشہ زندہ رہتا ہے ؎

سعدیا مردِ نکو نام نمیرد ہرگز!
مُردہ آنست کہ نامش بنکوئی بزند

اب ہم اس کتاب میں حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے حالات میں سے بعض امور و مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ امور روز عاشورا ظہر کے بعد رونما ہوئے ہیں جو کہ خصوصاً اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے حالات پر مبنی ہیں۔ ان امور میں حضرت علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کے جوانوں کی شہادت کا تذکرہ ہے۔ اور ان میں اوّل قتیل شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔

مجلس در مقدمۂ شہادت جوانان محمدیؐ و مرتضوی اور خود امام حسین کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لما هبت الرياح خريف الحتوف من مهب الرماح والنبال والسيوف على حدائق الاصحاب والانصار وذهبت بما فيها من الخضارة والنضارة والماء والاوراق والازهار۔

جب کہ زمین کربلا پر دشمنوں کی طرف سے ظلم و ستم شروع ہوا۔ اور کوفہ و شام کے بدنہاد مسلمانوں نے چمن فاطمیہؑ کو برباد کر دیا۔ بوستان دین نبوی مرجھا گیا۔ اور اوراق کتاب ناطق پارہ پارہ ہو گئے۔ اور اکثر اشجار چمن نبیؐ و فاطمہؑ قطع کر دیے گئے چمن کی حفاظت کرنے والی باڑھ ریختہ ریختہ کر دی گئی۔ اس وقت یہ عالم ہوا کہ ؎

برآمد یکی صرصر از دشت کین — بسی نخل تن ریخت از باغ دین
خزاں آمد و بوستاں از د شد — دل از آتش تشنگی سرد شد

یعنی دشت کربلا میں ایک تند و تیز آندھی چلی جس سے بہت نخل (اشجار) باغ مصطفویؐ مرجھا مرجھا گر پڑے۔ چمن فاطمیؑ میں خزاں چھا گئی۔ بوستان مرتضوی زرد پڑ گیا۔ اور دل آتش تشنگی سے ٹھنڈا پڑ گیا ؎

وما قنعت بنثر اوراق موردات الخدود
بل قمعت اصول نخيل موزونات القدود

بے رحم کوفیوں نے دین نبوی اور گلستان مرتضوی کو خراب و برباد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اشجار دینیہ اور ایمانی شگوفوں کو قطع کر دیا ؎

ے درآمد شہادت چو خرم بہار — گلستان شد آن پہنۂ کارزار
گلستان کہ بودش درختاں سناں — سر سبزہ اش خنجر جاں ستاں

یعنی کہ چمن میں تازہ تازہ شہادت بصد خوشی و شادمانی پھر آئی ہے۔ اور گلستان حسینیؑ میدان کارزار ہو گیا ہے اور گلستاں کہ اس کے درخت سناں ہیں اور سبزۂ چمن خنجر جان ستان ہے۔ ے

دم غنچہ پیکاں زہر آبدار — غو بلبلاں نالۂ زخم دار
رخ کشتہ خیری و گلنار خون — بنفشہ خط و داغ و لالہ دروں
مگر بوستاں بود دشت نبرد — کہ شگفت گلہا درا و سرخ و زرد
ندانم گلشن راکہ بود آبیار — مگر ز آب شمشیر جنگی سوار

یعنی کہ چمن میں بغیر کھلے ہوئے پھولوں کا لہو زہر آلود تیر اور برچھی کی بھال بنا ہوا تھا۔ بلبلوں کا شور و غل نالہ بسمل بن کر بلند ہو رہا تھا۔ تازہ تازہ اُگی ہوئی چیزیں خونِ گلنار بنی ہوئی تھیں۔ بنفشہ خط یعنی نیلگوں و صحاریان جن میں سرخی اُبھر رہی تھی۔ اور چمن دشت پیر نبرد کا نقشہ کھینچا ہوا تھا۔ اس میں سرخ و زرد شگفتہ کھلے ہوئے تھے۔ لیکن نامعلوم اس چمن میں آبیاری کی گئی یا نہیں اتنا جانتا ہوں کہ اس چمن کی آبیاری آب شمشیر سے کی گئی۔

طارت عنادل ارواح الفتوة والحمية من الاغصان وحارت انهار والحماية والصيام بلا جريان۔

یعنی جوان و غیرت دار بلبلیں اشجار کی شاخوں سے شکوہ و عظمت آدمی لے اُڑی تھیں اور نہر حمایت و نصرت کے پانی سے خشک ہو گئی تھیں۔ صغیر و کبیر۔ برنا و پیر، سالار و سردار، غلام خدمت گزار سب ہی شہید ہو چکے تھے۔ نہ سپاہ تھی نہ

اصحاب و انصار،

ونضرب نفوس اهل الايمان والسلاد والاجساد و اقشعرت و تزعزعت قواعد ابنية الصلاح والرشاد۔

اصحاب و انصار و یاوران امام مظلوم۔ سر کٹائے ہوئے۔ بے گور و کفن ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے۔ جسم ہائے مبارکہ زخموں سے چور چور تھے۔ جگر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے واحسرتا جو عارفان امام حسین علیہ السلام تھے وہ تشنہ لب شہید ہو گئے تھے۔ اور یہ وہ ہستیاں تھیں کہ اُمت مسلمہ میں تقویٰ و پرہیزگاری میں مشہور تھیں مگر کوفیوں نے ان کی قدر کو بھلا دیا۔ ے

صاروا ولولا قضاء الله يمسكهم
لم يتركوا لبنى سفيان من اثر

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام بے یاور و انصار رہ گئے اور سوائے شہزادگان خانوادۂ نبوت و امامت کوئی دوسرا باقی نہ رہا۔ اس وقت امام مظلوم نے ان کو بحسرت و یاس دیکھا۔ آہ سوزاں جگر سے کھینچی۔ رخ مبارک پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ سوائے ذات باری کسی کو اس پر آگاہی نہ تھی۔ جل الاله و ليس الحزن بالغة ۔ جوانان بنی ہاشم نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا۔ اور حضرت امام عالی مقام کے گرد جمع ہوئے اور عرض کیا اے نور دیدۂ مصطفوی اے ماہ آسمان ہدایت، اے رہبر وادی شہادت۔ اور اے قاسم جنان۔ ہم آپ کے بعد زندگی نہیں چاہتے۔ امام غریب نے جب ان کا یہ سخن سنا۔ آبدیدہ ہوئے۔ ان کے حق میں دعاء خیر کی۔ اور پھر یکے بعد دیگرے سب کو رخصت کیا اذان جہاد دی۔ اور اصحاب کی شہادت کے بعد جوانان علیؑ و فاطمہؑ نے رکاب امام حسینؑ کو بوسہ دیا۔

میدانِ قتال میں گئے اور تھوڑی ہی دیر میں بھرے ہوئے خیمہ خالی ہو گئے۔ امام حسینؑ نے اس وقت آہ جگر سوز کھینچی اور فرمایا۔ هل من یقدم الی جوادی آیا ہے کوئی جو میرے لیے اسپ مرگ لائے واحسرتا میرے جوان کہاں چلے گئے۔ علیؑ اکبر کہاں ہیں۔ قاسمؑ کہاں ہیں۔ عون و محمدؑ کہاں ہیں جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو زینب خاتون درِ خیمہ پر آئیں اور فرمایا بھیا حسینؑ اب بیکسی نہیں دیکھی جاتی اے میرے ماں جائے بہن سواری لانے کے لیے تیار ہے۔ اس وقت تمام اہلِ حرم میں ایک کہرام بپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ فعند ذلك عجنا النساء الهاشميات و الحرائر الفاطميات لمشاهد تكم على هذا الحال و معاينة المال۔

آہ واویلا اس وقت عورات ہاشمیہ میں کوئی گیسو پریشان کئے ہوئے تھی کوئی سینہ کوبی کر رہی تھی۔ کوئی منہ پر طمانچہ مار رہی تھی کسی بی بی کو غش آ رہا تھا۔ سکینہ خاتون سکتہ کی حالت میں کھڑی تھی۔ اس وقت بیبیاں علیؑ و فاطمہؑ کو پکار رہی تھیں اے شاہ نجف مدد کو آئیے۔ اے بی بی فاطمہ مزار سے نکلئے اور اپنے حسینؑ کی بیکسی دیکھئے۔

فَجَعَلَتْ تند بهم و تنوح عليهم بزفرات و اعوال۔ دل چاہتا ہے کہ مومنین سے ایک سوال کروں اہلِ حرم کی نگاہ کبھی مقتل کی طرف اٹھتی ہے تو اصحاب امام حسینؑ کے لاشے نظر آتے ہیں جو خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ ریگ کربلا لاشوں پر کفن بنی ہوئی ہے۔ جوانانِ ہاشمیہ کی شہادت کا ذکر تفصیلاً کیا جائے گا۔

روزِ عاشوراء جوانانِ ہاشمی میں اوّل شہید کا اذانِ جہاد طلب کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث و روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب تک اصحاب و انصارِ امام حسینؑ

علیہ السلام میں سے ایک تن بھی باقی رہا۔ اس وقت امام حسینؑ تک کے عزیزوں اور اولاد میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ لیکن بعد شہادتِ انصاران امام حسینؑ عزیزوں اور بچوں کی شہادت کی نوبت آ گئی۔ البتہ اس مقام پر یہ تعیّن کرنا کہ امام حسینؑ کے عزیزوں میں سے پہلا شہید کون ہے محلِ اختلاف ہے اہلبیت امام حسینؑ میں سے علی اکبر پہلے شہید ہیں یا عبداللہ ابن مسلمؑ بن عقیل۔ اس بات پر مورخین اور مقاتل کا اجماع ہے کہ پہلے شہید جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ ہیں۔ لیکن مصنف کامل السقیفہ اور محمد بن ادریس علیہ الرحمۃ" صاحب کتاب سرائر فرماتے ہیں اوّل قتيل في الوقعة يوم الطف من آل ابی طالب علی ابن الحسین، صاحب مقاتل بھی اس امر کے قائل ہیں اوّل قتيلٍ مع الحسينؑ ابنه عليُّ الاكبرؑ۔ کہ امام حسینؑ کے فرزند علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں۔ مرحوم سید علیہ الرحمۃ۔ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ فَلَمَّا لم يبق مع الحسين سوى اهلبيته خرج على ابن الحسين شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد فرماتے ہیں کہ اصحاب امام حسینؑ میں سے ہر ایک امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا اذانِ جہاد طلب کرتا۔ اور میدانِ قتال میں جاتا یہاں تک کہ تمام اصحاب روزِ عاشورا قبل از اعزاء و اقرباء حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ اس وقت فتقدم علی ابن الحسین یعنی اس وقت علی اکبرؑ نے میدانِ قتال میں جانے کی پیش قدمی کی۔ اہلِ تاریخ و سیر اور اکثر صاحبانِ مقاتل نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے سامنے اصحابؑ انصار میں سے کوئی باقی نہ رہا تو آپ نے فرمایا الان وصل النوبة الی اے میرے جوانوں اب میرے جان و سر دینے کی نوبت آ پہنچی ہے۔ جوانانِ ہاشمی نسب و حسب سب کے سب نے امام حسین علیہ السلام کے قدم مبارک پر سر رکھ دیا اور عرض کیا اے مولیٰ اے سیّد و سردار ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ شہید ہوں اور

ہم زندہ ہیں لا ینبغی محار بتك ونحن احیاء۔ آپ کی نوبت شہادت ابھی نہیں پہنچی ہے جب تک کہ ہم زندہ ہیں پہلے ہم شہید ہوں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے عزیز و اقارب میں حضرت علی اکبر ابن الحسینؑ نے اذانِ جہاد طلب کیا امیر محمد خواند شاہ صاحب کتاب روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ قائلان بر تقدم علی اکبرؑ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ نے خود میدان قتال جانے کا عزم کیا تو اہلِ بیت میں سے آپ کے فرزند علی اکبر نے پیش قدمی کی ہے اور بعض بزرگ و اجلّٰی ہستیاں اس امر کی بھی قائل ہیں کہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں چنانچہ محمد ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں فرماتے ہیں کہ اوّل مَن برز منْ بنی ہاشم عبداللہ بن مسلم علامہ مجلسیؒ نے کتاب بحار جلد ۱۰ میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ جلاء العیون (فارسی) میں بھی اسی طرح مرقوم ہے کتاب حبیب السیئر کہ امام جب حسین علیہ السّلام نے میدان جہاد میں جانا چاہا تو اہلِ بیت جمع ہو گئے اور عبداللہ پسر مسلم بن عقیل نے سبقت کی۔

میدان قتال میں گئے اور جامِ شہادت نوش کیا ابی مخنف اور لوط ابن یحییٰ نے اپنے مقاتل میں لکھا ہے کہ اوّل شہید کے بارے میں دو اقوال مذکورہ پائے جاتے ہیں یعنی کہ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت علی اکبر ابن الحسینؑ اوّل شہید ہیں اور بعض کے نزدیک عبداللہ ابن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں۔ لیکن مقابلتاً کثیر اقوال یہی ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ ہی پہلے شہید ہیں۔ لیکن علامہ شیریں گفتار کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ فترا جح عندی تقدم علی بن الحسین علیہما السلام لورود الخبر وتکاثر اهل السیر۔ یعنی کہ میرے نزدیک یہ ہی اقویٰ ہے کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید۔ اور زیارت ناحیۂ مقدسہ میں کہ جس میں شہدا کربلا کے اسماء گرامی درج ہیں امام علیہ السّلام سے منقول و ماثور ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ کی

قبر مبارک کی زیارت کا ارادہ کرے، فقف عند رجلی الحسین وھو قبر علی ابن الحسین فاستقبل القبلہ بوجھك فان هناك حوضۃ الشهداء — یعنی رو بقبلہ کھڑا ہو کر جہاں گنج شہداء علیہم السّلام ہے انگشت شہادت سے اشارہ کرے اور کہے السلام علیك یا اول قتیل من نسل خیر سلیل من سلالۃ ابراهیم الخلیل صلی اللہ علیك وعلی ابیك۔ یعنی کہ سلام ہو اوّل شہید پر کہ جس نے تمام عزیز و اقارب میں اپنی جان امام حسینؑ پر قربان کی اور جو خلاصۂ نسل خلیل خدا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی اکبر علیہ السّلام اقرباء میں سب سے پہلے شہید ہیں اور خون آلودہ لاش علی اکبر سے امام حسینؑ نے برچھی کا پھل نکالا۔ اور فرمایا اے بیٹا اس قوم نابکار کو خدا قتل کرے کہ اس نے تمہیں قتل کیا اور تم پر رحم نہ کیا اور حرمت رسولؐ خدا کو ضائع کیا۔ اے میرے فرزند تو شبیہ رسولؐ خدا تھا اے نور نظر تمام کائنات کا درود و سلام ہو تجھ پر۔ علامہ مجلسی علیہ الرّحمۃ فرماتے ہیں کہ منقذ بن مرّۃ نے کمین گاہ سے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور شہزادہ علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور کوئی بیرحم نے تلوار سے جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت علی اکبرؑ نے بحسرت خیمہ کی طرف نگاہ کی۔ رافعاً صوتہ یا ابتاہُ۔ پدر دو یاس آواز دی کہ اے بابا دادا جان آب کوثر لائے ہیں۔ امام حسینؑ مقتل میں پہنچے دیکھا کہ اٹھارہ سالہ جوان خون میں غلطاں پڑا ہوا ہے۔ سر شگافتہ ہے۔ بدن زخموں سے چور چور ہے فرماتے ہیں یا ولدی علی الدنیا بعدك العفا۔ اے نور نظر تیرے بعد زندگی بے کیف ہو گئی۔ اے فلک تو نے فرزند کو مجھ سے جدا کر دیا اور غم علی اکبرؑ میں مجھے سوختہ کر دیا۔

الشیخ فخر الدین لکھتے ہیں کہ جب اہلِ حرم نے خبر شہادت حضرت علی اکبرؑ سن

فقصارخن النساء۔ عورتوں میں شور وغوغا برپا ہوگیا۔ واعلی اکبراہ کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جب اہلحرم کے گریہ وزاری کو دیکھا تو آپ کو شدید صدمہ ہوا۔ تلقین صبر کی۔ اور فرمایا اے بہن زینبؑ وام کلثوم اور اے بیٹیوں تمہیں تو ابھی بہت زیادہ گریہ وبکا کرنا ہے ابھی تو ایک ہی جوان کا ماتم کیا ہے اور بھی جوان شہید ہو گئے جس قدر صدمۂ علیؑ اکبر تھا کسی کو کیا خبر ہے

داغی کہ حسینؑ از غم اکبرؑ بجگر داشت — جز خالق اکبر ز دل او کہ خبر داشت
تا آندم آخر کہ بریدند سرش را — او دیدۂ حسرت بسوئے نعش پسر داشت
میسوخت خود از تشنگی و در دم آخر — از سوز لب خشک پسر دیدۂ تر داشت

یعنی کہ حضرت علیؑ اکبر کے شہید ہونے پر جو صدمہ امام حسین علیہ السلام کو ہوا اور جو داغ قلب امام حسینؑ نے برداشت کیا اس کی سوائے خداوند عالم کسی اور کو کیا خبر۔ امام حسینؑ نے سر کو کٹتے ہوئے دیکھا تو حسرت کے ساتھ لاش پسر پر نظر کی دیکھا کہ علی اکبر تشنگی سے سوختہ ہیں، دم آخر سوکھے ہوئے لب ہیں مگر آنکھوں میں آنسو ہیں۔ مؤلف کتاب صدر بیقدر ملتمس دعا ہیں مومنین کرام ان کو سورۂ فاتحہ سے نوازیں۔

شہدائے کربلا میں اوّل شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

کتاب مستطاب تحفۃ الزائرین جو کہ حضرت علاّمہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی تالیفات میں سے ایک تالیف (کتاب) ہے اور یہ کتاب زائرین مشاہدہ مقدسہ کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں ابو حمزۂ ثمالی سے ایک زیارت منقول ہے جس میں حضرت صادق آل محمدؑ علیہ السلام نے ابو حمزہ الثمالی کو اس طرح زیارت حضرت

علی اکبرؑ تعلیم کی ہے کہ جب تم زیارت قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کرنے کا ارادہ کرو تو ہمارے جد حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک جاؤ۔ اور پائیں مزار امام حسین علیہ السلام قبر حضرت علی ابن الحسین ہے یعنی حضرت علی اکبرؑ کی قبر ہے۔ اس جگہ سلام کرو اور زیارت قبر علی اکبرؑ علیہ السلام کرو۔ اگر مومنین کرام اس زیارت ماثورہ میں حضرت امام جعفر صادق آل محمدؑ کے فقرات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شہزادہ علی اکبرؑ قتیل اوّل ہیں زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام عليك يا بن رسول الله وابن خليفة رسول الله ورحمة الله وبركاته طَلَعَتْ شمس او غربت۔ یعنی کہ قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے اس طرح سلام کرے کہ فرزند رسولؐ خدا، اے خلیفہ رسول خدا کے نور نظر، اے بنت رسول اللہ کے نور دیدہ میرا سلام ہو آپ پر اور خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر آفتاب نکلا اور غروب کر گیا اب ہم زیارت کے بعض فقرات کا ترجمہ کرتے ہیں اے آقازادے اے شہزادہ السلام عليك وعلى روحك و بدنك۔ یعنی آپ کی روح اور بدن پر سلام ہو مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اگر یہ بندۂ ناچیز ابو ثمالی کی جگہ ہوتا تو حضرت صادق آل محمدؑ سے سوال کرتا۔ کہ اے مولیٰ یہ سلام کہ اے علی اکبرؑ آپ کی روح پر سلام ہو۔ روح علی اکبرؑ تو اعلیٰ علیین میں ہے۔ اپنے آبا و اجداد کی خدمت میں ہے یا روح مجروحی کہ روز عاشوراء شدّت پیاس اور تپش آفتاب سے افسردہ تھی۔ اور ایسی پژمردگی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوئی اور جب شہزادہ علی اکبرؑ شہید ہوئے اور حضرت امام حسینؑ لاش پسر پر پہنچے تو فرمایا۔ اے نور نظر، اے علی اکبرؑ ما انت فقد استرحت من هم الدنيا وغمها وصرت الى روح و راحة وبقي ابوك فريدًا وحيدا وما اسرع بك۔ یعنی اے علی اکبرؑ تو دنیا سے

رخصت ہوگیا۔ اور غمہائے دنیا سے نجات پاگیا۔ اور میری روح راحت کو پہنچی۔ لیکن تیرا بابا یکہ و تنہا رہ گیا میری دوسری گزارش حضرت صادق آل محمدؑ سے یہ ہے کہ اسے مولیٰ ہم جو سلام کرتے ہیں یہ تو بدن علی اکبرؑ کو ہے جیسا کہتے ہیں وعلی بدنك۔ یعنی کہ وہ بدن خون آلودہ جو پائیں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام دفن ہے یا آپ کے اس بدن کو جو بعد ظہر روز عاشورا زخموں سے چور چور کہ جس کے بارے میں روایت میں یہ الفاظ ہیں فقطعوه بسیوفهم اربارباً۔ پھر حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اے ابوحمزہ ثمالی یہ کہو کہ اسے آواز دے۔ بابی انت وامی من مذبوح ومقتول من غیر جرم۔ یعنی پدر مادر (ماں باپ) اے علی اکبرؑ آپ پر فدا ہوں کہ آپ بے جرم و بے خطا قتل کئے گئے۔ علامہ مجلسی بحار میں فرماتے ہیں کہ فضربه الناس باسیافهم کہ دشمنوں نے حضرت علی اکبرؑ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواریں مارنا شروع کیں۔ اور جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور جب آپ کی روح حنجرہ سے بہ کنگرۂ اقدس پہنچی اور اس وقت آپ کو ذبح کیا گیا کہ جب عمر سعد ملعون نے حکم دیا کہ شہیدوں کے سر ان کے بدن سے جدا کئے جائیں۔ تو حضرت علی اکبرؑ کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں۔ بابی انت وامی یا من دمك المرتقی الی حبیب الله بابی انت وامی من مقدم بین یدی ابیك یحسبك ویبکی علیك محترقا علیك قلبه یرفع دمك بکفه الی عنان السماء ولا یرجع منه قطرة ولا تسکن علیك من ابیك ذفرة ودعك للفراق۔ یعنی کہ میرے ماں باپ فدا ہوں اے علی ابن الحسین تم پر۔ یہ تصور کرتے ہوئے کہ آپ زخمی حالت میں میدان قتال سے واپس آئے

اور اپنے بابا حسینؑ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا ہے کہ اے بابا پیاس بے چین کر رہی ہے۔ شدت کی تشنگی ہے اس وقت امام حسینؑ نے بیٹے کو دیکھا اور فرمایا اے علی اکبرؑ اب تم شہداء میں شامل ہونے والے ہو۔ اے بیٹا اب تمہیں تمہارے دادا آپ کوثر پلائیں گے۔ اے فرزند تم بہت زخمی ہو۔ میرا دل بے چین ہو رہا ہے۔ اور اے بیٹا تمہارا خون میرے نانا کی خدمت میں ہدیہ کیا جا رہا ہے اے نانا یہ خون آپ کی شبیہ کا ہے۔ علی اکبرؑ شبیہ پیغمبرؐ خدا تھے مرحوم السید لہوف میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ کے گلوے مبارک پر ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ رمی بسهم فوقع فی حلقه فخرقه واقبل ینقلب بدمه یعنی تیر حضرت علی اکبرؑ کے گلوے مبارک پر لگا جس سے گلوے مبارک پھٹ گیا۔ اس وقت کی حالت زار کا نقشہ مؤلف نے نظم میں پیش کیا ہے ؎

بابا بیا کہ تیغ جفا ساخت کار من — برگ پخیدہ کشت خزاں نوبہار من
بابا زپا فتادم و جانم بلب رسید — دست اجل گرفت زکف اختیار من
قاتل تنم زخنجر کین پارہ پارہ کرد — رحمی نکرد و بر مرہ اشکبار من
تا بر تنم بود رمقی بر سرم بیا — بنگر بوقت مرگ بر احوال زار من
این ضربت عمود کہ فرقم شگافتہ — بُردہ زجان تحمل از کف قرار من
از تیغ ظلم رشتۂ عمرم گسیختہ — بلبلا بگو دگر نگشہ انتظار من
بابا بیا کہ کار من از دین و آن گزشت — تعجیل کن کہ وقت وداع از میاں گزشت

یعنی اے بابا تیغ جفا نے میرا کام تمام کر دیا۔ اور خزاں نے میرے غنچۂ نو شگفتہ کو پژمردہ کر دیا ہے۔ اور قاتلوں نے میرے جسم کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور نتیجۂ موت

نے میرا اختیار سلب کر لیا ہے۔ یعنی کہ میں بے بس ہو گیا ہوں۔ مجھ پر، میرے گریہ پر قاتل نے رحم نہیں کیا ہے۔ ابھی رمق جان باقی ہے میرے سرہانے تشریف لائیے۔ اور اپنی آنکھوں سے میرا دم آخر نکلتے دیکھئے اور یہ گرز کی ضربت جو میرے سر پر لگی ہے ملاحظہ فرمائیے۔ اس ضرب سے میرا قرار رخصت ہو گیا ہے۔ اور تیغ ظلم نے میری عمر کو ختم کر دیا ہے۔ اور میری ماں ام لیلیٰ سے کہنا کہ میرا انتظار نہ کرے۔ اے بابا جان اب کوئی دم میں میرا کام تمام ہونے والا ہے۔ جلد آئیے جلد آئیے ایسا نہ ہو کہ وقت وداع گزر جائے۔

حضرت علی اکبرؑ کا اذان جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا

اصحاب و انصار کی شہادت کے بعد اہل بیتؑ طاہرین میں تقریباً تیس افراد (تن) تھے امام حسین علیہ السلام خود بہ نفس نفیس آمادہ کارزار ہوئے لیکن جوانان ہاشمی نے کسی طور پر نہیں چاہا کہ ان سے پہلے امام حسین علیہ السّلام میدان قتال میں جائیں۔ بلکہ عرض کیا اے آقا، اے سید سردار ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ہم زندہ رہیں اور آپ ہماری آنکھوں کے سامنے قتل ہوں خدا یہ وقت نحس ہمیں نہ دکھائے۔ اس وقت حضرت شہزادۂ علی اکبر علیہ السّلام نے اپنے بابا کی خدمت میں عرض کیا۔ کما فی الریاض عن الروضۃ فقال یا ابتاہ لا ابقانی اللہ بعدک طرفۃ عین ——— اے پدر عالیقدر اے بابا جان آپ کے بعد زندہ رہنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اب اذان جہاد عطا کیجئے یہ سن کر امام حسینؑ کے چہرہ کا

رنگ زرد ہو گیا فرمایا اے بیٹا یہ کیا کہتے ہو تم شبیہ رسولؐ خدا ہو تم نہیں میرے بعد زندہ رہنا چاہتے۔ حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا کہ آپ کے بعد زندہ رہنا حرام ہے۔ ایسی زندگی کہ آپ نہ ہوں علی اکبر کو پسند نہیں ہے۔ اس وقت اہل حرم میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ فاخذ فی الالحاح علیہ والبکاء والزمہ و الجزع والادمہ۔ اہل حرم کا گریہ و بکا دیکھ کر حضرت علی اکبرؑ نے اپنے جد بزرگوار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر امام حسینؑ سے اذان جہاد طلب کیا۔ اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے بیبیاں دامن سے لپٹی ہوئی تھیں۔ فلما کثرت مبالغۃ فی الاستیذان واشد جزعہ وھو عطشان اذن لہ الحسین وھو ظمآن۔ آخر کار شہزادہ نے انتہائی گریہ و زاری اور بیقراری کا مظاہرہ کیا کہ اذانِ جہاد۔ جہاد مل جائے۔ امام حسینؑ نے فرمایا ؎

گرز خون آغشتہ گردد کاکلت
غم مخور مشکیں شود آن سنبلت

یعنی کہ اے فرزند اگر یہ ہی خواہش ہے کہ میدان قتال میں جاؤ اور عروس مرگ سے ہمکنار ہو تو بخوشی اجازت ہے۔ اپنے خون میں اپنی زلفیں رنگین کر دو۔ غم مت کرو۔ یہ سن کر شہزادہ علی اکبرؑ کا چہرہ شوق شہادت میں چمکنے لگا۔ امام حسین علیہ السّلام نے بیٹے کو لباس جنگ سے آراستہ کیا۔ آلات حرب جسم علی اکبرؑ پر سجائے۔ ماں بہنیں۔ پھوپھیاں سمجھیں کہ علی اکبرؑ دولہا بن رہے ہیں۔ روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ورتب علی قامتہ اسلحۃ الحرب والبستہ الدرع وشد فی وسطہ منطقۃ لہ من الادیم فوضع علی مفرقۃ مغفراً فولادیا وقلدہ سیفا مصریا وارکبہ العقاب براقا بانویا یعنی جسم علی اکبر پر لباس جنگ پہنایا۔ مغفر فولادی سر پر رکھا۔ اور کمر بند کر جو تبرکات

پیغمبرؐ سے تھا زیب کمر کیا۔ تلوار مصری میان میں رکھی۔ اور زیب کمر کی۔ اور اپنے مرکب براق مثال پر سوار ہوئے مؤلف نے اس وقت کی منظر کشی اس طرح کی ہے۔

بگفتا بحال غمگیں سر بسر　　جدا گشتی از من تو جان پسر
تو رفتی و غم محفل ما شکست　　چہ محفل دگر چوں دل ما شکست

یعنی امام حسینؑ نے وقت وداع علی اکبرؑ زبان حال سے بحال غم فرمایا کہ نور نظر تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو۔ میری محفل سونی ہو گئی۔ اور محفل پر کیا منحصر ہے تیری جدائی سے شکستہ ہو گیا اس وقت اہلحرم، پھوپھیاں۔ بہنیں، ماں علی اکبرؑ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھیں در خیمہ سے جب علی اکبر نکلے ہیں تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں۔ پھر ایک مرتبہ اہلحرم میں شور و شیون بلند ہوا۔ اور پھر بچوں نے شہزادۂ علی اکبرؑ کے گھوڑے کو اپنے حلقہ میں لے لیا رکاب سے لپٹ گئے۔ علی اکبرؑ میدان قتال میں نہ جاؤ جو بھی میدان کارزار میں جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا۔ ام لیلیٰ حسرت سے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔ زینبؑ خاتون سوچ رہی تھیں کہ جسے اٹھارہ سال پالا ہے۔ وہ اب خاک و خون میں مل جائے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ خطاب کروں اے ہاجرہ مادر اسمٰعیلؑ ذرا عالم بالا سے شہزادہ کی رخصت کا منظر دیکھئے کہ کس شان سے ام لیلیٰ نے اپنے جوان بیٹے کو قربان کیا ہے۔

کتب مقاتل میں ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون۔ جناب ام لیلیٰ سے زیادہ بیقرار تھیں مادر علی اکبرؑ جناب ام لیلیٰ یہ سمجھتی تھیں کہ علی اکبر جناب زینب خاتون کے لیے ان کے بیٹے کی جگہ ہیں۔ اسی احترام زینبؑ خاتون کی وجہ سے ام لیلیٰ نے زیادہ

بے چینی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ البتہ اتنا اپنی زبان سے فرمایا اے علی اکبر تم نے مجھے اپنی دادی فاطمہؑ کے سامنے سرخرو کر دیا۔ جاؤ بیٹا خدا حافظ و ناصر۔ پھر خداوند عالم سے مناجات کی۔ اور کہا یا را د یوسف علی یعقوب و یا را د اسمٰعیل علی هاجره ر د عَلَیَّ وُلْدِی۔ یعنی اے خداوند عالم کہ یوسف کو چالیس سال بعد ان کے پدر عالیقدر یعقوب سے ملایا۔ اسمٰعیل کو دوبارہ ہاجرہ سے ملنا نصیب ہوا۔ تو میرے علی اکبرؑ کو مجھ سے دوبارہ ملا دے۔ اے مومنین ام لیلیٰ کی یہ دعا پوری ہوتی اور شہزادہ علی اکبرؑ زخمی حالت میں جب مقتل سے واپس آتے ہیں سر مبارک شگافتہ، زخموں سے تن چور چور ہو رہا تھا۔ باپ کی خدمت میں آئے۔ ماں نے بھی بیٹے کو دیکھا اور زینب خاتون نے بھی دیکھا۔ میں سوال کروں جب بیبیوں نے زخمی حالت میں جوان بیٹے کو دیکھا ہو گا تو ان کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ اس وقت تمام اہلحرم فریاد کر رہے تھے۔ اے شیعو۔ دوبارہ جب علی اکبرؑ آئے ہیں تو خود نہیں آسکے۔ بلکہ امام حسینؑ بیٹے کی لاش خیمہ میں لے کر آئے ہیں۔ در خیمہ پر پہنچے پکار کے فرمایا اے بچو، علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لے جاؤ، عزادارو۔ بچے نکلے اور لاش علی اکبر خیمہ میں لے گئے۔ مسند پر لاش رکھ دی۔ بہنوں نے بین کیے۔ زینب خاتون نے ماتم کیا۔ ام لیلیٰ بیٹے کی لاش پر آئیں اس طرح کہ فضہ سہارا دے رہی تھیں جب لاش علی اکبرؑ کے پاس پہنچیں فرماتی ہیں بیٹا علی اکبرؑ یہ ماں تم پر فدا ہو سینہ پر ہاتھ کیوں رکھا ہے۔

اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں

کتاب دربندی، کتاب روضۃ الشہداء اور کتاب ریاض الاحزان میں ہے۔

کہ حضرت علی ابن الحسینؑ جو علی اکبر کہلاتے ہیں۔ روز عاشورا شہید ہوئے وامه لیلیٰ بنت ابی قرة بن ابی عروة بن مسعود الثقفی۔ یعنی کہ آپ کی والدۂ ماجدہ جناب لیلیٰ دختر ابی قرۃ بن ابی عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور مسعود بن عروۃ جناب مختار بن ابی عبید ثقفی کے دادا تھے۔ اور جناب مختار علیہ الرحمہ ایسے بزرگ ہیں کہ جنہوں نے قاتلان امام حسینؑ کو واصل جہنم کیا ہے۔ اور قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیا ہے۔ عروۃ و ابی عبید اور سعدیہ تینوں بھائی تھے اور فرزندان مسعود ثقفی تھے۔ لیکن مادر حضرت علی اکبرؑ یعنی لیلیٰ۔ جناب مختارؒ کے چچازاد بھائی کی دختر تھیں۔ اور جناب لیلیٰ کی ماں کہ جن کا نام میمونہ تھا ابوسفیان کی دختر تھیں اور یزید بن معاویہ کی پھوپھی ہوتی تھیں۔ ابوالفرج لکھتے ہیں کہ علی اکبر شہید کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن آپ کی کنیت ابی الحسن تھی۔ اور ماں لیلیٰ بنت ابی قرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔ وهو اول من قتل فی الواقعة۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبرؑ امام حسینؑ کے قرابتداروں میں پہلے شہید ہیں۔ محمد بن سلیمان نے یوسف بن موسیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کہتا ہے کہ ایک روز میں دربار معاویہ میں موجود تھا اور تمام اراکین شام حاضر تھے۔ اس وقت معاویہ نے کہا کہ مَنْ اَحَق الناس هذا الامر کہ اس زمانہ میں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا ہے کہ جو مستحق خلافت ہو۔ تمام حاضرین دربار نے جواب دیا کہ آپ خود مستحق خلافت ہیں لیکن اس پر معاویہ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ مستحق خلافت۔ علی ابن الحسینؑ یعنی علی اکبرؑ ہیں۔ کیونکہ ان کے جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس وجہ سے ان کو حسب میں بزرگی حاصل ہے و باعتبار نسب۔ وفيه شجاعة بنی هاشم وسخاء بنی امية و ذهو بنی ثقيف۔ یعنی کہ علی اکبر علیہ السلام صفات حمیدہ

اور شجاعت جلیلہ رکھتے ہیں اس طرح کہ آپ شجاعت میں وارث آل ثقیف ہیں آپ اپنے ہمعصر جوانوں میں مثل بدر کامل تھے۔ عالم جلیل محمد بن ادریس صاحب سرائر نے تحریر کیا ہے کہ ابی عبیدہ خلف الاحمر نے حضرت علیؑ اکبر کی مدح میں ایک نظم لکھی ہے۔

جس میں آپ کے حسب و نسب و شرافت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس شہزادہ کے مرتبہ و جلال پر تمام عالم فدا ہوں آپ اس صورت زیبا اور جلالت و منزلت ہاشمی کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچے۔ اور قتال فرمایا معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ شہزادۂ علی اکبرؑ قد و قامت میں مثل سرو روان تھے روشن چہرہ تھے۔ ابوالموئید خوارزمی لکھتے ہیں کہ علی اکبرؑ مانند شاخۂ صنوبر میدان رزم میں پہنچے گیسو چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔ آپ کے چار گیسو تھے۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں۔ فلما تجلی وجهه لعرصة الهيجاء جعلها غيره صفح السيناء فی سورة الهزبر السالب كانه اسد الله الغالب علی بن ابی طالب لا بل كانه محمد صلی الله عليه و اله صاحب التاج علی البراق ليلة المعراج قد بدا منجليا نور علی من حجاب احدی ازلی ابدی۔ یعنی کہ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تمام سپاہ شام نے بیساختہ آپ کی طرف دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب فلک زمین کربلا پر اتر آیا ہے۔ قد بالا پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ چمن بہشت کا ایک سرو جلوہ گر ہے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ محسوس ہونے لگا کہ علی ابن ابی طالبؑ میدان رزم میں آگئے ہیں۔ علی اکبرؑ اپنے مرکب براق مثال پر

اس طرح سوار تھے جیسے صاحب المعراج شب معراج براق پر سوار تھے۔ عمر سعد نے جب دیکھا تو کہنے لگا من هٰذا الذی خرج و تدلی و بن و تجلی نعرفه نقابلة نفسه و نقاتله۔ یعنی عمر بن سعد بد نہاد کہنے لگا کہ یہ کون جوانمرد ہے۔ جاہ جلال اور طلعت و نورانیت کو دیکھ کر پھر خود ہی کہنے لگا کہ ان هٰذا علی بن الحسین۔ یہ علی اکبرؑ ہے اس مقابلہ میں تنہا جانا ٹھیک نہیں ہے اس سب مل کر حملہ کرو جب لشکر عمر بن سعد نے امام علی اکبرؑ سنا۔ تو بعض لوگ از خود جنگ سے کنارہ کشی کر گئے۔ کیونکہ اکثر بیشتر حضرت علی اکبرؑ کی تعریف سن چکے تھے۔ بعض لوگوں کی جرأت نہ پڑی کہ وہ مقابلہ میں آسکیں پھر لشکر عمر ابن سعد نے گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ واهل الکوفة یتقون قتله کہ اہل کوفہ نے آپ پر تیغ زنی کرنے سے اجتناب کیا اور آپ کے قتل سے باز رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی اکبرؑ نے ایک شیرانہ حملہ کیا۔ یصول علیهم حملة اللیث الغضوب ویکشفهم عن الیمین والشمال والجنوب۔ یعنی کہ آپ نے ان پر ہر طرف حملہ کیا۔ کتاب کنز المواہب میں ہے کہ شہزادہ علی اکبر حملہ کرتے ہوئے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ عمر بن سعد کی فوج میں ایک یحیٰی نامی شخص بطور تماشائی تھا کہتا ہے کہ میں نے علی اکبرؑ کو دیکھا کہ اپنے چہرہ پر نقاب کی مثل کوئی کپڑا ڈالے ہوئے تھے۔ عمامہ سحاب آپ کے سر پر تھا تحت الحنک گردن میں تھا۔ آپ کے حملہ سے افواج عمر بن سعد میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ناگاہ ایک بے رحم ظالم نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ کا عمامہ سر مبارک سے گر پڑا۔ اور سر مبارک زخمی ہو گیا۔ خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور

سپر ہاتھ سے گر پڑی۔ اپنے مرکب کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اور آواز دی یا ابتاہ ادرکنی اے بابا خبر لیجیے کہ علی اکبر دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ ایک بد نہاد کوفی نے آپ کے نیزہ مارا۔ آپ خون میں نہا گئے۔ الخ

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ انسان کو فضائل و کمالات اور تہذیب و اخلاق کا حاصل کرنا ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی میں اس لیے نبوت پر مبعوث ہوا ہوں کہ لوگوں میں مکارم اخلاق پہنچاؤں یعنی لوگوں کو اخلاقیات سے آراستہ کروں پس اخلاق حمید اور صفاتِ پسندیدہ یعنی اچھی باتوں کا حاصل کرنا ہر انسان کے لیے لازم و واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جس وقت خداوند عالم نے مبعوث فرمایا تو آپ تمامی عادات و اطوار حسنہ سے آراستہ تھے بلکہ جس قدر کمالات آپ سے پہلے انبیاء میں الگ الگ تھے وہ سب کے سب آنحضرت کی ذات والا میں جمع تھے وقد ورد فی الروایة ان اللہ تعالی قد خص رسله باثنی عشر خصلة۔ یعنی کہ خداوند علی الاعلیٰ نے اپنے مرسلین کو بارہ صفات محمودہ و پسندیدہ عطا کی ہیں۔ ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ راضی بقضائے الٰہی رہے۔ یعنی قسمت پر حرف گیری نہ کرے اور سخاوت ہے قناعت ہے۔ صبر ہے۔ نیکیٔ اخلاق ہے، علم ہے یہ تمام چیزیں سرمایۂ نبوت ہیں۔ اور ان سب میں علم ممتاز ہے۔ اور خصوصاً بدرجۂ اتم و اکمل یہ تمام

صفات آنحضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھیں۔ ہر ایک پیغمبر کے لیے ضروری ہے کہ اس میں چالیس آدمیوں کی قوت کی برابر قوت موجود ہو۔ یعنی وہ اپنے زمانہ میں اشجع الناس ہو۔ اور یہی تمام صفات امام منصوص من اللہ میں ہوتی ہیں۔ وہ مختار کائنات ہوتا ہے وہ مثل چوب خشک نہیں ہوتا۔ اور امام علیہ السلام کی تصدیق سے یہ تمام صفات ہم شبیہ پیغمبر خدا علی ابن الحسین المعروف علی اکبر میں جمع تھیں فاتفق المخالف والموالف علی انہ کان فی عصرہ اشبہ الناس برسول اللہ خلقا وخلقا ومنطقا۔ یعنی اس امر پر سب ہی کا خواہ مخالف ہوں یا موافق اتفاق ہے کہ حضرت علی اکبرؑ رفتار وگفتار در اخلاق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ تھے گویا اقدرت نے حضرت علی اکبرؑ کو اپنے رسولؐ کا مثنیٰ قرار دیا تھا۔ پس حضرت علی اکبرؑ شبیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے فرق صرف اسقدر تھا کہ علی اکبرؑ کے لیے نبوت نہیں ہے۔

حضرت علیؑ اکبر کی جنگ اور شجاعت

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اگرچہ جنگ مغلوبہ میں بھی اپنی شجاعت اور حرب و ضرب کا مظاہرہ کیا ہے آپ کی شجاعت کا اندازہ اس چیز سے ہو سکتا ہے کہ تین دن کی بھوک و پیاس اور بیکسی کے عالم میں اس شان سے قتال کیا ہے کہ لشکر عمر ابن سعد میں الامان الامان، الحذر الحذر کی صدائیں ہو گئی تھیں۔ روایت ہے کہ جب شہزادہ علی اکبرؑ میدان جنگ میں آئے ہیں اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے طارق ابن شبیث سے کہا کہ جا اور اس جوان کو تمام کر یعنی قتل کر تاکہ مجھے ابن زیاد سے حکومت موصل تیرے واسطے حاصل ہو۔ طارق نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اس جوان کو قتل کروں یہ

جوان حسین علیہ السلام شبیہ رسولؐ خدا ہے۔ اور تو اپنا وعدہ خطا نہیں کرے گا۔ جس پر عمر بن سعد نے اس کو بہ قسم یقین دلایا فاکد اللعین ما وعدہ بالیمین و اعطاہ خاتمہ۔ یعنی عمر ابن سعد نے طارق کو اپنی انگشتری دی جو کہ وعدہ کی نشانی تھی چنانچہ طارق ملعون حکومت موصل کے لالچ میں حضرت علی اکبرؑ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اسلحہ سے اس کا تمام جسم نجس ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت علی اکبرؑ کے مقابل آیا اور چاہا کہ نیزہ سے آپ پر حملہ کرے۔ حضرت علی اکبرؑ نے پیش دستی کی اور اس کے نیزہ کا وار روک دیا اور آپ نے اپنے نیزہ سے اس پر حملہ کیا۔ جو اُس کے سینہ نجس میں در آیا اور نیزہ اس کی پشت سے باہر نکل آیا۔ اور وہ جہنم رسید ہوا۔

جب طارق واصل جہنم ہو چکا تو اس کا فرزند آپ کے مقابل آیا۔ لیکن حضرت علی اکبرؑ نے اُسے بھی ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد طلحہ بن طارق نکلا یہ طارق کا دوسرا پسر تھا۔ طلحہ بن طارق لشکر عمر ابن سعد سے نکلا باپ اور بھائی کے غم میں سگ پاگل بنا ہوا تھا حضرت علی اکبر علیہ السلام کے مقابل ہوا اور اس بد نہاد نے آپ کے نزدیک پہنچ کر آپ کے گریبان کو پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا اور چاہا کہ آپ کو مرکب سے نیچے گرا دے۔ ادھر دست یداللہ نے اس ملعون کی گردن کو اپنی گرفت میں لیا اور ایسا جھٹکا دیا کہ وہ ملعون نہ سنبھل سکا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اس وقت اس جنگی حربہ کو دیکھ کر لشکر والے حیران رہ گئے اور مرحبا کہنے لگے۔ اس کے بعد عمر ابن سعد نے مصراع ابن غالب نابکار کو بھیجا۔ وہ ملعون جب مقابلہ میں آیا فاراد ان یسل سیفہ کہ اس مردود نے تلوار کا وار کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے صیحہ مثل رعد کیا جس سے مصراع ابن غالب پر ہیبت علی اکبرؑ طاری ہو گئی۔ اور وہ نیم مردہ ہو گیا آپ نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ سر شگافتہ

ہوگیا اور پھر آپ نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب ابن سعد ملعون نے یہ شجاعت دیکھیں تو کہا کہ تم سب مل کر حملہ کرو۔ اس وقت لشکرِ باطل میں شور برپا ہو گیا۔ اور محکم بن طفیل بارہ ہزار سوار لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ اور دوسری طرف سے ابن نوفل بارہ ہزار سوار لے کر میدان قتال میں پہنچا اور بھی سردار دو ہزار سواروں کے ساتھ نکلے اور سب نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ امام حسینؑ جو در خیمہ سے بیٹے کی جنگ دیکھ رہے تھے پریشان ہوگئے۔ رخ مبارک کا رنگ زرد ہوگیا خدا حافظ زبان سے نکلا اس وقت میدان رزم میں صدائے علی اکبرؑ بلند ہوئی گوش امام تک پہنچی تو حضرت نے فرمایا کہ میں تیری قوت بازو کے نثار۔ لیکن اس لشکرِ بے پیر نے چاروں طرف سے حملہ کیا۔ کبھی وہ لوگ مثل روباہ حضرت علی اکبرؑ کے آگے سے بھاگ جاتے تھے اور کبھی حملہ کرتے تھے۔ بروایت مناقب حضرت علی اکبر علیہ السّلام نے اس لشکرِ باطل کے ایک سو اسّی نفر واصل جہنم کیے۔ فاصابۃ جراحاتِ کثیرہ چونکہ آپ جسم اقدس پر کثیر زخم تھے۔ جس کی وجہ سے طاقت و توانائی جواب دے چکی تھی آپ میدان رزم سے خیمہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے پاس پہنچے تو فرمایا العطش قد قتلی اے بابا تشنگی نے مجھے قتل کر ڈالا۔ فھل الی شربۃ من الماء سبیل۔ بابا کیا کوئی پانی کی صورت ہے کہ تشنگی بجھا سکوں۔ امام حسینؑ نے صبر کی تلقین کی ۔۔۔ علی اکبرؑ نے گاہے مدینہ۔ گاہے نجف کی طرف رخ کر کے فرمایا بُنیَّ اے بیٹا نزدیک آؤ اور اپنی زبان میرے منہ میں دو۔ جب حضرت علی اکبرؑ نے اپنی زبان آپ کے دہن میں دی تو فوراً کھینچ لی اور عرض کیا بابا جان آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے پھر امام حسینؑ نے انگشتری دہن علی اکبرؑ میں دی فرمایا کہ شاید تشنگی رفع ہو جائے۔ آخر کار فرمایا کہ اے بیٹا عنقریب

تم شہدا سے ملحق ہونے والے ہو۔ تمہارے دادا علیؑ آب کوثر سے سیراب کریں گے حضرت علی اکبرؑ میدان رزم میں واپس آئے قتال کیا لیکن جب سر مبارک پر گرز لگا تو آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو آواز دی امام پہنچے دیکھا کہ علی اکبر دم توڑ رہے ہیں آپ کی روح نے جنت کو پرواز کی۔ اور امام حسینؑ لاش پسر اٹھا کر خیمہ میں لائے۔

محمد حنفیہؓ جنگِ صفین میں اور معرکۂ کربلا میں علی اکبرؑ

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ مقابلہ تھا۔ جناب امیر المومنین نے ایک روز اپنے فرزند محمد حنفیہ کو قاسطین سے جنگ کے لیے بھیجا وہ شیر بیشۂ شجاعت حیدر کرّار جب میدان کارزار میں پہنچا تو لشکرِ باطل کے لوگوں کے کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ کبھی محمد حنفیہ میمنۂ لشکر حملہ کرتے اور کبھی میسرۂ لشکر پر۔ آپ اسی اثناء میں خدمت امیر المومنین میں آئے چونکہ بے شمار لوگوں سے مقاتلہ کیا تھا۔ آپ پر تشنگی غالب ہوئی اور اپنے پدر عالیقدر امیر المومنین علیہ السّلام سے سوال آب کیا۔ چنانچہ آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ محمدؐ کے لیے پانی لایا گیا اور حضرت امیر المومنین نے بہ نفس نفیس اپنے فرزند کو سیراب کیا۔ محمدؐ فاتحانہ انداز میں واپس آئے تھے سا امیر المومنین نے ان کو سیراب بھی کیا اور آپ کی زرہ پر بھی پانی چھڑکا، اور ان کے سر پر بھی پانی ڈالا تاکہ ٹھنڈک محسوس کریں۔ لیکن واحسرتا۔ کربلا میں آفتاب کی حدت سوا نیزہ پر تھی۔ علی اکبرؑ تین دن کے بھوکے ومیاسے بھی تھے۔ زخمی بھی تھے اور زخمی کو پیاس زیادہ محسوس ہوتی ہے جب آپ میدانِ قتال سے واپس ہوئے اور امام حسینؑ کی

خدمت میں پہنچے تو آپ نے سوال آب کیا حالانکہ علی اکبر اس وقت فاتحانہ انداز میں آئے تھے۔ مگر امام حسینؑ فرزند کو ایک گھونٹ پانی نہ پلا سکے۔ امام حسینؑ نے بیٹے کا سوال آب سنا اور سن کر سر جھکا لیا۔ فرماتے ہیں بیٹا علی اکبرؑ آب دنیا ہماری قسمت میں نہیں ہے۔ بیٹا علی اکبر عنقریب تم کو تمہارے دادا آب کوثر پلائیں گے۔

ابوالفرج۔ سعید ابن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ شہزادہ علی اکبر شدت پیاس کی وجہ سے میدان سے واپس آئے ہیں۔ اور اپنے پدر عالیقدر امام حسینؑ سے سوال آب کیا ہے آپ کی تشنگی کے بارے میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

انه رجع مرا دا الی ابیه واستغاث من العطش۔

کہ آپ میدان سے پلٹے اور بابا کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں حبیبی اصبر قلیلاً حتی تسقیک رسول اللہ۔

اے آرام دل کچھ دیر صبر کرو۔ رسول اللہ تمہیں سیراب کریں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے حضرت علی اکبرؑ کے منہ میں انگشتری بھی رکھی شاید کہ غلبۂ پیاس کم ہو جائے۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ پانی میسر نہیں ہے فبکی الحسینؑ بکاءً عالیاً وقال واغوثا اس وقت امام حسین علیہ السلام نے باواز بلند گریہ فرمایا اور استغاثہ بلند کیا۔ اور حضرت علی اکبرؑ اسی حالت میں میدان کارزار کو واپس چلے گئے چنانچہ علامہ مرتاض کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ اسی حالت عطش میں میدان کارزار میں آگئے۔ اور اسی حالت میں پھر معرکہ آرائی کی۔ لشکر باطل میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ نے اپنے گھوڑے کی عنان یعنی

باگ ذرا سست کی۔ اور رکاب مرکب میں قدم جمائے اور قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ فرمایا ؎

ہمی گفت نامم علی اکبر است
مرا شوق دیدار پیغمبر است

کہ میرا نام علیؑ اکبر ہے۔ میں ہی شبیہ پیغمبر خدا ہوں۔ جسے شوق زیارت رسولؐ خدا ہو وہ مجھے دیکھے حملہ کیا اور آپ نے اکثر شجاعان لشکر بن سور کو قتل کیا۔ روایت ہے کہ حملۂ اول میں اسّی افراد کئے اور حملہ دوم میں بھی اسیقدر افراد قتل کئے۔ رفتہ رفتہ قوت ساتھ چھوڑنے لگی امام حسینؑ دور سے اپنے فرزند کی جنگ دیکھ رہے تھے فرماتے ہیں کہ اے علی اکبرؑ میں تیرے قوت بازو کے قربان۔ زینب خاتون فرماتی ہیں کہ لیلیٰ مادر علی اکبر میرے سامنے موجود تھیں۔ میں نے اور لیلیٰ نے امام حسینؑ کے چہرہ کی طرف دیکھا کہ یکایک امام حسینؑ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ میں نے دریافت کیا برادرم کیا بات ہے کہ تمہارے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا رخساروں پر زردی چھا گئی۔ فرمایا اے بہن علی اکبر قتل ہو گئے۔

دنیا میں نعمت ہائے بہشتی کے نمونے اور توصیف شمائل وخصائل پیغمبرؐ خدا

جاننا چاہیئے کہ خداوند عالم نے جو نعمتیں بہشت بریں میں دائمی طور پر خلق فرمائی ہیں ان کے نمونے دنیا میں بھی پیدا کئے ہیں تاکہ صاحبان نظر قدرت خدا میں غور و فکر کر سکیں اور اس کی معرفت حاصل کریں۔ اور ان نمونہ ہاء بہشتی کی تصدیق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمائی ہے کیونکہ آپ خداوند کی طرف سے ان چیزوں پر مطلع ہیں۔ مثلاً نعمت ہائے بہشت میں سے چار نہریں ہیں جوکہ پانی، دودھ، شہد اور خمر کی ہیں۔ اور ہر ایک نہر جدا جدا ہے۔ پانی کے ساتھ ممزوج نہیں ہے بعض نافہم لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے لیکن ہر ایک نہر جداگانہ حیثیت رکھتی ہے خداوند عالم نے یہ چاروں نہریں بطور نمونہ صفحۂ صورت بشری میں خلق فرمائی ہیں۔ آب شیریں۔ دردہن ہے یعنی شیریں گفتار ہونا دہن انسانی سے متعلق ہے آب بے مزہ ناک سے متعلق ہے۔ آب شور آنکھوں سے متعلق ہے۔ آب تلخ کانوں سے متعلق ہے جوکہ ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ آپس میں ممزوج نہیں ہیں۔ اور نعمت ہائے بہشتی میں سے بعض دوسری نعمتیں لباس فاخرہ ہے جو رنگ برنگ کا ہوتا ہے۔ اور جوکہ بہشتی لوگوں کو عطا ہوتا ہے اور ہر ایک کو ستّر پوشاکیں رنگ برنگ کی عطا ہوتی ہیں۔ اور رنگا رنگی فصل بہار میں چمن میں نظر آتی ہے کہ طرح بہ طرح رنگ برنگ پھول اور غنچوں سے چمن آراستہ ہوتا ہے اور خوشبوؤں سے تختہ زار چمن مہکتا ہے۔ تاکہ دنیا دیکھے کہ خداوند عالم قادر مطلق ہے۔ بہشت بریں میں ایک درخت بھی ہے جسے طوبیٰ کہتے ہیں جوکہ وسط بہشت میں ہے وہ درخت زمین بہشت میں اُگا ہوا ہے اور اس کی شاخیں بہشت کے ہر ایک قصر اور غرفوں میں ہیں اور ان سے طرح بہ طرح کے میوے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا نمونہ دنیا میں بھی موجود ہے چنانچہ آفتاب عالمتاب ایک ہے مگر اس کی شعاعیں اس کا نور اس کی دھوپ ہر ایک گھر ہر ایک در اور ایک جگہ پڑتی ہے۔ اور اس سے مختلف پھل پھول پختہ ہوتے ہیں۔ بعض روایات واخبار سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن وجمال بہشتی کمال ہے۔ خداوند عالم

نے جب دنیائے بشریت آباد کی تو قد و قامت آدمؑ، بحدِ قامتِ اہل بہشت قرار دی۔ سن و سال عیسیٰؑ نمونہ ہے سن و سال اہل بہشت کا، زمزمۂ دلحن، داؤدؑ، نمونۂ سرود اہل بہشت ہے۔ حسن یوسفؑ۔ مشابہت یہ حسن اہل جنت ہے۔ اور اسی طرح حُسنِ خُلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ ذاتیہ ہے اور یہ انسانی خصلتوں میں سب سے اعلیٰ صفت اور نمونۂ اخلاق اہل بہشت ہے یوں تو ہر ایک رسولؑ و نبیؑ کو خداوند عالم نے بہشتی صفات سے آراستہ کیا ہے لیکن آنحضرتؐ میں تمام صفات جمع کردی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من اراد ان ینظر الی اٰدم وصفوتہ والی شیث فی نسبتہ والی ادریس فی رفعتہ والی نوح فی دعوتہ والی ابراھیم فی خلتہ والی اسمٰعیل فی فدیتہ والی یعقوب فی محنتہ والی یوسف فی صباحتہ والی سلیمان فی حشمتہ والی لقمان فی حکمتہ والی اسکندر فی حکومتہ والی ذکریا فی خدمتہ والی یحییٰ فی عصمتہ والی عیسیٰ فی طہارتہ۔ یعنی کہ جو شخص اس امر کی خواہش رکھتا ہے کہ وہ آدمؑ کو ان کی صفوت اور نسبت شیثؑ رفعت ادریسؑ، دعوت نوحؑ خلت ابراہیم، فدیت اسمٰعیلؑ، محنت یعقوبؑ، صباحت یوسفؑ، حشمت سلیمان، حکمت لقمان، حکومت سکندر، خدمت زکریا، عصمت یحییٰؑ۔ طہارت عیسیٰؑ وغیرہ دیکھے تو میرے چہرہ پر نظر کرے خداوند عالم نے یہ تمام کمالات مجھ میں جمع فرمادیئے ہیں اور یہی کمالات رسولان و علیؑ مرتضیٰ، حسن مجتبیٰؑ، حضرت علی ابن الحسین یعنی علی اکبرؑ میں جمع ہیں یہ اٹھارہ سالہ جوان۔ بہشت بریں

کے جوانوں میں سے ایک نمونہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابوالفضل عباسؑ ہیں جو ماہ بنی ہاشم کہلاتے ہیں۔ قاسم ابن حسنؑ کہ صورت و نورانیت میں اخلاق میں تصویر حسنؑ ہیں۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل کہ جو سردار آل عقیل ہیں۔ محمد بن عباس کہ جو صبیح الناس ہیں یعنی انسانوں میں مانند نور صبح ہیں اور ان سب میں کمالات و صفات حمیدہ جمع ہیں۔ یہ صفات پسندیدہ تمام جوانان محمدی و مرتضوی میں تھیں اور بالخصوص شہزادۂ علی اکبر علیہ السّلام میں جمع تھیں اور آپ ظاہراً بھی شبیہ رسولؐ خدا روایت ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ عازم میدان قتال ہوئے ہیں تو اہلحرم میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ اور جب امام حسین علیہ السلام لاش پسر خیمہ میں لائے ہیں تو اہلحرم ماتم کناں در خیمہ تک آ گئے۔ مسند پر لاش علی اکبرؑ کو رکھ دیا۔ پھوپی بہنوں اور ماں نے لاش علی اکبرؑ پر ماتم و گریہ کیا۔

مجلس دربارۂ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل

جب حضرت علی اکبرؑ کو اذان جہاد ملا اور آپ مثل اسمٰعیل ذبیحہ بن کر عازم میدان قتال ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بہ ہزار حسرت علی اکبرؑ کے سر پر خاک ڈالی۔ مؤلف کے والد ماجد مرحوم اپنی کتاب ریاض میں تحریر کرتے ہیں کہ فلما تجلی شمس طلعت من افق ظهرا لعقاب واستولی یده وقدمه علی اللعنان والرکاب خرجت عمامة واخوته واحدقن به و من العزیمة یعنی کہ جب شہزادہ عالم پشت فرس پر سوار ہوئے اور اہلحرم کو خبر ہوئی کہ علی اکبرؑ عازم میدان قتال ہیں۔ تو ایک مرتبہ۔ پھوپھیاں۔ بہنیں۔ اور مخدرات خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ اور آپ کے گھوڑے کے گرد حلقہ بنا لیا۔ نالہ و فریاد کرنے لگیں اور

چاہتی تھیں کہ علیؑ اکبر میدان قتال کو نہ جائیں۔ امام حسینؑ نے سب سے فرمایا کہ اتے دعینہ فانہ ممسوس فی اللہ مقتول فی سبیل اللہ۔ کہ اے اہلحرم علی اکبرؑ قتیل راہ فدا ہوں گے انہیں جانے دو۔ فرجعن حاسرات باکیات ایسات منہ نادیات علیہ۔ تمام مخدرات روتی پیٹتی منتشر ہو گئیں۔ اور وہ شبیہؐ عازم میدان قتال ہوئے۔

چوں سراج معرفت وہاج شد
مصطفای جانب معراج شد
جبرئیل عقل تا میدان عشق
در رکاب آں مہ کنعان عشق

یعنی کہ جب وہ چراغ تابندہ معرفت زیادہ روشن ہوا تو گویا بعنوان رسولؐ خدا یہ عالم ہوا کہ خود مصطفیٰ صلوٰ اعلیہ وآلہ معراج میں جا رہے ہیں۔ عقل کل یعنی جبرئیل تا میدان عشق شہادت ماہ کنعان حسینیؑ کے ساتھ رہے۔

بہ شان حیدری لشکر باطل پر حضرت علی اکبر علیہ السّلام کے حملے

جب حضرت علی اکبر علیہ السّلام میدان قتال میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔ لما برز علی بن الحسین تحیر عسکر عمر بن سعد وخیل اهل الکوفة فی جماله وابنهروا من نور غرة وجهه و جلاله۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبرؑ جب میدان قتال میں پہنچے تو لشکر عمر بن سعد آپ کو دیکھ کر حیرت

ہیں رہ گیا۔آپ نے رجز پڑھا۔

انا علی بن الحسین بن علی نحن و بیت اللہ اولیٰ بالنبی
اضربکم بالسیف احمی عن ابی ضرب غلام ہاشمی عربی

یعنی کہ میں علی ابن الحسین بن علیؑ ہوں۔ ہم بیت اللہ میں اور نبی کے نزدیک ہم سب سے اولیٰ ہیں۔ میں اپنے بابا حسینؑ کی نصرت میں تم پر تلواریں لگاؤں گا تم کو قتل کروں گا۔ میں ہاشمی و عربی ہوں پس آپ لشکر باطل کے بالمقابل پہنچ گئے۔ تیغ آبدار کھینچی اور حملہ آور ہوئے۔ میدان میں گرد و غبار اٹھا۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ سیکڑوں دشمنوں کو تہہ تیغ کیا۔ فاصابتہ منھم جراحات کثیرۃ جسم مبارک پر بیشمار زخم تھے۔ وعطش و رجع الی ابیہ پیاس کی شدت نے مجبور کیا آپ واپس آئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے و ثقل الحدید اجھدنی اور اسلحہ آہنی کے بوجھ نے کمر ہمت توڑ دی ہے۔ شہزادۂ علی اکبر جانتے تھے کہ بابا کے پاس آب دنیا نہیں ہے۔ اسی لیے اہل معرفت کہتے ہیں کہ آپ دراصل آب جاودانی چاہتے تھے کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوں اب جاودانی ملے۔ شراب طہورا سے سیراب ہوں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ نور دیدہ اب راحت و آرام کی گھڑی آنے والی ہے۔ آپ دوبارہ مقتل کی طرف گئے ؎

سوئے میدان شد روان بہر ستیز
جسم خود را وقف تیر تیز

یعنی کہ آپ تیزی کے ساتھ میدان کارزار گئے کہ قتال کریں اور آپ نے اپنی آنکھوں کو تیروں کے لیے وقف کر دیا۔

ہر زبان شبیہ رسول ذوالجلال
این سخن میگفت با اہل جدال

یعنی کہ ہر آن شبیہ رسول خدا حضرت علی اکبرؑ کی زبان مبارک پر اہل باطل و جنگ سے یہ کلمہ جاری رہا ؎

اے سپاہ کوفہ من شہزادہ ام
اندر ایں وادیٔ غریب افتادہ ام

یعنی کہ اے سپاہ کوفہ میں شہزادۂ کونین ہوں فرزند سبط رسول الثقلین ہوں اس وادیٔ غربت میں پھنسا ہوا ہوں ؎

من نمی خواہم عراق و شام را
دیدن ایں خلق خون آشام را

یعنی کہ میں نہیں چاہتا کہ عراق و شام کی حکومت ملے۔ مجھے عراق و شام کی ضرورت نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفی و شامی ہمارے خون کے پیاسے ہیں ؎

جائے من در بارگاہِ شہ بود
دیدہ ام ناظر بنور اللہ بود

یعنی کہ میری جگہ بارگاہ سلطان دین و دنیا یعنی کہ امام حسین علیہ السلام ہیں اور میں اپنی آنکھوں سے اللہ کے نور کو دیکھ رہا ہوں۔

اے شیعو اسی اثنا میں منقذ ملعون نے کلام علی اکبرؑ قطع کیا۔

بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبر علیہ السّلام کا میدان کارزار میں جانا

شیخ طریحی نے کتاب منتخب میں شہادت حضرت علی اکبر علیہ السّلام کا عجیب و غریب طور پر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ روز عاشوراء محرّم جب اہلحرم اور بچوں پر پیاس نے غلبہ کیا۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے خالی کوزے ہاتھوں میں لیے ہوئے پانی پانی کی آوازیں بلند کر رہے تھے حضرت زینب خاتون حضرت علی اصغرؑ کو لیے ہوئے خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا کہ اس بچے کا تشنگی کی وجہ سے یہ حال ہو گیا ہے کہ چہرہ پر مُردنی چھا گئی ہے فلما نظر الحسین ذٰلک نادی یاقوم اما من مجیر یجیرنا اما من مغیث یغیثنا۔ یعنی امام حسینؑ نے فرمایا اے قوم کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو آل محمدؐ کی فریاد کو پہنچے اور بچہ کو پانی پلائے۔ بعدہٗ آپ نے اپنے اصحاب و انصار کی طرف رخ کر کے فرمایا اما من احد فیاتینا بشربۃ من ماء لھذا الطفل فانہ لا یطیق الظماء۔ اے میرے اصحاب و انصار کوئی ہے کہ جو تم میں سے کمر ہمت باندھے اور اس شیر خوار بچہ کے لیے پانی لائے چنانچہ حضرت علی اکبرؑ آگے بڑھے اور خدمت امام حسینؑ میں عرض کیا بابا جان میں پانی لاؤں گا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا امض بارک اللہ فیک۔ کہ خدا تمہارے ارادے میں برکت عطا کرے۔ پس شہزادہ علی اکبرؑ عازم کارزار ہوئے۔ فاخذ الرکوۃ ثم اقتحم الشریعۃ۔ یعنی آپ نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

اور انتہائی دلیری اور قہر و غلبہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہر فرات میں داخل ہوئے مشک کو پانی سے بھرا اور خود تشنہ لب نہر سے نکلے۔ اور پانی کی مشک لے کر خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا ابتہ الماء لمن طلب اسق اخی وان بقی فضلۃ علی فاقی و اللہ عطشان۔ بابا جان پانی حاضر ہے۔ بھیا علی اصغرؑ کو سیراب کیجئے اور آپ پانی پئیں خواہر و مادر پئیں اور اگر پانی بچ جائے تو ایک گھونٹ مجھے بھی عنایت کیجئے خدا شاہد ہے کہ میں نہر فرات سے پیاس نکل آیا ہوں۔ امام حسینؑ اپنے فرزند کی اس جوانمردی کو دیکھ کر خوش ہوئے مگر آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ امام حسینؑ نے کوزہ آب لیا کہ علی اصغرؑ کو سیراب کریں کہ ناگاہ لشکر کوفہ سے ایک تیر زہر آلودہ آیا اور گلوئے علی اصغرؑ پر لگا بچہ منقلب ہو گیا اور آب دنیا سے پیاس نہ بجھی امام حسینؑ نے باکمال صبر انا للہ و انا الیہ راجعون۔ فرمایا اور اہلحرم میں صدائے گریہ بلند ہوئی اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا اے بابا یہ کیا زندگی ہے آپ کو روح رسولؐ خدا کا واسطہ مجھے اذن جہاد دیجئے تاکہ مجھے اس غم والم سے نجات ملے۔ امام حسینؑ نے حضرت علی اکبرؑ کو اجازت میدان کارزار دی۔ حضرت علی اکبرؑ نے میدان کارزار میں رجز پڑھا کہ میں علی بن الحسین بن علیؑ ہوں اور جب میں نبرد آزما ہوتا ہوں تو میرے سامنے شیر کے قدم بھی نہیں جم سکتے۔

میں حیدر ثانی ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ علیؑ شیر پروردگار ہیں جنہوں نے دشت حسنین میں ذوالفقار سے کو قتل کیا ہے۔ پھر آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ حملہ کی تاب نہ لا کر فوج مخالف نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور ان بے رحموں نے تلواروں سے حملہ شروع کیا۔ منقذ ملعون نے کمین گاہ

سے آپ پر حملہ کیا۔

نسب حضرت علی اکبر علیہ السّلام اور آپکے زخموں کی کیفیت

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کان للحسین ستۃ اولاد۔ یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے دو دختر اور چار فرزند تھے۔ اولھم الامام الربانی والھیکل الصمدانی غواص یم الرحمانیۃ طور تجلی الالھیۃ قمر الامامۃ و شمس الولایۃ عین النور ونور العین علی بن الحسین الملقب بزین العابدین۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام کے فرزند اکبر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجُرد بن شہریار سلطان العجم ہیں۔ آپ کو حسب ونسب دونوں طرف سے بزرگی و شرافت حاصل ہے۔ امام حسین علیہ السّلام کے دوسرے فرزند جو تسیم شمیم ولایت، بہار امامت، پھل گلزار نبوت، بہار شرافت، نہال چمن رسالت، نور عظمت، نور ثمر شہادت، ثمر شاداب شفاعت محیط بحر کامگاری، بحر صدف بختیاری، صدف گوہر تاجداری، گوہر افسر شہریاری۔ رواں پیکر خلیفۃ اللہ پیکر مشخص قدرت اللہ، ظل اللہ، نور چشم اباعبداللہ، صاحب خلق احمدیؐ، داری صورت محمدیؐ وارث صولت حیدری۔ شہزادۂ علی اصغرؑ ہیں اور ان کی ماں لیلیٰ ہیں اور یہی فرزند امام حسین علیہ السّلام حضرت امام زین العابدین کے بعد علی اصغر ہیں لیکن مشہور یا علی اکبرؑ ہیں۔ حضرت امام حسینؑ

کے باقی اور فرزندوں کے نام یہ ہیں شہزادہ عبداللہؑ کہ جو روز عاشورا ءدامن شاہ شہیدان میں نشانۂ تیر حرملہ بنے اور شہید ہوئے ان کو علی اصغر کہتے ہیں امام حسینؑ کے ایک فرزند جعفر نامی تھے۔ جو آپ کی حیات ہی میں واقعۂ کربلا سے پہلے ذائقہ موت چکھ چکے تھے اس طرح آپ کے چار فرزند ہوئے۔

(۱) امام زین العابدین۔

(۲) علی اکبر علیہ السّلام۔

(۳) جعفر علیہ السّلام۔

(۴) شہزادہ علی اصغر علیہ السّلام۔

جن کی ماں کا نام رباب تھا۔ ان ہی کے بطن سے ایک دختر سکینہ نامی تھیں۔ امام حسینؑ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی تھیں اور ان کی ماں کا نام اُمّ اسحٰق بنت طلحہ بن عبداللہ تمیمیہ تھا۔ بعض نسّاب کے ماہرین نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اولاد مذکورہ چھ افراد کے علاوہ اور بھی تھی یہاں تک کہ سات سے پندرہ تک تعداد بتلائی گئی ہے۔ حقیقت میں تعداد اولاد ذکور و اناث کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ سردست یہاں پر حضرت علی اکبر علیہ السّلام کی کیفیت قتال کا ذکر کرنا مقصود ہے پس اجازت جہاد ملنے پر حضرت علی اکبرؑ میدان کارزار میں گئے اور رجز پڑھنے کے بعد آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ پہلے ہی حملہ میں آپ نے ایک سو بیس افراد کو قتل کیا۔ بعدہٗ آپ واپس آئے اور شدت تشنگی کا اظہار کیا جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹا عنقریب تم کو تمہارے جد آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ آپ پھر میدان قتال میں گئے اور اکثر مسافران راہ جہنم کو جہنم رسید کیا آپ کے جسم مبارکہ پر بہت زیادہ زخم لگے تھے۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ

منقذ بن مرہ العبدی نے اس وقت کہ جب آپ مصروف بیکار تھے۔ مقابلہ میں آکر غصہ کی حالت میں حضرت علی اکبرؑ کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور چاہا کہ آپ کو گھوڑے سے نیچے گرا دے۔ گردن پر گرفت کے بعد کہنے لگا کہ علی اثام العرب ان مربی یفعل بہ مثل ما فعل ان لم اسکلہ۔ یعنی اس نابکار نے حضرت علی اکبر علیہ السّلام کی گردن اپنی گرفت میں لی یعنی گردن پکڑی اور کہنے لگا اے جوان اب میری گرفت سے نہیں نکل سکتا ہے۔ اس پر حضرت علی اکبرؑ نے بقاعدۂ حرب یعنی دستورِ جنگ کے مطابق مانند رعد آسمانی ایک کڑکدار چیخ ماری۔ اور اسی اثناء جنگ میں شہزادہ نے اس جگہ سے کہ جہاں منقذ ملعون کھڑا تھا عبور کیا۔ بروایت مجلسی علیہ الرحمہ۔ اس ملعون نے کمین گاہ شہزادہ علی اکبرؑ پر زہر آلود تلوار سے حملہ کیا۔ تلوار آپ کے سر مبارک پر پڑی اور آپ کی ابرو تک سر شگافتہ ہوگیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ مُرّۃ ملعون یعنی منقذ کے باپ نے بروایت شیخ مفیدؒ نیزے سے حملہ کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ فصرعہ فاحتواہ القوم فقطعوہ باسیافھم۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ لشکر باطل نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مرحوم السید کتاب لہوف میں ہے اور ابوالفرج لکھتے ہیں کہ ایک تیر زہر آلود گلوے علی اکبرؑ پر لگا اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ اس وقت آپ کی طاقت و توانائی جواب دے گئی۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے زخمی ہونے کے بعد گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں کہ وہ آپ کو خیمہ تک پہنچا دے۔ لیکن کثرت لشکر کی وجہ سے گھوڑا راہ خیام سے ہٹ گیا۔ جس طرف گھوڑا جاتا دشمن تیر و تلوار برساتے۔ فقطعوہ بسیوفھم اربًا اربًا واحسرتا دل قابو میں نہیں

ہے۔ قلم شکستہ ہو رہا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ کس طرح تحریر کروں۔ بس اسقدر کافی ہے کہ علیؑ اکبر گھوڑے سے زمین پر گرے خود نہ اٹھ سکے بلکہ امام حسین نے لاش پسر اٹھائی ہے۔

ثواب عیادت

حدیث میں وارد ہوا ہے عیادۃ المؤمن عیادۃ اللہ حضرت رسول عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی عیادت کرنا اللہ کی عیادت کرنا ہے مقصد و مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مومن کی مرض کی حالت میں دیکھتا ہے اور اس کی عیادت کرتا ہے اور اس کا دل عیادت کرنے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو گویا ایسا ہے کہ وہ شخص خدا کی زیارت کرتا ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ مناجات کرنے کے لیے طور پر نہیں گئے تھے کہ خطاب خداوند عالم ہوا اے موسیٰؑ تم میری عیادت کے لیے کیوں نہیں آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام یہ وحی الٰہی سن کر حیران رہ گئے کہ اللہ جو مرض و شفا کا خالق ہے اس کی عیادت کیسی؟ خداوند عالم تو مخلوق کی صفات سے مبرّہ و منزا ہے خداوند عالم موسیٰ کے احوال سے مطلع تھا۔ پھر وحی کی اے موسیٰؑ ہے تو ایسا ہی کہ میں مخلوق کی صفات سے مبرّا ہوں۔ لیکن اے موسیٰؑ میری جگہ قلب مومن ہے میری سمائی قلب مومن میں ہوتی ہے۔ اے موسیٰؑ فلاں بندۂ اسرائیلی کہ جو میرا اطاعت گزار ہے چند دنوں سے بیمار ہے۔ تنہائی کی وجہ سے ملول و افسردہ ہے جاؤ اس کا حال پوچھو۔ اس کو تسلّی دو اس کی عیادت کرو۔ بیمار کی عیادت کرنا میری عیادت کرنا ہے۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السّلام حکم خدا ملنے پر اس شخص کی عیادت کو تشریف لے گئے غرضکہ

یہ عمل نہایت مبارک اور مستحب قرار دیا گیا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن مریض کی عیادت کرے اور ثواب دارین حاصل کرے اس حضرت امام حسینؑ نے روز عاشوراء ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بہتر مرتبہ عمل کیا ہے جب کوئی صحابی، کوئی ناصر، کوئی قربتدار، کوئی بیٹا بھتیجہ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی تو امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کو تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس وقت امام حسین علیہ السّلام کا اس کے پاس جانا اس کے لیے باعث تسلّی و تشفّی ہوتا تھا یہ عالم تھا کہ ایک شہید کی عیادت کی ہے ابھی لاشہ سے اٹھے نہیں کہ پھر کسی صحابی کی آواز آئی کہ مولا مدد کیجئے گھوڑے سے زمین پر گرتے ہوئے پکارا اور امام حسینؑ تشریف لے گئے ہیں اور لاش اٹھا ہی ہے۔

ع دن کٹ گیا حسینؑ کو لاشے اٹھانے میں

حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسین کا پہنچنا

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے مرکب عقاب نامی سے زمین پر گرے۔ وافرش المضمار وارتفع الغبار رمق بطرفه الی الخیام وصاح الی الامام یا ابتة علیك منی السلام جب کہ شہزادہ علی اکبرؑ زین فرس سے زمین پر گرے۔ اور میدان کارزار سے گرد و غبار کم ہوا تو آپ نے خیام کی طرف نگاہ کی کافی فاصلہ پر خیام تھے نہ روئے پدر نظر آیا اور نہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا حسرت کے ساتھ ایک آہ سوزاں کھینچی اور صیحہ کیا یعنی زور سے پکارا بلند آواز کے ساتھ پکارا کہ۔

اے بابا میرا سلام ہو آپ پر۔ خدا حافظ اب علی اکبرؑ کا دم آخر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے خیام کے صدر دروازہ پر آواز سلام علی اکبرؑ سنی فرمایا وعلیك السلام و لدی قتل الله قتلوك اے نور نظر تم پر بھی میرا سلام ہو جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے۔ پس آپ بہ عجلت تمام مقتل میں پہنچے۔ بروایت روضۃ الشہداء حضرت امام حسین نے ہر طرف علی اکبرؑ کو دیکھا۔ ناگاہ عقاب علی اکبرؑ پر نظر پڑی۔ فرماتے ہیں اے عقاب میرا فرزند کہاں ہے تو مجھے میرے بیٹے تک پہنچا دے۔ ایک مرتبہ حضرات حسینؑ خوش کردار زمانہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گم ہو گئے تھے تو ہرن نے آکر خبر دی تھی اور آنحضرتؐ جا کر خبر آہو پر امام حسنؑ و حسینؑ کو لائے ہیں اسی طرح عقاب نے بھی حضرت علی اکبرؑ کی نشاندہی کی امام حسینؑ بھی جوان فرزند تک پہنچے دیکھا کہ ہر طرف سے لشکر کوفہ کے لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ نے صیحہ کیا اور وہ ملعون لاش علی اکبر سے ہٹ گئے اور دور دور چلے گئے۔

اس مقام پر مؤلف کتاب ایک روایت لکھتے ہیں کہ غزوات رسولؐ خدا میں سے کسی غزوہ میں کفار و مشرکین سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ رفتہ رفتہ جنگ و حرب میں شدّت پیدا ہوئی اور اسی اثناء حرب و ضرب میں ناصر دین حق جناب جابرؓ بن عبداللہ انصاری کو آنحضرتؐ نے اپنے نزدیک طلب فرمایا جابر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے کیا حکم ہے کہ بجا لاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ پانی کی مشک دوش پر رکھو اور جسقدر مسلمان زخمی حالت میں پڑے ہوئے ہیں ان سب کو پانی پلاؤ کیونکہ زخمی کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ اور حالت نزع میں پانی پلانا بھی ضروری ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بفرمان رسولؐ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی سے بھری ہوئی مشک اپنے کاندھے پر رکھی اور رزم گاہ میں کہ جہاں شہید اور زخمی مسلمان پڑے ہوئے تھے پہنچا۔ اور سب کو پانی پلایا۔ اور جب کوئی آواز العطش آتی تو فوراً اس پر لبیک کہتا اور اس تک پہنچ کر زخمی کو پانی پلاتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ بعدہ میں خدمت آنحضرتؐ میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ سے سارا حال بیان کیا تو آپ آبدیدہ ہوئے اور آنحضرتؐ نے ان شہید کے بارے میں کہ جنہوں نے تشنگی کی حالت میں جان دی ہے فرمایا کہ وہ وقت جان کندن آب کوثر سیراب ہوتے ہیں۔ چنانچہ شہدائے کربلا بھی وقت آخر آب کوثر سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور شہدائے کربلا میں سے بعض نے اس کا اظہار بھی کیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ ظہیر بن حسان الاسدی جب گھوڑے سے زمین پر گرے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے سرہانے پہنچے تو امام حسینؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ ظہیر بن حسان الاسدی اپنے ہونٹوں کو چوس رہے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے تو جواب دیا مولا ابھی ابھی پانی پیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی اکبر علیہ السلام نے بھی وقت آخر آب کوثر پینے کا اظہار کیا ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاستوی جالسا یعنی علی اکبرؑ زخمی حالت میں اٹھے اور بیٹھ گئے۔ اور پھر در خیمہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا ابتاہ ھذا جدی قد سقانی بکاسه الاوفی لااظمأ بعدھا ابداً۔ یعنی بابا جان میرے جد حضرت رسولؐ خدا نے مجھے سیراب فرما دیا ہے۔ اب میں تشنہ کام نہیں ہوں علماء نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ نے اپنے بابا امام حسینؑ سے پانی مانگا تھا تو پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ فرزند کا سوال پورا کرتے بایں حضرت علی اکبرؑ کو حسینؑ کے نانا رسولؐ خدا آب کوثر لے کر آئے اور سیراب کیا۔

الفرج سعید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی اکبرؑ نے سلام آخر کیا ہے

تو اپنا سر جھکا لیا اور خاک پر رکھ دیا وجعل یتقلب فی دمه کہ آپ کو مونہہ کے ذریعہ خون آنا شروع ہوا۔ اور اسی بیکسی کے عالم میں آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ حضرت علی اکبرؑ اس اعتبار سے اپنے پدر عالیقدر سے زیادہ بیکس ہیں کیونکہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور شمر ملعون نے آپ کا سر جدا کیا تو اس وقت حضرت زینبؑ ایک ٹیلہ پر کھڑی فریاد کر رہی تھیں کہ اے ابن سعد تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔

حضرت یعقوب کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسینؑ کا لاشِ پسر پر پہنچنا

کتاب احسن القصص میں مرقوم ہے کہ جب حضرت یعقوب کے یوسفؑ سے ملنے کا زمانہ قریب پہنچا تو جناب یوسف نے اپنے والد جناب یعقوبؑ کو خط تحریر کیا جس میں اپنے شوق زیارت کا ذکر کیا اور تحریر کیا کہ آپ جلد از جلد اپنی زیارت سے مجھے مشرف فرمائیں۔ جناب یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یامین کے ہاتھ ایک خط اور دو سو ساٹھ جامے جس میں عمامہ وغیرہ شامل تھے اور کچھ چیزیں بطور تحفہ ارسال کیں۔ اور اپنا کرتہ بھی بھیجا تاکہ جناب یعقوب کو یقین یوسف ہو جائے۔ بن یامین خط اور تمام سامان تحائف لے کر حضرت یعقوب کی خدمت میں پہنچے آپ کو پہلے وہ کرتہ دیا جناب یعقوب نے جب اس کرتہ کو سونگھا تو یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی فارتد بصیرا کہ آپ کی بینائی واپس آگئی وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ وہ کرتہ لباس ہائے بہشتی سے تھا اور اس وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ تم تین دن تک

سامان سفر تیار کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوب اپنی زوجہ نامی لیّا خاتون کو جو کہ یوسف کی خالہ بھی تھیں ساتھ لیا۔ اور شان و شوکت کے ساتھ عازم سفر مصر ہوئے۔ اور تمام برادران یوسف بھی لباس فاخرہ پہنے ہوئے ساتھ ساتھ تھے لیکن حضرت یعقوب نے شاہانہ لباس پہنا تھا بلکہ پشمینہ کا لباس پہنے ہوئے تھے منازل سفر طے کرتے ہوئے وارد بیرون شہر مصر ہوئے۔ اور اس طرف جناب یوسفؑ اپنے پدر عالیقدر کو خیر مقدم کہنے کے لیے اپنی فوج کے ساتھ شہر مصر سے نکلے آپ کی فوج اسّی دستے تھے اور ہر ایک دستہ میں دو ہزار سپاہی تھے۔ اعلیٰ درجہ کا لباس پہنے ہوئے ہر ایک دستہ میں ایک علم تھا اور اس کا پرچم کھلا ہوا تھا جب کوئی دستہ گزرتا تو حضرت یعقوب دریافت فرماتے کیا اس دستہ میں یوسفؑ ہیں۔ اور آپ اپنے بیٹوں سے دریافت کرتے کیا یہ یوسف ہے جواباً وہ کہتے کہ ابھی یوسفؑ نہیں آئے ہیں۔ بہر حال جناب یوسفؑ شاہانہ شوکت و دبدبہ کے ساتھ فوجی دستہ کے ہمراہ تشریف لائے اس وقت پورا شہر مصر سمٹ آیا تھا۔ علم خسروانہ آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ جناب یوسفؑ اور اراکین دولت، مصری عوام سب ہی حضرت یعقوب کا دیدار کرنے کے لیے بے چین تھے اور اس طرف حضرت یعقوب اپنے نور دیدہ یوسفؑ کے جمال سے اپنی آنکھیں روشن کرنے کے لیے محو انتظار تھے۔ حضرت یعقوب اور ان کے فرزندان سب کے سب سواریوں سے اترے اور پیادہ ہو گئے۔ خادمان یوسفؑ نے آپ کو خبر دی کہ حضرت یعقوب پیادہ پا آ رہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کو دور سے دیکھ لیا ہے۔ شوق زیارت بہت زیادہ ہے جناب یوسفؑ بھی اپنی شاہانہ سواری سے اُترے اور جناب یعقوب کی طرف روانہ ہوئے جب آپ کی نظر اپنے پدر عالیقدر کے چہرہ مبارکہ پر پڑی تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور

خاک پر گر پڑے تاکہ زانو بزانو باپ تک پہنچیں۔ اس وقت تمام اراکین سلطنت پیادہ پا ہو گئے۔ اور جناب یوسفؑ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں پہنچ کر قدم بوس ہوئے اس وقت نہ یوسف کی خوشی کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ یعقوب کی خوشی کی کوئی حد تھی۔ برسوں بعد یعقوبؑ اپنے بیٹے سے ملے ہیں۔ محبت پدر جو بیٹے سے ہوتی ہے اس کا اندازہ صاحب دل کر سکتا ہے لیکن واحسرتا۔ یعقوب کربلا امام حسین علیہ السلام جب یوسفؑ کربلا کے پاس پہنچے ہیں تو علی اکبرؑ کی یہ حالت تھی کہ زخموں سے چور چور تھے خدا کسی باپ کو بیٹے کی یہ حالت نہ دکھلائے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے فرمایا آہ واولداوقرۃ عیناہ یہ حالت دیکھی کہ شبیہ پیغمبر کے سر سے عمامہ گرا ہوا ہے زمین پہ عمامہ پڑا ہے اور صاحب عمامہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ شیخ حر عاملی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ امام حسین لاش علی اکبرؑ پہ پہنچنے سے چند قدم پہلے ذوالجناح سے اتر پڑے تھے شیعو۔ امام حسینؑ زانو بزانو لاش پسر تک پہنچے۔ دیکھا کہ علی اکبرؑ کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے کچھ لمحوں کے بعد امام حسینؑ نے فصاح الامام سبع مرات آہ واولداہ آہ واعلیاہ آہ واثمرۃ فواداہ ولدی قتلوک۔ اے جان پدر، اے نور دیدہ، اے علی اکبرؑ تم اس حال میں پڑے ہو اور بیکس باپ دیکھ رہا ہے۔ اے شیعو۔ یعقوبؑ جب یوسفؑ کے پاس پہنچے ہیں تو آپ نے بصد شوق یوسف کو گلے سے لگایا۔ باپ اور بیٹا بغل گیر ہوئے۔ اس وقت ملائکہ آسمان سے یہ منظر دیکھ رہے تھے جبرئیل امین نے ستر ہزار ملائکہ کے ہمراہ طبق ہائے جواہر نثار کیے۔ حوریں یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ رضوان جنت در جنت پہ حیران کھڑا تھا۔ انتہائی مسرت اور خوشی کا یہ عالم تھا کہ جذبۂ مسرت میں یعقوب اور یوسف دونوں بیہوش ہو گئے تھے۔ لیکن یہ

بیہوشی پھر بھی مسرّت خیز تھی وا حسرتا جب امام حسینؑ نے لاش پسر دیکھی تو کیا حال ہوا ہوگا۔ جوان بیٹے کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ علی اکبرؑ میں بھی کچھ رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ علی اکبر کچھ کلام کریں۔ فرماتے ہیں یا بنیّ علی الدنیا بعدك العفا۔ اے علی اکبر اے نورِ چشم تیرے بعد زندگانی پر خاک ہے۔ اے میرے جوان تو زندہ تھا میری زندگی آسودہ تھی۔ اے علی اکبر اب تو میری بینائی بھی جواب دے رہی ہے۔ جناب یعقوبؑ نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو شکر خدا بجا لائے۔ اور جب امام حسینؑ نے اپنے فرزند کی لاش کو دیکھا تو زبان حال سے فرمایا ؎

بحجلہ ات نزدم تخت آبنوسی تو — بہ ہدایت نہ نشستم شب عروسی تو
یک آرزو بدلم ماند تا صف محشر — بحجلہ رفتن و دلماد سے علی اکبرؑ

یعنی اے بیٹا علی اکبرؑ تو شب عروسی تخت آبنوسی پر ہوتا اور میں تیرے پاس بیٹھتا تجھے دولہا بنا ہوا دیکھا۔ یہ میری آرزو، یہ میری تمنا حشر تک میرے دل میں گداز رہے گی۔ کہ میں نے تجھے حجلۂ عروسی میں نہ دیکھا۔

لاش علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت

حضرت امام علی بن موسیٰ الرِّضاؑ نے ریان بن شبیب سے ارشاد فرمایا ہے کہ یا بن شبیب ان کنت باکیا لشئ فابك علی الحسین علیہ السلام۔ یعنی اے ابن شبیب کہ جب تم کسی پر گریہ کرو تو امام حسینؑ پر گریہ کرنا زیادہ بہتر ہے تم تمہارے جد حسینؑ غریب پر گریہ کرو کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں تھی کہ جو حسین مظلوم پر نہ پڑی ہو۔ ہمارے جد مظلوم کے مصائب میں یہ مصیبت عظیم تر ہے کہ آپ کو

مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا۔ اور ان پر ظالموں نے قطعاً رحم نہیں کیا۔ غربت امام حسینؑ، شہادت امام حسینؑ اور اسیریٔ اہلبیت ایسے مصائب ہیں کہ مومن بغیر گریہ نہیں رہ سکتا۔ امام حسین علیہ السلام نے اکثر جوانان ہاشمی پر گریہ فرمایا ہے کہ ان کا دنیا میں کوئی ہمسر و نظیر نہ تھا۔ اور خصوصاً شہزادہ علی اکبرؑ کا کوئی مثل نظیر نہ تھا کیونکہ آپ شبیہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے آپ رفتار، گفتار اور خلق میں مثل رسولؐ تھے علی اکبرؑ حسن مجتبیٰ تھے اس لیے کہ امام حسنؑ از سر تا بہ سینہ شبیہ رسولؐ خدا تھے۔ اور علی اکبرؑ خود حسینؑ تھے کیونکہ از سینہ تا القدم امام حسینؑ شبیہ رسولؐ خدا تھے۔ علی اکبرؑ اپنی دادی کی شبیہ بھی تھے کیونکہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی رفتار یعنی چلنا پھرنا مثل رسولؐ خدا تھا بہر حال اگر کوئی سر سے قدم تک شبیہ رسولؐ خدا تھا تو وہ علی اکبر علیہ السلام تھے۔ مخالف و دوست سب کے سب جب کبھی زیارت رسولؐ خدا کے مشتاق ہوئے تو حضرت علی اکبرؑ کی زیارت کرتے تھے اور حضرت علی اکبرؑ سے کلام کرتے تھے کیونکہ آپ کے کلام میں گفتار رسولؐ خدا کی چاشنی تھی۔ تمام اخلاق حسنہ، عادات پسندیدہ ذات علی اکبرؑ میں جمع تھیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری آپ کے معصوم ہونے کی نشاندہی کرتی ہے آپ کے پدر عالیقدر اور آپ کی مادر گرامی قدر آپ کو بہت دوست رکھتے تھے الشیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں واھل الکوفۃ یتقون قتلہ۔ یعنی کہ اہل کوفہ نے آپ کے ابتدائی مقاتلہ میں۔ آپ سے جنگ کرنے سے گریز کی۔ لیکن مُرۃ بن منقذ نے آپ سے جنگ کرنے میں سبقت کی اور اس ملعون و حرام زادہ نے آپ پر قطعاً رحم نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اہل کوفہ سے کہا کہ اے اہل کوفہ تم اپنی قسم کو یاد کرو اور اس جوان سے جنگ کرو۔ اس بدبخت ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا ہے جس سے آپ کا سر مبارک شگافتہ ہو گیا

اور حضرت علی اکبرؑ نے اس وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور فرمایا کہ اے اسپ وفادار مجھے خیمہ تک پہنچا دے مگر دشمنوں کے گروہ در گروہ ہجوم نے اسے خیمہ تک نہ پہنچنے دیا۔ اور علی اکبر پر چاروں طرف سے تلواریں پڑنے لگیں۔

آپ کے جسم مبارک پر اسقدر زخم تھے کہ آپ گھوڑے پر نہ ٹھہر سکے صاحب بحر المصائب لکھتے ہیں کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ ایک ملعون نے دیکھا کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور سر مبارک بھی ٹنگا فتہ ہے۔ اس ملعون نے خنجر آپ کے بائیں جانب مارا اور آپ خون میں نہا گئے۔ فریاد کی کہ بابا جان خبر لیجئے علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ کی آواز زینب خاتون نے سنی تو آپ بیتابانہ خیمہ سے نکلیں۔ چادر سر مبارک پر تھی اور گوشہ چادر زمین پر خط دے رہا تھا امام حسینؑ علیہ السّلام کے پہنچنے سے پہلے آپ علی اکبرؑ کے لاش پر پہنچ گئیں۔ حمید ابن مسلم لکھتا ہے کہ جب یا ابتاہ اور کنی کی آواز علی اکبر خیمہ میں پہنچی میں نے دیکھا کہ ایک خاتون چادر سر پر۔ خیمہ سے نکلیں۔ فریاد کرتی ہوئی لاش علی اکبرؑ پر پہنچیں یا نور عیناہؑ کہہ رہی تھیں میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ مخدومہ کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ دختر علی ابن ابی طالبؑ ہیں ان کا نام زینبؑ ہے وجاءت وانکبت علیہ روتی پیٹی لاش پسر پر آرہی ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ آپ نے جب لاش علی اکبر دیکھی تو بے ہوش ہو گئیں یا ہوش میں رہیں۔ مرحوم مجلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں فجاء الحسین فاخذ بیدھا فرد الی الفطاط۔ یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش علی اکبرؑ پہ پہنچے دیکھا کہ زینبؑ موجود ہیں۔ بہن کا ہاتھ پکڑا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے خیمہ میں لائے اور پھر جوان فرزند کی لاش پر پہنچے۔ لاش علی اکبر اٹھائی کہ خیمہ میں لے

جائیں جب خیمہ کے نزدیک پہنچے۔ ثم انہ اقبل الحسین بفتیانہ وقال احملوا اخاکم فحملوا من مصرعہ فجاؤا بہ حتی وضعوا عند الفطاط الذی کانوا یقاتلون۔ یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش پسر لے کر در خیمہ تک پہنچے تو آپ نے پکار کے فرمایا اے بچو اپنے بھائی کی لاش خیمہ میں لیجاؤ۔ بچے خیمہ سے نکلے اور لاش علی اکبرؑ خیمہ میں لے گئے مسند پر لاش رکھ دی۔ اہلحرم ماتم کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون امام حسینؑ کے لاش پسر پر پہنچنے سے پہلے۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچ گئی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ زینب خاتون لاش علی اکبرؑ پر موجود ہیں تو آپ کی یہ پریشانی تمام پریشانیوں میں زیادہ تھی۔

عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؐ کا اس پر سوار ہونا

شاذان جبرئیل قمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کا یہ گھوڑا عقاب نامی منفرد تھا۔ اس گھوڑے کو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھیجا تھا۔ (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ گھوڑا بہت عالی نسب تھا کہ بادشاہِ دین دنیا کی نذر کیا گیا ہے) کتاب انیس العہد میں اس کے بارے میں یہ تشریح وضاحت تحریر کیا جا چکا ہے سر دست اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سیف نے یہ گھوڑا آنحضرتؐ کو بھیجا اس وقت آنحضرت کا سن مبارک پانچ سال کا تھا اور عقاب کی عمر زیادہ تھی اس کا نسب یہ ہے کہ عقاب بن ابی زدیب بن قابل بن زاد الکفاح بن

مورخ بن خنج بن میمون بن طریخ جب آنحضرتؐ اپنی پانچ سالہ عمر میں اس پر سوار ہوئے اور آپ نے حلقہ رکاب میں قدم رکھا۔ تو اس گھوڑے نے ازراہ فخر و مباہات اظہار مسرت کیا اور گھوڑے نے اس طرح دونوں ہاتھ بلند کئے۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ فانتشط نشاطا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کہ گھوڑے کا دونوں ہاتھ بلند کرنا اس کے انبساط و خوشی کی نشانی تھا کیونکہ جانور آنحضرت کو پہچانتا تھا۔ لیکن جب گھوڑے نے اس طرح ہاتھ بلند کئے تو آنحضرتؐ کے چچا وغیرہ پریشان ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ مبادا آنحضرتؐ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ سب کے سب گھوڑے کے نزدیک پہنچے کہ اسے سرکشی سے روکیں تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ پریشان و مضطرب نہ ہو یہ گھوڑا وجد و سرور کے عالم میں ہے اس لیے کہ میں اس پر سوار ہوں۔ کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ یہ واقعہ روز عاشوراء حضرت علی اکبرؑ کے عقاب پر سوار ہونے سے ملتا جلتا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام روز عاشوراء عقاب پر سوار ہوئے تو گھوڑے نے بظاہر سرکشی دکھلائی۔ اور علی اکبرؑ نے ایک رکاب میں قدم رکھا تو دوسری رکاب گھوڑے کے سموں سے ملی ہوئی تھی۔ اس وقت مخدرات اور تمام لوگوں نے خوف کیا کہ مبادا حضرت علی اکبرؑ کو گھوڑا نہ گرا دے۔ وہی گھوڑا تھا کہ جو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا۔ اور واقعہ کربلا تک اس گھوڑے کی عمر کم از کم ایک سو دس ۱۱۰ سال ہوتی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خصوصیات شخص نبوت و ولایت کا اثر ہے کیونکہ جب صاحب نبوت و ولایت عمر رسیدہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ جوان ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد عقاب نامی گھوڑا حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سواری میں رہا جو شاہ ولایت ہیں

بعدہٗ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی سواری میں رہا جو سردار جوانان جنان ہیں اور آپ کے بعد یہی گھوڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری میں رہا جب کہ حسینؑ بھی جوانان جنان کے سردار ہیں۔ اور روز عاشوراء محرم امام حسین علیہ السلام نے اس گھوڑے کو حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام کی سواری کے لیے مخصوص فرمایا۔ یہ گھوڑا ہر ایک بات بوجہ فراست سمجھتا تھا مثلاً یہ کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے فرق مبارک پر تلوار لگی اور سر شگافتہ ہو گیا۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے تھے گھوڑا بالفراست سمجھ گیا کہ اس وقت حضرت علی اکبرؑ کی یہ خواہش ہے کہ کسی عنوان خیمہ تک پہنچ جائیں چنانچہ گھوڑے نے خیمہ کا رخ کیا لیکن کثرت لشکر کی وجہ سے اُسے راستہ نہ مل سکا فاحملۃ الی العسکر کہ وہ لشکر کی طرف لے گیا۔ اور لشکر عمر بن سعد نے حضرت علی اکبرؑ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور گھوڑے کو بھی دشمنوں نے تیروں سے زخمی کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود گھوڑے نے اس وقت جنبش نہیں کی جب تک کہ شہزادہ علی اکبرؑ زین پر نہ گرے اور گھوڑا دشمنوں کو برابر ہٹاتا رہا۔ اور جب امام حسینؑ مقتل میں پہنچے ہیں تو لاش علی اکبرؑ پر علی آپ فرماتے رہے تھے کہ اے علی اکبرؑ پہنچنے کو تمام ارباب مقاتل نے لکھا ہے مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ امام حسینؑ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے یا پیادہ پا تھے۔ لیکن مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ والد مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ امام حسینؑ پیادہ پا تھے اور علی اکبرؑ علی اکبرؑ کہہ رہے تھے ہر طرف دیکھتے تھے مگر علی اکبرؑ نظر نہیں آتے تھے روضۃ الشہداء میں ہے کہ ناگاہ آپ کی نظر عقاب پر پڑی یعنی آپ نے حضرت علی اکبرؑ کے گھوڑے کو دیکھا کہ زین خالی ہے حضرت امام حسینؑ نے عقاب سے سوال کیا کہ میرا علی اکبرؑ کہاں ہے۔ میرے علی اکبر کو کہاں چھوڑا ہے

گھوڑے نے نشاندہی کی اور آپ لاش علی اکبرؑ پر پہنچے۔ چند لحہ علی اکبرؑ جسم پر لگے ہوئے زخموں کو دیکھا پھر علی اکبرؑ کا سر اٹھایا اور اپنے زانو پر رکھا مؤلف کتاب کے والد ماجد نے اس حالت کی اس طرح منظر کشی فرمائی ہے کہ امام حسین علیہ السلام لاش علی اکبر پر سرہانے کی طرف کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے۔ اب امام حسینؑ کی نگاہوں کے سامنے جوان فرزند کی لاش تھی۔ سینۂ امام حسینؑ غم سے بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ آپ نے علی اکبرؑ کو پکارا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کبھی آپ علی اکبر علی اکبر کہتے اور کبھی قاتلان علی اکبر پر نفرین کرتے تھے۔ اور کبھی خاک عزا سر پر ڈالتے تھے کبھی حضرت علی اکبرؑ کے چہرہ کو خون سے پاک کرتے۔ مؤلف کے والد ماجد تحریر کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں آپ کی لاش پر جوانان ہاشمی جن کی تعداد تقریباً سترہ تھی نوحہ کناں تھے۔ لاش پر ماتم کر رہے تھے۔ چشم روزگار نے پہلے کبھی ایسا ماتم نہ دیکھا ہوگا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جوانو لاش کو خیمہ میں لے چلو۔ تاکہ زینب و ام کلثوم اور ام لیلیٰ علی اکبر کو دیکھ لیں۔ واحسرتا خیمہ امامؑ میں گریہ و بکا بلند تھا اور لشکر عمر ابن سعد ملعون میں طبل بج رہے تھے۔ جب علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لاتے ہیں تو ایک طرف عباس علمدار تھے دوسری طرف قاسم بن حسنؑ اور پائیں لاش خود امام حسینؑ چل رہے تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت علی اکبرؑ خیام کے صدر دروازہ تک نیم جان تھے۔ رمق جان باقی تھی۔ لیکن جیسے ہی در خیمہ کے نزدیک پہنچے اور مخدرات روتی پیٹی در خیمہ پر آگئیں علی اکبرؑ کی نظر پڑی اور روح جنت علی کو پرواز کر گئی۔

شہادت برادر خورد بر سر لاش حضرت علی اکبر علیہ السلام

کتب اخبار و احادیث سے یہ ثابت ہے کہ تمام اصحاب کے شہید ہونے کے بعد امام حسینؑ کے قرابتداروں میں سب سے پہلے شہید حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔ اور باقی جوانان ہاشمی نے آپ کی لاش کو اٹھایا ہے اور خیمہ میں لائے ہیں۔ کتاب الریاض میں ہے کہ لاش علی اکبر در خیمہ پر زمین پر رکھ دی گئی۔ اب ان کے میدان کارزار میں کھڑے ہونے کی جگہ خالی ہو گئی۔ اور وہ چاند سی صورت جمال محمدی کے ساتھ خون میں غلطاں تھی زلفیں خاک آلودہ تھیں۔ اے شیعو۔ ذرا غور کرو جب ام لیلیٰ نے اٹھارہ سالہ جوان کو اس حال میں دیکھا ہوگا تو ام لیلیٰ کے دل پر کیا ہوگی۔ جناب زینب خاتون جنہوں نے علی اکبرؑ کو پالا تھا۔ جب خون میں نہایا ہوا دیکھا ہوگا تو کیا حالت ہوگی گریہ و بکا۔ شور شیون و ماتم برپا تھا۔ شہزادہ کی لاش پر ایک ایک بی بی آتی۔ زیارت کرتی دل شکستہ گریاں کناں واپس چلی جاتی۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں لکھا ہے۔ خرج غلام من تلك الابنية و في اذنيه درتان وهو مذعور۔ یعنی پسر خورد خیمہ سے باہر آیا۔ دو گوشوارے اس کے کانوں میں تھے۔ خوف کی وجہ سے بدن کانپ رہا تھا گوشوارے بھی لرزاں تھے۔ فجعل یلتفت یمینا و شمالا و قرطاه یتذبذبان وہ حیرت زدہ دائیں بائیں دیکھتا ہوا۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچا۔ بھائی کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا نالہ و فریاد کیا فحمل علیه هانی بن بعیث لعنه الله۔ کہ

ہانی بن بعیث ملعون نے آکر ایک گرز اس معصوم کے سر پہ مارا اور وہ طفل شہید ہوگیا۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ اس بچہ کی ماں شہربانو یہ کھڑی ہوئی اپنے پسر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں جب اس بچہ کی شہادت کی خبر امام مظلوم کو ہوئی تو آپ نے کلمہ استرجاع زبان سے ادا کیا۔ اور فرمایا خدایا تو میرے اس ہدیہ کو قبول فرما۔ اس بچہ کی ماں شہربانو کو امام حسینؑ نے بُلایا۔ تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ تم اور سب عورتیں اس پر صبر کریں۔ کیونکہ خداوند عالم صابروں کو دوست رکھتا ہے پس شہربانو اور ام لیلیٰ دونوں نے باہم نوحہ و ماتم کیا۔ اور امام حسینؑ اس وقت اس خیمہ میں تشریف لائے جو علی اکبر کے لیے مخصوص تھا۔ خیمہ خالی دیکھا اور رسم عرب کے مطابق آپ نے اس خیمہ کی خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالی۔ اور خیمہ علی اکبر میں ماتم برپا ہوا۔ چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں فدخل الحسین الی الفسطاط باکیا مایوسًا عن نفسہ۔ امام حسین علیہ السلام با دلِ سوزاں، گریہ کناں اشک آنکھوں میں بھرے ہوئے خیمہ کے ایک گوشہ میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اور بزبان حال یہ فرما رہے تھے کہ اے بیٹا علی اکبرؑ تم کہاں چلے گئے۔ اس وقت فقالت سکینۃ مابی اراك تنعی نفسك و تدیر طرفك۔ یعنی سکینہ خاتون نے جب اپنے بابا کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگیں بابا جان یہ کیا حالت ہے کہ آپ کی آنکھیں گردش کر رہی ہیں اور روح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرواز کرنے والی ہے بابا جان این اخی علی اکبرؑ

علامہ محقق کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کیا سکینہ خاتون علی اکبر علی شہادت سے بے خبر تھیں۔ کیا آپ امام حسینؑ سے علی اکبرؑ کی سلامتی کو دریافت کر رہی تھیں۔ حالانکہ علی اکبرؑ کی شہادت کی خبر عام طور پر پھیل چکی تھی۔ اہل حرم لاشِ علی اکبرؑ پر نوحہ ماتم کر رہے تھے۔ لیکن سکینہ خاتون سوال کرتی ہیں بابا این اخی علی اکبرؑ کہ میرے بھائی علی اکبرؑ

کہاں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال دو حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو سکینہ خاتون پر بہ سبب تشنگی بیہوشی طاری ہوگئی تھی اور آپ کو قتل علی اکبر کی خبر نہ ہوئی تھی۔ یہ معلوم نہ تھا کہ لاش علی اکبرؑ خیمہ کے دروازہ ہوئی ہے۔ اور جب آپ کو ہوش آیا تو اپنے بابا سے سوال کیا ہے کہ علی اکبر کہاں ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو حضرت علی اکبرؑ کے میدان کارزار میں جانے کی خبر تو تھی مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ علی اکبر شہید ہو گئے ہیں پس بہ سبب آہ و زاری، گریہ و بکا آپ کے ہوش جاتے رہے تھے۔ امام مظلوم سے سوال کیا ہے کہ بھیا علی اکبر کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا قتلوہُ قتل ہوگئے۔ پس جیسے ہی جناب سکینہؑ نے خبر قتل برادر سُنی ایک چیخ ماری اور رونے لگیں چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں حضرت نے اس کو اپنی گود میں لے لیا پیار کیا۔ صبر کی تلقین کی۔ اور فرمایا اے بیٹی سکینہ تمہارے بھائی کی لاش در خیمہ کے نزدیک رکھی ہے۔ سکینہ خاتون نے جب لاش علی اکبرؑ دیکھی چاہا کہ خود کو ہلاک کر لیں امامؑ نے منع فرمایا سکینہ کہنے لگیں یا ابہ کیف نصبر من قتل اخوھا و نرد ابوھا۔ یعنی اے بابا جان میں کیوں کر صبر کروں بھائی مقتول پڑے ہیں اور بابا غریب و بیکس ہو گئے ہیں۔ سکینہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ اور امام حسینؑ نے دوسرے جوانوں کو اذن جہاد دیا۔

اولادِ حضرت امام حسین علیہ السلام

جو کچھ کتب معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے اس کی رُو سے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی اولاد طاہرہ کی تعداد چھ ہے جس کی تفصیل یہ ہے:۔

فرزندان۔

امام زین العابدین[۱] علیہ السلام (آپ امام حسینؑ کے فرزند اکبر ہیں اور آپ کا نام علیؑ ہے) آپ کی والدۂ ماجدہ دختر یزدجرد بادشاہ عجم ہیں (بعض علماء نے ان کا نام شہربانو لکھا ہے)

علی اکبر[۲]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام اُم لیلیٰ ہے جو دختر ابی مُرۃ ابن ابی قرۃ ابن مسعود الثقفی ہیں۔ آپ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔

جعفر[۳]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ قبیلۂ قضاعیہ سے تھیں جعفر کا مدینہ ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

عبداللہ[۴]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ رباب تھیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ عبداللہ ہی کو اصغر کہتے ہیں جو کربلا میں تیر حرملہ سے شہید ہوئے۔

دختران۔

فاطمہ[۵]۔ ان کی ماں ام اسحاق تھیں جو طلحہ بن عبداللہ تمیمی کی دختر ہیں۔

سکینہ[۶]۔ ان کی ماں رباب تھیں جو امراءالقیس کی دختر ہیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ جناب علی اصغرؑ اور سکینہؑ دونوں کی ماں رباب ہیں)

بعض علماء انساب نے فرمایا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے مذکورہ چھ ناموں کے علاوہ باقی اسماء گرامی قدر یہ ہیں۔

فرزندان۔

زید[۷]، ابراہیم[۸]، محمد[۹]، حمزہ[۱۰]، قاسم[۱۱]، ابوبکر[۱۲]، عمر[۱۳]۔

دختران۔

رقیہ[۱۴]۔ بعض کتابوں میں ان کا نام زینب لکھا ہے۔

فاطمہ صغریٰ[۱۵] (بنا بر مشہور انہی فاطمہ صغریٰ کو سفر عراق کے وقت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا تھا)

شہادت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل رضؓ

علامہ مجلسی بحارالانوار میں فرماتے ہیں کہ جب اصحاب باوفا شہید ہو گئے اور ان میں سے امام حسینؑ کا کوئی یار و ناصر نہ رہا تو عزیزوں کی شہادت کی باری آئی۔ پس فاول من برز من اهل بيته عبد الله بن مسلم بن عقيل یعنی کہ عزیزوں میں سے عبداللہ بن مسلم بن عقیل اول شہید ہیں۔ آپ سب سے پہلے میدان قتال میں جنگ کے لیے گئے ہیں ابوالفرج کہتے ہیں کہ وهو غرة ناصية آل عقيل۔ یعنی کہ عبداللہ اولاد عقیل میں ناصیۂ آل عقیل مشہور تھے یعنی آل عقیل کی پیشانی مشہور تھے جو کہ آپ کی عظمت خاندانی کی دلیل ہے۔ شکل و شمائل میں جاذب نظر اور عادات میں نیک خو تھے نقاش قدرت نے یہ عجیب خوشنما نقش بنایا تھا۔ خصائل ہاشمی جمع کر دیے تھے۔ آپ کی مادر گرامی قدر جناب رقیہ بنت علی مرتضیٰ علیہ السلام تھیں عبداللہ بن مسلمؑ حضرت امام حسینؑ کے عمزادہ اور ہمشیرزادہ تھے۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس جوان ہاشمی نے اپنے آپ کو حضرت امام حسینؑ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ خدمت امام علیہ السلام میں آئے قدم امامؑ کو بوسہ دیا۔ اور عرض کیا۔ اے مسند نشین امامت اور اے تاجدار ولایت مرتضوی ائذن لی حتى اجول جولان الهمة الى عرصة الآخرة۔ یعنی اے مولا مجھے اذان جہاد مرحمت فرمائیے تاکہ میں آپ کا سلام مسلم بن عقیل کو پہنچاؤں۔ امام حسینؑ نے عبداللہ کو دیکھا کہ آمادۂ میدان قتال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نور دیدہ ابھی تو میں مسلم بن عقیل کا داغ بھی

نہیں بھولا کہ تم آمادۂ شہادت ہو۔ تمہارے باپ کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے۔ اپنی ماں رقیہ کو ساتھ لے کر اس دشت ہولناک سے نکل جاؤ۔ اس لشکر بے دین کو صرف میرا سر چاہیئے۔ فاقسم عبد الله عند ذلك بالله۔ یعنی کہ جناب عبداللہ نے امام حسینؑ کو خدا و رسولؐ کی قسم دی اور عرض کیا کہ اے مولا میرے ہی بابا مسلمؑ نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کے دن عزیزوں میں سے سب سے پہلے میں ہی جام شہادت نوش کروں اور بابا کے اسوۂ مبارکہ پر عمل کروں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عبداللہ خدا حافظ میری طرف سے اجازت ہے۔ مگر اپنی ماں اور بہن سے رخصت حاصل کرو۔ اور پھر میدان کارزار میں جاؤ۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ لما برز الغلام شمر عن ذراعیه کہ جب یہ جوان میدان قتال میں پہنچا مانند شیر رجز پڑھا اور قتال شروع کیا۔ لشکر عمر بن سعد کو زیر و زبر کیا اور فقتل رجالا وجدل ابطالا۔ بڑے بڑے لوگوں کو قتل کیا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ عبداللہ کے رجز پر قدامۃ بن اسد فزاری مقابلہ کے لیے نکلا جسے پسر سعد نے بھیجا تھا۔ یہ ملعون فن جنگ میں ماہر تھا۔ آداب حرب اور رسوم طعن و ضرب جانتا تھا۔ اس نے میدان میں پہنچ کر حضرت عبداللہ پر حملہ کیا۔ کبھی یہ شخص عبداللہ کے سامنے سے بھاگ جاتا تھا کبھی شور مچاتا تھا۔ کبھی جنگ سے گریز کرتا تھا اس کا اصل میں یہ مقصد تھا کہ کس طرح عبداللہ تھک جائیں اور پھر ان کو قتل کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے۔ لیکن حضرت عبداللہ نے کوئی عجلت نہیں کی بلکہ صبر سے مقابل رہے۔ قدامۃ پھر مقابل آیا۔ اور اس ہاشمی جوان فرزند مسلم نے اپنے زین پر بلند ہو کر تلوار قدامۃ کے منہ پر ماری جس سے اس کا آدھا کلہ صاف ہو گیا اور اس کا خون نجس بہنے لگا۔ اسی اثنا میں اس ملعون نے آپ کو گھوڑے سے زمین پر اتار لیا لیکن آپ نے

سنبھل کر پھر سوار ہوئے۔ اور پھر ایک رجز تازہ پڑھا کہ۔

اليوم القى مسلمًا وهو ابى — وفتية بادوا على دين النبى
ليسوا بقوم عرفوا بالكذب — لكن كرام مخيار النسب

من هاشم السادات اهل الحسب۔ یعنی کہ میں عبداللہ بن مسلم ہوں بہترین حسب و نسب والا ہوں ہاشمی سید ہوں دین نبویؐ پر ہوں۔ محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں کہ عبداللہ نے تین حملے کئے اور ان میں ۹۸۔ افراد واصل جہنم کئے۔ لیکن پیاس کی شدت کی وجہ سے بے طاقت ہو گئے صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں آپ نے میمنہ و میسرہ دونوں پر حملہ کیا۔ بہت سے ملعونوں کو قتل کیا۔ اور بہتوں کو زخمی کیا۔ اور خاص طور پر حمیر بن حمیر کہ جو نہروان کے خارجی لوگوں میں سے ایک تھا واصل جہنم کیا۔ وارادالرجوع الى مركز فحاسوا عليه من كل جانب۔ اور عبداللہ نے اپنے مرکز حرب کی جگہ واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن سوار و پیادہ لشکر نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور راستہ مسدود کر دیا۔ اسی دوران خماع و مشقی جو ایک جگہ چھپا ہوا تھا اپنی فوج سے نکلا اور سواروں کی مدد سے آپ پر حملہ کیا۔ فحمل عليه من القفا فعرقب حرمان الفتى اس ملعون نے یعنی تلوار سے آپ کے مرکب کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیئے۔ اور عبداللہ زمین پر گرے۔ شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں۔ ورماه عمرو بن صبيح بسهم فوضع عبد الله يده على جبهته تقته۔ یعنی کہ جب عبداللہ یکہ و تنہا رہ گئے تو عمرو بن صبیح ملعون نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ پھر آپ پر تیر برسنے لگے۔ عبداللہ نے ہر چند کوشش کی کہ تیر نکال لیں مگر تیر نہ نکلا۔ اور ایک ملعون نے آپکے شکم مبارک پر نیزہ سے وار کیا۔ اور عبداللہ نے اس وقت امام حسینؑ کو آواز دی کہ آقا جلدی تشریف لائیے۔

بروایت ابی مخنف جب عبداللہ نے کسی کو اپنی بالیں پر نہیں دیکھا تو آہ جگر خراش کھینچی۔ جب امام مظلوم نے آواز سنی تو بعجلت تمام آپ اس کے پاس پہنچے۔ حالت عبداللہ دیکھی۔ قاتلوں پر نفریں کی اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔ پھر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ صاحب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ آپ لاشں عبداللہ کو خیمۂ بیت الحرب میں لے آئے (بیت الحرب خیمہ سے وہ خیمہ مراد ہے کہ جہاں عزیزوں کی لاش رکھی تھیں) اہل حرم نے ان کی لاش پر ماتم کیا۔

روز عاشوراء محرّم شہادت اولاد جناب عقیل رض

قال العلامہ فی ریاض الاحزان انہ لما مضی عبد اللہ بن مسلم بن عقیلؑ بسبیلہ الی الحق وھو غرۃ ناصیۃ آل عقیل بان الانکسار فی وجوہ من کان ذلک الاصل الاصیل۔

جب کربلا میں نسیم خزاں بوستان محمدی پر چھا گئی۔ اور حضرت علی اکبر و جناب عبداللہ راہی جناں ہو چکے تو دوسرے جوانان ہاشمی کف افسوس ملتے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور ہر ایک۔ دوسرے پر شہید ہونے میں سبقت کرنا چاہتا تھا۔

جعفر بن عقیل آپ خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور اذان جہاد طلب کیا اور تمام عزیز و اقارب کو سلام آخر کر کے تلوار بکف میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحی الطالبی   من معشر و ہاشم و غالب

ونحن حقًا سادۃ الذوائب   ھذا الحسین اطیب الاطائب

میں فرزند ہوں بطحی و طالبی کا ہیں خاندان ہاشم و غالب سے ہوں اور ہم ہی سیّد و سردار ہیں اور ہمارے سردار حضرت امام حسینؑ ہیں جو طیّب و طاہر ہیں پس آپ نے تلوار کھینچی اور ایک نعرہ بلند کیا اور قتال شروع کیا۔ اور پندرہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔

بروایت ابی مخنف جعفر نیک خو، اور یاوریٔ نصرت امام حسینؑ سے سرشار تھے لشکر عمر بن سعد کے چالیس پنتالیس آدمی جہنم کے حوالہ کیئے۔ ایک ملعون کہ جس کا نام بشر بن سوط الہمدانی تھا جو پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا نکلا اور آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ قطع ہو گیا۔ اور پھر اس ملعون نے ایک گرز آپ کے سر مبارک پر مارا۔ جس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کی روح اقدس ساحت قدس کو روانہ ہو گئی۔

عبدالرحمٰن بن عقیل۔ جب جعفر بن عقیل شہید ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عقیل امام حسین علیہ السلام سے اذانِ جہاد لے کر میدان کارزار میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔

ابی عقیل فاعرفوا مکانی   من ہاشم وہاشم اخوانی

کہول صدق سادۃ الاقران   ھذا حسین شامخ البنیان

وسید الشیب مع الشبان

یعنی کہ میرے پدر عالیقدر عقیل ہیں اے لوگو ہمارا مقام پہچانو۔ میں ہاشمی ہوں اور ہاشمیوں کا بھائی ہوں۔ اور ہمیشہ سے سید و سردار ہوں اور یہ حسینؑ ظاہر ہے کہ صاحب عظمت ہیں اور تمام ضعیفوں اور جوانوں کے سردار ہیں رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور سترہ ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔

بروایت ابی مخنف جب عبداللہ نے کسی کو اپنی بالیں پر نہیں دیکھا تو آہ جگر خراش کھینچی۔ جب امام مظلوم نے آواز سنی تو بعجلت تمام آپ اس کے پاس پہنچے۔ حالت عبداللہ دیکھی۔ قاتلوں پر نفرین کی اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔ پھر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ صاحب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ آپ لاش عبداللہ کو خیمۂ بیت الحرب میں لے آئے (بیت الحرب خیمہ سے وہ خیمہ مراد ہے کہ جہاں عزیزوں کی لاش رکھی تھیں) الحرم نے ان کی لاش پر ماتم کیا۔

روز عاشوراء محرم شہادت اولاد جناب عقیلؓ

قال العلامہ فی ریاض الاحزان انہ لما مضی عبد اللہ بن مسلم بن عقیل بسبیلہ الی الحق وھو غرۃ ناصیۃ آل عقیل بان الانکسار فی وجوہ من کان ذلک الاصل الاصیل۔

جب کربلا میں نسیم خزاں بوستان محمدی پر چھا گئی۔ اور حضرت علی اکبر و جناب عبداللہ راہی جنان ہو چکے تو دوسرے جوانان ہاشمی کف افسوس ملتے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور ہر ایک۔ دوسرے پر شہید ہونے میں سبقت کرنا چاہتا تھا۔

جعفر بن عقیل آپ خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد طلب کیا اور تمام عزیز و اقارب کو سلام آخر کر کے تلوار بکف میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحی الطالبی من معشر و ہاشم و غالب

ونحن حقاً سادۃ الذوائب ھذا الحسین اطیب الاطائب

میں فرزند ہوں بطحی و طالبی کا ہیں خاندان ہاشم و غالب سے ہوں اور ہم ہی سید و سردار ہیں اور ہمارے سردار حضرت امام حسینؑ ہیں جو طیب و طاہر ہیں پس آپ نے تلوار کھینچی اور ایک نعرہ بلند کیا اور قتال شروع کیا۔ اور چندہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔

بروایت ابی مخنف جعفر نیک خو، اور یاوری نصرت امام حسینؑ سے سرشار تھے لشکر عمر بن سعد کے چالیس پنتالیس آدمی جہنم کے حوالہ کیئے۔ ایک ملعون کہ جس کا نام بشر بن سوط الہمدانی تھا جو پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا نکلا اور آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ قطع ہو گیا۔ اور پھر اس ملعون نے ایک گرز آپ کے سر مبارک پر مارا۔ جس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کی روح اقدس ساحت قدس کو روانہ ہو گئی۔

عبدالرحمٰن بن عقیل۔ جب جعفر بن عقیل شہید ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عقیل امام حسین علیہ السلام سے اذن جہاد لے کر میدان کارزار میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔

ابی عقیل فاعرفوا مکانی من ہاشم و ہاشم اخوانی

کھول صدق سادۃ الاقران ھذا حسین شامخ البنیان

وسید الشیب مع الشبان

یعنی کہ میرے پدر عالیقدر عقیل ہیں اے لوگو ہمارا مقام پہچانو۔ میں ہاشمی ہوں اور ہاشمیوں کا بھائی ہوں۔ اور ہمیشہ سے سید و سردار ہوں اور یہ حسینؑ ظاہر ہے کہ صاحب عظمت ہیں اور تمام ضعیفوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔ رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور سترہ ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔

عبداللہ بن عقیل۔

جس وقت عبدالرحمٰن بن عقیل مصروف کارزار تھے۔ عبداللہ بن عقیل بھائی کی نصرت ومدد کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ اور دونوں نے مل کر لشکر عمر بن سعد پر حملے شروع کئے اسی دوران کثرت لشکر عمر بن سعد کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور عبدالرحمٰن بن عقیل گھوڑے سے گرا۔ اور ملعون نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ عبداللہ بن عقیل کا قاتل عبداللہ بن عثمان تھا اس ملعون نے آپ کے سر پر گرز مارا آپ اس وقت گھوڑے سے گرے اور روح پرواز کر گئی۔

محمد بن ابی سعید ابن عقیل۔

جب عبدالرحمٰن اور عبداللہ پسران عقیل شہید ہو گئے تو محمد بن ابی سعید اپنے دونوں چچا یعنی عبدالرحمٰن، اور عبداللہ کا انتقام لینے کے لیے باذن امام مظلومؑ میدان کارزار میں آئے۔ سخت قتال کیا اور اکثر ملعونوں کو تہ تیغ کیا بروایت مدائنی۔ لقیط بن ماسر جہنی نے آپ کو شہید کیا۔

موسیٰ بن عقیل۔

جناب عقیل کے بیٹوں میں آپ، محمد بن ابی سعید کے قتل ہونے کے بعد امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اذان طلب کیا۔ آپ کفن گردن میں ڈالے ہوئے تھے اس وقت جوانانِ ہاشمی میں ایک شور گریہ بپا تھا۔ امام حسینؑ نے خدا حافظ کہا اور آپ میدان جنگ میں آئے۔ رجز پڑھا۔ خاندانی تعارف کرایا۔ آپ نے ستّر ملعونوں کو قتل کیا اور آخر میں خود بھی شہید ہو گئے۔ اولاد عقیل اخلاق، عبادت، تواضع میں بے مثل تھے۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں عون اور محمدؑ کو اولاد عقیل کو شمار کیا

ہے واللہ اعلم بالصواب (بنابر مشہور عون)، اور محمّد پسران جناب عبداللہ بن جعفر طیّار از بطن جناب سیدہ زینب خاتون تھے)

خلاصۂ اولاد جناب عقیل رض

اولاد مسلمؑ بن عقیل میں سے عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل تھے کہ جو شہید ہوئے جن کا ذکر تفصیلاً کہا گیا ہے اور عبیداللہ بن مسلمؑ کہ ان کا نام زیارت شہداء میں مذکور ہے اور محمد بن مسلمؑ چنانچہ کتاب مناقب میں ہے کہ دو فرزندان مسلمؑ کوفہ میں شہید ہوئے ہیں اس طرح جناب مسلمؑ کے پانچ فرزند تھے۔

اولاد عقیل۔ ایک جعفر اور دوسرے بروایت ابوالفرج ومناقب عبدالرحمٰن بن عقیل تھے۔ بروایت بحار عبداللہ بن عقیل، بروایت ابوالفرج موسیٰ بن عقیل۔ بروایت ابی مخنف محمد بن ابی سعید بن عقیل۔ بروایت مدائنی عون ومحمدؑ بروایت مناقب اولاد حضرت عقیل سے چودہ افراد کربلا میں شہید ہوئے ہیں

روز عاشوراء محرّم شہادت اولاد جناب جعفرؑ بن ابی طالبؑ

جب تمام اولاد جناب عقیل شہید ہو گئی تو جناب جعفر طیّار کی اولاد کا نمبر آیا کہ نصرت امام حسین علیہ السّلام میں جام شہادت نوش کریں۔ اہل خبر وسیَر نے لکھا ہے کہ جعفر بن ابی طالبؑ کے دو فرزند تھے ایک محمّد بن جعفر دوسرے عون بن جعفر تھے۔ اور یہ دونوں امام حسین علیہ السّلام کی معیّت میں روز عاشوراء محرّم شہید ہوئے

ہیں۔ ابو العباس احمد بن علی ابن الحسینؑ صاحب کتاب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ اولاد جعفر طیارؑ میں آٹھ نفر تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) عبداللہ بن جعفر۔

(۲) عون بن جعفر۔

(۳) محمدؐ بن الاکبر بن جعفر۔

(۴) محمدؐ بن الاصغر ابن جعفر۔

(۵) حمید بن جعفر۔

(۶) حسینؑ بن جعفر۔

(۷) عبداللہ الاصغر بن جعفر۔

(۸) عبیداللہ بن جعفر۔

اوران سب کی والدہ ماجدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ ان آٹھوں اولاد میں سے دو افراد کربلا میں ہمرکاب امام حسینؑ تھے جو کہ شہید ہوئے یعنی کہ محمدؐ اور دوسرے عون جو کہ جعفر ابی طالب کی اولاد میں اور شہید ہوئے ہیں۔

عون اور محمدؐ پسران جناب زینب خاتون۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ دو نفر اولاد عبداللہ بن جعفر سے تھے ایک کا نام محمدؐ اور دوسرے کا نام عون تھا اور یہ دونوں کو جب کہ امام حسینؑ نے مکہ سے بطرف کربلا روانگی فرمائی ہے ہمرکاب امام حسین علیہ السلام ہوئے ہیں اور یہ بھی جناب عبداللہ نے فرمایا تھا کہ مناسک حج کے بعد ہم بھی ملحق ہوں گے۔ عبداللہ بن جعفر موسم حج میں مکہ میں تشریف فرما تھے آپ ہی نے اپنے دونوں بیٹوں کو امام حسینؑ کے ساتھ روانہ کیا تھا روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ دونوں فرزندان عبداللہ حضرت زینب خاتون

کے بطن سے تھے اور دوسری کتابوں میں بھی ان دونوں کی ماں کا نام زینب بنت علیؑ مذکور ہوا ہے۔ اور خواص و عام میں یہی مشہور ہے کہ عون اور محمدؐ دونوں فرزندان عبداللہ و زینبؑ خاتون ہیں جب کہ حضرت علی اکبرؑ اور عبداللہ بن مسلم اور باقی اولاد عقیل شہید ہو گئے تو حضرت زینب خاتون ان دونوں بیٹوں کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا بھیا خواہر کا ہدیہ قبول فرمائیے امام حسینؑ نے سنا اور بچوں کو بحسرت دیکھا دونوں جوان کفن گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ بچوں نے امام حسینؑ کے قدموں پر سر رکھا۔ زینبؑ خاتون نے سفارش کی امام حسین علیہ السلام نے اجازت میدان جہاد دی۔ دونوں میدان جہاد میں آئے۔ رجز پڑھا کہ آج روز جہاد ہے ہم اپنی کارزار کے جوہر دکھائیں گے اور ہم لشکر بے دین سے جنگ کریں گے۔ اور ہماری جنگ حسینؑ ابن علیؑ کی نصرت و یاوری کے لئے ہے اور ہم اپنے ماموں جان پر اپنی جانیں قربان کریں گے رجز کے بعد دونوں نے مقاتلہ کیا۔ اور ان دونوں نے دس ملعونوں کو قتل کیا۔ عامر نہشل تیمی نے چھوٹے بھائی محمدؐ کو مقتول دیکھا۔ تو لاش برادر کے پاس آئے تلوار ہاتھ میں تھی اور نگاہ بھائی کے قاتل پر تھی آپ نے قاتل ملعون پر ایک ایسی ضرب کاری لگائی کہ وہ اپنے گھوڑے سے دو ہو کر گرا اور اس کی روح نے جہنم میں پناہ لی۔ اور دوسرے جوانوں کے ہمراہ لاش محمدؐ خیمہ میں لائے۔ دوبارہ پھر میدان کارزار میں گئے اور پھر شیرانہ رجز پڑھا اور مقاتلہ شروع کیا اور لشکر باطل کے کئی افراد قتل کئے۔ اور بہت سے لشکریوں کو فرار کرنے پر مجبور کر دیا۔ علامہ مجلسی بحار میں لکھتے ہیں کہ حتی قتل من القوم ثلثۃ۔ فارس و ثمانیۃ عشر ۱۸ جل یعنی تین سواروں نے اٹھارہ پیادہ کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ لیکن عون نے عون پروردگار ان سب کو تہ تیغ کیا۔ عبداللہ بطہ طائی جو لشکر عمر بن سعد کا ایک نامور شجاع تھا

ایک جگہ پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس ملعون نے حملہ کیا۔ اور حضرت عون کی پشت پر گرز آہنی مارا۔ جس کی ضرب سے آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی اس کی لاش خیمہ میں لاکر چھوٹے بھائی محمدؐ کی لاش کے پاس رکھدی۔ اہلحرم نے ماتم کیا۔ روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت زینب خاتون نے بیٹوں کی لاش پر ماتم کیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر حضرت زینبؑ کے اور بیٹے ہوتے تو ان کو بھی امام حسینؑ پر نثار کرتیں۔ لیکن اتنی جناب زینبؑ نے جب خبر قتل علی اکبر سُنی ہے تو بے تابانہ خیمہ سے نکل کر لاشِ علی اکبر پر پہنچ گئی تھیں۔ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ زینب خاتون خیمہ سے نکل آئی تھیں اور فریاد کر رہی تھیں۔ وا ولداہ واقتیلاہ واقلۃ ناصراہ۔ کہ ہائے اے علی اکبرؑ تم قتل ہوگئے کاش میں زندہ نہ ہوتی اور تمہاری لاش نہ دیکھتی۔ واحسرتاہ وااکبراہ۔

عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام

جب اولاد جعفر و عقیل شہید ہو چکے اور امام حسینؑ ان پر آنسو بہا چکے۔ ان کی لاشوں پر اہلحرم نوحہ و ماتم کر چکے اس وقت امام حسینؑ فرما رہے تھے اما من معینا یعیننا اما من مجیر یجیرنا اما من ناصر ینصرنا۔ آیا ہے کوئی جو اس عالم بیکسی میں فرزند نبویؐ کی مدد کرے ہمیں پناہ دے ہماری نصرت و یاوری کرے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ اس وقت فخرج الیہ من

الخیمۃ غلامان کانہما قمران احدہما اسمہ احمد والآخر اسمہ قاسم۔ یعنی خیمہ سے دو چاند برآمد ہوئے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام قاسم تھا اور وہ دونوں فرزندان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھے۔ لبیک لبیک یا سیدنا نحن بین یدیک مرنا بامرک صلوات اللہ علیک۔ یعنی اے عم نامدار ہم حاضر ہیں۔ جو حکم فرمائیں ہم اطاعت کریں گے اور بجالائیں گے ہماری ایک جان پر کیا منحصر ہے ہزار جانیں ہوں تو آپ پر فدا ہیں ان دونوں کو دیکھ کر امام حسنؑ کی تصویر نگاہ کے سامنے آگئی۔ امام حسنؑ کی یاد تازہ ہوگئی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور اسقدر آنسو جاری ہوئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ اور ایسی حالت ہوگئی تھی کہ قریب تھا کہ آپ غش کر جائیں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ وجاء القاسم وقال یا عم الاجازۃ لامضی الی قتال ہولاء الکفر۔ اے عم نامدار میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحاب و انصار عزیز و پیارے سب شہید ہوگئے اب زندگی بے کیف ہو رہی ہے۔ مجھے بھی اذان جہاد عطا ہو۔ امام حسینؑ نے قاسمؑ کے چہرہ پر نظر کی حسنؑ کی یاد تازہ ہوگئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے قاسمؑ میں تمہیں کیونکر میدان کارزار میں جانے کی اجازت دوں تم میرے بھائیؑ کی نشانی ہو۔ فعند ذلک خرجت امۃ من الفسطاط وبکت وانت واخذت بذیلہ ومنعۃ مما ضمہ۔ اس اثنا میں کہ قاسم بالحاج وزاری اذان جہاد طلب کر رہے تھے۔ کہ آپ کی مادر گرامی خیمہ سے سراسیمہ حالت میں نکلیں اور فرزند کا دامن تھام لیا اور منع کیا۔ اس وقت آپ کی مادر گرامی آپ کے دامن پکڑے ہوئے تھیں اور قاسمؑ دامن امام حسینؑ پکڑے ہوئے اور ان سب کی آنکھوں میں

آنسو بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جاکر بیٹھ گئے کبھی عالم تصوّر اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی بیکس امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہے کتاب منتخب میں ہے کہ فجلس مغموما حزین القلب متالما ووقع راسہ علی رکبتیہ۔ شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قاسم بحالت محزون اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کو اپنے بابا امام حسن علیہ السّلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ اے قاسمؑ کہ جب تجھ پر غم واندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم گلگوں قبا نے حسنؑ سبز قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی یا ولدی یا قاسم اذا رایت عمك الحسين بكربلا وقد احاط الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله و اعداء رسول الله ولا يبخل عليه بروحك وكلما نهاك عن البراز عاوده ليا ذن لك۔ یعنی اے نور دیدۂ من اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عمو جان حسینؑ سے دشمنانِ دین کربلا میں مقابلہ کریں۔ تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا۔ اور اس تعویذ وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اِس تعویذ پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتۂ امام حسن علیہ السّلام لے کر امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ و بکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ علیہ السّلام نے خط برادر دیکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ

نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے فاخذ بيد القاسم و دخل الخيمة وطلب عونا و عباسا۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباس علمدار کی بلایا۔ اور محضر امام حسنؑ دکھایا مادر قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعدہٗ حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ اے ابن حسن مجتبےٰ کے پیراہن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قباء اور عمامۂ امام حسنؑ نکالا۔ اور دونوں چیزیں قاسم کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ اہلحرم باچشم گریاں فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون وعباس کی موجودگی میں خطبۂ عقد پڑھا۔ فعقد عليهما یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسن کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا اے نور دیدہٗ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔ اس غم آنگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی۔ اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آگئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعد میں طبل جنگ بجنے لگا اور خیموں کو گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں طبل جنگ کی صدا آسمان تک جارہی تھی اور اہلحرم کے گریہ و شیون اور نالوں کی صدا فلک ہفتم جارہی تھی واحسرتا قاسم ناشاد اس لیے دولہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوں۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام قصر الذہب میں جنات سے جنگ کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام پر باصرار احباب حدیث قصر الذہب نقل کرتے

آنسو بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جا کر بیٹھ گئے کبھی عالم تصور اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی بیکس امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہے کتاب منتخب میں ہے کہ فجلس مغموما حزین القلب متالما ووقع راسه علی رکبتیه۔ شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قاسم بحالت محزوں اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کو اپنے بابا امام حسن علیہ السّلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ اے قاسمؑ کہ جب تجھ پر غم واندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم گلگوں قبائے حسنؑ سبز قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی یاولدی یاقاسم اذا رایت عمك الحسین بکربلا وقد احاط الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله و اعداء رسول الله ولا یبخل علیه بروحك وكلما نهاك عن البراز عاوده لیاذن لك۔ یعنی اے نور دیدۂ من اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عمو جان حسینؑ سے دشمنانِ دین کربلا میں مقابلہ کریں۔ تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا۔ اور اس تعویذ وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اس تعویذ پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرّت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتہ امام حسن علیہ السّلام لے کر امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ و بکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ علیہ السّلام نے خط برادر دیکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ

نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے فأخذ بید القاسم و دخل الخیمة وطلب عونا و عباسا۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباس علمدار کی بلایا۔ اور مخدرہ امام حسنؑ دکھایا مادر قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعدہٗ حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ اے ابن حسن مجتبیٰ کے پیراہن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قباء اور عمامۂ امام حسنؑ نکالا۔ اور دونوں چیزیں قاسم کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ اہلحرم باچشم گریاں فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون و عباس کی موجودگی میں خطبۂ عقد پڑھا۔ فعقد علیهما یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسن کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا اے نور دیدہ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔ اس غم انگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی۔ اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آگئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعد میں طبل جنگ بجنے لگا اور خیموں کو گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں طبل جنگ کی صدا آسمان تک جارہی تھی اور اہلحرم کے گریہ و شیون اور نالوں کی صدا فلک ہفتم جارہی تھی واحسرتا قاسم ناشاد اس لیے دولہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوں۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام قصر الذہب میں جنات سے جنگ کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام پر باصرار احباب حدیث قصر الذہب نقل کرتے

رہیں جو کہ عجیب و غریب حکایت ہے چنانچہ کتاب کنز الواعظین میں ہے کہ ہشام بن عبداللہ بن عباس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام غزوۂ نخلہ سے بفتح و کامرانی واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ آپ نے سفر کے دوران ایک جگہ استراحت فرمائی۔ اس وقت فوفد الیہ جماعة من العرب۔ کہ اہل عرب کی ایک جماعت یعنی کچھ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کا احوال دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس قطعۂ زمین پر ہمارا قصر (محل) ہے کہ جو سونے کا بنا ہوا ہے اسی لیے اس قصر کو قصر الذہب کہتے ہیں اس قصر میں ایک اژدھا ہے جو بہت قوی ہیکل اور جسیم ہے اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے مخلوق خدا کو اذیت پہنچتی رہتی ہے۔ ہماری حضرت والا سے یہ گزارش ہے کہ آپ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ فلما سمع الامام قال یا قوم ان رسول اللہ عهد الی ان لا اجذب سیفا الا باذنه۔ یعنی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے درمیان عہد ہے کہ میں بغیر اذن رسول خدا تلوار نہ کھینچوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا ایک آدمی بطور نمائندہ خدمت آنحضرتؐ میں بھیجو وہ تمہاری طرف سے اپنی اس تکلیف کا اظہار کرے پھر میں باجازت سرور کائنات تمہاری راحت کا سامان کروں گا۔ اس وقت ایک شخص کہ جس کا نام عبداللہ بن حباب تھا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں حضور کا خادم ہوں۔ لیکن میری ایک خواہش ہے کہ ارید ان تدعوا الی بقرب الطریق یعنی میں چاہتا ہوں کہ زمین کے فاصلے ختم ہو جائیں اور میں جلد تر خدمت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ جاؤں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے سنا اور عبداللہ کو اپنے خیمہ میں لے کر

آئے اپنا پاتابہ اس کو باندھا۔ اور سفید صوف کا کپڑا اس کے پہلو پر ڈالا عمامۂ سرخ اس کے سر پر رکھا۔ اور ترکۂ چوبی خیزران اس کو دیا کہ اپنے ہاتھ میں لیے رہے اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک عریضہ بخدمت آنحضرتؐ تحریر کر کے اس کو دیا تاکہ حسب الحکم نبویؐ عمل کر سکیں۔ عبداللہ نے وہ نامہ اپنے عمامہ میں رکھا اور عازم مدینہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں مسافت ختم ہو گئی اور وہ مدینہ وارد ہوا اور دولتکدۂ نبویؐ پر حاضر ہوا۔ دستک دی۔ اس وقت آنحضرتؐ خانۂ جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تھے آپ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ دروازہ کھول دو کیونکہ یہ شخص قاصد علی ابن ابی طالب ہے۔ عبداللہ داخل خانۂ رسول خدا ہوا۔ درود و سلام کے بعد اس نے وہ عریضہ آنحضرتؐ کو پیش کیا آنحضرتؐ نے اس وقت فرمایا کہ حسنؑ کو بلاؤ کہ وہ اس نامہ کو پڑھے۔ امام حسنؑ تشریف لائے نامہ پڑھا مضمون نامہ اس طرح شروع کیا گیا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فانی اشرفت علی قبیلة عامر بن الحجاج و دعوت الی طاعة اللہ و طاعة رسوله فابی عن ذلک۔ یعنی میں بفرمان خداوند خود قبیلۂ عامر بن النجاج کو دعوت اسلام دینے کے لیے لشکر ہمراہ لے کر گیا۔ اور وہاں پہنچ کر دعوت حق دی۔ اور ان پر سختی کے ساتھ گرفت کی۔ کفار کو پراگندہ کیا۔ جو فرار کر گئے تھے ان کا تعاقب نہیں کیا پیر اور بچوں کو کسی قسم کی اذیت نہیں دی۔ میں فتح و ظفر کے بعد جب واپس آ رہا تھا کہ عرب کے کچھ لوگ میرے پاس پہنچے جن کا اسی سرزمین پر ایک قصر ہے کہ جسے "قصر الذہب" کہتے ہیں وہاں ایک عظیم اژدھا رہتا ہے جو وہاں کے لوگوں کے لیے عظیم خطرہ کا باعث ہے وہ سب لوگ اس کے خوف سے ہراساں ہیں ان کے کاروبار معطل ہیں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان کو اس اژدہے

سے نجات دلاؤں۔ آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ فامرونی بامرك صلی اللہ علیك تجدنی سامعًا مطیعا و السلام۔ یعنی مجھے آپ اپنے حکم سے مطلع فرمائیں۔ جب امام حسنؑ نامہ پڑھ چکے تو رسولؐ خدا نے فرمایا اے نور دیدہ قلم و دوات لاؤ۔ میں بولتا جاؤں گا اور تم لکھو۔ پس امام حسن مجتبیٰ نے دوات و قلم پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب تحریر کرایا جو کہ یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فقد وصلنی کتابك و فهمت خطابك وقد اخبرنی اللہ و هو لا یخفی علیہ خافیة بما صنعت باعداء اللہ وقد اثنی علیك اے برادر خط کا مضمون حسنؑ مجتبیٰ سے پڑھوایا گیا۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے پہلے ہی سارے واقعہ سے خبر دیدی تھی۔ اور خداوند عالم نے مدح و ثنا بھی فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تم قصر الذہب جاؤ وہاں پر جنات جو کہ مسلمان نہیں ہوئے ہیں رہتے ہیں اور وہ اژدھا بھی ایک جن ہے۔ یہ لوگ طرح طرح کی شکلیں بدل کر وہاں کے لوگوں کو خوف زدہ کرتے ہیں اور وہ لوگ پچاس ہزار ہیں تم ان سے مقابلہ کرو۔ فان ربی قد و کل بك الملائكة المقربین یکونون معك و اللہ مطلع علیك و السلام۔ آخر جواب نامہ امام حسینؑ کی طرف سے چند جملے تحریر کئے کہ جس میں آپ نے اپنے پدر عالیقدر کو سلام اور شوق زیارت کا اظہار تھا۔ آنحضرتؐ نے وہ خط عبداللہ کو دیا اور بسوئے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ روانہ ہوا اور آناً فاناً وہ آپ کی خدمت میں پہنچ گیا اس کے پہنچنے سے پہلے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ عبداللہ آ گیا اس کا استقبال کرو کیونکہ اب وہ قاصد پیغمبرؐ خدا ہے اس نے پہنچ کر وہ خط مبارک اپنے عمامہ سے نکالا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کو پیش کیا آپ نے وہ نامہ پڑھا دیکھا کہ یہ خط

فرزند اکبر حسن مجتبےٰ علیہ السلام نے لکھا تھا اور امام حسینؑ نے اپنے شوق زیارت کا اظہار کیا تھا۔ پس بعد ملاحظۂ مضمون نامہ بامر رسولؐ خدا حضرت علیؑ مشکل کشا نے قصر الذہب کا رخ کیا۔ اس وقت پچاس ہزار جنات جمع ہو گئے۔ ثم ان الامام امران ینادی باجتماع العسکر فنادا هم فاجتمعوحوله۔ پس امام الانس والجنۃ نے منادی جاری کی اور آپ کے سب لوگوں کو خبر ہوئی کہ امیر المومنین قصر الذہب تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت قنبر عنبر سرشت نے اسپ اشقر رسولؐ خدا حاضر کیا۔ اس پر زین کسا گیا۔ اور اپنے لشکر سے دس منتخب لوگ اپنے ہمراہ لیے اور بقیہ لشکر کو حکم دیا کہ وہ اسی جگہ ٹھہرا رہے ان دس حضرات میں اصحاب رسولؐ خدا مثل عمار یاسرؓ، خالد بن ولید، زبیر بن عوام، قیس بن سعد بن عبادہؓ اور سعد بن عبادہ، خالد بن ولید شامل تھے۔ فرمایا ارکبوا خیولکم و تقلدوا۔ پیغمبرؐ خدا سیوفکم حکم دیا کہ سوار ہو اور تلواریں ہمراہ لو۔ اور خود امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ۔ درع ذات الفصول پہنی۔ عمامۂ سحاب نبویؐ سر پر رکھا۔ ذوالفقار زیب کمر کی۔ سپر جعفر طیار دوش پر۔ علم نصر من اللہ و فتح قریب سر پر سایہ فگن، نیزۂ حمزہ حلقہ رکاب میں رکھا۔ اور آپ ساتھیوں کو لے کر قصر الذہب پہنچے۔ آپ نے قصر پہنچنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر پڑیں بساط حضرت امیر المومنین بچھائی گئی اور اس پر یہ سب لوگ بیٹھ گئے۔ عمارؓ کہتے ہیں کہ اس اثناء میں قصر الذہب سے آگ کے شعلے نکلے۔ اور دیکھتے دیکھتے اس قصر کا سارا میدان آتشیں شعلوں سے بھر گیا۔ اور آگ کی حرارت نے ان لوگوں پر بھی اثر کیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واجب الاطاعت پڑھا کہ ایتها النخیل ارجعی باذن اللہ

واطیعی ابن عمر ن سول اللہ۔ کہ اے گروہ اجنہ تم واپس ہو جاؤ اور اطاعت رسولؐ خدا کرو اس حکم کو سن کر ہمیں حکم دیا کہ اٹھو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو۔ ہم اپنی جگہ سے اٹھے۔ ہمارے جسموں اعشر تھا۔ حالانکہ آپ نے ہماری دلداری کی اور فرمایا۔ لا ھُوَ لَتَکُمُ من الرضعۃ الجنی فو اللہ ما ترون منی و منھم ھٰذا الیوم ما تشیب الولدان و تتعجب منہ ملائکۃ السمٰوات۔ فرمایا کہ کوئی خوف نہ کرو۔ یہ جنات تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور بخدا آج قدرت کہ جو خدا نے مجھے مرحمت کی ہے ملاحظہ کرو۔ میری قدرت کو دیکھ کر طفل۔ پیر ہو گئے۔ اور ان کے بال سفید ہو گئے اور ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔

عمارؓ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ قصر کے دروازہ سے دُھواں اٹھا اور بدبو پھیل گئی۔ دن مثل شب تاریک ہو گیا۔ اور آتشیں صورتیں نظر آنے لگیں۔ اس قصر کے بارہ دروازے تھے ہر ایک دروازہ سے افواج جنات نکل رہی تھی۔ اور ادھر امیرالمومنین علیہ السلام غضبناک حالت میں کھڑے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ناگاہ آپ نے زبیر بن العوام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ اور آپ نے ان کے گرد ایک حلقہ کھینچ دیا۔ اور وہ سب کے سب تلاوت قرآن کرتے رہے۔ اور فرمایا اے مقداد تم دائیں طرف، اور اے عمارؓ تم بائیں طرف اور قیس تم میرے عقب میں آجاؤ۔ یہ تینوں اصحاب جو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے گرد آگئے یہ اپنی جگہ سے چند قدم پڑھے تھے کہ قصر الذہب سے ایک عظیم اژدھا نکلا۔ فجعل یرمی بشروا النیران وصاخ صبحۃ کالرعد القاصف وارتفع اضاف الاصوات من کل جانب۔ عُمارؓ کہتے ہیں کہ اژدھا نکلا اور اس نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اور چیخنا شروع کر دیا اس طرح چیخا کہ جیسے بادلوں میں بجلی

کڑکتی ہے۔ اور مہیب وڈراونی شکلوں میں ظاہر ہو کر چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے تلاوت قرآن شروع کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بطٰہٰ و یٰس و باسم المکنون علی النور و زجرتکم بالصافات صفا والزّٰجرٰتِ زَجْرًا الخ فاتبعہ شھاب ثاقب و عزمت علیکم بہ تبارک و بالاعراف و باللہ الذی لا الٰہ الا اللہ ھو خالق اللیل والنھار والظلم والانوار۔

عمارؓ کہتے ہیں کہ واللہ کہ جب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب مشغول تلاوت آیاتِ قرآنی ہوئے تو اس وقت پتھر، آگ مثل بارش برسنے لگی۔ اور آگ کے شعلے ہمارے سروں پر سے گر رہے تھے۔ امام عالی مقام سپر جعفر طیّار سے ان پتھروں اور آگ کے لوگوں کو روک رہے تھے۔ اور خود ذکر خدا میں مشغول تھے فرمایا بحقی علیکم ان اثبتوا موا ضعکم یعنی میرے اس حق کی قسم جو تم پر ہے اپنی جگہ ٹھہرو۔ اپنی جگہ رُکے رہو اور فرمایا کہ اس گروہ آتشی کو میرے سوا کوئی دوسرا دور نہیں کر سکتا۔ جب آپ نے اپنے اصحاب میں اضطراب دیکھا تو فرمایا کہ تم سب کے سب تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہو تمہیں اجنہ کا لشکر کوئی گزند نہیں پہنچائے گا یہ فرما کر امام علی مقام قصر ذہب کی طرف متوجہ ہوئے جب در قصر پر پہنچے تو فرمایا اے گروہ جن اللہ و رسول پر ایمان لاؤ ورنہ میں تمہیں تمہاری ہی آگ سے جلا دوں گا۔ پھر یہ آیات تلاوت کیں یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوت والارض فانفذوا لاتنفذون الا بسلطان فبای الاء ربکما تکذبان یرسل علیکما شواظٌ من نار ونحاس فلا تنتصران فبای الاء ربکما تکذبان۔

عمار کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اور عمار کہتے ہیں کہ میرا یہ حال تھا گویا اب روح بدن سے نکلنی والی ہے۔ اس وقت آپ نے عمارؓ کو اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا اور وہ وہاں پہنچتے ہی غش کر گئے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے دوستو غروب آفتاب تک میرا انتظار کرنا اگر مجھے فتح حاصل ہو گئی تو بہت خوب، ورنہ میرے مرنے کی خبر رسولؐ خدا کو پہنچا دینا یہ فرما کر ذوالفقار لیے ہوئے قوم جنات کی طرف روانہ ہوئے۔ اور پھر صدائے تکبیر بلند کر کے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا۔ دو جانب سے جنوں نے آپ پر حملہ کیا۔ قیس کہتے ہیں کہ واللہ لقد سمعنا ضرب ذوالفقار یعنی ذوالفقارؑ کے چلنے کی آواز سنی۔ حضرت امیرالمومنین ہر ایک ضرب پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔ ذوالفقار جنوں کو قتل کر رہی تھی۔ اور ہم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے حق میں دعا کر رہے تھے وعدك وعدك یا من لا یخلف المیعاد اللّٰھم لا تفجع بہ قلب فاطمۃ الزھراء۔ خدایا دل فاطمہؑ اور قلب حسینؑ کو علیؑ ابن ابی طالب کے مرگ سے نہ جلا یعنی علیؑ کی حیاتی ہو۔ عمار کہتے ہیں کہ جنگ نعرۂ تکبیر کی آواز آتی رہی ہمیں تسکین رہی۔ اسی اثناء میں ابلیس ملعون (شیطان) نے بالائے کوہ فریاد کی ادرکوا صاحبکم فخذوا الثار یعنی اے گروہ مردم تم بیٹھے ہوئے ہو اور تمہارا صاحب یعنی علی ابن طالب، قتل ہو گئے۔ لیکن اصحاب نے کہا کہ اے ملعون تجھے ہم پہچانتے ہیں تو شیطان ہے انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ اسی حالت میں کہ ولی ربّ العالمین قوم اجنہ کے ساتھ مصروف پیکار تھے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مدینہ میں عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؑ پچاس ہزار جن و عفریت کے حلقہ میں گھر گئے ہیں۔ اور امیرالمومنین حالتِ جنگ میں فرماتے

ہیں اے رسول خدا کی بیٹی میرا سلام رسولؐ خدا کو پہنچا دو۔ اسئلی اباك ان یلحقنی بك فی جھد جھید و کد اکید۔ اور رسولؐ خدا سے سوال کرو کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں صحیح و سالم واپس پہنچوں۔ اس خواب کو دیکھ کر سیدۂ عالم کے چہرہ مبارکہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ام سلمہؓ نے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ لیکن سوائے گریہ وزاری فاطمہ زہرا کچھ جواب نہ دے سکیں۔ جب آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نور دیدۂ اسقدر رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے خواب بیان کیا اور آنحضرتؐ سے دعا کرنے کے لیے عرض کیا کہ اے بابا آپ دعا فرمائیں کہ ابوالحسن کو فتح نصیب ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے خدا چاہتا ہے کہ قصر الذہب میں علیؑ کو فتح و کامرانی عطا کرے اسی اثناء میں جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا۔ العلی الاعلی یقرءك السلام۔ کہ حق تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علیؑ کے ہاتھ پر قصر الذہب فتح ہو گا اور علیؑ صحیح و سالم مراجعت کریں گے۔ آنحضرتؐ جناب سیدۂ عالم اور امام حسنؑ و حسینؑ سعد بن عبادہ انصاری کے گھر لے گئے اور بالائے بام کہ جو مدینہ میں سب سے زیادہ اونچا مکان تھا پہنچے اور حکم دیا کہ اے زمین پست و نزدیک ہو جا۔ آنحضرتؐ اور سیدۂ فاطمہ زہرا اور حسنؑ و حسینؑ نے نظر کی تو دیکھا کہ سارا میدان جن اور عفریت سے بھرا ہوا ہے گویا آتشیں علاقہ بنا ہوا ہے اور حضرت امیرالمومنین تنہا جنگ کر رہے ہیں اور جنات کو قتل کر رہے ہیں۔

الشیعہ۔ جناب زہرا خاتون نے علیؑ کو زخمی نہیں دیکھا تھا۔ علیؑ کو پیاسا نہیں دیکھا تھا۔ چار ہزار زخم جسم مبارک پر نہیں تھے مگر پھر بھی جناب زہراؑ دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں۔ خدایا فریاد ہے کہ انہی فاطمہؑ کی بیٹیاں زینب و ام کلثوم کربلا میں

امام حسینؑ کو دیکھ رہی ہیں ایک ہزار نو سو پچاس زخم لگے ہوئے ہیں گھوڑے سے آپ زمین پر تشریف لائے زینب خاتون ایک ٹیلہ پر کھڑی تھیں اور دیکھ رہی تھیں کہ شمر ولد الحرام حسینؑ کو ذبح کر رہا ہے۔" واحسرتا"

بہر حال آنحضرتؐ نے اس جگہ کھڑے کھڑے فرمایا کہ اے پسر عم۔ ثعبان یعنی اژدھا تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تم اس کو قتل کر دو۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے آواز پیغمبر خدا سنی اور ہم خوش ہوئے۔ حضرت امیر المومنین نے جب دست راست کی طرف دیکھا تو اژدھا آپ پر حملہ کرنے والا تھا یہ ثعبان پچاس ہزار جنوں کا سردار تھا۔ پس حضرت امیر المؤمنین نے ذوالفقار بلند کی اور ثعبان کے دو ٹکڑے کر دیئے اور خداوند عالم نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کو فتح عطا کی۔

دل چاہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کروں مولیٰ اس وقت آپ کہاں تھے کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے سینہ پر حصین بن نمیر نے برچھی ماری۔ مولیٰ آپ اس وقت کہاں تھے کہ جب حضرت عباسؑ کے شانے قلم ہوئے مولیٰ آپ اس وقت کہاں تھے کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور لاش مبارک تیروں پر معلق رہی۔ مولا اس وقت آپ کہاں تھے کہ جب زینبؑ بیکس فریاد کر رہی تھیں اور خیموں میں آگ لگ رہی تھی سیدانیوں کی چادریں چھینی جا رہی تھیں۔

تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شہادت اور حکایت داؤد علیہ السلام

محققین اور علماء انساب نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ جناب قاسم ابن حسنؑ

کی ماں کا نام ام ولد تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نجمہ خاتون نام تھا۔ اور جناب قاسم کا سن مبارک واقعہ کربلا میں دس اور پندرہ سال کے اندر اندر تھا۔ طبری میں ہے کہ آپ کا سن دس سال کا تھا۔ جناب مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا سن مبارک نو سال کا تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۲۸ صفر ۵۰ھ کو ہوئی ہے پس روز عاشوراء محرم ۶۱ھ تک گیارہ سال ہوتے ہیں لہٰذا حضرت قاسمؑ کو عمر نو سال نہیں ہو سکتی۔ یقینی امر یہی ہے کہ آپ کی عمر دس اور پندرہ سال کے درمیان تھی اور واقعۂ عروسیٔ قاسم علیہ السلام کا بھی علامہ مجلسیؒ نے روایات معتبرہ کی روشنی میں تجزیہ نہیں کیا ہے لہٰذا اس سے گریز کی ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ واقعۂ عروسیٔ حضرت قاسمؑ منتخب المراثی میں مرقوم ہے جو علامہ نجفی الشیخ فخر الدین طریحی کی تالیف ہے۔ منتخب المراثی تالیفات میں بہترین و معتبر تالیف ہے جو کہ عرب میں تالیف ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب روضۃ الشہداء میں بھی ہے کہ جو فارسی زبان میں ہے اور یہ کتاب ملا حسین کاشفی صاحب انوار سہیلی کی تالیفات سے ہے۔ اور یہ کتاب واقعات مقتل کربلا پر پہلی کتاب ہے جو عجم میں بزبان فارسی لکھی گئی ہے۔ اور تمام روضہ خوان و ذاکرین واقعۂ عروسی قاسم ابن حسنؑ کو انہی دونوں کتابوں سے ماخوذ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور میں نے بھی انہی دونوں کتابوں کو ماخذ قرار دیا ہے۔ عقد قاسمؑ کے بعد جو حکایات بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں کیونکہ روز عاشوراء محرم عقد واقع ہونے کے بعد بعجلت تمام جناب قاسمؑ میدان کارزار روانہ ہو گئے ہیں۔

ہم اس مقام پر ایک حدیث بطور تمثیل ذکر کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت داؤدؑ نے ایک طفل کو دیکھا کہ وہ اپنے بچپنے کو شروع ہی سے اٹھا رہا تھا۔ اور اس کی

ہمت وتربیت سے نشو ونمائے جسمانی میں اضافہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ وہ سن رشد وبلوغ کو پہنچ گیا۔ اور اس وقت میں اُس کی عمر تیرہ چودہ برس کی تھی جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے جیساکہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انا جعلناک فی الارض خلیفۃ کہ میں تمہیں زمین پر خلیفہ بناؤں گا یا بناتا ہوں۔ آپ تخت خلافت پر تھے کہ حضرت عزرائیل (ملک الموت) زیارت داؤدؑ کے لیے حاضر ہوئے اور اسی ضمن میں عرض کیا کہ اے نبی اللہ اس جوان یتیم نے اسقدر اپنے آپ کو روکا، اور خون دل پیا اب اُس کی زیادہ زندگی نہیں ہے اس کی عمر تمام ہوگئی ہے۔ یہ کہہ کر ملک الموت چلے گئے جناب داؤدؑ نے اس جوان کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں تاجر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے داؤدؑ نے بھیجا ہے اپنی دختر کا عقد اپنے مال سے میرے ساتھ کردو۔ جب وہ تاجر کے پاس گیا اور تاجر نے کہا سمعاً و طاعۃً یعنی بسروچشم قبول ہے۔ اُس نے اپنی دختر کا عقد اس کے ساتھ کر دیا۔ لیکن حضرت داؤدؑ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اپنی زوجہ کے پاس نہ جائے جب تک کہ مجھے وحی الٰہی ہو۔ وہ روزانہ جناب داؤدؑ کے پاس حاضری دیتا یہاں تک کہ جس دن ملک الموت نے آنے کا وعدہ کیا تھا وہ دن آیا مگر ملک الموت حاضر خدمت داؤدؑ پیغمبر نہ ہوئے ایک ماہ گزر گیا مگر پھر بھی حاضر نہ ہوئے۔ بعدازاں کسی روز حاضر ہوئے تو حضرت داؤدؑ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس جوان کی روح کیوں قبض نہ کی۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ۔ جب تم انبیاء اللہ کسی پر رحم وکرم کرتے ہو تو خداوند عالم بھی اس بندہ پر رحم وکرم کرتا ہے۔ اس وقت کہ جب میں نے تم سے اس جوان کی روح قبض کرنے کی بابت کہا تھا تو اُس وقت مقررہ پر اس کی عمر ختم ہو

گئی تھی۔ لیکن تم نے اس جوان پر رحم کیا۔ تو خداوند عالم نے اس کی عمر بڑھادی اور تم نے اس کا عقد کیا اور چونکہ وہ وصل نہ کر سکا تھا خداوند عالم نے اس کی عمر ازراہ رحم وکرم چالیس سال بڑھادی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اسی طرح امام حسینؑ نے قاسمؑ ابن حسنؑ کے ساتھ کیا۔ کہ اولاً قاسمؑ کی اپنے سایۂ عاطفت میں تربیت کی۔ اور روز عاشوراء محرم اپنی دختر کا اس سے عقد کیا۔ اور بعدہٗ کفن گردن قاسمؑ میں پہنا کر میدان قتال بھیجا۔ اور فرمایا کہ لشکر عمر بن سعد کے سامنے کہو کہ میں یتیم امام حسنؑ ہوں اور داماد امام حسینؑ ہوں۔ تشنہ بھی ہوں۔ قابل رحم بھی ہوں۔ قاسم گلعذار میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چاند سی صورت ہے عمامہ سر پر ہے اور پیراہن عربی میں ہے پاء مبارک میں نعلین ہیں اور تلوار بدست ہے۔ اس کو دیکھ کر میرے دل پر صدمہ ہوا کہ یہ ظالم لوگ اس کو قتل کر دیں گے۔ جناب قاسمؑ نے اپنا تعارف کرایا۔ کہ میں یتیم حسنؑ ہوں داماد حسینؑ ہوں، نواسۂ پیغمبر کا فرزند ہوں۔ میرے چچا حسینؑ ہیں کہ جو اس وقت تمہارے درمیان سیر ہیں۔ تشنگی سے ہلاکت کے قریب ہیں۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ سن کر بعض لشکری رونے لگے۔ اور عمر بن سعد کو ملامت کرنے لگے۔ یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے قاسم بن حسنؑ کو دامادی کا شرف اس لیے دیا تھا کہ شاید اہل کوفہ ترحم سے کام لیں۔ لیکن عمر بن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کرو چنانچہ یتیم حسنؑ پر پتھر برسنے لگے یہاں تک کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور زبان حال سے فرمایا ؎

اے عمو حجلہ گاہم کن گزر   دخترت رادہ زمرگ من خبر

یعنی اے عم نامدار و غمگسار آپ ہمارے حجلۂ عروسی میں جائیں اور اپنی دختر کو میرے مرنے کی خبر دیں۔ ؎

مادرم گو کہ اے بانوی عشق!
با تو ہمراہم ز سر تا در دمشق

اور میری مادر گرامیقدر سے فرمائیں کہ اے اماں جان اے تاجدار موّدت حسینؑ تمہارے ہمراہ دروازہ دمشق تک میرا سر ہمراہ رہے گا۔ ؎

با عروسم مہربانی کن بسی
از غمم محزوں نباشد یک نفس

یعنی اے مادر گرامی دولہن کے ساتھ با مہربانی وکرم پیش آنا تاکہ وہ میرے غم میں غمگین نہ ہو سکے۔ ؎

حضرت قاسمؑ کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمۂ عروس و قاسمؑ نوشاہ

شیخ طریحیؒ فرماتے ہیں کہ۔ فعقد علیہ السلام علیہا وافرد لہ خیمہ امام علیہ السلام تمام مخدرات کی موجودگی میں اور بگوائیؒ عون و عباس اپنی دختر فاطمہ کی تزویج قاسم بن حسنؑ سے کی اور فرمایا کہ ان کے لیے علیحدہ ایک خیمہ نصب کیا جائے۔ ابھی خیمہ نصب ہوا ہی تھا کہ لشکر عمر بن سعد میں جنگ کا شور و غل برپا ہوا۔ اور الحرم میں نالہ شیون کی صدائیں بلند ہوئیں مادر قاسمؑ کف افسوس ملنے لگیں عروس شرم و حیا کے ساتھ محزوں و مغموم ہو گئی۔ اور ادھر لشکر شوم سے یہ آوازیں

آنے لگیں اے سبط رسولؐ خدا میدان جنگ کی طرف کیوں نہیں آتے۔ اگر کوئی اور میدان میں آنے والا نہیں ہے تم خود ہی میدان میں آؤ ورنہ ہم خیموں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

ادھر خیمہ میں جناب قاسمؑ نے جب یہ آواز لشکر باطل سنی۔ تو آپ نے عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ عروس نے کہا یا ابن العم این ترید، اے قاسم کیا ارادہ ہے۔ قاسمؑ نے کہا کہ اب سر پائے عم محترم پر نثار کرنا ہے فجذبت ذیلہ ومانعتہ عن الخروج۔ یہ سن کر عروس مایوس ہو گئی۔ اور کہا اے قاسمؑ میدان کارزار میں نہ جاؤ۔ قاسمؑ نے کہا اے دختر عمؑ مظلوم میرا دامن چھوڑ دو اب عروسی قیامت پر منحصر ہے۔ عروس نے بادل محزوں فرمایا ؎

کہ اے تازہ برسر مرا شاہ من	تو اے بخت من اے برخ ماہ من
کسی زیر ایں پردہ ابنوس	بگیتی ندیدہ چو من نو عروس
دریغا کہ یتیم بسے ماہ سال	شب ہجر نادیدہ روز وصال

یعنی اے میرے شاہ، اے تازہ نوشاہ اے میرے مقسوم اور اے میرے ماہ رخ۔ کسی نے اس نیلگوں آسمان کے تلے مجھ ایسی عروس نو نہ دیکھی ہو گی۔ واحسرتا معلوم کسقدر ماہ و سال گزاروں گی جو میرے لیے شب ہجر ہوں گے میں نے روز وصال نہیں دیکھا۔

حضرت قاسمؑ نے فرمایا (بزبان حال شاعر کہتا ہے) ؎

چوں داماد گفتار او را شنید	بگرئید واو را ببر در کشید
بگفتا کہ یزدان دہد کام تو	بہ نیکی در آید سر انجام تو
ترا سازم اکنوں ازیں مژدہ شاد	کہ ما را عروسی بعقبیٰ فتاد

بنزدیک جان آفرین جائی تست | جہان آفرین حجلہ آرائی تست
کند دست خیر النساء زیورت | نہد تاج عزت ہمی بر سرت

یعنی جب حضرت قاسمؑ نے دُلہن کو گفتگو سنی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ اس کو در خیمہ تک لائے۔ اور فرمایا کہ خدا تجھے نیکی کی توفیق عطا کرے کہ تیرا قدم اور تیرا انجام نیکی کے ساتھ ہو۔ اور اسے عروس میں تم کو یہ مژدۂ جانفزاء سناتا ہوں کہ ہماری عروسی عقبیٰ پر منحصر ہے۔ جب تک کہ تمہاری جان۔ جان آفرین کو سپرد ہو۔ یہ جہان تمہارے لیے حجلہ ہے۔ حضرت خیر النساء کا ہاتھ پکڑے رہنا۔ اور بھی تاج عزت ہمیشہ اپنے سر پر رکھنا۔ ہم و تم عقبیٰ میں داماد و عروسی کی صورت میں ملیں گے حضرت قاسمؑ نے تسلّی و تشفی کے کلمات فرمائے۔ اور خود خیمہ سے باہر نکلے۔ اور میدان قتال کا رخ کیا۔ عروس خیمہ میں زانوے غم پر سر رکھے بیٹھ گئی کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد عروس کے کانوں میں یہ آواز آئی اے عمو العطش العطش عروس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو قاسم گلگوں قبا خون میں رنگے ہوئے کھڑے ہیں اور پانی مانگ رہے ہیں واحسرتا عروس کو قاسم نوشاہ بصورت پُر خون نظر آئے۔

کتاب ریاض میں ہے کہ روز عاشورا جب اولاد امام حسن کے سر دینے کی نوبت آئی ہے تو اس وقت حضرت علی اکبرؑ و علی اصغر سمیت چھ نفر موجود تھے۔ پس حضرت قاسم ابن حسنؑ عازم میدان جنگ ہوئے۔ علّامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ فلما نظر الحسین علیہ السلام قد برز اعتنقہ۔ امام حسینؑ نے قاسم کی طرف دیکھا کہ عازم رزمگاہ میں فرماتے ہیں اے قاسمؑ میدان کارزار جاتے ہو۔ امام حسینؑ نے گریہ فرمایا اور قاسمؑ کی آبدیدہ ہوئے۔ قریب تھا کہ دونوں غش کر جائیں۔ کتاب منتخب میں شیخ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ

نے فرمایا اے نور دیدہ تم اپنے قدموں سے موت کی طرف جا رہے ہو۔ جناب قاسمؑ نے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دشمن کے لوگ مبارز طلبی کر رہے ہیں۔ اگر میں نہ جاؤں تو کیا کروں۔ آخر کار فلم یزل الغلام یقبل یدیہ و رجلیہ۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے گود میں لے کر حضرت قاسمؑ کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اور پھر امام حسینؑ نے آپ کا گریبان اور آستین کو چاک کر دیا۔ اور عمامہ کے دو ٹکڑے کر کے نصف کو عمامہ کے بطور سر پہ باندھا اور دوسرے نصف کو بطور کفنی گلے میں ڈال دیا خدا حافظ کہہ کر قاسمؑ کو رخصت کیا جب سب نے قاسم ابن حسنؑ کو اس صورت میں دیکھا تو گریہ کرنے لگے آپ خیمۂ عروس میں گئے اور اس سے بھی اذن جہاد طلب کیا اور فرمایا خدا حافظ میں میدان قتال میں جا رہا ہوں۔ اور پھر اپنی آستین جو پھٹی ہوئی تھی دکھلائی اور فرمایا کہ میدان حشر میں جدّ محترم رسول خدا کے پاس مجھے یہ دیکھ کر پہچان لینا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ قاسمؑ کا اپنی آستین دکھلانا تاکہ عروس حشر میں پہچان سکے یہ معاد جسمانی کی دلیل ہے۔ ادھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اُدھر قوم نابکار میں طبل جنگ بج رہا تھا۔ مبارز طلبی کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ قاسمؑ عازم میدان کارزار ہوئے

میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے

لما طلع نور طلعتہ من افق المصاف و لمع فرید صارمہ من جفن الغلاف۔ جب قاسم گلگوں قبا نے عنان اسپ میدان کارزار کی طرف موڑی اور میدان میں پہنچے لشکر اعداء حسن و جمال قاسم دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تلوار کی چمک سے دشمنوں کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں کوفی و شامی

قاسم بن الحسن کی جوانی و ناکامی پر کف افسوس ملنے لگے کہ یہ نوشاہ خاک و خون میں غلطاں ہو جائے گا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ چہرہ قاسمؑ مثل چاند کے ضوفگن تھا۔ جلاء العیون میں ہے کہ آپ کا چہرہ آفتاب کی شعاع کی مانند چمک رہا تھا۔ حمید ابن مسلم کی روایت میں ہے کہ میں لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہ

اذا خرج غلام وجہہ شاقۃ قمر و فی یدہ سیف وعلیہ قمیص واذا ونعلان قد انقطع شسع احدھما کہ میں نے ایک جوان خوبرو۔

مثل ماہ تابندہ، شمشیر بکف، پیراہن میں ملبوس۔ نعلین پہنے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا۔ اور میدان میں پہنچا۔ اہل کوفہ اس کی صولت و رعنائی دیکھ کر اس سے قتال پر آمادہ نہ ہوئے مگر ایک ظالم بد نہاد آمادۂ قتال ہوا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے اس سے کہا کہ اس جوان پر تو حملہ کر اور اس یتیم حسنؑ کو قتل کر۔ حمید بن مسلم نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو کیوں قتل کرتا ہے۔

اسے کوئی اور قتل کرے گا تو باز رہ لیکن اس بے رحم نے کمین گاہ سے آپ کے سر مبارک پر تلوار سے حملہ کیا۔ سر مبارک شگافتہ ہو گیا۔ اور گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور آواز دی یا عماہ۔ اور کہی اے چچا جان مدد کو آئیے۔

امام حسین علیہ السلام بڑی تیزی کے ساتھ قاسمؑ تک پہنچے دیکھا کہ قاتل آپ کے سینہ پر بیٹھا ہے اور آپ کا سر مبارک کاٹ رہا ہے امام حسینؑ نے اس ملعون پر تلوار کھینچی کہ اس کی کہنی کٹ گئی اس حرام زادہ نے اپنے لشکر والوں سے فریاد کی کہ مدد کو پہنچو۔ تمام لشکری اس کی حمایت کے لیے امنڈ پڑے۔ اور عمر بن سعد نے اس کو امام حسینؑ کی تلوار سے بچایا خدا کی شان دیکھنے

کے قابل ہے۔ اس وقت گرد و غبار اڑا اور عمر ابن سعد ہی کے گھوڑے کے پیروں تلے آکر وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو دیکھا آہ سرد کھینچی اور فرمایا کہ خدا تیرے قاتلوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے بیٹا قاسمؑ میں اس وقت پہنچا کہ جب تیرا کام تمام ہو چکا تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو اٹھایا۔ زمین سے بلند کیا اور اپنے سینہ سے لگا کر تا خیام الحرم لائے قاسمؑ کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ امام خیمہ میں لاش لے کر گئے اور پہلوئے علی اکبرؑ میں لاش کو رکھ دیا۔ الخ

حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظہ و نصیحت کرنا

حضرت قاسم ابن حسنؑ ابھی حجلۂ عروسی میں تھے کہ لشکر عمر بن سعد کے ھل من مبارز کی صدا اُس خیام میں پہنچیں عروس سے رخصت ہو کر الحرم سے اجازت حاصل کی۔ اور باذن عالی مقام میدان کارزار میں آئے۔ بحار الانوار میں مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ قاسمؑ نے یہ رجز پڑھا۔

ان تنکرونی فانا ابن الحسن سبط النبی المصطفی المؤتمن
ھذا حسین کالاسیر المرتھن بین اناس لا سقوا صوب المزن

کہ میں نور دیدہ حسنؑ ہوں اور حسنؑ سبط مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہمارے جد ملقب بہ امین ہیں اور یہ حسینؑ جو تم میں اسیر ہیں اور گویا تم نے انہیں گروی رکھا ہوا ہے وہ حسینؑ جس کے بغیر ہدایت سے سیراب نہیں ہو سکتے وہ حسینؑ جو

دستگیر عالم میں اسیر کیا ہوا ہے۔ پھر حضرت قاسمؑ نے رجز کے بعد عمر بن سعد ملعون کی طرف رخ کیا اور فرمایا یا عمر بن سعد اما تخاف اللہ اما تراقب اللہ یا اعمی القلب اما تراع رسول اللہ۔ اے ستمگار زمانہ اے عمر بن سعد بدنہاد تو خدا سے نہیں ڈرتا اور بے بصیرت انسان۔ اے کور چشم حرمت رسول خدا کا لحاظ نہیں ہے کیا تو نے رسول خدا کو نہیں دیکھا؟

روضۃ الشہداء میں ہے کہ و یلک قتلت الشبان وافنیت الکھول و قطعت الفروع واجتثت اصول وھذہ بقیۃ اللہ شرذمۃ قلیلۃ مستاصلۃ اے بے حیا تو نے ہمارے جوانوں کو قتل کیا اصول و فرع کو ختم کیا اب چند افراد ذریت پیغمبرؐ باقی ہیں افلا تکف عن الجفا و سفک الدماء۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جفا سے ہاتھ روکے۔ بقیۃ الرسولؐ کا خون نہ کرے مالک للرحم رعایۃ و بالقرابۃ عنایۃ آیا قرابتِ طائفہ قریش کا کچھ خیال نہیں افلا تدعھم ان ترجوا الی الاوطان مع مابھم من الاحزان والاشجان۔

اے عمر بن سعد چند بچے رہ گئے ہیں کہ کسی کا باپ مارا گیا ہے کسی کا بھائی مقتول ہوا ہے تو ذرا بھی شرم و حیا نہیں کرتا۔ عمر ابن سعد ملعون نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت قاسمؑ نے کہا کہ تو پانی پیتا ہے اور المحرم حسینؑ پیاسے تڑپ رہے ہیں پیاس کی وجہ سے موت کی تمنا کر رہے ہیں۔ قد اسودت الدنیا باعینھم اے پسر سعد اولاد پیغمبرؐ اسقدر پیاسی ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نظر آتا ہے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت قاسمؑ کے اس کلام سے پسر سعد کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپک پڑے۔ اور

لشکر والے رونے لگے۔ لیکن اس ملعون نے پیادہ فوج کو آواز دی کہ قاسمؑ ابن حسنؑ پر پتھر ماریں۔ اے شیعو۔ حضرت قاسمؑ پر چاروں طرف سے پتھر برسنے لگے۔ روز عاشوراء محرم حُرِ ریاحی پر بھی پتھر برسائے گئے تھے۔ مجالس بن شبیب شاکری پر بھی پتھر برسائے گئے اور حضرت قاسمؑ پر بھی اسقدر پتھر برسائے کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امام حسینؑ پر بھی لشکر عمر بن سعد نے پتھر برسائے تھے اور سارا بدن مبارک زخموں سے چور چور تھا

حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا

کتاب منتخب اور روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت قاسمؑ میدان کارزار میں پہنچے تو عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے یمین و یسار پر نظر ڈالی یعنی میمنہ و میسرہ کو دیکھا۔ اور اس نے لشکر میں سے ازرق کو حضرت قاسمؑ کے مقابلہ کے لیے منتخب کیا۔ اور اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تجھے حکومت یزید سے ہر سال کثیر رقم ملتی ہے اور تیری شجاعت کا بھی چرچہ ہے۔ اس جوان کو جو مبارز طلبی کر رہا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں جانے کے لیے تیار نہیں ہے تو جا کر قتل کر۔ جب ازرق نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ اے ابن سعد مجھے بہادران شام ایک ہزار سواروں کے برابر شجاع سمجھتے ہیں تو مجھے اس نوجوان کے مقابلے میں بھیج کر میری شہرت خراب کرنا چاہتا ہے اور میرا سر نیچا کرتا ہے کسی

اور کو اس بچے سے جنگ کے لیے روانہ کر۔ عمر بن سعد بدنہاد نے کہا اے ازرق یا اس قوم سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کی ایک ایک فرد ہزار سواروں پر بھاری ہے اور خصوصاً یہ جوان۔ پسر حسن مجتبٰے ہے۔ بنبیرۂ حیدر کرار ہے اس کو شجاعت پیغمبر خدا سے ورثہ میں ملی ہے۔ یہ میدان جنگ میں مثل شیر ہے۔ جب عمر بن سعد ملعون نے اس کو مقابلہ کے لیے مجبور کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے چار فرزند ہیں اور ہر ایک دلیری و شجاعت میں منفرد ہے۔ آداب جنگ سے واقف ہے۔ میں اپنے بڑے بیٹے کو اس کے قتل کے لیے بھیجتا ہوں چنانچہ فرزند ازرق اسلحہ جنگ پہنے ہوئے، تلوار بدست حضرت قاسم بن حسنؑ کے سامنے آیا۔ اور اس نے آپ پر حملہ کیا۔ کتاب ریاض میں ہے فحمل علی القاسم یعنی کہ اس نے حضرت قاسمؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ جب حضرت قاسمؑ نے دیکھا کہ ایک سوار تلوار لیے مقابلہ کے لیے آگیا اور اس نے تلوار کا وار کیا جس سے حضرت قاسمؑ کی سپر دو نیم ہو گئی اور آپ کا دست چپ بھی زخمی ہوا۔ اور حضرت قاسمؑ کے بھائی محمد نے دوسری سپر آپ کو دی آپ نے سپر لے کر ازرق شامی کے بیٹے پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس ملعون نے دوبارہ چاہا کہ تلوار سے حملہ کرے لیکن حضرت قاسمؑ کے باطنی و روحانی اثرات کی وجہ سے اس ظالم کا گھوڑا زمین پر گر پڑا۔ اور اس ملعون کے پیر رکابوں میں پھنس گئے۔ فسقطت لامته وا نکشفت هامة۔ کہ وہ ملعون سر کے بھل گرا۔ اس کے سر کے بال لمبے تھے حضرت قاسمؑ نے اپنے گھوڑے سے جھک کر اس کے بالوں کو پکڑا اور اس ظالم کو چکر دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ اور اس کے جسد نجس کو ازرق کی طرف پھینک دیا۔ بعدہٗ اس کا

دوسرا بیٹا مقابلہ کے لیے نکلا۔ اُسے بھی آپ نے قتل کیا پھر اس کا تیسرا بیٹا مقابلہ کی غرض سے میدان میں آیا آپ نے اسے بھی فی النار کیا۔ آخر میں ازرق کا چوتھا فرزند میدان میں آیا آپ نے اُسے بھی قتل کیا۔ اس وقت لشکر عمر ابن سعد آپ کی قوت و شجاعت بازو دیکھ کر محو حیرت ہو گیا۔

حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا

جب ازرق کے چاروں فرزند قتل ہو چکے تو حضرت قاسم علیہ السلام نے یہ کرو فر رجز پڑھا۔

انی انا القاسم من نسل علی
نحن و هیت الله اولی بالنبی

کہ میں قاسم ہوں اور نسل علی ابن ابی طالب سے ہوں خانہ خدا کی قسم ہم ہی سب سے اولی ہیں۔ جب ازرق کے چاروں پسر تہہ تیغ ہو چکے تو وہ ناہنجار خیمہ میں گیا اور جنگی اسلحہ پہنا۔ تلوار کمر میں لگائی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان قتال میں آیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ کے بازوؤں میں قدرے سستی و ناتوانی ہو گئی کیونکہ آپ نے پے در پے ازرق کے چاروں بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ آپ تشنہ کام بھی تھے جس سے ناطاقتی اور بڑھ گئی تھی۔ چاہا کہ اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوں کہ ازرق ملعون نے سر راہ آ کر مبارز طلبی کی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام

نے جب دیکھا کہ ارزق شامی نے جناب قاسمؑ کو سرِراہ روک لیا ہے اور مبارز طلب ہے تو آپ نے بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا کہ پروردگار قاسم کو فتح عطا کر۔ اس کی نصرت فرما۔ دعاء امام حسین علیہ السلام سے ملائکہ عظام میں ہلچل مچ گئی۔ اور ادھر خیمہ میں نوعروس فتح و کامرانی قاسمؑ کے لیے دعاء امامؑ کے ساتھ ساتھ آمین کہہ رہی تھی۔ اُدھر ارزق شامی نے حضرت قاسمؑ پر نیزہ سے حملہ کیا۔ جس پر حضرت قاسمؑ نے آداب شجاعت کے ماتحت اپنے آپ کو نیزہ سے دور رکھا۔ جس پر ارزق بہت شرمندہ اور خشم گیں ہوا۔ لیکن اس کا نیزہ حضرت قاسمؑ کے گھوڑے کو لگا اور آپ پیادہ ہو گئے اور حضرت عباس علمدار نے ایک تازہ دم گھوڑا قاسمؑ کو پہنچایا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ارزق سے مقابلہ ہوا وہ کہنے لگا اے بچہ تو نے میرے چار فرزند تہہ تیغ کئے ہیں۔ اور اے قاسم یہ تلوار میرے بیٹے کی ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس تلوار کو ہزار دینار میں خرید کیا تھا۔ حضرت قاسمؑ نے فرمایا کہ اب اس تلوار کا مزہ تو بھی چکھ لے گا۔ حضرت قاسمؑ نے اس سے کہا کہ اے ارزق تو نامی گرامی شجاع ترین شخص ہے آداب جنگ سے واقف ہے لیکن تو نے خیال نہ کیا کہ تیرے گھوڑے کا تنگ کسا ہوا نہیں ہے۔ یہ سن کر ارزق جھکا کہ تنگ کو دیکھے حضرت قاسمؑ نے اس کی کمر پر تلوار کا وار کیا اور وہ شق دو ہو کے اپنے مرکب سے گرا۔ اس طرح اس کے ٹکڑے ہوئے کہ برابر کے دو ٹکڑے پس جب کہ ارزق بدنہاد بھی قتل ہو چکا تو لشکر عمر ابن سعد نے شور و غل مچایا ہے۔

برآمد خروش از درونِ حرم　　بہم تواُم آن گشت شادی و غم

اور ادھر فتح قاسمؑ سے خیام اہلحرم میں بھی شور و غل باندازِ مسرت ہوا۔ گویا شادی و غم باہم توام ہوگئے جناب قاسمؑ نے ارزق شامی کے گھوڑے کو دیکھا کہ اب زین خالی ہو گیا ہے اس کے مرکب پر سوار ہوئے اور اپنے مرکب کی لگام ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے خیمہ میں واپس آئے اور پیاس کی شدت کا اظہار کیا۔ مگر پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ قاسم کو پلاتے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ قاسمؑ خیمۂ عروس میں گئے اور فرمایا الحمد للہ الذی اُرانی وجھك قبل الموت۔ کہ شکر خدا ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے پھر تمہارا چہرہ دیکھا۔ اور فرمایا کہ میں جو کچھ وصیت کر چکا ہوں اس پر نگاہ رکھنا۔

وصیتِ قاسمؑ با عروس۔

تو در حجلہ کہ باش در انتظار　　زمیدان کنوں آمدت درکنار
زمرگم گریبانِ دل چاک کن　　زرخارۂ خون از رُخم پاک کن
پس از مرگِ من اے مہ خاوری　　بسوئے تو عمّم بپرسش گری
حضورش مکن بانگِ ماتم بلند　　دل و دیدہ زاشک دمادم مفید
پریشانِ مکن موی و مخراش روئی　　پیامم بعمّ گرامی بگوئے

یعنی کہ اے عروس تم حجلۂ عروسی میں میرا انتظار میں ہوں گی لیکن میں میدان سے کیوں کر آسکتا ہوں میری موت میں گریبان دل چاک کرنا اور اپنے رُخ سے رخساروں کا خون پاک کرنا اور میرے مرنے کے بعد سے اے مہ خاوری تم میرے چچاجان کی مزاج پرسی کرتی رہنا اور دیکھو ان کے سامنے ماتم میں آواز بلند نہ کرنا۔ دل اور آنکھوں سے اشک نہ برسانا۔ اپنے بال میرے غم میں پریشان نہ کرنا اور نہ رخساروں پر طمانچہ لگانا۔ اور میرا پیام میرے عمّ محترم کو

پہنچا دینا۔

پیام قاسمؑ اپنے عمّ نامدار کے نام

کہ اے جان و دل از تو امیدوار — بپای تو جان کردم اینک نثار
تو بنگر کہ ایں کشتہ داماد تو است — تنش غرق خون دلش شاد تو است
بجز روی تو بسوی نداشت — بجز نزد تو رنگ و بوئے نداشت
کنوں آرزو آمدش در کنار — ہمہ کام اُو دادہ پروردگار
چہ گوئی پیامم بعمّ گزیں — پر از اشک سازو عذار و جبیں
بمن چوں شود دیدہ اش خوں گراں — خدایا تو اُو را تسلّی نمائی
تبسّم کناں سوئے شہ کن نگاہ — بگو شوہرم کشت قربان شاہ

بزبان شاعر حضرت قاسمؑ اپنے عمّ نامدار سے فرماتے ہیں کہ جان و دل مجھے آپ سے امید ہے کیونکہ میں نے آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کی ہے۔ دیکھئے تو سہی اس مقتول کو کہ جو آپ کا داماد ہے اس کا بدن خون آلود ہے اور اس کا دل آپ سے خوش ہے۔ میں سوائے آپ کے کسی اور کی طرف رخ کرنے والا نہیں ہوں میرا مرکز امید آپ کی ذات اقدس ہے۔ اور بجز آپ کی نزدیکی میرا کوئی دوسرا آسرا نہیں ہے۔ جب میرے لیے وہ خون کے آنسو بہا رہی ہو تو خدایا اے عمّو آپ اس کو تسلّی دیں عروس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ مسکراتے ہوئے شاہ دین کی طرف نگاہ کر اور ان سے کہنا کہ میرا شوہر آپ پر قربان ہو گیا۔ وہ یتیم تھا اس کا باپ سر پر نہیں تھا پس اس کا تن خاک پر پڑا ہوا ہے۔

فَوَدَّعَهَا وخرج ورکب جواده وصمم معاده۔ جب حضرت قاسمؑ وصیت تمام کر چکے تو عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا باچشم گریاں خدا حافظ کہا۔ اور خیمہ سے باہر نکلے مرکب پر سوار ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ مقتل میں شہیدوں سے ملحق ہو گئے اور قلب امام حسینؑ، مادر گرامیقدر اور عروس کے دل پر غم و اندوہ کا کوہ گراں گر پڑا۔ یالیتنی کنت معهم فنفوز فوزا عظیما۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام اور محبت قاسمؑ ابن حسنؑ

قال العلامة فی الریاض نص جماعة من المهرة فی فن السیر والخبران قاسم بن حسن کان احب اولاد الحسن علیه السلام الی عمه الحسین کما یستفاد من المنقولات۔ یعنی ارباب کتب سیر و خبر لکھتے ہیں کہ تمام منقولات سے یہ ہی واضح ہوتا ہے کہ اولاد امام حسن علیہ السّلام میں سے جناب قاسمؑ سے حضرت امام حسین علیہ السّلام زیادہ محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ وقت رخصت حضرت قاسمؑ امام حسین غش فرما گئے تھے۔ کسی اور عزیز کی رخصت کے وقت آپ کو غش نہیں آیا تھا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ فجعلا یبکیان حتی غشی علیهما کہ آپ اور قاسمؑ روتے روتے غش کر گئے۔ حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ کو زیادہ محبت اس لیے بھی تھی کہ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو حضرت قاسمؑ کی تزویج کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ جس کا مظاہرہ روز عاشوراء محرّم ہوا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے

آپ کی محبت و لطف کا اندازہ اس چیز سے بھی ہوتا ہے کہ میدان قتال میں جب حضرت قاسمؑ کی سپر (ڈھال) ٹوٹ گئی تو امام حسینؑ نے بعجلت تمام ایک دوسری سپر قاسمؑ کو بھیج دی۔ اسی طرح جب حضرت قاسمؑ کا گھوڑا ازرق شامی کے نیزہ سے زخمی ہو کر گر پڑا تو امام عالی مقام نے دوسرا مرکب قاسمؑ کے لیے بھیج دیا۔ اور جب حضرت قاسمؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور آپ نے امام عالی مقام کو مدد کے لیے پکارا۔ امام حسینؑ مقتل میں پہنچے اور جناب قاسمؑ کو اسی حالت میں اٹھا کر خیمہ میں لائے ہیں اور حضرت امام حسینؑ نے ان کو انگشتر (یعنی انگوٹھی) سے سیراب کیا ہے یہ تمام باتیں اس لیے تھیں کہ جناب قاسمؑ یتیم میں اور یتیم کے ساتھ ملاطفت کرنا۔ مہربانی کرنا خوشنودیٔ خدا کا موجب ہے جس وقت کہ آپ نے حضرت قاسمؑ کو انگشتری کے ذریعہ سیراب کیا ہے تو فرمایا اے نور دیدہ قاسمؑ آب کوثر تمہارے قسمت میں ہے اور اب چند لمحوں بعد تمہارے بابا حسنؑ تم کو آبِ کوثر سے سیراب کریں گے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب جناب قاسمؑ سیراب ہو چکے اور امام حسینؑ ان کو تسلّی دے چکے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ادرك امك بنظرة و لقاء فانها کالمحترقة فی فراقك۔ یعنی اے قاسمؑ اپنی والدہ گرامی اکو جا کر پھر ملو۔ ان کو دیکھو کہ تمہارے فراق و جدائی میں احتضار کی حالت تک پہنچ گئی ہیں۔ قاسمؑ ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام بجالائے اور مادر کو تسلّی دی۔ عروس کو حوصلہ دیا۔ اور پھر مرکب پر سوار ہوئے اور دوبارہ مقتل میں پہنچے جب لشکریوں نے آپ کو دیکھا تو شور مچا کر کہنے لگے کہ قاتل ازرق آگیا ہے۔ طبل جنگ بجنے لگا۔ آپ نے اس حالت میں بھی ہمت کی کہ علم لشکر عمر ابن سعد کو خاک میں ملا دیں۔

اور قتال کرتے ہوئے سواروں اور پیادوں کی صفوں کو درہم برہم کیا۔ لیکن اسی حرب و ضرب میں جناب قاسم چار سو ہزار لشکریوں میں گھر گئے۔

حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمالی قاسمؑ کی تحقیق

جیساکہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت قاسمؑ لشکر عمر ابن سعد ملعون میں گھر گئے اور عمر ابن سعد لعین تک نہ پہنچ سکے کہ اس کو قتل کریں اور اس کے علم کو خاک میں ملائیں اس وقت کوفی و شامی لوگوں نے آپ کو قید کر لیا کیونکہ آپ میں طاقت جنگ نہ رہی تھی نہ اس گروہ سے باہر نکلنے کی کوئی راہ تھی صدائے قاسمؑ خیام امام حسینؑ تک پہنچی کہ یا عمّاہُ ادرکنی، اے چچا جان مدد کو آئیے۔ حضرت امام حسینؑ نے آواز سنی اور مرکب پر سوار ہو کر ذوالفقار بدست میدان کا رُخ کیا۔ آپ جناب قاسمؑ کی بالین پہنچے۔ ایک ظالم آپ کے سینہ پر سوار تھا کہ قاسمؑ کا سر جدا کرے آپ نے اس سے التماس کیا کہ اے ظالم میرے چچا آرہے ہیں میں بھر اپنے چچا کو دیکھ لوں۔

محمد بن شہر آشوب علیہ الرحمۃ مناقب میں لکھتے ہیں کہ جناب قاسم بن حسنؑ اپنے بھائی عبداللہ کی شہادت کے بعد میدان قتال تشریف لے گئے میں اور آپ نے یہ رجز پڑھا ہے کہ میں اولاد علی ابن ابی طالب سے ہوں میں سبط رسول خدا کا فرزند ہوں۔ جب مقاتلہ شروع ہوا تو آپ عمر ابن سعد ملعون کی ضرب سے گھوڑے سے نیچے گرے۔ آپ نے آواز دی کہ عمّاہُ ادرکنی، امام حسینؑ

پہنچے۔ اور فرمایا کہ کسقدر گراں ہے حسینؑ پر کہ تو زخمی پڑا ہے اور میں تیری آواز پر جلد نہ پہنچ سکا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے تین سوار حضرت قاسمؑ نے قتل کئے عالم ربانی، محقق صمدانی محمد بن محمد بن نعمان شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر عمر بن سعد میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان مثل ماہ تاب طلوع کیا تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ پیراہن زیب بدن کئے ہوئے اور ازار بند باندھے ہوئے تعلین پاء مبارک میں پہنے ہوئے تھا عمر ابن سعد ملعون نے نفیل ازدی سے یہ کہا کہ اس نوجوان پر حملہ کر۔ میں نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو قتل کرنا کیوں چاہتا ہے اسے مت قتل کر۔ اسے چھوڑ دے یہ قوم بد شعار خدا سے نہیں ڈرتی ہے۔ حمید کہتا ہے کہ اس ظالم نے میری نصیحت کی کچھ پرواہ نہ کی اور بہ قسم کہا کہ میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ پھر اس ملعون نے حضرت قاسم علیہ السّلام پر تلوار سے حملہ کیا اور تلوار آپ کے فرق مبارک پر پڑی۔ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور آواز دی کہ یا عماہُ ادرکنی اے چچا جان مدد کو آئیے۔ امام حسینؑ بڑی تیزی سے جناب قاسمؑ کے پاس پہنچے اور آپنے عمر ابن سعد پر ذوالفقار سے وار کیا۔ اس نے ہاتھ سے روکنا چاہا کہ حضرت امام حسینؑ نے اس کا ہاتھ کہنی سے ہتھیلی تک قطع کر دیا اس بدنہاد نے شور و غل مچایا اور اس کے لشکری حمایت کے لیے جمع ہو گئے۔ اور عمر بن سعد کو لے گئے جب گرد و غبار ختم ہوا تو حضرت امام حسینؑ کو قاسم کے سرہانے کھڑا دیکھا اور حضرت قاسم خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے پس حضرت امام حسینؑ نے لاش قاسم کو اٹھایا اور اپنے سینہ

سے لگا کر خیمہ میں لائے۔ اس وقت جناب قاسم کے پیر زمین پر خط دے رہے تھے اور امام حسینؑ نے قاسمؑ کی لاش حضرت علی اکبر کی لاش کے نزدیک رکھ دی واضح رہے کہ کلام مفید خلاصۂ روایت علامہ مجلسیؒ ہے جو بحار میں مذکور ہے اور راوی بھی حمید بن مسلم ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ مرحوم مجلسیؒ نے اس روایت کو کتاب الارشاد مفید علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ البتہ بعض عبارت روایت کے بارے تصرف کیا ہے وہ یہ کہ حضرت قاسمؑ کی لاش کا گھوڑوں کے سموں تلے پائمال ہونے کو سمجھا ہے نہ کہ یہ کہ عمر بن سعد حضرت قاسمؑ کا قاتل ہے۔ اور آپ کے اس تصرف پر علامہ قزوینی صاحب کتاب الریاض نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے اور حق و انصاف یہی ہے کہ قاسم گھوڑے کے سموں سے پائمال ہوا ہے نہ کہ جناب قاتل ہذا نہ۔ اور یہ تینوں ضمیریں بحالت مفعولی قاتل کی طرف راجع نہیں ہیں جو کہ ہیں کہ لیستنفد و ہ فاستقبلہ وطانہ چنانچہ علامہ مجلسیؒ نے یہ ضمائر ثلاثہ مفعولیہ غلام (لڑکا) یعنی جناب قاسمؑ کی طرف راجع ہیں نہ کہ عمر بن سعد کی طرف اور ان ضمیروں کا قاتل کی طرف راجع ہونا صاف و صریح نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارت شیخ مفیدؒ تنہا لفظ مات ہے جب کہ علامہ مجلسیؒ نے مات الغلام لکھا ہے۔ اور لفظ غلام بعد از مات زائد ہے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ شاید کاتب نے اضافہ کیا ہے تو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ایسا نہیں ہے یعنی کاتب نے اضافہ نہیں کیا ہے علامہ مجلسیؒ نے عمداً اس لفظ کا اضافہ کیا ہے جیسا کہ جلاء العیون فارسی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اہل نفاق (لشکر عمر ابن سعد کے سوار وغیرہ) جمع ہوئے کہ حضرت قاسمؑ کے قاتل ملعون کو امام حسینؑ کے ہاتھ سے چھڑایا جائے

پس ان لوگوں نے جنگ شروع کر دی۔ اور وہ ملعون قتل ہو گیا۔ اور حضرت قاسمؑ کا جسد مبارک۔ دشمنوں کے گھوڑوں کے سم تلے آکر پائمال ہو گیا۔ اور جب حضرت امام حسینؑ مجمع منتشر ہو جانے کے بعد لاش قاسمؑ پر پہنچے ہیں تو آپ نے دیکھا کہ وَهُوَ يفحص برجليه۔ دست و پاء پائمال ہو گئے ہیں اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسمؑ تیرا غم بہت زیادہ ہے اس لیے کہ تو نے مجھے اپنی بالیں پر بلایا اور میں بروقت نہ پہنچ سکا۔ الخ جو کچھ کہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اگر حتّٰی مات الغلام صحیح مان لیا جائے تو یفحص برجلیہ کا کیا مطلب ہے معنیٰ کہ اگر جسد غلام سے مراد۔ جسد قاسمؑ جو پائمال قاسم اسپاں ہوا ہے اور قاسمؑ قتل ہوئے ہیں علاوہ ازیں فرماتے ہیں کہ جیسے گرد و غبار چھٹ گیا تو امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی لاش پر پہنچے دیکھا کہ دست و پاء قاسمؑ ناشاد پائمال ہو چکے ہیں اور ان کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر چکی ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں، پھر مات الغلام بعد یفحص برجلیہ کے کوئی معنیٰ نہیں نکلتے حاصل کلام یہ ہے کہ اس عبارت میں غور و خوض کی ضرورت ہے اور لہوف میں عبارت روایت مرحوم سید۔ شیخ مفید کی روایت سے مطابقت رکھتی ہے۔ مرحوم سید نے بعوض حتّٰی مات حتّٰی ہلک فرمایا ہے۔ اور یہ لفظ ہلک ظاہر کرتا ہے کہ قاتل ہلاکت کو پہنچ گیا تھا۔ اور اور اہل دین و ایمان میں لفظ ہلاک اس معنی میں استعمال نہیں کرتے ہیں تمام صاحبان مقاتل نے علامہ مجلسی کی ہی روایت کے پیش نظر لکھا ہے کہ کہ حضرت قاسم کا بدن پائمال ہو گیا تھا۔ پس جب امام حسین علیہ السلام نے آپ

کی لاش کو زمین سے اٹھایا تو نہ سالم اٹھا سکے اور نہ ہی لاشہ کو سینہ سے لگا سکے تو لاش قاسمؑ پائمال تھی۔ بعض اہل روایت یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ خیمہ تک اس حالت میں پہنچے ہیں کہ آپ میں رمق جان باقی تھی چنانچہ شیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ قاسمؑ کو خیمہ میں لائے ہیں تو وبہ رمق ففتح عينيه فجعل يكلمه۔ آپ کی خیمہ میں پہنچنے پر دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور جناب قاسمؑ نے چچا، چچی صاحبہ اور مادر گرامیقدر کی طرف نگاہ کی۔ سب اہل حرم کھڑے تھے۔ بعض بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رو رہے تھے شاعر بزبان حال تاثرات غم امام حسینؑ پیش کرتا ہے۔ ؎

چو قاسمؑ عمو را ببالیں بدید | بروی‌اش نظر کرد و آهی کشید
بگفت عمو جان فدارست | کنم جان بقربانی مقدمت
مرا آنچه بد آرزو یافتم | چه گویم که سوئے که بشتافتم
بگفت این و آن دم همی جان سپرد | بجانان همه دل گفت و مُرد
ز درگاه دارندهٔ نشاتین | ندائی که صبراً لک یا حسینؑ
میانه دو کشته امام امم | نشسته همی بعد با درد و غم
یکی کشتهٔ قاسمؑ ناامید | یکی نعش اکبرؑ جوان رشید

جب قاسمؑ نے اپنی بالیں پر اپنے نامدار حسین مظلوم کو دیکھا۔ تو آپ کے چہرہ پر نظر کی اور آہ کھینچی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسم میں تم پر قربان تم نے اپنی جان قربان کرنے میں سبقت کی میری اس آرزو کا کیا علاج ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ میں جلد اپنی جگہ پہنچ جاؤں یعنی میں بھی شہید ہو جاؤں۔ آپ نے یہ

فرمایا ہی تھا کہ حضرت قاسمؑ اپنی جان جان آفریں کو سپرد کریں کہ اپنی عروس سے رازِ دل کہا اور روح نے جنت کو پرواز کی اس وقت ندائے غیبی آئی کہ اے حسینؑ صبر کرو۔ اب امام حسین علیہ السّلام دو کشتوں یعنی لاشوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ غم واندوہ چھایا ہوا تھا۔ ایک لاش قاسم گلگوں قبا کی تھی اور دوسری لاش اکبرؑ جوان کی تھی۔ امام حسین کبھی لاشِ اکبر پر روتے اور کبھی لاشِ قاسمؑ پر روتے تھے جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بھائی تمہاری بیٹی فاطمہؑ اپنے شوہر کے لیے پس خیمہ بیٹھی رو رہی ہے امام حسینؑ بادلِ حسرت بیٹی کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔ ؎

بغلطید بر خاک گریان عروس
خروشید بر پائی اُو و او بوس

عروس پر گرد وخاک پڑی ہوئی گریاں کناں۔ امام حسینؑ کے پاؤں مبارک سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔ امام حسینؑ نے اس بیکس بیٹی کو اپنی آغوش میں لیا اور تلقین صبر کی خدایا خدایا بحرمتِ محمّدؐ وآلِ محمّدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین تمام مومنین یا ممکین کی حاجات اور میری حاجات برلا۔ تو ہی قاضی الحاجات ہے اور تیرے مقرب بندے محمّدؐ وآلِ محمّدؐ علیہم السّلام قبولیت دعا کے لیے وسیلہ ہیں۔

شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن مجتبیٰ علیہ السّلام

جب بساطِ عیش عروسیٔ قاسم الٹ گئی اور جناب قاسمؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ ابن الحسن علیہ السّلام کفن پہنے ہوئے۔ شمشیر کھینچے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں آئے آپ خوبرو جوان تھے۔

آپ کی والدۂ ماجدہ رباب خاتون تھیں۔ رباب خاتون پہلے امراء القیس بن عدی اوس شاعر زوجیت میں تھیں پھر انہیں امام حسنؑ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کی زوجہ محترمہ امراء القیس کی دختر تھیں ان کا نام رباب تھا اور یہ سکینہ خاتون کی مادرِ گرامی بھی تھیں عبداللہ بن الحسن، عبداللہ اکبر کے نام سے مشہور تھے وقت وفات امام حسن علیہ السّلام نے آپ کی تیرہ اولاد تھی اور ان میں دو بیٹوں کے نام عبداللہ تھے اسی لیے اس عبداللہ کو جو بطن رباب سے تھے عبداللہ اکبر کہتے ہیں ان کی عمر روز عاشوراء سترہ سال کی تھی۔ اور عبداللہ اصغر کی عمر گیارہ سال کی تھی کہ جو کربلا میں شہید ہوئے عبداللہ اکبر میدانِ کارزار میں گئے۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں اور ابوالفرج اپنے مقتل میں اور ابن شہر آشوب مناقب میں اور مرحوم سید اپنی کتاب لہوف میں اور ابوالفتوح۔ ترجمہ معین الدین و روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ جوان تھے اور حسن وجمال میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا۔ جب آپ نے حضرت امام حسینؑ سے اذان جہاد مانگا تو امام مظلوم نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم میرے بھائی حسنؑ مجتبیٰ کی نشانی ہو اور تم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو۔ لیکن جب عبداللہ اکبر نے امام مظلوم کو ان کے جد نامدار کی قسم دلائی تو امام حسینؑ نے اذان جہاد دیا۔ میدان میں تشریف لائے اور رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے جد نامدار خواجۂ ہر دوسرا ہیں یعنی کائنات میں افضل و اعلیٰ و بزرگ ہیں اور میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو ولی کردگار ہیں اور میرے پدر عالیقدر حسنؑ مجتبیٰ ہیں جو گلشن زہرا کا سدا بہار پھول ہیں اپنے عم محترم کے دشمن پر تیغ کھینچوں گا جب تک کہ میرا دم باقی ہے رجز کے بعد آپ نے تلوار کھینچی اور مبارز طلبی کی۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاعین میں سے چار نفر واصل

جہنم کئے روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس وقت پانچ ہزار لشکریوں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا جب حضرت عباس علیہ السّلام نے ان کو نرغۂ اعداء میں محصور دیکھا تو اپنا علم عون بن علیؑ کو دے کر عبداللہ کی مدد کے لیے پہنچے۔ عبداللہ اکبر زخمی حالت میں خیمہ کی طرف چلے اور آپ کی حفاظت آپ کے چچا صاحبان کر رہے تھے۔ آپ اپنے گھوڑے پر زخمی حالت میں سوار تھے کہ ایک ملعون نے جو چھپا ہوا بیٹھا تھا۔ اور تلوار سے حملہ کیا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ حضرت عباسؑ کو آواز دی کہ چچا جان سلام آخر قبول ہو۔ حضرت عباسؑ نے اولاً ان کے قاتل پر ضرب لگائی اور وہ ملعون فی النّار ہو گیا لاش جناب عبداللہ اکبر کو خیمہ میں لائے مخدرات نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی

شہادت احمد بن الحسن علیہ السّلام

جناب عبداللہ اکبر کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی احمد بن الحسن عازم میدان جہاد ہوئے آپ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور اذن طلب کیا۔ امام حسینؑ اور اہل حرم نے اجازت دی۔ اور رخصت کیا میدان جہاد میں آئے اور رجز پڑھا۔ اور مقاتلہ شروع کیا یہاں تک کہ اسی۸۰ ملاعین کو جہنم رسید کیا ابو مخنف کہتے ہیں کہ قد غارت عیناہ فی ام راسہ من شدۃ العطش۔ یعنی کہ آپ کی [illegible] شدّت پیاس کی وجہ سے جاتی رہی تھی اور جنگ کرنے کی طاقت و توانائی بھی نہیں رہی تھی۔ فنادی یا عماہ هل من شربۃ من الماء ابرد بہا کبدی۔ یعنی اے چچا جان یا ممکن ہے کہ ایک گھونٹ پانی پینے کو مل جائے۔ جگر جل رہا ہے۔ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے

فرزند صبر کرو تم عنقریب اپنے جد سے ملو گے تو وہ تم کو سیراب کریں گے جناب احمد بن حسنؑ نے پھر تلوار کھینچی اور لشکر دشمن کے پچاس آدمی تہہ تیغ کئے۔ آپ جوش وغا میں رجز پڑھتے جاتے تھے اور دشمنوں کو قتل کرتے تھے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ فقتل منہم ستون رجلاً کہ آپ نے لشکر عمر بن سعد کے ساٹھ آدمی قتل کئے۔ آپ نے تین حملے کئے اور آپ کے کشتوں کی تعداد نوّے تک ہے لیکن کب تک حملہ کرتے۔ پیاس کی شدت نے ناتوان کر دیا۔ تاب و توانائی نہ رہی۔ جب کوفیوں نے یہ حالت دیکھی مل کر حملہ کیا اور آپ زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے دشمنوں نے آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور روح عالم قدس کو پرواز کر گئی۔

ابوبکر بن الحسنؑ جب احمد بن الحسنؑ نرغۂ اعداء میں گھر گئے اور آپ نے امام حسینؑ کو پکار رہے تو اس وقت ابوبکر بن الحسنؑ ان حمایت کے لیے میدان جنگ میں پہنچے مگر اس وقت احمد بن الحسنؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے اور ظالموں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ مقاتلہ کیا اور آپ بھی شہید ہو گئے۔ علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ جس ملعون نے آپ کو شہید کیا اس کا نام عبداللہ غنوی تھا۔ اِس ملعون نے ان کو بڑی بیدردی سے شہید کیا۔ ملاعین نے ستائیس جوانوں کو جو اولاد علیؑ و فاطمہؑ سے تھے شہید کیا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

احوال حسن مثنّٰی بن الحسن علیہ السّلام

آپ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے فرزند ہیں۔ آپ کی ماں کا نام خولہ تھا۔

آپ واقعۂ کربلا سے پہلے والیٔ صدقاتِ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے آپ حسنؑ خصال، محمد شعار، حیدر وقار تھے۔ خداوند عالم نے پسندیدہ خصلتوں سے آپ کو نوازا تھا سامیں وصادق تھے۔ عمدۃ المطالب میں ہے کہ مادر جناب حسن مثنیٰ دختر منظور بن ریان بن سیار بن عمر بن جابر بن عقیل بن سمی بن مازن فراز بن ریان تھیں یہ معظمہ امام حسنؑ کے عقد میں آنے سے قبل محمد بن طلحہ بن عبید اللہ کے عقد میں تھیں چنانچہ محمد بن طلحہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔ خولہ دختر منظور بیوہ ہو گئیں۔ تو پھر آپ کا عقد امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام سے ہو گیا۔ آپ عفت وحیا وشرم میں یکتائے روزگار تھیں۔

صاحب عمدۃ البیان فرماتے ہیں کہ جب خولہ کا عقد امام حسنؑ سے ہوا تو ان کے والد کو خبر نہیں ہوتی تھی بعد ازاں منظور پدر خولہ ناراض ہوا اور اس نے طائفہ عرب کو جمع کیا اور ان کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ اور مسجد نبویؐ کے صدر دروازے پر پہنچ کر علم مخاصمت نصب کر دیا۔ اور اس نے لوگوں کے سامنے شور مچا کر اپنی بیٹی کے عقد کا ذکر کیا جب اس شور وغل کی آواز حضرت امام حسن علیہ السّلام نے سُنی تو آپ نے فتنہ وفساد کو روکنے کے لیے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ خولہ کو ہودج میں بٹھا کر اس کے والد کی خدمت میں آداب وتسلیم بجالانے کے لیے لے جاؤ۔ منظور والد خولہ اس سے خوش ہوا اور اپنی بیٹی کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ مگر خولہ حضرت امام حسنؑ کے پاس سے نہیں جانا چاہتی تھی وہ پریشان رہی۔ اس نے اپنے والد کو اپنی محمل کے نزدیک بلایا اور کہا اے پدر عالیقدر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم پسر حضرت رسول خداؐ، نور دیدۂ علیؑ و فاطمہؑ۔ یعنی امام حسنؑ کو دامادی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ سوچا کیا اس سے بلند وبالا کوئی اور ہے۔ ہر حیثیت سے یہ خاندان تمام عالم میں برگزیدہ ہے۔ اس نے کہا کہ

بے شک تو حسنؑ مجتبیٰ کو پسند کرتی ہے کیا وہ بھی تجھے دوست رکھتے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ کسی عزیز کو بھیجیں یا از خود تشریف لائیں۔ چنانچہ جب خولہ کا ہودج نخلستان مدینہ سے گزرا تو اسی وقت امام حسنؑ وامام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر بھی وہاں پہنچ گئے۔ امام حسن علیہ السّلام بعلم امامت جانتے تھے کہ خولہ کا والد اپنے فعل پر نادم ہو گیا ہے لہٰذا آپ نے اس کے پاس حضرت امام حسینؑ اور عبداللہ جعفر کو بھیجا جو کہ خولہ کے عقب میں روانہ ہوئے اور جب خولہ کے باپ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی اور اس نے یہ دیکھا کہ حضرت حسنؑ مجتبیٰ نے صبر وتحمل سے کام لیا ہے اسی اثناء میں حضرت امام حسنؑ بھی پہنچ گئے۔ تو منظور والد خولہ نے آپ سے معذرت کی۔ اور کہا کہ میں آپ پر قربان۔ میری دختر آپ کی کنیز ہے اور خانوادۂ عصمت وطہارت میں کنیزی کا شرف بڑی چیز ہے۔ بروایت ابن شہر آشوب منظور نے عرض کیا کہ میں نے اس خیال سے کہ آپ طلاق نہ دیں ایسا کیا تھا ورنہ آپ اکرم النّاس بیتًا واشرف العرب نفسًا ہیں۔ اور مجھے فخر ہے کہ آپ ایسا کریم النفس انسان میرا داماد ہے فاعطاہ ایاھا فرد بھا الی المدینہ پس خولہ کے والد منظور نے کجاوہ ملازمان حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السّلام کی سپرد کی۔ خولہ دوبارہ امام حسن علیہ السّلام کے گھر منتقل ہوئی۔ فولد منھا الحسن بن الحسن یعنی کہ خولہ سے حسن مثنیٰ پیدا ہوئے اور جب آپ سن رُشد کو پہنچے تو امام حسن علیہ السّلام نے ان کو تقوی وپرہیزگاری، دیانتداری اور کفایت شعاری کی تعلیم وتربیت دی۔ حضرت امام حسینؑ نے فاطمہ نامی لڑکی کا عقد حسن مثنیٰ کے ساتھ کیا اور آپ امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے۔ اور اپنے بھائیوں کی شہادت کے بعد خود بھی جان نثاری کے لیے عازم میدان قتال ہوئے۔ آپ کی جنگ کے حالات کتب مقاتل میں نہیں ملتے۔ علامہ مجلسیؒ، ابن شہر آشوب اور صاحب عمدۃ المطالب

اور سید مرحوم لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰ واقعہ کربلا میں اپنی ذات سے یاوری کی ہے اور اپنے عم محترم امام حسینؑ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ حسن مثنیٰ نے سترہ خبیث لوگوں کو جو لشکر عمر بن سعد میں سے تھے قتل کیا اور اٹھارہ کو زخمی کیا، اور سید اپنی کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰ زخموں کی وجہ سے ضعف محسوس کرنے لگے اور توانائی جواب دے گئی تو آپ پہلو کے بل زمین پر گرے اور لاشوں کے درمیان مدہوش ہو گئے صاحب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں کہ لشکر عمر بن سعد نے جب شہیدوں کے سر کاٹنے چاہے تو حسن مثنیٰ کے نزدیک پہنچے دیکھا کہ ابھی رمق جان باقی ہے۔لوگوں نے عمر ابن سعد کو خبر کی کہ حسن علیہ السلام کے بڑے فرزند حسن مثنیٰ زخمی حالت میں لاشوں کے درمیان پڑے ہیں اور ابھی زندہ ہیں۔ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اسماء بن خارجہ بن عقبہ بن عصیرہ بن حذیفہ بن بدر الفرازی جو کہ بہ لقب بانی حسان مشہور تھا۔ اس وقت عمر ابن سعد کے پاس موجود تھا اس نے کہا اے امیر یعنی اے عمر ابن سعد حسن بن حسنؑ میری بہن کا فرزند ہے۔ اس کی ماں میرے قبیلہ کی ہے حسن مثنیٰ کو بخش دے۔ عمر ابن سعد نے قبول کیا اور جان بخشی کر دی۔ بحار میں ہے جب کہ اسماء حسن مثنیٰ کے لیے واسطہ بنا اور عمر بن سعد نے اس کی سفارش پہ جان بخشی کر دی۔ تو اس نے کہا کہ خدا کی پناہ پسر خولہ کہ جو میرا ہمشیر زادہ ہے اس کی طرف کوئی شخص دست ظلم نہ بڑھا سکا واحسرتا کسی نے یہ نہ کہا کہ علی اکبرؑ میرا ہم قبیلہ ہے اس کا سر جدا نہ کر حاصل کلام یہ ہے کہ صاحب عمدہ المطالب لکھتے ہیں کہ ابی حسان نے عمر بن سعد سے کہا کہ تو حسن مثنیٰ کو میری سپرد کر دے میں اس کو کوفہ لیجاؤں گا اور ابن زیاد سے اس کی جان بخشی کراؤں گا چنانچہ حسان ان کو زخمی حالت میں اپنے خیمہ

میں لے آیا۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے۔ جس وقت حسن مثنیٰ میدان جنگ میں گئے ہیں تو آپ کے تمام چچا زندہ تھے لیکن جب ابی حسان ان کو کوفہ لے گیا اور آپ ہوش میں آئے اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ نہ عم محترم حسینؑ ہیں اور نہ کوئی دوسرے چچا موجود ہیں۔ لوگوں سے دریافت کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ سب شہید ہو گئے۔ اور ان کے سرہا مبارکہ کوفہ میں لائے گئے ہیں۔ جب ابی حسان نے ابن زیاد سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی تو وہ بد نہاد کہنے لگا کہ ہمیں تو قتل حسینؑ ابن علیؑ سے غرض تھی وہ قتل کر دیئے گئے۔ حسن مثنیٰ تیری سپرد ہیں البتہ سر حسینؑ لایا جائے چنانچہ امام حسین کا سر مبارک طشت میں رکھ کر اس ملعون کو پیش کیا گیا اور اس ملعون نے آپ کے لبوں پر چھڑی ماری تتمہ احوال حسن مثنیٰ یہ ہے کہ جملہ اسیروں کے ساتھ شام گئے مدینہ واپس پہنچے تو مدینہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

بحار میں ہے کہ فاطمہ قبر حسن مثنیٰ پر رہنے لگیں اور قبر پر چادر ڈالی جو ہر سال بدلی جاتی تھی اسی اثناء میں فاطمہؑ کو آواز آئی کہ کہنے والا کہتا ہے کہ هل وجدوا ما فقدوا کیا گم شدہ کبھی ملا کرتا ہے۔ پھر ہاتف غیبی نے خود جواب دیا کہ بل آیسوا فانقلبوا پیدا نہیں کر سکتا بلکہ مایوس ہو جاتا ہے فاطمہ نے یہ آواز سنی تو اپنے خادموں کو حکم کوچ دیا اور مزار اقدس سے گھر چلی آئیں یہ فاطمہ وہی فاطمہؑ ہیں کہ جو کربلا میں نو عروس مشہور ہیں۔

خلاصہ و نتیجہ

شیخ محقق محمد بن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ اولاد جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی تعداد سولہ تھی۔ جس میں پندرہ فرزند اور ایک دختر ہے

فرزندان کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) عبداللہ، عمرو، قاسم، ان کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ حسینؑ الاثرم، حسنؑ مثنیٰ وامہما خولہ بنت منظور تھی۔ عقیل، حسنؑ، ان کی ماں بشریٰ بنت ابی مسعود الخزرجیہ تھیں۔ زیدؑ، عمروؑ۔ ان کی ماں ثقفیہ تھیں۔ عبدالرحمٰن ام ولد سے تھے۔ طلحہؑ ابوبکرؑ ان کی ماں ام اسحٰق بنت طلحۃ التیمی تھیں۔ احمدؑ، اسمٰعیلؑ الحسن الاصغر، اور ایک دختر اور ان کا نام امّ الحسن تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اولاد امام حسنؑ کی تعداد، احمد بن الحسن کے علاوہ پندرہ تحریر کی ہے اور ابوالعباس عمدۃ المطالب میں لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سولہ تھی جن میں پانچ دختر اور گیارہ فرزند تھے جن کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) زید۔	(۲) حسن مثنیٰ۔
(۳) حسینؑ۔	(۴) طلحہ۔
(۵) اسمٰعیل۔	(۶) عبداللہ۔
(۷) حمزہ۔	(۸) یعقوب۔
(۹) عبدالرحمٰن۔	(۱۰) ابوبکر۔
(۱۱) عمرو۔	

دختران۔

(۱) ام الحسین (۲) رملہ (۳) ام الحسن (۴) فاطمہ (۵) ام سلمہ جاراللہ الکبیر ملخص کشف الغمہ کی رُو سے بھی امام حسنؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے حسن وزید۔ عمر، حسین، عبداللہ، اسمٰعیل و عبداللہ محمد و یعقوب، وجعفر طلحہ، حمزہ، ابوبکر، قاسم،

ان سب کے اولاد نہیں تھی البتہ حسن مثنیٰ اور زید سے آپ کی نسل چلی ہے۔

دختر۔ ام الحسن، فاطمہ، (جو حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کی والدہ تھیں) وامّ الحسینؑ، اُمّ عبداللہ، فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

فرزندان حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی جنگ اور شہادت

جب روز عاشوراء سب یاور وانصار شہید ہو گئے اور امام حسینؑ کے بھائیوں کے سوا کوئی اور باقی نہ رہا تو بعد شہادت فرزندان امام حسن علیہ السّلام برادران امام حسینؑ کی نوبت آئی اور اولاد علی مرتضیٰ نے میدان قتال جانا شروع کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوبکر بن علیؑ علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ثم تقدم اخوه الحسين عازمون على ان يموتوا دونه -

یعنی پھر فرزندان علی ولی عازم میدان قتال ہوئے۔ فاوّل من خرج منهم ابوبکر بن علی علیہ السّلام یعنی کہ فرزندان امیرالمومنین میں سب سے پہلے آپ کے بیٹے ابوبکر میدان قتال میں گئے ان کا نام عبیداللہ تھا۔ شیخ ابوعلی رجال میں فرماتے ہیں کہ ان کی ماں لیلیٰ دختر مسعود بن خالد دارمیہ تھیں اور آپ کے خالو ابوالاسود دوئلی تھے۔ مختصر یہ ہے کہ اس شیر شبیہ حیدر کرار نے امام حسین علیہ السّلام سے اذان جہاد طلب کیا روضۃ الشہداء میں ہے کہ لے بھائیو تم ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہو اور مجھے تنہا چھوڑے جاتے ہو۔ ابوبکر بن علیؑ نے عرض کیا اے بھائی جان ہم پر یہ شاق ہے کہ ہم آپ کو اس بیکسی کے عالم میں دیکھیں

امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جاؤ اور ہم بھی عنقریب پہنچنے والے ہیں۔ آپ میدان قتال میں آئے اور رجز پڑھا کہ

شیخی علی ذوالفخار الاطول　　من ہاشم الصدق الکریم المفضل
ہٰذا حسین بن النبی المرسل　　عنہ نحامی بالحسام المصقل
نفدیہ من اخ مبجل

یعنی کہ ہمارے پدر عالیقدر علیؑ ہیں جو صاحب عزّ و افتخار ہیں اور ہم آل ہاشم ہیں جو صاحب صدق و صفا ہیں فضل و کرم والے ہیں۔ اور یہ حسینؑ نبی مرسلؐ کے نواسہ ہیں اور ہم ان کے حامی و مددگار ہیں۔ اور صیقل شدہ تلوار سے ہم ان کی نصرت و یاوری کریں گے دشمنوں کو تہہ تیغ کریں گے۔ حسینؑ ہمارے بھائی ہیں۔ اختر آسمان دین ہیں۔ قبلۂ عالم ہیں۔ گلبن باغ مصطفٰےؐ ہیں۔ چشم و چراغ زہراؑ ہیں، صادقوں کے امام ہیں متقیوں کے رہبر ہیں۔ ہم تو ان کے خادم ہیں اور کفن پوش میدان قتال میں آئے ہیں اے بیدینو، اے سنگ دلو، تم حسینؑ کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔ رجز پڑھنے کے بعد تلوار غلاف سے نکالی کالليث القسور بل کانہ الحیدر۔ اور مثل حیدر کرارؑ حملہ کیا۔ اور قلب لشکر میں پہنچے فلم یزل یقاتل اور لشکر کے لوگوں کو مثل برگ خزان زمین مقتل پر ڈھیر لگا دیئے آخر کار دشمنوں نے ہجوم کیا اور آپ پر تلواریں پڑنے لگیں۔ بروایتے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ابوالفرج نقل کرتے ہیں کہ اہل ہمدان میں سے ایک ملعون نے آپ کو ایک ضرب کاری لگائی اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس ملعون کا نام عبداللہ بن عقبہ غنوی تھا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کا قاتل زجر بن البحر تھا۔ مدائنی نقل کرتے ہیں کہ آپ

کا جسم مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے چور چور ہو گیا تھا حضرت عباس علمدار نے بھائی کی شہادت پر گریہ فرمایا۔

مجلسی علیہ الرحمۃ بحار میں فرماتے ہیں کہ نام ابوبکر بن علی۔ عبیداللہ تھا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں ابوبکر اور عبیداللہ دونوں فرزندان علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ اور دونوں کی ماں لیلیٰ بنت مسعود الثقفیہ تھیں لیکن مؤلف کتاب کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ ابوبکر اور عبیداللہ دو نوں بھائی تھے دونوں فرزندان علی علیہ السلام ہیں ابوبکر روز عاشوراء کربلا میں شہید ہوئے اور عبیداللہ بزمانہ مختار علیہ الرحمۃ قتل ہوئے ہیں۔

عمر بن علی علیہ السلام۔

علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بعد از شہادت عبیداللہ بن علیؑ عمر بن علیؑ نے امام حسینؑ سے اذان جہاد حاصل کیا۔ اور اپنے بھائی کے قاتل کو طلب کرنے کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ رجز پڑھا ۔

اضربکم ولا اری فیکم زجر　　ذاک الشقی بالنبی قد کفر
یا زجر تدانی من عمر　　لعلک الیوم تبو من سقر
شر مکان فی حریق وسعر　　لانک الجاحد یا شر البشر

زجر جو کہ آپ کے بھائی کا قاتل تھا لشکر عمر بن سعد میں موجود تھا۔ اگر آپ اس کو دیکھ کر اس کے قتل کرنے کے لیے نہ جاتے تو لوگ بزدلی سمجھتے۔ لہٰذا آپ نے گھوڑے کو اس کی طرف جولان کیا نزدیک پہنچ کر فرمایا کہ تو ہی میرے بھائیؑ کا قاتل ہے۔ پھر آپ نے نعرہ علی لگایا اور اس بیدین پر حملہ کیا۔ اس کے گلہ پر تلوار لگائی اور وہ اس دم جہنم کو روانہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہجوم لشکر نے آپ پر

حملہ کیا۔ لیکن آپ نے شیرانہ قتال کیا۔ آخرکار تشنگی غالب ہوئی قوت جواب دینے لگی۔ ہجوم لشکر نے ایسی ضرب کاری لگائی کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور شہید ہوئے۔ آپ کے بعد امام حسینؑ نے اور دوسرے بھائیوں کو وداع کیا جو میدان قتال میں گئے۔ قتال کیا اور خود شہید ہو گئے۔

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا

عالم جلیل و فاضل نبیل صاحب المناقب محمد بن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی اولاد میں سے آٹھ فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ محمد بن عباسؑ کو شمار نہ کرتے ہوئے شہید فرزندان امیرالمومنین علیہ السّلام کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) امام حسین علیہ السّلام۔
(۲) ابوالفضل عباسؑ۔
(۳) عمر بن علیؑ۔
(۴) عثمان بن علیؑ۔
(۵) ابوبکر بن علیؑ۔
(۶) جعفر بن علیؑ۔
(۷) ابراہیم بن علیؑ۔
(۸) عبداللہ الاصغر۔

یہ متفقہ امر ہے کہ حضرت عباس علمدار اپنے بھائیوں میں آخری شہید ہیں چنانچہ والعباس ابن علی تحرصهم علی القتال والشهادة ویحثهم علی الفوز بالشهادة۔ یعنی کہ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علیہ السّلام اپنے بھائیوں کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دلاتے رہے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اور فرماتے تھے تقدموا حتی اریکم قتیلاً وقد نصحتم لله ولرسوله پیش قدمی کرو۔ جان نثاری دکھلاؤ۔ جام شہادت پیو۔ اور فرماتے جو کچھ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں وہ محض قربۃً الی اللہ ہے اور خوشنودیٔ رسولِ خدا کے لیے ہے اور اے برادران میں بھی تمہارے عقب میں آنے والا ہوں۔ اور ہماری آخری وعدہ گاہ حضور رسول خدا بابا علی مرتضیٰ، اور بھائی حسن مجتبےٰ ہیں چنانچہ

عثمان بن علیؑ کہ جن کی ماں جناب اُم البنینؓ تھیں نے امام حسینؑ اور آپ سے اذان جہاد طلب کیا میدان قتال میں پہنچ کر رجز پڑھا کہ میں عثمان بن علی ہوں میں صاحب فخر ہوں کہ میرے بھائی حسینؑ ہیں جو صاحبان خیر ہیں اور نبیؐ و علیؑ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ رجز پڑھنے کے بعد فوج اعداء پر جا پڑے اور ایک کثیر تعداد میں ملاعین کو واصل جہنم کیا۔ بروایت بحار خولی اصبحی ملعون نے ایک تیر زہر آلودہ آپ کی طرف رہا گیا جو کہ آپ کی پیشانی پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور عالم غربت میں جان جان آفرین کو سپرد کی۔

آغاز داستان شیر بیشۂ حیدر کرّار عباس علمدار علیہ السّلام

ابوالفرج سے بحار میں منقول ہے۔ کان العباس بن علی یکتنی

اباالفضل و امه ام البنین وھواکبر ولدھا وھو آخر من قتل من اخوته لابیه و امه فحاز مواریثھم، مجلسیؒ بحار میں ابوالفرج سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس ابن علیؑ کہ جن کی کنیت ابوالفضل ہے اولاد جناب ام البنین میں سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ اور اپنے بھائیوں میں سب کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ اور ان بھائیوں کی میراث کہ جن کے اولاد نہ تھی آنحضرت تصرف میں لاتے تھے۔ حضرت عباس سے پہلے عبیداللہ بن علیؑ وارثِ میراث تھے عمر بن علیؑ کہ جو حضرت علیؑ کی دوسری اولاد سے تھے میراث کے بارے میں عبیداللہ بن علیؑ سے جھگڑا کیا۔ لیکن ارث کی متبادل چیز پر مصالحت ہو گئی اور عمر بن علیؑ راضی ہو گئے۔

حضرت ابوالفضل عباس علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کو اپنی شہادت سے پہلے بھیجا ہے اور بعدہٗ متوجہ شہادت ہوئے ہیں آپ کے بھائیوں میں سے عبداللہ بن علیؑ بھی ہیں جن کی ماں جناب اُم البنین ہیں۔ ابوالفرج لکھتے ہیں روز عاشوراء عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی ابھی آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی حضرت عباسؑ نے ان سے کہا کہ اے برادر جاؤ نصرت حسین کرو۔ جناب عبداللہ۔ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور اذان طلب کیا میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا جو کہ بحار میں درج ہے حملہ شروع کیا۔ اور لشکر عمر بن سعد کے اکثر لوگوں کو مالک دوزخ کی سپرد کیا۔ بروایت روضۃ الشہداء آپ نے ایک سو ستر ملاعین کو قتل کیا ہے کچھ دیر گزری تھی کہ فوج نے گھیرے میں لے کر حملہ کیا اور آپ نے آواز دی کہ برادرن خدا حافظ۔ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کو ہانی بن ثبیت خضرمی نے ضرب کاری لگائی تھی جس سے آپ شہید ہوئے۔

محمد الاصغر۔ جب آپ نے دیکھا کہ عبداللہ شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے غم میں اپنا گریبان چاک کیا اور حضرت امام حسینؑ سے اذان جہاد لے کر میدان جنگ میں پہنچے۔ بھائی کے قاتل کے پاس پہنچے اور اس کو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اپنے بھائی کی لاش کے برابر ڈال دیا۔ مدائینی لکھتے ہیں کہ قبیلہ ابان بن دارم سے ایک شخص آپ کے مقابل ہوا مگر آپ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن علیؑ اپنے بھائی محمد الاصغر کی حمایت کے لیے میدان قتال پہنچے اور اپنے بھائی کے قاتل دارمی کو قتل کیا۔ لشکر عمر ابن سعد کے لوگوں نے آپ کو اپنی گرفت میں لے لیا آپ مردانہ وار جنگ کرتے رہے آخر کار شہید ہوئے۔ آپ کے جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آپ کا سر جدا کیا گیا۔

عون بن علیؑ۔

کتب معتبرہ میں اولاد حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام میں عون بن علیؑ کا نام نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہ نام زبان زد خاص و عام ہے۔ اور عون کا مزار مقدس کربلا میں روضہ حسینیہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے جو کہ مشہور و معروف ہے۔ زائرین اس مزار کی زیارت کرتے ہیں شیخ فخر الدین طریحی نجفی نے جناب قاسمؑ کے عقد کے سلسلہ میں عون کا نام لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ طلب عونًا و عباسًا، معین الدین صاحب روضۃ الشہداء نے بڑی وضاحت کے ساتھ عون بن علیؑ کے بارے میں لکھا ہے اور انہوں نے کتاب رجال شیخ شرف الدین عبیدلی نسابہ سے نقل کیا ہے کسی چیز کا حاصل نہ ہونا اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہوتا۔ پس میں نے مذکورہ دونوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد عون بن علیؑ کا نام شہداء کے ناموں میں شامل کیا ہے کیونکہ عون بن علی کی شہادت بھی ایک مصیبت ہے۔

شہادت عون بن علی علیہ السّلام

بنا بر روایت روضۃ الشہداء عون بن علیؑ شہداء کربلا میں سے ہیں آپ پاکیزہ سیرت، خوبرو اور صاحب غور و فکر تھے آپ نے جب حضرت امام حسین علیہ السّلام سے اذن طلب کیا ہے تو فرمایا اے بھائی جان اب میرے لیے توقف اور تاخیر مناسب نہیں ہے مجھے اجازت دیجئے کہ اپنی جان آپ پر قربان کروں۔

جب آپ میدان قتال میں پہنچے تو حجر بن ابجار نے دو ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے اکثر سوار قتل کئے جب طاقت و قوت نے ساتھ چھوڑ دیا خدمت امام حسین علیہ السّلام میں حاضر ہوئے امام مظلوم نے جب بھائیؑ کو زخمی دیکھا تو گریہ فرمایا عون بن علیؑ نے پھر اذن طلب کیا اور میدان جنگ میں آئے صالح بن سیّار جو پہلے سے آپ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا۔ اور اس عداوت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی خلافت ظاہری کے زمانہ میں صالح سے امر غیر شرعی واقع ہوا اور اس کو اسّی تازیانوں کی سزا مقرر کی گئی۔ عون بن علیؑ نے آپ کے حکم سے اس تازیانے لگائے اور صالح بدنہاد کے دل میں عون بن علیؑ کی طرف سے عداوت پیدا ہو گئی۔ اس ملعون روز عاشوراء لشکر عمر بن سعد سے نکل کر بدلہ لینا چاہا۔ جب یہ مقابل میں آیا تو اس نے آپ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ آپ نے اس کے کلّہ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر دور جا کر گرا۔ پھر عمر بن سعد نے ہزار سوار مقابلہ کے لیے بھیجے اور ان ملعونوں نے آپ پر سنگ باری شروع کر دی اور خالد بن طلحہ نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا جو عون پر لگا۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور آواز دی

کہ اے ابن رسول اللہ میں راہ خدا میں قتل ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السّلام کے دو پسر نیزے سے زخمی ہوئے ایک عون دوسرے شاہ تشنہ کام حسین علیہ السّلام ہیں کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے ہیں اور رکاب خالی کرنا چاہتے ہیں کہ صالح بن وہب ملعون نے نیزہ امامؑ مظلوم کے پہلو پہ مارا۔

شہادت محمّد بن عباس بن علی علیہ السّلام

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کے تین فرزند تھے ان میں سے ایک کربلا میں موجود تھے ان کا نام محمّد ہے یعنی محمّد بن العباس، آپ حضرت عباسؑ کو بہت زیادہ پیارے تھے اور جناب عباسؑ ان کو اپنی نگاہوں سے دور رکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ قمر بنی ہاشم کا یہ فرزند خود چاند تھا اور آپ کے دونوں آنکھوں کے درمیان علامت سجدہ ظاہر تھی۔ حضرت عباسؑ نے اوّلاً اپنے بھائیوں کو امام حسینؑ پر قربان کیا اور بعدہٗ اپنے فرزند محمّد کو کفن پہنایا اور میدان قتال روانہ کیا آپ کی جنگ کے متعلق کوئی خاص واقعات نہیں ملتے۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے صرف اسقدر لکھا ہے کہ آپ شہید ہوئے ہیں۔ اور جب حرملہ بن کاہل ملعون کوفہ پہنچا ہے تو محمّد ابن العباسؑ کا سر اس کے گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا مجلسیؒ اور صاحب تبر مذاب نے روایت کیا ہے اور خصوصاً صاحب تبر مذاب نے ہشام بن محمّد اور قاسم ابن اصبغ سے نقل کیا ہے کہ جس روز اہلبیت رسالتؐ وارد کوفہ ہوئے ہیں تو ہشام بن محمّدؒ تماشائیوں میں موجود تھا۔ اذا بفارس من احسن الناس وجها وہ سوار تمام سواروں میں نیک صورت نظر آ رہا تھا۔ اور

ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا کہ جو بہت کمزور تھا۔ قد علق فی بعد فرسہ راس غلام امرد کانہ القمر لیلۃ تمامہ اور وہ سوار ایک جوان کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں ڈالے ہوئے تھا اور اس کا چہرہ مثل قمر متعدد ہو رہا تھا اور جب وہ گھوڑا حرکت کرتا تو سر مبارک زمین سے لگ جاتا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ سر کس کا ہے تو جواب ملا کہ محمدؑ بن العباس بن علیؑ کا سر ہے داستہ تا کہ کوفہ والوں نے شہیدوں کے سر کے ساتھ بھی ظلم کرنے سے گریز نہیں کی مؤلف فرماتے ہیں کہ اس واقعہ جانسوز کو سب واعظ اور ذاکرین بیان کرتے وقت عباس علمدار کا سر بتلاتے ہیں بہر حال سہو کاتب ہو یا غفلت ہو نقل کرنے والوں نے بجائے محمدؑ عباس لکھ دیا ہے اور نام محمدؑ کو نظر انداز کر دیا ہے اور شبہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کے دو بیٹے یا بقولے تین بیٹے اور ایک دختر تھی اور آپ کا سن مبارک پینتیس سال سے متجاوز تھا۔ کیونکہ آپ کو جوان امرد کہا جا سکتا ہے یہ نقل کرنے والوں کی غفلت ہے کہ محمد بن عباس کو عباسؑ لکھ دیا یا پڑھنے والے بجائے محمدؑ، عباسؑ پڑھتے ہیں۔ اس غفلت پر حضرت علامہ (والد مؤلف) نے اپنی کتاب ریاض الاحزان میں روشنی ڈالی ہے کہ ذھل الناقل عن ذکر اسم محمدا و غفل السامع او سقط سھوًا من قلم الناس۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قاسمؑ بن اصبغ کہتا ہے کہ میں سر کو پہچانتا ہوں لیکن سوار کہ جس نے اس سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ملعون حرملہ بن کاہل اسدی ہے قاسم کہتا ہے کہ زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ میں نے حرملہ ملعون کو دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے حالت تباہ ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بدنہاد کہ اس روز کہ جب اہلبیت حسینؑ وارد کوفہ

ہوئے ہیں تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا اور ایک سر تیرے گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا چاند کی طرح روشن تھا۔ اب تجھے کیا ہو گیا کہ قبیح تر معلوم ہوتا ہے قاسمؑ کہتا ہے کہ یہ سن کر اول ملعون رونے لگا۔ اور کہا کہ اے قاسمؑ جس روز مجھ سے یہ فعل صادر ہوا ہے میں نے شب کو خواب میں دیکھا کہ دو شخص انتہائی غضب کی حالت میں آئے اور میرا گریبان پکڑا اور مجھے آگ میں ڈال دیا۔ اور اس رات سے برابر ہر ایک رات یہی عمل کرتے ہیں کہ ہر شب آگ میں ڈال دیتے ہیں یہ حرملہ کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ لیکن بحار میں روایت مجلسی علیہ الرحمۃ، اور ابوالفرج اور مدائنی قاسم ابن اصبغ سے روایت کرتے ہیں کہ حرملہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ نبیؐ موجود ہیں اور سخت قہر آلود نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں۔ کنت اعرفہ جمیلًا شدید البیاض یعنی کہ میں ان کے سامنے ہوں اور پہچانتا ہوں اور وہ بہت ہی نیکو صورت اور نورانی تھے مجھ سے سوال کیا کہ اس روز یہ افتاد کیوں کی۔ حرملہ کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ۔ انی قتلت شابا امرد مع الحسین بن عینیہ اثر السجود۔ یعنی کہ میں نے کربلا میں ایک نوجوان کو جس کے ماتھے پر سجدہ کا نشان تھا امام حسینؑ کے ساتھ تھا قتل کیا۔ اب ہر روز شب کے وقت جب میں سوتا ہوں تو وہ جوان آتا ہے اور میرا گریبان پکڑ کر آتش جہنم میں ڈال دیتا ہے اور جو لوگ گھر میں بیدار ہوتے ہیں وہ میری آواز دردناک سنتے ہیں مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ لفظ شاب امرد کہ جو روایت مجلسی علیہ الرحمۃ میں ہے ظاہر کرتا ہے کہ یہ حضرت عباس علمدار نہیں ہیں بلکہ آپ کے فرزند محمدؑ مراد ہیں خدا نہ کرے کہ حضرت عباسؑ مراد ہوں ورنہ آپ کے لیے کب سزاوار ہے کہ آپ علمدار لشکر حسینی ہوں اور آپ کا سر مبارک

گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جائے علاوہ ازیں حضرت عباسؑ کا سر مبارک اسقدر زخمی تھا کہ اس پر اثر نشان سجدہ کا پایا جانا محال تھا۔ اور ہر ایک ہر اہل معرفت پر یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت عباس علمدار علیہ السّلام شہیدان کربلا میں بعد از امام حسینؑ عظیم شہید ہیں۔ منزلت و رفعت اور مقام کے اعتبار سے کوئی ہمسر نہیں ہے چنانچہ ابو ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی اثناء میں عبیداللہ فرزند حضرت عباس علیہ السّلام آگئے۔ جب امام علیہ السّلام کی نظر ان کے چہرہ پر پڑی تو بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ ثمالی لا یوم کیوم الحسین یعنی کہ آنحضرت صلیّ اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر روز عاشوراء محرّم سے سخت تر دن کوئی نہیں گزرا۔ جس دن جعفر طیّار موتہ میں شہید ہوئے یا جس دن جنگ اُحد میں جناب امیر حمزہ شہید ہوئے کوئی دن روز عاشوراء محرّم سے رسولِ خدا سخت نہ تھا۔ کیونکہ روز عاشورا امامت رسول کے بیس ہزار بدنہاد لوگوں نے امام حسینؑ کو بے گناہ قتل کیا۔ اور حرمت رسولِ خدا کا پاس و لحاظ نہیں کیا۔ اور خدا رحمت کرے ہمارے عمّ نامدار عباس بن علیؑ پر کہ آپ کو ملعونوں نے فرات کے کنارے قتل کیا۔ خداوند عالم نے ان کو دو پَر عطا فرمائے ہیں۔ جن سے وہ پرواز کرتے ہیں و ان للعباس منزلة عند اللہ یغبطه جمیع الشهداء یوم القیامة یعنی خدا کے نزدیک قیامت تک کے شہداء سے حضرت عباسؑ کا مرتبہ زیادہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے تمام امورات جناب قمر بنی ہاشم عباس علیہ السّلام کو سونپ دیتے تھے۔ حسینؑ شاہ تھے اور عباسؑ وزیر امام حسینؑ تھے۔ عباس حاجب آستانہ تھے، معتمد حرم خانہ تھے۔ مشیر و معاون

تھے صاحب اسرار تھے۔ دبیر و امیر، سفیر، سردار و سپہ دار، سالار و سپہ سالار، علمدار، طلایہ دار اور سقائے اہلبیتؑ تھے مختصر یہ ہے کہ جب حضرت عباس علمدار شہید ہوگئے۔ تو امام حسینؑ سے ہر چیز جدا ہوگئی۔ امام حسینؑ کا سہارا نہ رہا آپ کی شہادت سے کمر امام مظلوم ٹوٹ گئی۔ عباس ایسا بھائی نہ رہا قوت بازو شکستہ ہوگئی جب امام حسینؑ لاش عباسؑ پہ پہنچے دیکھا کہ برابر کا بھائی زمین پر پڑا ہے۔ جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ حضرت عباس نے اس وقت عرض کیا مولیٰ میرا لاشہ خیمہ میں نہ پہنچانا۔ کیونکہ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لشکر باطل کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ حسینؑ اب بے یار و انصار ہوگئے۔ امام حسین علیہ السّلام علم لے کر خیمہ میں واپس آئے۔

بزبان جناب عقیلؓ توصیف اُمّ البنین اور تزویج با حضرت امیر المومنین علیہ السّلام

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے تین بھائی تھے۔

(۱) طالب۔ (۲) جعفرؓ۔

(۳) عقیلؓ۔

اور تینوں بھائیوں دو۔ دو سال کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ جناب عقیلؓ کہ جن کے فرزند حضرت مسلمؑ تھے جو کوفہ میں شہید ہوئے اپنے زمانہ میں عالم نسب و حسب قبائل عرب تھے۔ اور لوگوں میں ان کی نیکوکاری کی وجہ سے بہت عزّت تھی۔ ایک روز جناب عقیلؓ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے۔ معاویہ نے کہا اے

عقیل میں نے سُنا ہے کہ تم حالات قبائل عرب پر عبور رکھتے ہو اور سب کو پہچانتے ہو۔ پھر کیا اچھا یہ شخص جو میرے پہلو میں کھڑا ہے کون ہے؟ عقیل نے فرمایا کہ یہ عمرو عاص ہے کہ قریش میں سے چھ آدمیوں نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ اور آخر کار ان میں سے قصاب اپنے دعویٰ میں درست ثابت ہوا۔ اس وقت معاویہ نے ابو موسیٰ سے کہا کہ عقیل کے متعلق کہدیتے ہیں کہ فلاں حرام زادہ ہے اور فلاں حرام زادہ ہے معاویہ نے عقیلؓ سے کہا کہ تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو جناب عقیلؓ نے کچھ جواب نہ دیا جب معاویہ نے اصرار کیا تو عقیلؓ نے فرمایا کیا تم حمامہ کو پہچانتے ہو۔ معاویہ نے انکار کیا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر عقیلؓ نے کہا کہ حاضرین سے سوال کرو۔ معاویہ نے حاضرین میں سے چند لوگوں سے سوال کیا۔ لیکن بوجہ خوف ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف ایک شخص نے کہا اے امیر میں اسے پہچانتا ہوں لیکن میری گزارش ہے کہ مجھے بتلانے پر مجبور نہ کیا جائے مجھے معاف رکھیں۔ معاویہ نے اجازت دی تو اس شخص نے کہا کہ حمامہ تمہاری دادی تھی اور وہ بہت زیادہ زانیہ تھی۔ اس نے اپنے مکان کی بالائی منزل میں علم لگا رکھا تھا جس کو دیکھ کر لوگ اس کے پاس پہنچتے تھے۔ اور مطلب برآری ہوتی تھی یہ سن کر معاویہ شرمندہ ہو گیا۔ مختصر یہ ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا اے برادر تم چونکہ قبائل عرب کے حسب و نسب کو اچھی طرح جانتے ہو کسی اچھے ا رنیک قبیلہ کی دختر سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا اس لیے چاہتا ہوں کہ خداوند عالم اس سے مجھے شجاع و سخی و نجیب اولاد عطا کرے۔ اور آپ نے فرمایا کہ وہ دختر ان صفات کی مالک ہو۔ یعنی کہ بلند و بالا بازو، کشادہ پیشانی،

پیوستہ ابرو، درشت چشم، قوی، بلند آواز، یہ صفات اس میں پائی جاتی ہوں۔ جناب عقیل یہ سن کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ ان صفات کی لڑکی، کوئی قابل تعریف نہیں ہے بلکہ اس میں یہ خوبیاں ہونی چاہیں۔ کہ خوبصورت ہو۔ مشکیں بال ہوں۔ سرو قد ہو۔ ماہ خد ہو یاقوت لب ہو۔ خوش رفتار ہو۔ خوش گفتار ہو۔ صاحب مال ہو صاحب جمال ہو۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر عورت صاحب مال اور صاحب جمال ہو تو رہے قسمت۔ ورنہ اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں تو اس کو عفت و پارسائی سے متصف ہونا ضروری ہے نہج البلاغۃ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خصال الرّجال خیار خصال النّساء یعنی کہ مرد کی بدترین خصائل عورت کے لیے وہ خوش ترین صفات ہیں۔ ان میں جبن و ترس ہے کہ جو مرد کے لیے پسندیدہ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا موقع و محل نہ ہو لیکن عورت کے لیے جبن یعنی بزدلی حُسن ہے کہ رات اور خصوصاً نصف شب اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھے یہ بھی عورت کے لیے صفت پسندیدہ ہے کہ وہ متکبّرہ ہو کیونکہ ایسی عورت کہ جو متکبّرہ ہو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیکھے گی جب کہ مرد کے لیے تکبر پسندیدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کو متواضع ہونا چاہیئے تیسرے عورت کے لیے بخیل ہونا اس کی بہترین صفت ہے کیونکہ ایسی عورت مال و دولت کی حفاظت کر سکتی ہے بہر حال آپ نے عقیل سے فرمایا کہ جلدی ایسے خاندان دختر تلاش کرو چنانچہ جناب عقیلؓ نے عرض کیا اے بھائی کہ ایسی صفات کی دختر نگاہ میں ہے اور وہ ام البنین دختر حزام بن خالد ابن ربیعہ ابن الوحید بن کعب بن خالد بن کلاب بن ربیعہ بن عامر ابن صعصعہ بن بکر بن ہوازن ہے اور ام البنین کی والدہ ماجدہ لیلیٰ دختر شہید ابن ابی ہرّۃ بن عامر ملاعب الاسنہ بن مالک بن جعفر بن کلاب ہیں۔ اور اُم البنین کی نانی صاحبہ لیلیٰ

ہیں جو کبشہ دختر عروۃ الرّجال بن عتبہ بن جعفر الکلاب ہیں اور مادر کبشہ فاطمہ دختر عبد الشمس بن عبد مناف ہیں۔ الحاصل یہ دختر یعنی ام البنین بہر طور نیک اور سعادت مند ہیں اور ان کا خاندان شجاعت میں مشہور و معروف ہے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے لیے ان کی خواستگاری کروں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ان کو اجازت دی۔ ام البنین کو ان کے گھر بلایا گیا اور وہ پس پردہ بیٹھیں حضرت عقیل وکیل ناکح قرار پائے اور جو مہر مقرر ہوا تھا ادا کیا گیا۔ جناب عقیل نجانہ حزام پہنچے اس نے دریافت کیا کہ کس لیے تشریف لائے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی علی ولی کا، جو وصی رسول خدا ہیں وکیل بن کر آیا ہوں کہ تمہاری دختر ام البنین کی خواستگاری کروں اس وقت ام البنین سے جو پس پردہ موجود تھیں سوال کیا گیا کہ آیا تم اس مناکحت و زوجیت کے لیے راضی ہو کہ تمہارا عقد علی ابن ابی طالب سے مقررہ مہر پر کیا جائے جب آپ نے اظہار رضامندی کر دیا تو حضرت عقیل نے ان کے والد سے فرمایا کہ دختر کا وارث اس کا پدر ہوا کرتا ہے تم بھی اپنی رضامندی کا اظہار کرو۔ اس نے اظہار پسندیدگی و رضامندی کیا۔ اور جناب ام البنین حرم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب میں داخل ہوئیں۔

جب ام البنینؓ نے حضرت امیر المومنین کے گھر میں قدم رکھا۔ تو عتبۂ عالیہ کو بوسہ دیا۔ اور داخل حجرہ ہوئیں ان دنوں میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار تھے۔ آپ ہر ایک کے گرد پھریں اور تین مرتبہ گرد پھریں اور دونوں کے ہاتھوں کو چوم کر کہا کہ میں کنیز زہرا بنت رسول خدا ہوں۔ میں تمہاری خدمت کروں گی۔ اور آپ نے خدمت اہلبیت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ نے جب خبر شہادت امام حسین علیہ السلام سنی تو آپ روزانہ جنت البقیع جائیں

اور قبرستان میں چار قبروں کے نشان بنائیں ایک قبر کو قبر عباس، دوسری قبر کو قبر جعفر، تیسری قبر کو قبر کو عبد اللہ اور ایک قبر کو قبر امام حسینؑ تصور کرتیں۔ اور پھر نوحہ و ماتم شروع کرتیں اور کہتی تھیں کہ میں اپنے بیٹوں کو نہیں روتی بلکہ میں زہرا کے لال۔ حسین ابن علیؑ کہتے روتی ہوں پھر آپ گھر واپس آجاتیں اس طرح عرصہ تک آپ روتی رہیں یہ حضرت ام البنین کا حال تھا کہ زندگی بھر حسین کو روئیں۔ امام حسینؑ کو مثل اپنی اولاد کے سمجھا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔ اور ایسا ہی حضرت عباس نے ثبوت دیا کہ ہمیشہ امام حسینؑ کو آقا تصور کیا۔ بھائی کہتے ہوئے حفظ مراتب مدّنظر ہوتا۔ امام حسینؑ نے آخر وقت حضرت عباسؑ سے سوال کیا کہ بھیّا عباس تم مجھے بھائی کیوں نہیں کہتے تو آپ نے عرض کیا کہ میں اور آپ پدر عالیقدر کی طرف سے بھائی بھائی ہیں مگر میری ماں تو کنیز فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میں کس طرح برابری کروں۔ اے شیعو ام البنین کو خداوند عالم نے فرزند عطا کیا۔ یعنی عباسؑ پیدا ہوئے۔ جب حضرت امیر المومنین کو خبر ہوئی تو آپ شکر خدا بجالائے۔ اب تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میرے فرزند کو مجھے دیدو۔ ایک سفید صوف میں بچہ کو امیر المومنین کی گود میں دیا کہ اس کپڑے سے حضرت عباس کے بازو باہر نکل آئے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ام البنین نے عرض کیا مولیٰ گریہ و زاری کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ام البنین تم اس سبب کو نہ دریافت کرو تم سن کر برداشت نہ کر سکو گی۔ اے ام البنین عباس کے شانے کربلا میں روز عاشورا محرم قلم ہو گئے۔ سر عباسؑ پر گرز پڑے گا۔ لاش نہر فرات کے کنارے پڑی رہے گی۔ حسینؑ اس وقت بھائی کی لاش پر ہوں گے مگر عباس کے غم میں نہ حسینؑ کی کمر میں طاقت ہوگی نہ بازوؤں میں زور ہوگا۔

فضائل و مناقب حضرت عباس علمدار لشکر حسینی

شیخ ابو نصر بخاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب رجال میں مفضل بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اکثر اوقات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ذکر حضرت قمر بنی ہاشم عباس علیہ السلام کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ کان عمنا العباس بن علی بن ابی طالب ناقد البصیرۃ صلب الایمان جاھد مع ابی عبد اللہ الحسین وابلاءً حسنا و مضی شہیدا۔

یعنی کہ خدا رحمت کرے ہمارے عمو عباس بن علیؑ پر کہ وہ بصیرت تامہ رکھتے تھے بصیرت دینی امور میں اور بینائی تمام آئین میں تھی۔ مددگاری و نصرت میں آپ مثل کوہ تھے مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ نے مدد و نصرت سے گریز نہیں کی۔ آپ نے رکاب امام حسین علیہ السلام میں جہاد کیا اور راہ دین حق میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امیر المومنین نے عقیل سے فرمائش کی تھی کہ وہ انساب قبائل عرب سے بخوبی آگاہ تھے ایک ایسے خاندان کی دختر نیک اختر تلاش کرو کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو تا کہ خدا مجھے اس کے بطن سے ایک شجاع اور بہادر فرزند عطا کرے کہ شدائد میں وہ فرزند ہمارے کام آئے آپ کا اشارہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف تھا کہ ایسا فرزند جو ابتلاء میں حسینؑ کے کام آئے پس جناب عقیلؓ نے ام البنین کلابیہ کو منتخب کیا کیونکہ یہ قبیلہ تمام عرب میں شجاع ترین تھا۔ حضرت عقیل نے بوکالت رسم نکاح انجام دی روز عاشورا محرم شمر بن ذی الجوشن کلابی کہ وہ اسی قبیلہ سے تھا کہ جس سے ام البنین تھیں۔ نزدیک خیام امام حسین آیا اور اس نے پکار کے کہا کہ عباس،

جعفر، عبد اللہ کہاں ہیں میں ان کے لیے امان نامہ لایا ہوں مگر اس ملعون کو خیام امام مظلوم سے کوئی جواب نہ ملا۔ اور اولاد جناب ام البنین نے اس کے امان نامہ کو ٹھکرایا۔ جناب علم الہدیٰ مناقب میں مجملاً اور ابو الفرج بروی مفصلاً ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں کہ جس دن شمر ولد الحرام کوفہ سے کربلا پہنچنے کے لیے عازم سفر ہوا ہے تو جریر بن عبد اللہ بن مخلد الکلابی نے کہ جناب ام البنین اس کی چچی تھیں سنا کہ اس کی چچی کے فرزندان حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں سو ہزار لشکر کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں جریر کو اس خبر سے صدمہ پہنچا اور اس نے ابن زیاد بد نہاد سے کہا کہ میری ایک درخواست ہے اگر قبول ہو تو عرض کروں۔ اس نے کہا کہ شوق سے بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ جب علیؑ ابن ابی طالبؑ کو کوفہ میں سلطنت و حکومت ملی۔ تو ہمارے چچا کی دختر سے آپ نے عقد کیا اور اس سے خداوند عالم نے تین پسر عطا کئے جو کہ حضرت حسین ابن علیؑ کے ساتھ کربلا میں ہیں۔ اور تیرے لشکر میں گھرے ہوئے ہیں میں تجھ سے منت و سماجت کرتا ہوں کہ ان کے لیے امان نامہ دیدے جس پر ابن زیاد لعین نے کہا کہ تیری خاطر مجھے منظور ہے میں نے ان کو امان دی۔ امان نامہ لکھا گیا ابن زیاد ملعون نے مہر لگائی۔ اور عرفان نامی غلام کو امان نامہ دے کر کربلا بھیجا۔ وہ بڑی تیزی بہ تعجیل جواب لائے۔ فسار عرفان حتی ورد عسکر الحسین ولاقی عباس عرفان تیزی کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں پہنچا۔ امام مظلوم کا لشکر بہت مختصر، جمعیت محدود پر مشتمل تھا عرفان حضرت عباسؑ بن علیؑ کی خدمت میں پہنچا۔ اور جریر کا خط آپ کو دیا اور اس کی طرف سے التماس بھی کیا کہ امان نامہ قبول فرمالیں۔ جیسے ہی حضرت عباس علمدار نے امان نامۂ ابن زیاد۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لا حاجۃ لنا بامانک

وامان بن مرجانته الدعیة و امان الله خیر لنا۔ ہمیں ابن زیاد کی امان سے کوئی غرض نہیں۔ ابن زیاد کے امان نامہ سے خداوند تعالیٰ کی امان خوب تر و خوش تر ہے ؎

زبادست بیعت سپہر بلند نخواہد گرفتن دہان را بہ بند
برادر کہ از نزد رب جلیل پرستار مہد آمدش جبرئیل
غبار درش فر سیمائی ماست برادر مخوانش کہ مولائی ماست

شاعر نے بزبان حال حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم سے بیعت لینا آسمان بلند کو پست کرنا ہے کیونکہ کوئی نہیں چاہے گا کہ موہنہ پر بند لگایا جائے۔ اور ہمارے برادر عالیقدر یعنی امام حسینؑ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب ہیں کہ جبرئیل امین ان کی گہوارہ جنبانی پر مامور تھے۔ اور امام حسینؑ کے در کا غبار ہمارے لیے ایسی شان دار نشانی ہے کہ جس سے دنیا نیک و بد میں فرق محسوس کرتی ہے یعنی کہ ہم نشانِ سعادت و حسنات ہیں اور حسینؑ صرف ہمارے بھائی ہی نہیں بلکہ وہ تو ہمارے مولی و آقا ہیں۔ غرض کہ عرفان مایوس ہوکر کوفہ واپس گیا اور جریرہ کو خبر دی کہ حضرت عباس نے امان نامہ کو ٹھکرا دیا ہے۔ جریر شب و روز غصہ میں رہتا تھا کہ اہلحرم امام حسینؑ اسیر ہو کر وارد کوفہ ہوئے قاسم ابن اصبغ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حرملہ لعین اپنے گھوڑے کی گردن میں سر لٹکائے ہوئے تھے۔ صاحب دمعۃ العیون لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبر علیہ السّلام گریاں کناں امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا بابا جان ابن زیاد کا امان نامہ لے کر چچا عباسؑ کی خدمت قاصد آیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے قمر بنی ہاشم عباس علمدار کو بلایا۔ عباسؑ تشریف لائے اور بصد ادب سلام بجالائے۔ اس

وقت جناب زینبؑ موجود تھیں فرمایا سنا ہے کہ تم ہمیں دشمنوں کے حوالہ کرکے ابن زیاد کی امان میں جا رہے ہو کیا یہ طریقہ کسی بھائی کو اختیار کرنا روا ہے۔ حضرت عباسؑ نے سنا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے ثانیٔ زہرا اے مخدومۂ کونین یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ولی نعمت حسین فلک احتشام کے در کو چھوڑ کر کسی اور جگہ جاؤں امام حسینؑ نے فرمایا بھیا اگر تم لشکر عمر ابن سعد میں جانا چاہیئے ہو تو بخوشی جاؤ اہلحرم کا پردہ رہ جائے گا۔ حضرت عباسؑ نے یہ سن کر گریہ فرماتے ہوئے عرض کیا مولی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر جائیں۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اِس قوم جفا کار سے ایک شب کی مہلت مانگو تاکہ ہم جی بھر کے خدا کی عبادت کر لیں۔

بروایت مرحوم دربندیؒ حضرت ابوالفضل عباسؑ علمدار کی جنگ اور شہادت

جب کہ روز عاشوراء محرّم کربلا میں حضرت عباس علیہ السّلام کے تمام بھائی شہید ہو گئے تو آپ کی جانبازی کی نوبت آئی حضرت عباسؑ کو اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کا بہت زیادہ صدمہ تھا۔ غم مرگ برادران اور امام حسین علیہ السّلام کی بیکسی کے غم نے حضرت عباس کی زندگی کو بے کیف بنا دیا تھا۔ آپ بہت زیادہ دلگیر تھے ؎

بلے قدر چمن را بلبل افسردہ میداند
غم مرگ برادر را برادر مردہ میداند

یعنی کہ چمن کی قدر بلبل افسردہ ہی جانتی ہے اسی طرح بھائی کی موت کے صدمہ اور جدائی کو مرنے والے کا بھائی ہی جانتا ہے حضرت عباسؑ پر بھائیوں کی موت کا جسقدر صدمہ ہوگا وہ جان دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ شہادت اور جنگ حضرت عباسؑ کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر ایک صاحب مقتل نے بانداز و طریقہ خاص آپ کی شہادت اور مبارزت کو نقل کیا ہے۔ البتہ ملاّ دربندی علیہ الرحمۃ والغفران نے اپنی کتاب اسرار الشہادۃ میں ایک ایسی خبر نقل کی ہے جو کسی ناقل معتبر سے سنی ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں پڑھی ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ میں نے ہر چند مطالعہ کیا لیکن کتب متداولہ میں کسی جگہ زیر گفتگو خبر نہیں پائی۔ بہر حال ہم قارئین کتاب کے مطالعہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ جب کہ روز عاشورا میدان کارزار گرم ہوا۔ تو حضرت امام حسینؑ کے قریب ترین صحابی زہیر بن قین عبداللہ بن جعفر بن عقیل کے پاس آئے زہیر بن قین نے ان سے کہا کہ یا اخی ناولنی الرایۃ اے برادر علم مجھے دیدو۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ اوفی قصور عن حملها یعنی کیا آپ نے میرے علم اٹھانے میں کوئی کمی دیکھی ہے۔ زہیر نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن میں ایک خاص غرض سے علم مانگ رہا ہوں۔ عبداللہ نے علم زہیر بن قین کو دے دیا۔ زہیر وہ علم لے کر حضرت عباس علیہ السّلام کے پاس آئے۔ اور علم کے سایہ میں کھڑے ہو کر کہا اے فرزند امیر المومنین میں چاہتا ہوں کہ آپ کو حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی ایک حدیث یاد دلاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی یہ حدیث بیان کرنے کا کونسا وقت ہے۔ زہیر نے عرض کیا کہ حدیث سنئے گا تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ اس حدیث کی یاد دہانی کس لیے مطلوب ہے۔ زہیر کہتے ہیں کہ اے عباسؑ تمہارے پدر بزرگوار اس وقت کہ جب

ام البنین کی خواستگاری کی ہے تو حضرت عقیل سے یہ فرمایا تھا کہ کسی ایسے خاندان کو بتلاؤ کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو اور میں اس خاندان کی دختر سے عقد کروں اور خداوند عالم مجھے ایک ایسا فرزند عطا کرے جو شجاع ترین ہو اور میرے حسینؑ کا ناصر قرار پائے۔ اے فرزند امیر المومنین تمہاری مادر گرامیقدر ام البنین ایسے ہی گھرانے کی دختر ہیں کہ جو تمام قبائل عرب میں شجاعت و مبارزت میں یکتا ہے۔ اے برادر اس وقت سے زیادہ کونسا وقت ہوگا کہ تم اپنی شجاعت و نصرت کا مظاہرہ کرو۔ حضرت عباسؑ نے سنا اور فرمایا۔ یا زهیر اتشجعنی فی مثل هذا الیوم فواللہ لاریتك ما رایته قط۔ یعنی کہ اے زہیر تم مجھے شجاعت دلاتے ہو۔ تم آج کے دن میری شجاعت دیکھنا چاہتے ہو خدا کی قسم آج تم کو ایسی شجاعت دکھلاؤں گا کہ کبھی ایسی شجاعت نہیں دیکھی ہوگی پس فهمز العباس جوده نحو القوم حتی توسط المیدان۔ پس حضرت عباسؑ مرکب پر سوار ہوئے اور تیزی کے ساتھ لشکر کفر شعار میں پہنچے اور قلب لشکر میں در آئے۔ اور نعرۂ حیدری بلند کیا۔ اور عمر بن سعد ملعون کو نصیحت کرنا شروع کی۔ فرمایا۔ یا عمر بن سعد هذا الحسین بن بنت رسول اللہ یقول انکم قتلتم اصحابه واخوته وبنی عمه وبقی فریدا مع عیاله واولاده وهم عطاش قد احرق الظماء قلوبهم، اے سعد کے منحوس پسر تو نے بنت رسول اللہ کے فرزند کے اصحاب و انصار، عزیز و برادران سب شہید کر دیئے۔ پانی بند کر دیا اب جو باقی ہیں ان کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب ہے۔ ان کے دل و جگر پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا۔ دعونی ان اخرج

الی طرف الروم او الهند و اخلی لکم الحجاز والعراق واشرط لکم ان فی القیامة لا اخاصمکم عند الله۔ یعنی کہ فرمایا کہ ہمیں بطرف روم یا ہندوستان نکل جانے دو۔ ہم تمہارے لیے حجاز و عراق خالی کئے دیتے ہیں۔ اور ہمارا تمہارا مخاصمہ روز قیامت سطے ہوگا جب آپ کی یہ نصیحت آمیز گفتگو لشکریوں نے سُنی تو بعض نے اس کو پسند کیا لیکن اس وقت شمر ولد الحرام نے شیث بن ربعی ملعون سے تنہائی میں گفتگو کی اور حضرت عباسؑ کے نزدیک پہنچ کر اے فرزند علیؑ اپنے بھائی سے کہو کہ اگر کل روے زمین بھی پانی ہو جائے تب بھی آپ کو ایک قطرہ اب نہیں دیں گے۔ تمہیں چاہیئے کہ اطاعتِ یزید بن معاویہ کرو۔ حضرت عباسؑ نے سن کر فرمایا کہ ہم یزید ایسے شرالخوار، معصیت شعار کی بیعت ہرگز نہیں کریں گے۔ (حقیقت یہ ہے کہ جس نے تخت خلافت غصب کیا ہو اسی کی بیعت دیندار لوگ نہیں کیا کرتے) کہ حضرت عباسؑ کے کانوں میں اہلحرم کی صدائے العطش پہنچی۔

حضرت عباسؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا خدایا مدد فرما۔ فرکب فرسه واخذ رمحه والقربة فی کتفه وقصد نحو الفرات۔ پس حضرت عباس مرکب پر سوار ہوئے اور نیزہ ساتھ لیا۔ اور عرض کیا پروردگار امیں تنہا جارہا ہوں کہ تشنہ کام بچوں کے لیے پانی لاؤں تو ہی میرا مددگار ہے۔ دربندی کہتے ہیں کہ بعض از مولفات اصحاب یعنی کہ جمہور احسائی کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ امام حسینؑ کے پاس [illegible] ے اور خدا حافظ کہہ کر نہر فرات کا رخ کیا۔ نہر پر دس ہزار پہرہ دار مقرر تھے جنہوں نے حضرت عباسؑ کو جب نہر کی طرف آتے دیکھا تو کہا اے جوان تو اس طرف کیوں آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا خواہرزادہ ہوں کیونکہ تمہاری ماں اُمّ عاصم کلابیہ ہے اور میں ام البنین کلابیہ کا فرزند ہوں

عمرو بن حجاج جو نہر پہ پاسبانوں کا سالار تھا کہنے لگا۔ یعز علیّ یا بن الاخت مانزل بك من العطش۔ یعنی کہ اے میری بہن کے فرزند مجھ پر سخت گران و دشوار ہے کہ تو اسقدر پیاسا ہے کہ تیر و تلوار میں پانی لینے آئے گا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس قدر تشنگی کا عالم ہے تو میں ضرور پانی بھیجتا۔ جاؤ اور نہر سے پانی پیو۔ آپ نے نہر سے مشک بھری مگر خود پانی نہیں پیا۔ اس کی خبر عمر بن سعد ملعون کو ہوئی کہ عمر بن حجاج دشمن کو تقویت پہنچاتا ہے اور اجازت دی ہے کہ پانی لے جائے عمر بن سعد ملعون نے کہا کہ عَلَیَّ برأس عمرو بن الحجاج، یعنی عمرو بن الحجاج کا سر لایا جائے عمرو بن الحجاج نے کہا کہ میں نے تو پانی لیجانے کی اجازت ازراہ محبت باولاد علیؑ نہیں دی ہے بلکہ عباس کو قتل کرنے کی یہ ایک سازش مہیا کی ہے۔ پس اس ملعون نے اپنی فوج کے دس ہزار سپاہیوں کو حکم دیا کہ عباس بن علیؑ کا سر قلم کردیں۔ جب فوج نے مداخلت کی تو حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے تلوار سے حملہ کیا اور فرمایا اے قوم نابکار مجھے جانتے ہو۔ کہ میں کون ہوں۔ میں علیؑ فرزند ہوں وہ علیؑ کہ جو حیدر کے نام سے بھی موسوم ہیں اور پھر آپ نے اس حملہ میں ایک سو سے زیادہ شجاعان نامی گرامی قتل کئے۔ اور مشک کو دوش پر رکھے ہوئے خیام کی طرف چلے اور فرمایا کاش کہ یہ فوج غور کرتی کہ اولاد زنا کار مجھے قید کرنا چاہتی ہے یہ کہکر پھر حملہ کیا خیام تک پہنچنے کا راستہ صاف ہوگیا۔ لشکر عمر بن سعد میں ایک شخص بہت بہادر تھا جس کا نام مارد بن صدیف تعلبی تھا آپ کے نزدیک آیا اور آپ کے گریبان پر ہاتھ ڈالدیا۔ اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا کہ اے بے حیا لوگو اگر تم ایک ایک مٹھی خاک بھی ڈالتے تو یہ جوان اس میں دب کر مر جاتا۔ میں تنہا اس جوان کو قتل کروں گا۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی حسینؑ ابن علیؑ

کو قتل کروں گا۔ شمر ولد الحرام کہنے لگا کہ اگر تو تنہا اس کو اور حسینؑ کو قتل کر سکتا ہے تو عمر بن سعد سے معاہدہ کر۔ تاکہ ہم دور سے تماشا دیکھیں صدیف بد بخت مسلح پوش آپ کے مقابل ہوا۔ اور کہنے لگا اے جوان تو اپنے آپ پر رحم نہیں کرتا کہ میرے مقابلہ میں ڈٹا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اس وقت تک کوئی میرا مقابل نہیں ہوا ہے میں بہت سخت دل ہوں اگر تو میری نصیحت سنے اور اس پر عمل کرے تو خیر ورنہ میرے چنگل سے نجات ملنا مشکل ہے۔ حضرت عباسؑ نے جو فرزند مشکل کشا تھے فرمایا کہ اے ملعون میں پسر حیدر کرار ہوں میں اس کا فرزند ہوں جو مشرکین کا قاتل ہے جس نے مرحب و عنتر کو قتل کیا ہے غرض کہ اس ملعون نے حضرت عباسؑ پر نیزہ سے وار کیا۔ مگر آپ نے قدرے صبر سے کام لیا اور پھر آپ سر پنجۂ جہالت محسوس کی۔ پھر مار دے تیغ کھینچی اور آپ پر حملہ کیا۔ لیکن حضرت عباسؑ نے اسی کے نیزہ کو لے کر اس گھوڑے کے پیٹ مارا۔ گھوڑا زمین پر گرا اور مادر صدیف ملعون بغیر مرکب ہو گیا شمر ملعون نے ازراہ طنز کہا کہ تیرا گھوڑا ہلاک ہو گیا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ شمر نے دوسرا مرکب غلام کے ہاتھ بھیجا۔ غلام مرکب لایا جس کا نام طاویہ تھا جیسے غلام مرکب لے کر لشکر سے باہر آیا اور مارد صدیف کی نظر پڑی کہنے لگا کہ مجھے جلدی اسپ پہنچا دے۔ غلام نے جلدی کی کہ اسپ پہنچا سکے لیکن حضرت عباسؑ نے اس غلام کو اس تک نہیں پہنچنے دیا بلکہ اس پر حملہ کیا نیزہ اس غلام کے سینہ پر مارا غلام گھوڑے سے زمین پر گرا۔ حضرت عباسؑ نے فوراً ہی اس کے گھوڑے طاویہ نامی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ شمر نے کہا اے عباس حق حق دار کو پہنچا کیونکہ طاویہ گھوڑا تمہارے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کا تھا کہ جو حضرت عباسؑ کو ملا۔ پس حضرت عباس علیہ السلام اس کے سامنے آئے جب اس نے عباسؑ علمدار کو

سامنے دیکھا تو شور مچانے لگا کہ اے لشکر والو مجھے اس کے ہاتھ سے بچاؤ لشکر کے تمام سواروں پیادوں نے مل کر حملہ کیا حضرت عباسؑ نے اس وقت خیام کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے آقا حسینؑ آپ پہ آخر کار اس ملعون نے بطور حیلہ کہا کہ اے عباسؑ مجھ پر رحم کرو میں آپ کا نوکر ہوں آپ نے فرمایا کہ اے حرامزادہ تو غلط کہتا ہے دھوکا دیتا ہے یہ کہہ کر آپ نے اس کے شکم نجس پر نیزہ کا وار کیا اور اس کو داصل جہنم کیا۔ اور عمر ابن سعد نے تازہ دم فوج بھیجی اور ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالفقار بکف آپ کی نصرت کے لیے پہنچے۔ دونوں نے حملے شروع کئے فوج عمر ابن سعد ملعون پراگندہ ہو گئی اور امام حسینؑ نے جب مرکب طاویہ کو دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا کہ اچھا عباسؑ پانی کی مشک خیمہ میں لیجاؤ حضرت عباسؑ پانی سے بھری ہوئی مشک خیمہ میں لائے پانی بچوں میں تقسیم کیا۔ مشک میں پانی بقدر رقیہ ہوگا کہ ایک تیر فوج مخالف کی طرف سے آیا اور مشک پر لگا۔ اور مشک خالی ہو گئی اور اس دم لشکر اعداء میں طبل جنگ بجنے لگا۔ اور دشمنوں نے خیمہ کی طرف پیش قدمی کی جب حضرت عباسؑ کے کانوں میں صدائے طبل پہنچی تو آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور بڑی تیزی سے امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے احاطہ کیا ہوا ہے اور امام مظلوم تنہا ہیں۔ حضرت عباسؑ ایک طرف لشکر اعداء پر حملہ کر رہے تھے اور دوسری طرف حضرت امام حسینؑ حملہ کر رہے تھے۔ حضرت عباس حملہ کرنے میں مشغول تھے کہ ایک نامرد، بزدل دشمن نے حضرت عباس پر کہ جس کا نام محارب بن جبیر تھا ایک جگہ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ حملہ کیا کہ جس سے آپ کا دست راست قطع ہو گیا آپ نے تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی اور حملہ کرتے رہے۔ آپ نے حضرت امام حسینؑ سے باواز بلند عرض کیا کہ اے برادر اب اجل قریب آگئی ہے۔ میر آپ

پر سلام آخر ہو۔ اسی اثناء میں ایک ملعون نے آپ کا دست چپ بھی قطع کیا اس دم آپ نے علم کو اپنے سینہ سے لگالیا اور کسی ملعون نے ایک تیر آپ کی طرف رہا کیا جو آپ کے سینہ مبارکہ پر لگا۔ اور اسحٰق ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور آپ کے سر مبارک سے مغز اور خون جاری ہو گیا۔ علم سرنگوں ہو گیا آپ نے ایک آہ دل خراش کھینچی اور اُدھر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا۔ الآن انکسر ظهری و قلت حیلتی ثم انحنی علیه تحملنی یعنی کہ اے بھیا عباسؑ میری کمر ٹوٹ گئی امام حسینؑ جھکے کہ عباسؑ کی لاش خیمہ میں لے جائیں۔ ابھی کچھ رمق جان باقی تھی آپ نے آنکھ کھولی عرض کیا۔ کیا ارادہ ہے فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ لاش خیمہ میں لیجاؤں یہ سن کر حضرت عباسؑ نے عرض کیا۔ علیك ان لا تحملنی وعنی فی مانی هٰذا۔ یعنی آپ میری لاش اسی مقام پر رہنے دیں خیمہ میں نہ لے جائیں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے بھیا عباسؑ آخر خیمہ میں لاش کیوں نہ لیجاؤں عرض کیا اے آقا میں سکینہ خاتون کو پانی نہ پہنچا سکا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ پانی پلاؤں گا۔ اب سکینہ خاتون پیاسی ہے مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ علاوہ ازیں چاروں طرف فوج ہی فوج ہے۔ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب حسینؑ بغیر علمدار ہو گیا۔ علمدار لشکر مارا گیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے لاشہ عباسؑ کو اسی جگہ رہنے دیا جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر گرے تھے اور آپ کی روح نے جنت اعلیٰ کو پرواز کی تھی آپ علم لیے ہوئے در خیمہ پہنچے سکینہ خاتون انتظار میں تھیں لیکن جب خالی علم آتے دیکھا فریاد و اعباساہ، واعماہ، ہائے چچا عباسؑ، ہائے عباسؑ، وقد وعدنی بالماء چچا جان آپ نے تو پانی کا وعدہ کیا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹی سکینہؑ تمہارے چچا جان قتل ہو

گئے یہ سن کر اہلِ حرم میں صدائے گریہ بلند ہوئی ماتم عباسؑ ہونے لگا۔ عورتیں سر و سینہ پیٹنے لگیں۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی۔ اور امام حسینؑ نے فرمایا ہائے عباسؑ، ہائے برادر قال الفاضل الدربندی قیل انه حملة الی الخیمة۔ فاضل دربندیؒ کہتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عباس علیہ السّلام خیمہ میں تشریف لائے ہیں۔ ولا یخفیٰ انه فی تمام المنقول نظر فتامل فتدبر فتذکر وخذ والله العالم۔ یعنی کہ اے اہل معرفت اگر کوئی دیدۂ حق ہیں، حق و انصاف کے ساتھ دیکھے اور کتب مقاتل کا مطالعہ کرے تو وہ یہ شہادت دے گا کہ کتاب والد مرحوم (یعنی مؤلف کے والد ماجد مرحوم) مُلّا محمد حسن۔ صاحب ریاض الاحزان و حدائق الاشجان میں نہ لکھا ہو گا بلکہ اس زمانہ سے کہ جب حضرت شہید ہوئے ہیں اس کتاب کی تدوین تک کوئی دوسری کتاب اسقدر تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں لکھی گئی اور اس کتاب کے بعد لوگوں نے خوشہ چینی کی ہے ہم مؤلف کتاب کے ان دو اشعار پر یہ عنوان ختم کرتے ہیں ؎

اے شہ بے یار و شہید خدا ۔۔۔ چاکر خود را مکن از خود جدا
از نعم فانیہ ایں جہان ۔۔۔ آنچہ ندادی بدہ اندر جنان

یعنی کہ اے شاہ شہیداں حسینؑ بن علیؑ آپ نے شہید ہو کر خدا کے وجود کی دلیل قائم کی ہے مجھ غلام کو آپ اپنے پاس سے جُدا نہ فرمائیں اور اس دنیائے فانی میں جو نعمات عطا نہیں ہوئی ہیں وہ سب کی سب جنت میں عطا فرمائیں۔

مناصب امیرالمومنینؑ بعطاءِ رسولؐ خدا اور مناصبِ عباسؑ بعطائے سید الشہداء علیہ السلام

یہ واضح سی حیثیت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہے کہ علاوہ اس کے کہ نہ صرف آپ خلیفہ، وزیر، مددگار، چچازاد بھائی اور داماد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں بلکہ چند اور مناصب بھی آپ کے دامن مبارک میں ہیں اور وہ سب کے سب از پیغمبرؐ خدا ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام حکومت اسلامیہ محمدیہؐ کے سفیر بھی ہیں۔ اس وقت جب کہ سورۂ برات مدینہ منورّہ میں نازل ہوئی تو آپ نے اس سورۃ کی تبلیغ کے لیے کہ بموقعہ حج کعبہ میں جاکر مشرکین کو سنائیں اوّلاً ابوبکرؓ کو بھیجا۔ ابھی وہ مدینہ سے منزل تک پہنچے تھے کہ امین وحی نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے رسولؐ خدا اس کار رسالت کو آپ خود انجام دیں یا کسی ایسے شخص کو مامور کریں کہ جو تم سے ہو۔ (یعنی کہ شریک کار رسالت ہو) پس آپ نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کو بلایا اور تبلیغ سورۂ برأت پر مامور کیا آپ گئے اور اثنائے راہ منزل روحا پر پہنچ کر ابوبکرؓ سے آیات واپس لیں اور خود مکّہ پہنچ کر حج کے موقعہ پر سورۂ برأت کی تبلیغ کی (کیا کہنا واللہ علی ابن ابی طالبؑ کا کہ رسولؐ کے رسول، اور امام کے امام ہیں) جس دن کہ آپ نے سورۂ برات کی تلاوت کی ہے اور احکام خدا مشرکین مکہ کو سنائے ہیں وہ روز قربانی تھا ابوبکرؓ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ نے علیؑ کو مامور بہ تبلیغ کیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حکم خدا سے علیؑ کو مامور کیا ہے

پس یہ وہ منصب ہے کہ جو علیؑ کو رسولؐ خدا نے عطا کیا ہے دیگر یہ کہ حضرت امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کاتب وحی ہیں کیونکہ آپ نے قرآن مجید جمع کیا ہے آپ منشئ رسولؐ خدا بھی ہیں۔ کیونکہ جو تحریری فرمان آنحضرتؐ کی طرف سے سلاطین کو بھیجے جاتے تھے ان کی کتابت کا کام علی علیہ السلام انجام دیتے تھے۔ کلام نبیؐ کا اور کتابت علیؑ کی۔ سبحان اللہ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام مشیر رسولؐ خدا بھی تھے۔ امین و معتبر بہ نزد رسولؐ خدا تھے۔ سردار و سالار لشکر اسلام تھے تمام غزوات میں شریک رہے۔ تمام جنگوں میں غالب و فاتح رہے آپ علمدار پیغمبر خدا تھے۔ اور حضرت امیرالمومنینؑ علیہ السلام کا یہ منصب دنیا سے آخرت تک کے لیے ہے چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ اور قیامت حامل لواءالحمد ہوں گے یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ دنیا میں تو میرا علمدار ہے اور آخرت میں بھی حامل علم ہے آپ ساقی کوثر اور سقائے لشکر اسلام بھی ہیں چنانچہ مشکواۃ الانوار میں وارد ہوا ہے کہ غزوات اور زمانۂ رسولؐ خدا کی جنگوں میں دوران سفر و قیام جب کبھی پانی کی قلّت، یا پانی کا نہ ہونے کا موقعہ ہوا تو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب نے بعلم امامت۔ پانی کی نشاندہی کی ہے اور پھر اس جگہ چشمہ برآمد ہوا ہے ایک جنگ کے موقعہ پر پانی کی قلّت ہوئی اصحاب نے خدمتِ آنحضرتؐ میں پانی کے بارے میں عرض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہاں سے قریب ایک درخت ہے وہاں ایک کنواں ہے جاکر پانی لے آؤ۔ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ گئے پانی کے لیے ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ لیکن پانی کی بجائے ڈول میں آگ بھری ہوئی تھی یہ سب لوگ خوف زدہ حالت میں واپس آئے اور واقعہ گوش گزار رسولؐ خدا کیا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو روانہ کیا۔ جنّات سے آپ نے جنگ کی۔ فتح و کامرانی کے بعد ان کو حلقہ بگوش

اسلام کیا پانی لائے اور لشکرِ اسلام کو سیراب کیا۔ اور اس طرح سقایت کا فریضہ انجام دیا۔ ان چیزوں کے بیان کرنے کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب اور مناصب از طرف رسولؐ خدا ہیں اسی طرح حضرت عباس علیہ السّلام کے فضائل و مناصب از طرف حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام ہیں۔ چنانچہ حضرت عباسؑ کے مناصب یہ ہیں کہ۔ حضرت عباس نظرِ امام حسینؑ میں امین تھے۔ مطیع امام حسینؑ تھے۔ وزیرِ امام حسینؑ تھے۔ مشیر و سفیرِ امام حسینؑ تھے۔ مدبر و جلودار تھے۔ دربان و پاسبان امام حسینؑ تھے۔

معتمد الحرم تھے۔ سقائے سکینہؑ تھے، سردار برادران حسین تھے۔ سپہ سالار تھے۔ علمدار لشکر تھے۔ طلایہ دار خیام حسینؑ تھے ؎

شاہِ دین ہمچون پیغمبرؐ و آن امیر
مثلِ ہارون بود موسیٰ را وزیر

یعنی کہ امام حسینؑ آپ کے لیے مثلِ پیغمبر تھے حسین منی و انا من الحسین تو حضرت عباس علیہ السّلام مثل جناب امیرؑ تھے جیسے ہارون جناب موسیٰ کیلئے وزیر تھے۔ اسی طرح حضرت عباس وزیر امام حسینؑ تھے۔ گویا حسینؑ بمنزلہ موسیٰؑ علیہ السّلام اور جناب عباس بمنزلہ ہارون علیہ السّلام (یہ واضح رہے کہ ان کے پدر عالیقدر کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے یا علی انت بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی کہ اے تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے کہ جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ واحسرتاہ جب عباسؑ زخمی حالت میں نہرِ فرات کے کنارے زمین پر پڑے ہیں امام حسینؑ تشریف لے گئے فرماتے ہیں ؎

یعز علی ان اراک علی الثری
تربیا و منک الوجہ اضحٰی مرملا

اے برادر مجھ پر کسقدر گران ہے کہ تجھے میں خاک و خون میں غلطان پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں واحسرتا ماہ بنی ہاشم کجا اور خاک کربلا کجا۔ آہ اس چاند کو گہن لگ گیا۔

قیامت میں حضرت علی علیہ السّلام اور حضرت عباسؑ کے منصب

جنہوں نے اسلامیات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ روز محشر چند منصب حضرت علی علیہ السّلام کے لیے مخصوص ہیں۔ مثلاً حامل لواء الحمد ہونا۔ لواء حمد کے متعلق حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس کے تین گوشہ ہوں گے ہر ایک پر نجط نور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، علی ولی اللہ تحریر ہوگا اس کی تفصیل آئندہ کی جائے گی۔

یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام تمام لوگوں کے اعمال ناموں کی جانچ پڑتال کریں گے اور آپ ایک کلمہ ادا فرمائیں گے اور حساب ہو جائے گا۔ اس طرح ایک لفظ کے ساتھ حضور پیغمبرِؐ اسلام حساب انجام دیتے تھے۔ لوگ خدمت حضور پُر نور میں حاضر ہوتے مختلف سوالات کرتے مگر آنحضرت کی طرف سے سب کا جواب ایک ہی لفظ میں ہوتا تھا اور سب لوگ اپنے اپنے مطلب کے مطابق اس سے اخذ کرتے تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام ساقی کوثر ہیں۔ جس کو جسقدر چاہیں گے آب کوثر عطا کریں گے۔ حضرت علی علیہ السّلام دنیا

ہیں کاتب وحی ہیں تو آخرت میں بھی نجات نامہ عطا کریں گے۔ ابن حجر عسقلانی کتاب صواعق محرقہ میں نقل کرتے ہیں کہ پل صراط اسقدر باریک اور تلوار کی دھار سے تیز تر ہوگا کوئی اس پر نہ گزر سکے گا مگر وہ کہ جس کے پاس پروانہ راہداری حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہوگا بآسانی گزر جائے گا۔ علیؑ میزان اعمال بھی ہیں زیارت الجنابؑ میں یہ الفاظ گزرے ہیں السلام علی میزان الاعمال۔ کہ سلام ہو میرا میزان اعمال پر۔ جناب سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ سے منقول ہے کہ ہم نے حضرت علی علیہ السّلام سے سوال کیا کہ مولیٰ ہمیں اپنے ثواب سے اسقدر عطا کر دیجئے کہ ہم بخشے جائیں اس وقت خطاب رب العزت مرکز رسالت کو ہوا کہ اے رسول تم کہدو کہ حرمت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی بدولت مومنین کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ایک روایت میں ہے کہ اے علیؑ اپنے ایک نفس کی آمد و رفت کے بقدر ثواب عطا فرما دیئے دوسری روایت میں ہے کہ اے علیؑ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب عطا فرما دیجئے تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب تم کو بخشا۔

یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جنت و دوزخ کی کنجیاں علیؑ کے پاس ہوں گی۔

کتاب بحار الانوار میں منقول ہے کہ روز قیامت میدان محشر میں ایک علم نور گزارا جائے گا کہ اس کے ہزار پلے ہوں گے۔ اور ایک پلہ سے دوسرے پلہ تک ایک سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا جو کہ ایک تیز رفتار گھوڑے کی مسافت ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس علم نور کے عرشہ منبر پر رونق افروز ہوں گے۔ اور آنحضرتؐ کے بائیں جانب ایک پلہ پر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام رونق افروز

ہوں گے۔ اور دوسرے مختلف پلوں پر تمام انبیاء و مرسلینؑ دائیں بائیں جانب رونق افروز ہوں گے۔ اسی دوران خازن بہشت حاضر ہوگا اور جنت کی کنجیاں آنحضرتؐ کو پیش کرے گا اور پھر مالک دوزخ آئے گا اور دوزخ کی کنجیاں آپ کو پیش کرے گا۔ اور آنحضرتؐ کلید ہاء جنت و دوزخ اپنے بھائی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو پیش کریں گے۔ اور اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں گے اور آپ اپنے نور ولایت سے اہل محشران کو دیکھ کر پہچان لیں گے اور اہل ایمان و ولا کو داخل بہشت کریں گے اور جن کی پیشانی پر داغ نفاق ہوگا داخل جہنم کریں گے اللّٰھم ارزقنی حبہ وحب اولادہ اے دوستو۔ جو مناصب امیر المومنین روز محشر ہیں وہی مناصب روز عاشوراء محرم فرزند امیر المومنین عباس علمدار علیہ السلام کو حاصل ہیں مثلاً علمداری جلوداری، سقائی وزارت حسینی، ندیم، مُبلغ، مُبشّر۔ سرکشیک ( ) حافظ، ظہیر، محرر، دربان، پاسبان معتمد حرم۔ غرض کہ حضرت امام حسینؑ نے تمام امور خانہ آپ کی سپرد فرما دیتے تھے۔ جب امام حسینؑ آپ کی لاش پر پہنچے ہیں آپ نے ان تمام مناصب کے ساتھ آپ کو آواز دی ہے اول فرمایا عضدی یعنی اے میرے قوت بازو، فرمایا اے سقائے سکینہؑ، فرمایا اے علمدار لشکر مگر کوئی جواب نہیں ملا پھر فرمایا اے برادر اے اخی۔ حضرت عباسؑ نے جواب دیا لبیک یا ابن رسول اللہ امام حسین لاشہ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عباسؑ کی آنکھوں سے خون پونچھا۔ آپ نے چہرہ امام حسینؑ پر نظر کی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ بھیا عباسؑ تم نے خدا رسول کو خوش کیا خداوند عالم تم کو جزائے خیر دے۔

تعریف لواء الحمد و حامل علم اور علمداری عباسؑ بروز قیامت

قل النبی انا سید ولد آدم و لا فخر۔ یعنی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں اولاد کا سردار ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا۔ آدم و بنی آدم تمام زیر علم حمد ہوں گے آدم و من دونہ تحت لوائی یعنی کہ آدمؑ و تمام بنی آدمؑ میرے علم کے سایہ میں ہوں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ ولواء الحمد بیدی یوم القیامۃ یعنی کہ روز قیامت لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اس پر کلمہ مبارکہ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوگا۔ اس وقت منادی ندا دے گا این النبی الامی العربی المکی القرشی المدنی محمد بن عبداللہ خاتم النبیین و سید المرسلین صاحب القرآن وہ فرشتہ جو ندا دے رہا تھا حاضر خدمت رسول خداؐ ہوگا اور لوا الحمد آپ کے دست مبارک میں دے گا۔ اس کے بعد تمام انبیاء و مرسلینؑ از آدمؑ عیسیٰ بن مریم تمام صدیقین، تمام شہداء اور مومنین اس علم محشر کے سایہ میں جمع ہوں گے اور مرسلین کو حلہ ہائے بہشت پہنائے جائیں گے۔ اور پیغمبرؐ خدا لوا حمد علی علیہ السلام عطا فرمائیں گے خوش نصیب شیعیان حیدر کرار کہ سب کے سب ولایت علیؑ کے اقرار کے سبب زیر علم محشور ہوں گے۔ چنانچہ میدان حشر میں حیدر صفدر علمدار ہیں اسی طرح عباس علیہ السلام علمدار حسینؑ میدان حشر میں ہوں گے۔ نجانے شیعہ مرد و زن کونسے علم کے سایہ میں ہونے کی آرزو کریں گے۔ زیر سایۂ علم علیؑ یا زیر سایۂ علم عباس بن علیؑ۔ اس وقت

میدان حشر میں ایک مجلس عزا برپا ہوگی۔ شہیدان کربلا موجود ہوں گے۔ علی اکبرؑ و قاسم گلگوں قبا موجود ہوں گے۔ زینب بیکس کے لال موجود ہوں گے۔ اور جب عباس علمدار کے کٹے ہوئے بازوؤں پر نظر پڑے گی تو گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گی۔ جناب سیدہؑ زہرا بھی میدان حشر میں آئیں گی۔ زینب وام کلثوم۔ رقیہ و سکینہ ساتھ ہوں گی۔ جناب فاطمہ حسینؑ کا خون سے بھرا ہوا پیراہن ہاتھوں پر لیے ہوں گی۔

کتاب مجالس اور منتخب میں شیخ طریحی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ عالم واقعہ میں سید اسمٰعیل الحمیری نے اپنا درج ذیل قصیدہ حضور پیغمبرؐ اسلام پڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قصیدہ کو حفظ کرو۔ اور شیعوں کو تعلیم کرو کہ وہ اس قصیدہ کو یاد کریں اور پڑھیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی اس قصیدہ کو پڑھے گا ضمنت لہ الجنۃ یعنی کہ میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

قصیدہ

لام عمرو باللوا مربع
طامسۃ اعلامہا بلقع

جب شاعر اس جگہ پہنچا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روز محشر لوگوں کے پانچ علم ہوں گے کہ چار علم۔ علم ہلاکت ہوں گے اور ایک علم۔ علم نجات ہوگا۔

والناس یوم الحشر رایاتہم
خمس فمنها هالك اربع

ایک علم، دوسرا علم، تیسرا علم، چوتھا علم، ان کے سایہ میں ہونے والے ہلاک ہوں گے۔ علم لواء الحمد ہے اس کے سایہ میں ہونے والے داخل بہشت ہوں گے ورایۃ یقدمہا حیدر و وجھہ کالشمس تطلع یعنی علم در دست حیدر کرّار مانند خورشید تاباں منوّر ہوگا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ علم حمد کے بالائی حصہ پر ایک نورانی قبہ ہوگا۔ جس کی نورانیت محشر میں پھیلی ہوگی۔ اور وہ علم حمد اگرچہ نہایت وزنی اور طولانی ہوگا لیکن دست حیدر کرّار میں مثل پھول سبک معلوم ہوگا اور بہشت بریں سے نسیم کے جھونکے زیر علم محسوس ہوں گے۔ یہ جلال و شان امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر ہے آپ کے فرزند رشید حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام بیرق (علم کا پھریرہ) خون آلود جو کہ روز عاشورا محرّم جب آپ زخمی ہوکر گھوڑے سے گرے ہیں سرنگوں ہوچکا تھا۔ حشر میں موجود ہوں گے۔ اور شہداء کربلا بھی موجود ہوں گی۔ (از مترجم۔ چونکہ قیامت کو روز معاد کہتے ہیں لہٰذا جو شہید جس حالت میں شہید ہوا ہے اسی طرح حشر میں موجود ہوگا۔ جلوس علم دیدنی ہوگا۔ جبرئیل امین اس وقت نیابت حضرت عباسؑ اس علم کو اٹھائیں گے اس وقت میدان محشر میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوگی ؎

شورشی برخیزد از صحرائی حشر   آنزمان کردد فزوں غوغائے حشر
رو نہند یکصد شہید محترم   در قیامت میزنند صفہا بہم
فرقہ تن غرقہ خون دل دردناک   پائی تا سر پارہ پارہ چاک چاک
پیش پیش آن قوم باصد شور و شین   سبط احمد شاہ مظلومان حسینؑ

سر بکف قید محبت پائی بست
دست شمر کافر ظالم بدست

غرق خاک و خون کفن بر دوش او   اصغرؑ بے شیر در آغوش او
قاسم و عباسؑ و اکبر ایک طرف   عون و عبداللہ و جعفر ایک طرف
ہر شہیدی خون روان از دل کند   ہر قتیلی شکوہ از قاتل کند

از شرار شعلہ ہائے آن خروش
دیگ قہر کردگار آید بجوش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب شہیدان کربلا میدان محشر میں آئیں گے اور ان کے تن ہائے مبارک زخمی حالت میں اہل محشر دیکھیں گے۔ کہ سب کے سب زخموں سے چور چور ہیں اس وقت لوگ دھاڑیں مار مار کر روئیں گے واحسیناہ وامظلوما کی آوازیں بلند ہوں گی۔ اسی اثناء میں شمر ملعون کا ہاتھ ایک ظالم پکڑے ہوگا اور وہ میدان حشر میں اس طرح لایا جائے گا۔ شمر اور اس ظالم (یعنی عمر ابن سعد، ابن زیاد وغیرہم) اور شاہ مظلوم سب جمع ہوگئے تو اس وقت عرش الٰہی تک آواز گریہ پہنچے گی اور غضب و قہر الٰہی جوش میں آئے گا اور ظالموں سے انتقام لیا جائے گا۔ اس وقت بعدل الٰہی حضرت سید الشہداء سے خطاب قدرت ہوگا ؎

باکمال التفات از کبریا   کرد الہامی بشاہ کربلا
کائی ضیاء چشم پیغمبرؐ حسینؑ   جاں نثار حضرت داور حسینؑ
الشہید تیغ و تیر اہل ظلم   ای زنانت شد اسیر اہل ظلم
چوں تو کردی در رہ ما جاں نثار   ہرچہ میخواہی بخواہ از کردگار
شاہ مظلوماں شہید راہ دوست   عرض خواہد کرد بر درگاہ دوست

گرچہ ایں سر لائق درگاہ نیست
خون بہا جز وصل حق دلخواہ نیست

لیک امت عاصیند و عذرخواہ

جرم از بندہ است عفو از بادشاہ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ بعدل خداوندی حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس وقت خطاب ہوگا کہ اے نور دیدۂ پیغمبرؐ اور لے جان نثار خدا، اے وہ حسینؑ کہ جو شہید ظلم ہے وہ حسینؑ کہ جس کے اہلحرم اسیر ہوئے ہیں۔ اے حسینؑ تونے میری راہ میں سب کچھ نثار کردیا۔ اب جو تو چاہے خدا سے طلب کر۔ اس وقت (بزبان حال) شاہ مظلوم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار عالم اگرچہ میرا سر تیری بارگاہ میں نذر کے قابل نہیں اور خون بہا صرف یہی ہے کہ وصل حق ہو جائے۔

اللھم ارزقنی شفاعۃ الحسین علیہ السلام یوم الورود۔

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کی شجاعت، ارشادات اور شہادت

صاحبان علم ونظر اور محققین واقعات کربلا کی روایات سے شہادت حضرت عباس علمدار علیہ السّلام روز عاشورا محرّم بعد از ظہر واقع ہوئی ہے جس کا ہم نے معتبر کتب سے مختلف طور پر نظم ونثر ذکر کیا ہے تاکہ ذاکرین استفادہ کرسکیں۔ چنانچہ روایت اوّل بربنائے قول شیخ علیہ الرحمۃ حسب ذیل ہے۔

از خزاں کین چہ از سرو سہی   گلشن آل پیغمبرؐ شد تہی

نوجوانان ہریکی باردے ماہ

تشنہ لب خفتند در خاک سیاہ

یا فتند از ضربت تیغ دستین   لذّت قربانی کوئی حسینؑ

پارہ پارہ اکبرؑ یوسف جمال   قاسمؑ از سُمّ ستوران پائمال

چون ز اخوان وفادار حسینؑ   ماند عباسؑ علمدار حسینؑ

ہر دو در راہ وفا پابست ہم

ہر دو راہ در کردن ہم دست غم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب باد خزانِ ظلم سے گلشن نبوی مرجھا گیا۔ پھول اور غنچوں سے چمن خالی ہوگیا اور جوانان ماہ رو خاک وخون میں غلطان ہوگئے اور تیغ وتبر وتیر نشانہ بن گئے۔ اور محبت امام حسینؑ میں قربانی کی لذّت چکھ چکے۔ اکبرؑ جوان سینہ پر برچھی کھا چکے اور قاسم گلگون قبا پائمال سم اسپاں ہوچکے اور برادران امام حسینؑ بھی شہید ہوچکے تو عباس علمدار اور حسینؑ باقی رہ گئے۔ چنانچہ جب روز عاشورا اصحابؑ حسینؑ قتل ہوچکے اور آپ کے عزیز واقربا اور اولاد تک شہید ہوچکی۔ تو اس وقت سوائے حضرت عباس بن علیؑ کوئی دوسرا ناصر ویاور باقی نہ تھا۔ ایک حضرت امام حسینؑ باقی تھے اور دوسرے حضرت عباس علمدار باقی تھے علیؑ وفاطمہؑ کا بھرا گھر اُجڑ گیا تھا اور کوفہ وشام کے بدنہاد لوگ امام حسینؑ پر طعنہ زنی کررہے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فوج عمر بن سعد نے امام حسینؑ پر خونریز حملہ کیا۔ اس وقت امام حسینؑ فوج ظلم شعار کی حرکت دیکھ کر ذوالفقار نیام سے نکالی اور مثل رعد بلند آواز کے ساتھ حملہ کا آغاز کیا۔ فی الریاض فحمل علیہم الامام بالبارق الحسام حملۃ الضرغام من اجام الخیام۔ کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسینؑ نے ذوالفقار کھینچی اور شیرانہ حملہ کیا اور حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے بھی لشکر عمر ابن سعد پر آپ کے ساتھ ساتھ حملہ کیا یہ دونوں فرزندان حیدر کرّار نے

حملہ کیا اور لشکر اعداء کو اپنے خیموں سے دُور بھگا دیا۔ کتاب الارشاد میں ہے واشتدبہ العطش کہ پیاس نے غلبہ کیا۔ جنگ کرتے ہوئے چونکہ درمیان لشکر پہنچ گئے تھے لہٰذا اس بات کا عزم مصمّم کیا کہ فرات تک پہنچیں گے چنانچہ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ دونوں نے نہر فرات کا رخ کیا۔

ہر یکے لب تشنہ مانند نہنگ — غوطہ در گشتند در دریائی جنگ
آن برادر ہمچو شیر کردگار — این برادر قابض ارواح دار

یعنی دو بھائی امام حسینؑ اور عباس علمدار دریائے جنگ میں غوطہ زن ہوئے ایک مثل شیر کردگار تو دوسرا بھائی قابض ارواح کفار۔ ان کے حملوں کی تاب نہ لاکر لشکر عمر ابن سعد کے لوگ اس طرح میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے کہ ایک کو ایک کی خبر نہ تھی ؎

ہر طرف چو دو شیر درندہ رو کردند
روز حشر بیاد مخالف آوردند

امام حسین علیہ السّلام تلوار کھینچتے اور فرماتے انا ابن رسول اللہ اور حملہ کرتے ؎

چنان درید صف از حملہ ہائے پیوست
کہ جبرئیل امین بوسہ داد بر دستش

یعنی کہ جب اس طرح مسلسل حملہ کر کے دشمن کی صفوں کو منتشر کر دیا تو جبرئیل امیں نے دست مبارک کو چوما حضرت عباس بن علیؑ تلوار کھینچتے اور حملہ کرتے تو فرماتے کہ میں فرزند شیر خدا ہوں ؎

برزم خصم پدر وار انچناں کوشید
کہ پردہ بر رخ احزاب نہرواں پوشید

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے دشمن کی فوج پر مثل پدر عالیقدر شیر خدا علی مرتضیٰ حملہ کیا کہ آپ کی جنگ کے مقابل جنگ احزاب و نہروان سبک ہو گئی یہاں تک کہ آپ نہر فرات پہنچ گئے کہ مُسنّاۃ تک پہنچ گئے یعنی کہ بند آب تک پہنچ گئے۔

کتاب الارشاد میں ہے ثم رکب المسناۃ یزید الفرات وبین یدیہ اخوہ العباس علیہ السلام۔ (بعض عوام لوگ مُسنّاۃ کو شتر راویہ کش کہتے ہیں اگرچہ یہ لفظ اسی معنیٰ میں لغت میں پایا جاتا ہے مگر مناسب ترجمہ بند آب فرات کیا گیا ہے کہ وہ جگہ کہ جہاں نہر فرات پر پانی روکنے کے لیے بند لگایا گیا ہے) غرض کہ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے برادر عالیقدر حضرت عباس بن علیؑ دونوں نہر فرات کے بند پر پہنچ گئے۔ حضرت نے چاہا کہ نہر فرات میں داخل ہوں فاعترضہ خیل ابن سعد۔ اس وقت تمام لشکر عمر ابن سعد سمٹ کر جمع ہو گیا۔ اور لشکر میں سے ایک شخص جو قبیلہ بنی دارم سے تھا کہنے لگا کہ ویلکم حولوا بینہ وبین الفرات ولا تمکنوہ من الماء۔ اے بے حیا لوگو وائے ہو تم پر کہ حسینؑ نہر پر آگئے ہیں اور تم پانی اور حسینؑ کے درمیان حائل نہیں ہوتے جب امام حسین علیہ السّلام نے اس ملعون کا یہ کلام سنا تو آپ نے اس پر نفرین کی فرمایا اللّٰھم اعطشہ خدایا اس مردود پر پیاس کو غالب کر کہ یہ شخص فرزند ساقیٔ کوثر کو تشنہ لب رکھنا چاہتا ہے فغضب الدارمی لعنۃ اللہ۔ پس ابن دارمی امام حسینؑ کی اس نفرین کو سن کر غضب آلود ہو گیا۔ اور اس ملعون نے ایک تیر زہر آلودہ کا نشانہ امام حسینؑ کے گلوئے مبارک کو بنایا۔ ورماہ بسھم اثبتہ فی حنکہ۔ کہ اس ملعون کا تیر گلوئے امام حسینؑ پر پڑا۔ اے شیعیو اس وقت امام حسینؑ کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔

امام حسینؑ نے تیر نکالا اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا آپ نے وہ خون چلو میں لیا اور فرمایا۔ اللھم انی اشکوا الیک ما یفعل بابن بنت نبیک یعنی اے خدا میں تجھ سے اِس ظالم کی شکایت کرتا ہوں حضرت عباسؑ نے جب امام حسینؑ کو اس حالت میں دیکھا تو دل بے چین ہوگیا۔ اور لشکر بے دین پر حملہ کیا۔ لشکر کے سواروں پیادوں کے سر اس طرح قلم کئے جیسے کوئی گیند سے کھیلتا ہے۔ ؎

فتاد حضرت عباس درمیان سپاہ　　بسانِ شیر کہ افتد بگلّہ روباہ

زبیم سطوتِ او رفت زآن سپاہ شریر　　خروشِ الحذر والحذر بچرخ اثیر

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے لشکر عمر ابن سعد پر حملہ کرکے لوگوں کو بھیڑ بکری کی طرح منتشر کردیا اور سیکڑوں کو تہ تیغ اور زخمی کیا۔ اس وقت اس لشکر بے دین نے جمع ہو کر آپ پر حملہ کیا اور آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا واحاط القوم بالعباس یعنی حضرت عباسؑ محاصرہ کرلیا۔ پس آپ نے ناچار ہوکر علم کو سرنگوں کیا۔ اور جب تک قوت وطاقت ساتھ دیتی رہی آپ نصیحت و وعظ فرماتے رہے جہاد باللسان کرتے رہے۔ اس اثناء میں دو شخص جفا کار باہم ہوکر نکلے اور حضرت عباسؑ پر حملہ کرنے کے لیے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک آپ کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب چھپ کر بیٹھا کہ حملہ کرے۔ چنانچہ ان ملعونوں نے حملہ کیا اور آپ کے دونوں ہاتھ شانے سے جدا ہوگئے جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کی کمر ٹوٹ گئی۔ امید ختم ہوگئی۔ اور آپ کی قوت و حرکت طاقت جواب دے گئی رحمۃ اللہ علیہ و رضوانہٗ۔

بروایتِ بحار شہادت حضرت عباس علیہ السّلام

روایت دوم :-

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ وکان العباس السقاء قمر بنی ہاشم صاحب لواء الحسینؑ وھو اکبر الاخوان یعنی حضرت عباس علیہ السلام سقائے اہلحرم، قمر بنی ہاشم، علمدار حسینؑ تھے اور آپ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے مؤلف کتاب ریاض مرحوم صدر الدّین قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ حضرت عباس اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے مطلقاً معلوم ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ حضرت امام حسینؑ سے عمر میں بڑے تھے بلکہ آپ اپنے حقیقی بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اختلاف عمر۔ جناب عباسؑ اور آپ کے بھائی عمر بن علیؑ کے درمیان ہے کہ ان میں سے کون برادر اکبر ہے۔ حضرت امیر المؤمنین کے دو فرزند ایک عمر الاصغر ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے دوسرے عمر الاکبر ہیں جو مدینہ میں تھے عاش طویلا۔ ابو العباس کتاب عمدہ میں کہتے ہیں واختلف فی العباس واخیہ عمر ایھما الاکبر کہ علماء رجال و نساب نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جناب عباسؑ اور عمر الاکبر میں سے کون بڑا تھا جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے وہ یہ ہیں ابن شہاب عکبری ابوالحسن آشتیانی، ابن خداع کہتے ہیں کہ عمر ابن علیؑ۔ حضرت عباسؑ سے بڑے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت کے لوگ مثلاً شرف الدین عبیدلی و بغدادیوں، ابو الغنائم العمری کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ۔ عمر الاکبر بن علیؑ سے بڑے تھے اسی لیے وہ حضرت عباسؑ کی اولاد کو عمر الاکبر کی اولاد کو مقدم سمجھتے ہیں وایضاً علامہ فرماتے ہیں وھو صاحب لواء

اخیہ الحسین علیہ السلام یعنی عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ روز عاشوراء امام حسینؑ نے صرف حضرت عباسؑ ہی کو علمدار نہیں بنایا تھا بلکہ میمنہ پر حضرت زہیر بن قین بجلیؒ علمدار و سالار لشکر حسینی تھے۔ اور میسرہ پر حضرت حبیب ابن مظاہرؒ علمدار و سالار لشکر حسینی تھے اور قلب لشکر میں حضرت عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے اور یہی علم جو حضرت عباسؑ کو عطا ہوا تھا لواء اعظم تھا اور پورا لشکر حسینی اس علم کے تحت تھا۔ اور علموں کا کثیر ہونا آج بھی رائج ہے۔ علمدار کل لشکر حضرت عباسؑ تھے۔ اور یہ علم بزرگ کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ جس طرح کہ امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے علمبردار مخصوص تھے اور تریسٹھ ۶۳ جنگ اور غزوات میں حامل لواء حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام رہے ہیں۔ اگرچہ اس دور میں بڑے بڑے شجاع لوگ موجود تھے مثلاً محمد حنفیہؓ، ہاشم بن عقبہ، حصین بن منظر قانی کہ جن کا تفصیلی طور پر ذکر علیحدہ علیحدہ مجلس میں کیا جائے گا۔ حضرت قمر بنی ہاشم اشجع النّاس اور تمام بہادران عرب میں زیادہ بہادر تھے۔ لہٰذا حضرت امام حسینؑ نے علم بزرگ آپ کو عطا کیا۔ کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے تمام نشانیاں جو علمدار کے لیے ضروری ہیں آپ میں موجود پائیں۔ منجملہ ان کے قوت قلب بھی ہے یعنی کہ شیر دل ہونا ضروری ہے چنانچہ حضرت عباس بوقت شب جب خیام کا پہرہ دے رہے تھے تو آپ جب تکبیر بلند کرتے تو لشکر کفار پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ اسی طرح قوت بازو تھی اسی طرح آپ بلند قامت بھی تھے۔ اور جب کسی بلند سے بلند گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پاء مبارک رکاب سے جدا ہو کر زمین پر خط دیتے تھے۔ آپ کرّار و غیر فرّار تھے تمام علامات علمداری آپ میں قدرت نے جمع کر دی تھیں۔

حضرت عباسؑ کا مدصدق بر یداللہ فوق ایدیہم ز حقّ
از حسینؑ اینان علمدار حسینؑ شد فنا تا یافت اسرار حسینؑ
کرد سر سوداء ببازار حسینؑ در دو عالم گشت سردار حسینؑ
در راہ حق داد دست حق پرست دستہا شد جملہ او را زیر دست

چوں یداللہ دستِ عباسؑ علی است
پس یقین دست خدا دست ولی است

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت صاحب صدق و صفا ہیں یداللہ کو سب ہاتھوں پر فوقیت ہے حسین علیہ السّلام کی طرف سے ایسا علمدار کہ جس نے اسرار امام حسینؑ پلنے میں اپنی زندگی گزار دی اور بازار اطاعت ذمحبت حسینؑ اپنے سر کا سودا کیا۔ اور صدائے سردار حسینؑ دونوں عالم میں گونج گئی۔ اور حضرت عباسؑ نے اپنے دونوں حق پرست ہاتھ راہ حق میں دیدیئے فوق حاصل ہوا اور سب لوگ زبردست رہے حضرت عباسؑ یداللہ ہیں کیونکہ آپ یداللہ کے فرزند ہیں۔ بس یقین ہے کہ ولی کا ہاتھ دست خدا ہے۔ یہ تمام تعریفیں علمدار لشکر کے لیے ضروری ہیں جب کہ تمام لشکر ختم ہو گیا اور صرف علمدار باقی رہ گئے اور شاہؑ مظلوم باقی رہ گئے۔ اب ان دونوں بھائیوں میں کون میدان جنگ میں جائے۔ حسینؑ جائیں یا عباس علمدار جائیں لہٰذا حضرت عباسؑ نے خدمت امام حسینؑ میں آکر اذن جہاد طلب کیا۔

شاعر نے بزبان حال اس کی منظر کشی کی ہے

ای شہہ بی مثل و بی نیاز و یار کشتہ ام در راہ عشقت دست باز
زا بر عشقت بر سرم بارش گرفت
لشت راز ہستیم آتش گرفت

زالعطش برپاست بانگ کودکان — بانگ طفلاں میزند آتش بجان

برتن من دست وبرد ستم علم — العطش آنکہ میباید بہر حرم

گر بفتد از بدن در عشق یار — دست باشد در بدن بہر چہ کار

سر کہ در عشقت نگردد پیش جنگ — سر مخوانش ہست برتن بار ننگ

این بگفت وبحر جانش کرد جوش

شد بمیدان مشک بے آبی بدوش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ اے شاہ بے یار ومددگار میں آپ کی محبت میں مقتول ہوں اور اپنے ہاتھ نثار کر دیئے۔ آپ کے ابر محبت میرے سر پر بارش کی ہے۔ اور میری ہستی کی کھیتی آگ کی لپیٹ میں ہے خیام سے بچوں کی العطش کی آوازیں آرہی ہیں اور ان کی آوازیں دل وجگر کو جلا رہی ہیں میرے جسم پر ہاتھ اور ہاتھ میں علم اور خیمہ سے العطش کی آوازیں آرہی ہیں اگر مجھ علمدار کے ہاتھ قطع بھی تو کیا غم کی بات ہے شاید اس صورت میں اہل حرم کے لیے پانی لا سکوں۔ اگر محبت آقائے نامدار میں بدن سے ہاتھ جدا نہ ہوں تو ہاتھ کس کام کے ہیں۔ اگر جنگ میں محبت آقا میں سر کام نہ آئے تو ایسا سر بار ہے یہ کہا اور جسم میں جوش پیدا اور ایک سوکھی مشک لے کر میدان جنگ کا رخ کیا۔ قال العلامۃ فی البحار من المناقب مضی فیطلب الماء فحملوا علیہ وحمل علیھم ابن شہر آشوب کی روایت کا تتمہ یہ ہے کہ حضرت عباس علمدار پانی لینے کی خاطر روانہ نہر فرات ہوئے اور جب نہر کے پہرہ داروں کو یہ خبر ہوں کہ ابو الفضل عباسؑ پانی لینے آرہے ہیں تو ان ملاعین نے آپ پر ہجوم کر لیا ؎

پس ہمچو سیل خیل روان شد زہر طرف — طوفان تیر وسنگ عیان شد زہر کنار

کردند حملہ حملہ بر آن شبل مرتضیٰ

یک شیر درمیان گرگان بے شمار

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عباسؑ کو نہر کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر لشکر عمر ابن سعد کے غول کے غول چاروں طرف سے آنے لگے۔ اور تیر، و پتھر برسانے شروع کر دیئے، سب نے مل کر شیر بیشۂ حیدر کرار حملہ کیا۔ ایک شیر تنہا اور بے شمار اعدائے دین میں جو مثل گرگ تھے پھنس گیا۔ گرگ بھیڑیئے کو کہتے ہیں اور یہ درندہ مکاری میں مشہور و معروف ہے اعداء دین سخت مکار و چالاک تھے حضرت عباس علمدار علیہ السّلام ان بزدلوں پر حملہ کیا اور رجز پڑھا ؎

لاارھب الموت اذ لموت رقا — حتی اواری فی المصالیت لقا

نفسی لنفسی المصطفیٰ الطھر وقا — انی انا العباس اغدوا بالسقا

ولایخاف الس یوم الملتقا

اس رجز کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کی چکّی میں ہر ذی روح پس جائے گا موت سے ہر ایک کا چہرہ مرجھا جائے گا۔ اور میری جان نفس پیغمبر خدا کے لیے جو طاہر و مطہر ہیں۔ اور میں عباس ہوں اور کل لوگ مجھے سقّہ کہہ کر پکاریں گے۔ اس رجز کے بعد آپ نے شمشیر شعلہ بار بلند کی اور ملعونوں کو واصل جہنم کرنا شروع۔ اور مثل حیدر کرّار لشکر عمر ابن سعد پہ حملہ کیا ؎

درافتاد در جیش کوفان نہیب — ز دلہا روان گشت صبر وشکیب

یکی گفت این زادۂ حیدرؑ است — چو حیدرؑ بہ پیکار جنگ آور است

کرا تاب نیروی بازوی اوست

دو گیتی سبک در ترازوی اوست

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ لشکر کوفی میں آپ کے حملہ سے خوف پیدا ہو گیا۔ اور ان کے دلوں سے صبر و ضبط جاتا رہا۔ کسی نے کہ یہ فرزند حیدر کرّار ہے اسی لیے مثل حیدرؑ صفدر جنگ کر رہا ہے اس کے بازوؤں کی طاقت کے مقابل کون آسکتا ہے۔ دونوں جہان اس کے سامنے سبک ہیں ہر ایک انسان کے دو بازو ہوتے ہیں اور طاقت کا مرکز بازو ہے انسان میں ترازو کے بھی دو پلّے ہوتے ہیں اس لیے شاعر نے بازوؤں کو ترازو سے مثال دی ہے۔ مجلسیؒ نقل کرتے ہیں کہ زید بن ورقا ایک درخت خرمہ کی آڑ میں بیٹھا تھا۔ اور حکیم بن طفیل اس کی مدد کے لیے چھپا ہوا تھا کہ اس ملعون نے زہر آلود تلوار سے حضرت عباس علمدار علیہ السّلام پر حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں آپ کا دست راست قطع ہو گیا چنانچہ آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لے لی اور مقابلہ شروع کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ طاقت و توانائی جواب دینے لگی اور حکیم بن طفیل ملعون نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا وار کیا جس سے دست چپ کٹ گیا اور آپ کی امیدیں منقطع ہو گئیں آپ انتظار شہادت فرمانے لگے۔ حضرت قمر بنی ہاشم۔ لشکر کفّار کے گھن میں آگئے۔ اسی اثنا میں ایک ملعون آگے بڑھا اور اس نے گرز سے آپ سر مبارک پر وار کیا۔ اور سر مبارک شگافتہ ہو گیا۔ فلما رأ الحسین علیہ السلام صریعا علی شاطی الفرات بکیٰ۔ جب امام حسین علیہ السّلام نے دیکھا کہ عباسؑ نہر فرات کے قریب پہنچ چکے ہیں مگر دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں۔ سر مبارک بھی شگافتہ ہے تو آپ نے ایک آہ سرد بھری سا آبدیدہ ہوئے اور لشکر کوفہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قوم بد کردار اولاد پیغمبرؐ پر ظلم کی انتہا کر دی عنقریب اپنے کئے کا بدلہ پاؤ گے۔ آپ نے لاش عباسؑ پر بزبان حال یہ نوحہ پڑھا ؎

بخون غلطان چرائی العلمدار سپاہ من — زجا خیز آنکہ در ہر دم بدی پشت پناہ من

زپشت زین چہ افتادی شکست از بار غم پشتم

نظر بکشا و بنگر یکزمان بر سوز و آہ من

خلاصہ یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار خون و خاک میں غلطان ہو گئے تم تو میرے لیے ہر دم پشت و پناہ تھے۔ تم زین سے کیا گرے بار غم سے میری کمر شکستہ ہو گئی۔ نظر اٹھا کر دیکھو تو سہی میرے دل و جگر سے آہ سوزاں نکل رہی ہے۔ واحسرتا عباسؑ علمدار کی روح نے پرواز کی اور حسینؑ بھائی کی لاش پر روتے رہے۔

حضرت عباس علیہ السّلام کا لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت کرنا

روایت سوم بقول شیخ طریحی۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے کہ شیخ طریحی کہتے ہیں کہ جب حضرت عباسؑ نے دیکھا کہ سب برادران و اقربا درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو آہ سرد کھینچی اور آپ نے لقاء پروردگار کی تمنّا میں میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ فحمل الرایۃ وجاء نحو اخیہ الحسین و قال ھل رخصتہ۔ باچشم گریاں علم اٹھا کر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے برادر عالیقدر والے آقائے من مجھے بھی اجازت میدان دیجئے تاکہ میں اپنی جان آپ پر نثار کروں۔ اے دوستو حضرت عباسؑ جب تک موجود تھے حسینؑ سمجھتے تھے کہ لشکر موجود ہے۔ جب آپ نے اذن طلب کیا فبکی الحسین بکاءً شدیدًا حتی بل ازیافہ سخت گریہ طاری ہوا۔ اور فرمایا کہ اے بھائی ؎

شاہ فرمود اے علمدار رشید　　اذن جنگ از من مدار کنون امید
ترک جان بایار جانی مشکل است　　بے تو یکدم زندگانی مشکل است
گر بسرداری ہوائے وصل خور　　شاہ را باشد علمداری ضرور

یعنی کہ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت عباسؑ سے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار، مجھ سے تم اذن جنگ مانگ رہے ہو۔ یہ امید کہ میں تمہیں اذن جنگ دوں کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے ایک بھائی دوسرے بھائی کو مرنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے اور اے بھائی تمہارے بغیر میرے لیے زندگی مشکل ہے۔ سرداری کے ساتھ میرے پاس رہنا چاہیئے کیونکہ شاہ کے لیے علمداری ضروری ہے حضرت عباسؑ نے عرض کیا اے مولیٰ اب زندگی بے کیف معلوم ہوتی ہے، سارے بھائی مارے گئے خدا آپ کو زندہ و سلامت رکھے آپ قبلۂ عالم ہیں لیکن مولیٰ اب اجازت عطا کیجئے بچوں کی پیاس کی آوازیں دل بے چین کر رہی ہیں بچوں کے لیے پانی لانا ضروری ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ ارادہ ہے تو جاؤ اجازت ہے اور اے عباسؑ پہلے تم ان ملاعین کو وعظ و نصیحت کرنا اور بعد کو آغاز حرب کرنا۔ جب حضرت عباسؑ کو اذن میدان مل گیا تو آپ جوشش وغا میں انگڑائی لینے لگے۔ بازوؤں میں قوت و توانائی پیدا ہو گئی۔ قدموں میں مثل کوہ ثبات پیدا ہو گیا۔ اور میدان جنگ کا رخ کیا۔ وکان فارسًا هماما وبطلا ضرغاما وكان جسورا على الطعن والضرب فی میدان الکفاح والحرب۔ یعنی کہ جب آپ نے گھوڑے کو جولان کیا اور مثل حیدر کرّار میدان جنگ کو روانہ ہوئے تو اس وقت گھوڑے کی ٹاپوں سے جو گرد اڑی فضائے کربلا میں چھا گئی۔ لشکر دشمن میں سرکشان دلاور، اور سواران بہادر ہزاروں کی تعداد میں تھے اور اے عباسؑ آپ کی شجاعت کی داستانیں

لوگ سنائیں گے مگر کبھی داستان شجاعت علمدار ختم نہ ہوگی اس کا عشر عشیر بھی بیان نہ ہو سکے گا غرض کہ حضرت عباسؑ میدان جنگ میں پہنچے اور آپ نے وسط میدان میں گھوڑے کو روکا۔ اور ایک آہ سرد بھر کر اس قوم جفا کار کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ یا قوم انتم کفرة ام مسلمون یعنی کہ اے قوم جفا کار کہاتم کافر ہو یا مسلمان ہو اگر تم مسلمان ہو تو کیا یہی طریقہ اسلام ہے کہ اولاد پیغمبرؐ خدا کو قتل کر رہے ہو۔ ذرّیت رسول خدا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے مر رہے ہیں کیا انہیں اس نہر فرات کا پانی پینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ شاعر بے مثل صفی الوفی نے بزبان حال یہ نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

کوفیاں را پس بآواز جلی　　بس نصیحت کرد عباسؑ علیؑ
کاین حسینؑ القوم مرآت خدا است　　در حقیقت جنگ با حق کی روا است
یک زمام گوش بر حجت کنید　　زانبیاء و قوم شان عبرت کنید
گر شمارا رہنما قرآن بود　　فرض حق اکرام بر مہمان بود
خاصہ مہمانی کہ ذوی القربیٰ است او　　بر تمام ماسوا مولا است او
جنگ با مولائے عالم از چہ زد　　می نشاید با خدا شد جنگجو
توبہ سوی وی کنید از کار خویش　　معذرت خواہید از رفتار خویش

مظہر حق عفو حق را آیت است
خاصہ این مظہر کہ بحر رحمت است

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت عباسؑ نے باآواز بلند مخاطب کر کے اس طرح نصیحت کی کہ حسینؑ آئینہ خداوندی ہیں یعنی حسین علیہ السّلام کے خداشناسی ہوتی ہے۔ حسینؑ سے جنگ کیونکر جائز ہو سکتی ہے حسینؑ حق ہیں اور حق سے جنگ کرنا کفر کی نشانی

اس وقت میری اس حجت کو بگوش دل سنو۔ اور انبیاء ماسلف کی قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرو کہ ان پر کس طرح عذاب خدا نازل ہوا ہے اگر قرآن مجید کو تم اپنا راہ نما مانتے ہو تو حق اکرام مہمان ادا کرو۔ اور خصوصاً وہ مہمان کہ جن کی مودّت اجر رسالت ہے اور جو تمام مخلوق پر مولیٰ ہے اس کو مہمان سمجھو۔ پناہ بخدا اس کی طرف یہ کام یعنی کہ اس سے جنگ اپنی روش کو بدلو اور معذرت کرو۔ حسینؑ مظہر حق ہیں اور حق دار کو معاف کرنا ان کا شیوہ ہے اور ان کا یہ خاصہ اس لیے ہے کہ وہ بحر شرم و حیا میں یعنی کہ اگر کوئی ان سے معافی مانگے تو ان کو شرم و حیا آئی ہے اور معاف کر دیتے ہیں۔

هذا الحسين بن فاطمة يقول انكم قتلتم اصحابه واخوته وبنى عمه وبقى فريدا مع عياله واطفاله ووصلوا الى هلاك۔

یعنی کہ یہ حسین علیہ السّلام فاطمہ زہرا بنت رسولؐ خدا کے فرزند ہیں تم نے اِن کے اصحاب، بھائی۔ بھتیجے اور ان کے چچا زادوں کو قتل کر دیا۔ حسینؑ اکیلے رہ گئے اور ان کے اہل و عیال قریب بہ ہلاکت ہیں یعنی ان کو پانی بھی میسّر نہیں ہے۔ مجھے حسین علیہ السّلام نے مامور کیا ہے کہ تم کو نصیحت کروں اور امامؑ مظلوم کا پیغام سناؤں ؎

گرچہ بستید آب را۔ بر رُوئ اُو　　　تاختید از چار سو بر سوئ اُو
غرق خون کردید از پیر و جوان　　　یاور انش را ز کین ای دشمنان
با ہمہ این کفر و جہل و خیرہ گی　　　وین ہمہ طغیان و ظلم و تیرہ گی
توبہ گر آرید زین عصیان ہمہ　　　رو کنید از کفر بر ایمان ہمہ

من بعفو او شما را ضامنم
زانکہ باب رحمت و عفوش منم

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ اگرچہ اے قوم جفا کار تم نے ان پر پانی بند کر دیا اور چاروں طرف سے ان سے جنگ کر رہے ہو تم نے ان کے پیر و جوان سب ہی قتل کر دیئے۔ جو خون آلودہ ریگ گرم پر پڑے ہیں اور اے دشمنوں تم نے ان کے یاور و انصار تہ تیغ کر دیئے اور وہ بھی انتہا ظلم و ستم اور بے رحمی کے ساتھ۔ تم تو حد سے بڑھ گئے کہ آل رسولؐ پر ظلم و ستم کر رہے ہو۔ اگر تم نے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تو ایمان سے کفر کی طرف چلے جاؤ گے۔ اگر جو کوئی معافی مانگے تو اس کے لیے حسینؑ عالی جناب کی طرف سے باب رحمت و عفو میں ہوں۔ میں اس کو معافی دینے کا ضامن ہوں (حضرت علی ابن ابی طالب باب مدینۃ العلم ہیں اور حضرت عباس علیہ السّلام امام حسین عالیقدر کی طرف سے باب رحمت و عفو ہیں)

وهو مع ذلك يقول لكم دعونى اذ اخرج الى طرف الروم او الهند واخلى لكم الحجاز والعراق۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو اور مجھے اجازت دو یعنی راستہ دیدو تو بطرف ملک روم یا بطرف ہندوستان چلا جاؤں اور ملک حجاز و عراق تمہارے لیے خالی کر دوں۔ تم ان کی اس بات پر غور کرو۔ و اشرط لكم غدا فى يوم القيامة لا اخاصمكم عند الله حتى يفعل الله بكم ما يريد۔ میں تم کو اس شرط پر یقین دلاتا ہوں کہ ہم بروز قیامت تم سے کوئی مخاصمہ نہیں کریں گے۔ اور طلب خون عزیزان و انصار نہیں مانگیں گے لیکن خدا جو کچھ چاہے گا تم پر ظاہر ہو جائے گا۔ اے قوم حسینؑ عالیقدر کی اس بات کی طرف آؤ اور میری نصیحت پر عمل کرو ؎

زاں ہمی گفتم بآواز بلند
بر شما از راہ لطف این وعظ و پند

ورنہ من از جنگ رو گردان نیم | بہر حق از بذل جان محکم پیم
جملہ دانیدم کہ حیدر زادہ ام | راہ صحرائی فنا پیمودہ ام
گرمرا افتد ز دوشش امروز دست | دادہ آید از کیں بدستِ حق شکست
چوں برآمد صاحب دست بلند | کرد حجّت را تمام از وعظ و پند

خلاصہ اشعار یہ ہے۔ کہ حضرت عباس علیہ السّلام نے لشکر والوں کو بہ لطف و کرم وعظ و نصیحت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں جنگ سے گریز کر رہا ہوں ہم تو ہمیشہ ہی سے راہ حق میں قتل ہونا حیات ابدی سمجھتے ہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ میں فرزند علی ابن ابی طالبؑ ہوں جن کا لقب حیدرؑ ہے اور ہم صحرائے فنا کی پیمائش سے واقف ہیں حضرت عباسؑ علیہ السّلام نے ان ملاعین کو نصیحت تمام کی اتمام حجت کے لیے راہ حق دکھلائی مگر ان ملاعین نے کوئی نصیحت قبول نہیں کی۔ آپ اس وقت گھوڑے سے اترے اور فرمایا کہ اے قوم نابکار پانی امام حسینؑ کی مادر گرامیقدر فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کا مہر میں دیا گیا ہے ان کی اولاد اور بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں تم ایک گھونٹ پانی نہیں دیتے۔ جب فوج مخالف نے یہ سنا تو اکثر لوگ رونے لگے۔ اس وقت شمر ولد الحرام اور شیث بن ربعی۔ لشکر سے جدا ہو کر حضرت عباسؑ کے نزدیک آئے۔ اور کہا اے پسر ابوتراب اگر ساری دنیا پانی ہو جائے تب بھی ایک گھونٹ پانی خیام حسینؑ میں نہیں دیں گے یہ سن کر حضرت عباس علیہ السّلام مایوس ہو گئے اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں واپس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ امام حسین علیہ السّلام سن کر آبدیدہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت کا دامن اشکوں سے تر ہو گیا۔ واجسرتا قوم جفا کار ایک قطرہ آب دینے پر راضی نہ ہوئی۔ اور اس وقت کہ جب امام مظلوم کا سر شمر ولد الحرام قطع کر دیا تھا آپ نے اس سے پانی مانگا۔

اس ملعون نے پانی نہیں دیا اور خشک گلا خنجر سے کاٹا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت عباس علیہ السّلام کی شہادت بروایت شیخ فخر الدین طریحی

روایت سوم :۔

کتاب منتخب اور روضۃ الشہداء میں بروایت شیخ فخر الدین مرقوم ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السّلام کہ وعظ و نصیحت کرنے کے لیے میدان جنگ تشریف لے گئے اور اہلحرم کے لیے پانی طلب کیا تو اُس قوم نابکار نے کوئی اثر نہیں لیا آپ واپس تشریف لائے اور سارا واقعہ حضرت امام حسین علیہ السّلام گوش مبارک تک پہنچایا اور اس طرف لشکر بدشعار میں جنگ کا شور و غل برپا ہوا۔ مبارز طلبی ہونے لگی۔ خیام امام حسینؑ میں العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور لشکر اعداء میں طبل جنگ کا شور بلند تھا۔ حضرت عباسؑ نے امام علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے بھائی جان بزور شمشیر پانی لانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ امام حسینؑ نے اجازت دی اور شور الوداع عباسؑ خیموں میں بلند ہوا بیبیاں آپ کے پاس جمع ہو گئیں عجب بیکسی و یاس کا عالم تھا۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا کہ اے مخدومہ بہن زینب میں بچوں کے لیے پانی لینے جا رہا ہوں خدا حافظ و ناصر۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہی و سیّدی ارید اعید بقدتی و املئی ہٰؤلاء الاطفال قربۃ من الماء اے خدا مجھے ناامید کرنا شاید میں

بچوں کے لیے پانی لاسکوں۔ میں نے پانی لانے کا قصد کیا ہے۔ فرکب فرسه واخذ رمحة والقربة فی کتفه۔ حضرت عباسؑ علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہوئے۔ نیزہ خطیؑ آبدار ہاتھ میں لیا اور مشک دوش پر رکھی اور اس عنوان سفر منزل شہادت پر روانہ ہوئے۔ عمر ابن سعد ملعون نے نہر فرات پر چار ہزار سواروں اور پیادوں کا لشکر مقرر کیا تھا کہ خیام حسینؑ میں پانی نہ جانے پائے۔ جب ان پاسبانوں نے حضرت عباسؑ کو نہر کی طرف آتے دیکھا۔ تو چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اس وقت آپ نے نعرۂ حیدری بلند کیا اور فرمایا اے قوم کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ کیا مذہب ہے کہ جو تم نے اختیار کیا ہے آپ نہر پر پہنچے کہ تیر اندازوں نے تیر چلانے شروع کیے جب چاروں طرف سے تیر آنے لگے تو حضرت عباس علیہ السلام کو جلال آگیا۔ اور شیر بیشہ حیدر کرار غصہ میں بھر گیا۔ اور تلوار بکف آپ مجمع کو بھگاتے ہوئے نہر فرات میں داخل ہوئے۔ ؎

آمد بیاد از لب خشک برادرش — شد غیرت فرات دو چشم زخون ترش
گفتا نخوردہ آب گلستان حیدری — داری تو میل آب کجا شد برادری

تشنہ است آنکہ تو گل باغ فتوتست
لب تر مکن ز آب کہ دور از مروتست

خلاصہ یہ اشعار یہ ہے کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیاس یاد آئی۔ غیرت آئی اور آپ کی دونو[ں آ]نکھوں سے خون آنسو بن کر ٹپکنے لگا۔ دل میں فرمایا گلستان حیدر کرار کے نونہالوں نے پانی نہیں پیا ہے۔ انہیں پانی نہیں ملا ہے۔ اگر میں نے پانی پی لیا تو برادری کہاں رہی تو شگفتہ کلیاں یعنی کم سن بچے بغیر آب ہیں اپنے لبوں کو پانی سے تر کرنا مروت کے خلاف ہے آپ نے پانی نہیں پیا اور چلو سے پانی

پھینک دیا۔ نہر فرات سے نکلے تو لشکر عمر ابن سعد جمع ہو گیا۔ اور پانی لیجانے سے روکا۔ اس وقت حضرت عباسؑ کا دل بے چین ہو گیا سوچا کہ کسی طرح پانی خیمہ تک پہنچ جائے۔ نمعلوم کیا مشیئت خدا تھی کہ لشکر اعداء کا ایک شخص جس کا نام نوفل بن ازرق تھا۔ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ اس نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے دست مبارک کٹ گیا۔ اے شیعو اگر تمہارے نزدیک حضرت عباسؑ کے ہاتھ زیادہ عزیز ہیں تو ہائے عباس علمدار کہہ کر اپنے سینے پر ہاتھ مارو۔ یعنی امام حسین ماتم عباسؑ کرو۔ آپ نے مشکیزہ بائیں شانے پر رکھا کہ آپ کا دست چپ بھی قطع ہو گیا۔ پھر آپ نے بمشکل تمام مشک کو دانتوں سے پکڑا اور چاہا کہ کس طرح پانی خیمہ تک پہنچ جائے آپ نے اپنے گھوڑے کو خیمہ کا اشارہ کیا۔ گھوڑے نے جست بھری اور خیمہ کا رخ کیا مگر واحسرتا دو تیر دشمن کی طرف سے آئے ایک تیر مشک پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا دوسرا تیر حضرت عباسؑ کے سینہ مبارک پر لگا۔ ہاتھ پہلے ہی قطع ہو چکے تھے نمعلوم آپ نے کس طرح تیر سینے سے نکالا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے فصاح الی اخیہ الحسین ادرکنی اور با آواز بلند فرمایا اے اخی حسینؑ، اے آقا حسینؑ ادرکنی۔ جیسے ہی امام مظلوم نے بھائی کی آواز سنی۔ آپ تشریف لے گئے راہ طریحا۔ دیکھا کہ عباسؑ خون میں غلطاں پڑے ہیں۔

حاصل اعتقاد شیخ فخر الدین طریحی یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام لاش حضرت عباسؑ خیمہ میں لائے ہیں چنانچہ شیخ فرماتے ہیں ثم حمل العباس الی خیمتہ فجدد و الاحزان و قاموا العزا اس میں روایت میں ابی مخنف و شیخ طریحی متفق ہیں لیکن جمہور علماء لکھتے ہیں کہ ہر چند امام حسینؑ نے چاہا کہ لاش عباس علمدار علیہ السلام خیمہ میں لے جائیں لیکن امام مظلوم لاش نہ اٹھا سکے۔

شہادت ابوالفضل العباس علیہ السّلام بروایت ابی مخنف

روایت چہارم بنابر قول ابی مخنف :۔

ابی مخنف نے تفصیلی طور پر اس روایت کو نقل کیا ہے اور شیخ طریحی نے بطور خلاصہ روایت نقل کی ہے۔ ابی مخنف نے نویں محرم کے واقعات ہیں اور شیخ طریحی نے روز عاشوراء کے واقعات میں اِس روایت کا ذکر کیا ہے حالانکہ اصل واقعہ ایک ہے مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم ہر دو واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ قال الشیخ فی المنتخب لما لتقی العسکران وامتاذ الرجالة من الفرسان واشتد الجلاد بین العسکرین الی ان علا النھار۔ فرماتے ہیں کہ جب روز عاشوراء لشکر حق و باطل برابر مقابل میں ڈٹ گئے اور لشکروں میں صف آرائی ہو چکی اور ہر ایک چستی و جوانمردی کا مظاہرہ کرنے لگا وقت چاشت جنگ سخت ہو گئی اور رزم شدید رخ اختیار کر گئی۔ امام حسینؑ نے عباس علیہ السّلام کو بلایا اور تمام جوانان بنی ہاشم کو جمع کیا اور فرمایا کہ کنواں کھودا جائے شاید کہ پانی نکل آئے۔ حضرت عباسؑ نے تعمیل حکم امام علیہ السّلام میں کنواں کھودا مگر پانی نہ نکلا۔ پھر دوسرا کنواں کھودا مگر پھر بھی پانی نہ نکلا اور ہر دو کنوئیں بند کر دیئے جب بچوں پر پیاس نے غلبہ کیا تو امام حسینؑ نے آپ سے فرمایا کہ بھیا کوشش کرو اور نہر فرات سے پانی لاؤ۔ جناب قمر بنی ہاشمؑ اور آپ کے ساتھ یاور و انصار منظم ہو کر فرات کی طرف بڑھے۔ اور جب نہر فرات کے نزدیک پہنچے پاسبان نہر فرات نے

شور و غل مچانا شروع کیا۔ اور نہر فرات پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ روک دیا۔ حضرت عباسؑ کے ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ بچوں پر تشنگی زیادہ غالب ہے قدرے پانی اہلحرم کے لیے لیجانا چاہتے ہیں لیکن لشکر ابن زیاد نے ناروا الفاظ کہے اور حضرت عباس اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ جب آپ نے کوفیوں کی بے حیائی دیکھی تو شمشیر آتشبار کھینچ لی۔ اور نعرۂ حیدری بلند کیا۔ اور ان پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا :۔

اقاتل القوم بقلب مهتد ... اذّب عن سبط النبی احمد
اضربکم بالصارم المهتد ... حتی تحید واعن قتال سیدی
انی انا العباس ذو التودد ... بخل علی المرتضٰی المؤیّد

ثم حمل علی القوم وفرقهم یمینا و شمالا وقتل رجالا ونکس ابطالا۔ بعد از رجز حملہ کیا اور لشکر ابن زیاد کے لوگ اس طرح منتشر ہو گئے جیسے درخت کے خشک پتّے ہوا سے منتشر ہو جاتے ہیں۔

چنان گرم گشت آتش کارزار ... کہ از نعل اسپاں برآمد شرار
بہر جا کہ بازو برافراختی ... سرخصم در پائش انداختی
نشد در تنی تا نیر داختش ... نزد بہ سری تا نیذاختش
گریزند کان را در آن رستخیز ... نہ روئے رہائی نہ روے گریز
شراری کہ شمشیر عباس دار ... طیش در دل سنگ خاراش داو

خلاصہ یہ کہ جب آتش کارزار بھڑک اٹھی اور گھوڑوں کے نعلوں سے شرار پھوٹ نکلے اگر کسی نے ہاتھ بلند کیا تو دشمن کا سر اس کے پیروں میں آگیا۔ یعنی قتل ہو گیا۔ اس وقت نہ کسی کو راہ قرار ملتی تھی نہ راہ گریز نظر آتی تھی۔ اور عباس علمدار

علیہ السلام کی تلوار سے جو شرارے نکلتے تھے وہ اسقدر تپش خیز تھے کہ پتھر کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی تلوار کے سامنے سے دشمن بچ کر نہیں جاسکتا تھا۔ آپ نے پاسبانوں کے لشکر کو کنارِ نہر سے دور کردیا۔ اور آپ نہر میں داخل ہوئے۔ وفاءِ حضرت عباسؑ دیکھنے کے قابل ہے خود پیاسے تھے۔ پانی بہہ رہا تھا۔ چلو میں پانی لیا مگر لب تر نہیں کیے کہ حسینؑ اور اہلحرم سب پیاسے ہیں پھر آپ مشک بھر کر نہر سے نکلے۔ نہر کے پہرہ داروں کی نظریں جناب عباسؑ اور مشک پر تھیں۔ ان ملاعین نے تیراندازی شروع کی فاخذ النبل من کل مکان یعنی کہ ہر طرف سے تیر آنے شروع ہوگئے۔

زبس تیر باران کہ آمد بجوش　　فگندابر بارانی خود بدوش

گران تیر باران کنون آمدی　　بجائے نم از ابر خون آمدی

یعنی کہ تیروں کی بارش میں شدّت پیدا ہوئی لیکن حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے مشک کی بمشکل تمام حفاظت کی اور تیروں کو اپنے اوپر سہتے رہے۔ اور چاہا کہ مشک خیمہ میں پہنچ جائے۔ اسقدر تیر لگے کہ زرہ تیروں سے بھر گئی تھی اس وقت ایک ملعون نے کہ جس کا نام برص بن شیبان تھا آپ کے عقب سے دست مبارک پر تلوار کا وار کیا اور نمعلوم کسقدر تلواریں دست مبارک پر پڑیں کہ دست راست قطع ہوگیا۔ پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر حملہ کیا ابی مخنف اور صاحب کتاب المنتخب کہتے ہیں کہ۔ فقتل منھم رجالاً ونکس ابطالا۔ کہ شیر بیشہ شجاعت عباس علیہ السّلام ان کے بڑے بڑے بہادروں اور جنگجو مَردوں کو قتل کیا اور مشک دوش پہ لیے ہوئے خیام اہلحرم کا رخ کیا اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے شور مچایا کہ ویلکم ارشقوا القربة بالنبل یعنی کہ

والے ہو تم پر کہ عباسؑ پانی لے کر خیمہ میں جارہے ہیں۔ ان پر تیروں کی بارش کرو چنانچہ تیر برسنے شروع ہوگئے اور لشکر عمر ابن سعد ملعون نے ہجوم کرلیا حضرت عباسؑ نے دست چپ سے حملہ شروع کیا اور ان کے ایک سو اسی ۱۸۰ لوگوں کو واصل جہنم کیا۔ عبداللہ یزید شیبانی نے آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا دست چپ کٹ گیا ہے

یا نفس لا تخشی من الکفار　　وابشری برحمة الجبار

مع النبی سید الابرار　　مع جملة السادات والاطھار

قد قطعوا ببغیھم یساری　　فاصلھم یارب حر النار

یعنی کہ میں کفّار سے نہیں ڈرتا خدائے جبّار کی رحمت کا مجھے آسرا ہے اور حضرت احمد مختار نبی الابرار اور سادات اطہار کی معیت حاصل ہے۔ تم نے بغاوت سے میرا دست چپ قطع کردیا۔ اے پروردگار ان لوگوں کے خاندان کو آگ کا مزا چکھا۔ آپ بہر حال جس طرح ہوا جنگ کرتے رہے اور بازوؤں سے خون بہتا رہا جب فوج مخالف نے یہ دیکھا کہ اب عباسؑ جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے آپ پر سب نے مل کر حملہ کیا کہ ایک ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور باآواز بلند فرمایا، یا ابا عبد اللہ علیک منی السلام۔ اے برادر خدا تمہیں سلامت رکھے میں رخصت ہورہا ہوں جب آواز حضرت عباسؑ امام مظلوم کے گوش گزار ہوئی تو آپ فریاد کناں خیمہ سے نکلے۔ فرات کا رخ کیا اور فحمل علی القوم وکشفھم حملہ کیا اور ان لوگوں کو پراگندہ کردیا۔ اور لاش عباس علمدار علیہ السّلام کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر۔ خیمہ کا رخ کیا۔ لاش عباسؑ گھوڑے پر تھی اور امام مظلوم لاش کے جلو میں چل

رہے تھے خیمہ میں لاش لے کر داخل ہوئے اور زمین پر لاشہ رکھ دیا۔ اہلحرم نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جزاك الله خیرا من اخ لقد جاهدت في الله حق جهاده۔ مؤلف کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام لاش عباس خیمہ میں لائے ہیں بعید از یقین ہے کیونکہ ہمارے علماء کرام اور مخالفین علماء دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؑ کی لاش خیمہ میں نہیں لائی گئی ہے علمائے اعلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عباس علیہ السّلام کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ لاش اس قابل نہ تھی کہ اٹھائی جا سکے اور جب لاش ہائے شہداء کو دفن کیا گیا ہے تو حضرت عباس علیہ السّلام کی لاش کے ٹکڑوں کو جمع کر کے دفن کیا ہے اور یہ چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ نے ہمراہ امام حسین علیہ السّلام جہاد کیا ہے۔ اور شہید ہوئے ہیں۔ اور انقضائے عالم تک آپ کی وفاداری، آپ کی علمداری قائم رہے گی۔ دنیا میں کوئی علمدار لشکر اس طرح زخمی ہو کر شہید نہیں ہوا جیسا کہ حضرت عباسؑ شہید ہوئے ہیں بلکہ جسقدر علمداران حضرت امیر المومنین جنگ صفین میں قتل ہوئے ہیں ان میں سے ایک بھی حضرت عباسؑ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا ہے۔

ہاشم بن عتبہ علمدار حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی جنگ صفین میں شہادت

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری عمر بن سعد کے چچا کا فرزند تھا یعنی چچا زاد بھائی تھا۔ ہاشم جنگ صفین ہمرکاب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام رہ کر شہید

ہوا جبکہ عمر بن سعد ملعون قاتل امام حسینؑ ہے۔ کتاب ریاض میں ہے کہ ہاشم مرد جلیل القدر تھے۔ دیندار تھے۔ دوستدار علی مرتضیٰ تھے اور دشمن علیؑ کی گھات میں رہتے تھے جنگ جمل میں بھی آپ نے شرکت کی ہے اور دشمنوں کو تہہ تیغ کیا ہے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ غزوۂ یرموک میں ایک تیر آپ کی آنکھ پر لگا جس کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ وكان هاشم من الفضلاء الخيار وكان من الابطال وفقات عينه يوم اليرموك قاطه۔ علماء و رجال نامدار نے ان کی مدح و ثنا کی ہے وكان راية علي يوم الصفين بيده ويومئذ قتل۔ یعنی کہ آپ جنگ صفین میں علمدار لشکر حیدر کرار تھے۔ بعض حضرات نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہ روز عاشورا لشکر عمر بن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ چنانچہ جوہری نے اپنی کتاب میں روضۃ الشہداء سے نقل کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہ نصرت امام حسینؑ میں لشکر عمر ابن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہاشم جنگ صفین شہید ہوئے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید، و نصر بن مزاحم وغیرہم اور علامہ مجلسیؒ نے جلد بحار ہشتم میں لکھا ہے کہ ہاشم بن عتبہ جنگ صفین شہید ہوئے ہیں۔

اور في المجمع هاشم بن عتبة بن ابي وقاص الزهري المرقال وكان لقب هاشم لانه يرقل في المحراب اوقالا۔ شیخ فخر الدین مجمع البحرین مادہ رقل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مرقال لقب ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری ہے کہ جنگ صفین میں علم حضرت علی علیہ السّلام اس کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں درجہ شہادت پر فائز ہوا عبد الحمید بن ابی الحدید و مجلسیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ جنگ صفین میں کسی روز حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام

نے معاویہ سے مقابلہ کیا ہے کیونکہ معاویہ اپنے لشکر کو ترغیب جنگ کے لیے صفین میں موجود تھا۔ معاویہ آہنی اسلحہ سے لیس تھا۔ دو ہزار سپاہی اس کی حفاظت کے لیے گرداگرد موجود تھے۔ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی نظر معاویہ پر پڑی تو آپ نے مالک اشترؒ کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ لشکر کو آمادہ کرو چنانچہ مالک اشترؒ نے صفین آراستہ کیں اور آپ نے اپنے سر پہ خود آہنی رکھا۔ اور فوج سے فرمایا کہ اے لشکریو خدا تم پر رحمت نازل کرے دشمن سے جنگ کے لیے صفین درست کر لو۔ مالک اشتر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ہاشم بن عتبہ بن ابی عتبہ بن ابی وقاص زہری کو بلایا۔ اور اپنی ساری فوج کا علم اس کو عطا کیا اور علمدار لشکر بنایا۔ اور اس نے لوگوں کو قتال کرنے پر آمادہ کیا۔ اس دم جناب عمار یاسر نے جو اصحاب رسولؐ خدا میں جو خاص درجہ رکھتے ہیں بطریق مزاح کہا اے ہاشم اقدم یا اعور، یعنی اے یک چشم علم کو آگے کشادہ کرو۔ وبر ولا خیر فی الاعور لا یاتی الفزع یک چشم کے لیے خیر نہیں ہے خوف و خطر سے انکار یقینی ہے اس کے لیے خوشی و مسرت نہیں ہے۔ عمار یاسر کا مقصد یہ تھا کہ ہاشم کو غیرت و حمیت دلائے لیکن ہاشم کو عمار یاسر کی طرف سے خجالت محسوس ہوئی اور اس نے کوئی نامناسب جواب نہیں دیا۔ لیکن یہ کہا آج کے دن میں کس طرح اپنے لشکر کو آمادہ قتال کرتا ہوں چنانچہ ہاشم نے علم کو آگے رکھا اور عقب میں سارے لشکر نے میدان کارزار میں مارچ کیا۔ تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ عمرو بن العاص نے کہ جو وزیر معاویہ تھا علم ہاشم پر نظر ڈالی دیکھا کہ لشکر ہمراہ ہے ؎

علم یہ نصر الهدی فکانه علم النبی و حوله الانصار

اس نے شور مچایا اور کہا کہ صاحب علم، یعنی علمدار لشکر علی مرتضیٰؑ ایک سپاہی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ سیل بے پناہ اس کے ساتھ ساتھ رواں ہے۔ اے لشکر تو تم بھی آگے بڑھو چنانچہ لشکر شام نے بھی حرکت کی دونوں طرف کے لشکر میں جنگ کا شور و غل بلند ہوا۔ لشکر معاویہ میں یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ یا لثارات عثمان اے خون عثمان طلب کرنے والو۔ بڑھو آگے بڑھو، یہ شور لشکر معاویہ میں بلند تھا۔ اور ادھر لشکر حق میں یا اللہ، یا احد یا صمد کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ آپ کا تمام لشکر معرکہ جنگ میں پیش پیش تھا سوائے قبیلۂ ربیعہ، امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کے باثر افراد کی طرف ابا ثروان کو بھیجا کہ ان سے سبب دریافت کرے کہ وہ جنگ میں پیش قدمی کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ خموش کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ مالکم لا تهدون الی عدوکم۔ کہ دشمن کے مقابل کیوں نہیں جاتے۔ ابا ثروان نے ان لوگوں کے پاس جا کر حضرت امیرالمومنین کا پیغام پہنچایا۔ اور واپس آکر آپ کو اس کی وجہ بتلائی کہ معاویہ نے چار ہزار تیس سو آدمی علم اور لباس سبز میں یہاں بھیج دیتے ہیں کہ وہ فرصت و ملاقات کے وقت ہم پہ حملہ آور ہوں۔ حضرت امیرالمومنین نے یہ سن کر مالک اشتر سے فرمایا کہ ان شرارت پسند لوگوں کا احاطہ کرو مالک اشتر فوراً لشکر قبیلہ ربیعہ کی طرف گئے اور فرمایا کہ ؎

غلام علی مالک شیر مست — یکی حربۂ پہلوانی بدست
چگونہ بود پیل پولاد پوش — ز شیر ژیان چوں بر آمد خروش
بدان گونہ اشتر دراں رزمگاہ — ہمی تاخت تا ساخت دشمن تباہ

ہزیمت در افتادہ بدخواہ را
ظفر داد حق لشکر شاہؑ را

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتران لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر زبان کو نچا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے دیکھا کہ علم ہاشم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السّلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہو اے مولیٰ آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السّلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقاہ ادرکنی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطان ہیں۔

علمداری حصین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعرفاء ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفیّن میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفیّن چودھ[۱۴] یا اکیس[۲۱] ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السّلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یادگار تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السّلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفیّن میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدسے خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہوگا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژیان گونجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے دیکھا کہ علم ہاسم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السّلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہو اے مولا آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السّلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

علمداریٔ حصین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعرفاء ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفین چودہ[۱۴] یا اکیس[۲۱] ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السّلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یادگار تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السّلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفین میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدرے خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہوگا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

ذہلی تھی تھے جو کہ شجاعت میں بے نظیر تھے اور رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنا ان کا کام تھا یہ بکمال آرزو حصین کے پاس آئے اور کہا یا عمّ اعرہا ساعۃ کہ ایک ساعت کے لیے علم اسلام مجھے دے دیں شاید کہ علمداری کا ثواب مجھے بھی میسر ہو۔ حصین نے کہا اے چچا تم ثواب کے طالب ہو۔ اس پر ابوالعرفاء نے کہا کہ اے حصین میں تم کو حضرت علیؑ کی قسم دیتا ہوں یہ علم ایک ساعت کے لیے عاریتاً مجھے دیدو۔ حصین کہتے ہیں کہ اس وقت ابوالعرفاء کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو علم نہ دیا تو ممکن ہے کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ حصین خدمت حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام میں لے واقعہ بیان کیا۔ اور آپ سے اجازت طلب کی ایک ساعت کے لیے ان کو علم دیدوں باجازت علم ان کو دے دیا یہ عاشق علم رسولؐ خدا بفخر و ناز ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اے بھائیوں جنت میں وہی جائے گا جو صابر ہے اور اللہ و رسولؐ کے احکام مانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرے اور اللہ کی طرف سے عظیم فرض جہاد کرنا ہے دشمنوں سے فی سبیل اللہ جہاد کرنا ہے۔ اور اس طرف لشکر شام نے جب علم ان کے ہاتھ میں دیکھا تو تیروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ آپ پر اسقدر تیر پڑے کہ آپ کی پشت اور زرہ ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کہ کانٹے پیوست ہوں۔ ابوالعرفاء نے اس وقت علم حصین کو دے دیا اور خود الگ ہو گئے گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت امیرالمومنین اس کی لاش پر پہنچے جنت کی بشارت دی اس نے شاہ ولایت کی زیارت کی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

اے شیعو۔ کربلا میں ذرا علمدار حسینؑ کو دیکھو کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور امام حسینؑ کو آواز دی ہے کہ یا اخا ادرکنی۔ امام حسینؑ بالین عباس علمدار پر پہنچے۔ امام حسینؑ نے آپ کی آنکھوں سے خون پونچھا کہ عباسؑ کی روح نے جنت اعلیٰ

کو پرواز کی۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار لشکر حق ہونا اور شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحار ج ۸ میں، صاحب شرح نہج، اور نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ ماہ صفر کی ساتویں تاریخ کو جنگ صفین میں لشکر معاویہ اور لشکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام صف بستہ ہوئے اس روز حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں قیس بن سعد بن عبادہ سردار جمیع سواران لشکر مقرر ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام پیادوں کے سالار مقرر ہوئے میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ورقاء خزاعی علمدار ہوئے اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباسؓ پیادوں کے علمدار مقرر ہوئے اور قلب لشکر میں حصین ابن منذر علمدار تھے اور حضرت امیرالمؤمنین علیہ السّلام بھی قلب لشکر میں موجود رہے۔ اور دوسری طرف معاویہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں باندھیں عبداللہ ابن عمرو عاص سواروں پر سالار مقرر ہوا اور مسلم بن عقبہ فہری پیادوں پر سالار مقرر ہوا۔ میمنہ پر عبداللہ علمدار اور میسرہ پر حبیب بن مسلم علمدار مقرر ہوا اور معاویہ بھی خود اپنے قلب لشکر میں موجود رہا۔ اسی اثناء میں دونوں لشکر میں شور جنگ پیدا ہوا ؎

برآمد ز قلب دو لشکر خروش　　رسید آسمان را قیامت بگوش
ز شور بدن نالہ کرد نائی　　بیفتاد تب لرزہ بر دست و پائی
ز رخ غریدن کوس خالی دماغ
زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ

زبس بانگ شیپور زہرہ شگاف
بدرید زہرہ بہ پیچید ناف

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ دونوں لشکروں میں شورِ جنگ اسقدر بلند ہوا کہ قیامت آسمان کے گوش زد ہو گئی یعنی بے پناہ شور ہوا۔ اور جب جنگ کی نفیری بجنے لگی تو ہاتھ پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کے نقاروں کی ڈراؤنی آواز دماغ پر گران گزر رہی تھی۔ زمین کوہسار و سبزہ زار سب ہی لرزے میں تھے۔ اور جنگی نفریوں کی آواز پتہ پھاڑ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی السّلام نے فرمایا کہ اے دوستو تم میں کیا۔ قرآن مجھ سے لو اور دونوں صفوں کے درمیان جاؤ اور اس گروہ معاویہ کے سامنے تلاوت کرو۔ اور کہو کہ اے معاویہ متابعت شیطان نہ کرو بلکہ اطاعت خدا و رسول اور امیر المومنین علیؑ کی اطاعت و پیروی کرو ۔

پیغمبرِ حق مرا برادر میگفت — باجان و دل خویش برابر گفت
من نصرت او در ہمہ جا میکردم — آندم کہ سخن ز شرع انور میگفت

یعنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے بھائی کہا ہے اور مجھے اپنا نفس یعنی اپنی جان، اپنا دل اور اپنا کہا ہے اور میں نے آنحضرتؐ کی ہر جگہ مدد کی ہے اور اس وقت بھی میری باتیں از شرع پیغمبریؐ ہیں اس دم ایک جوان صالح کہ اس کا نام سعید تھا خدمت امیر علیہ السّلام میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جوان اپنی جگہ واپس جا۔ آپ نے اس سے دو بار یہ کہا۔ پھر وہ جوان سامنے آیا۔ تو آپ نے اس کو قرآن مجید دیا اور فرمایا کہ مردانہ وار میدان رزم میں جاؤ اور اُس نے میدان جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اے اہل شام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن حضورؐ نے دو گرانقدر چیزیں ہمارے لیے چھوڑی ہیں ایک

کتاب خدا ہے دوسرے عترت رسول خدا ہے۔ تم ان دونوں کی طرف سے بے اعتنائی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ جوان یہ کہہ رہا تھا کہ لشکر معاویہ نے اس کو تیروں کا نشانہ بنایا جناب امیر المومنین نے یہ دیکھ کر عبداللہ بن بدیل سے کہا کہ حملہ کرو۔ عبداللہ نے علم اسلام آگے کیا اور پرچم کھولا۔ اور عبداللہ کے عقب میں فوج حق نے پیش قدمی کی۔ عبداللہ رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چل گیا۔ معاویہ نے دیکھا کہ عبداللہ پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے حبیب ابن مسلم کو جو اُس کے میسرہ کا سالار تھا حکم دیا کہ حملہ کا جواب دے۔ ؎

در آمد بغریدن آواز کوس — فلک بر دہان دہل بوس
رواز در آمد بجائی نبرد — بتواہز برآمد بردان مرد
زمین گفتی ازیکدیگر بردرید — سرافیل صور قیامت کشید
غبار زمین برہوا راہ گشت — عنان سلامت بر و تشنہ زدست
زبس ترک بر تارک اہل کین — زمین آسمان آسمان شد زمین
صف میمنہ چوں روانشد زجائی — فغان کرد شیپور و نالید نائی
دلیران دین رایت افراختند — بقصد سر یکدگر تاختند

چنان ریخت خون تیغ خارا شگاف
کہ شد لالہ گون خاک دشت مصاف

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ طبل جنگ کی ڈراؤنی آوازیں جب فلک پر پہنچیں تو فلک دہن دہل (نقارہ) کے بوسہ لینے لگا یعنی طبل جنگ کا شور بہ نسبت آسمانی ڈھول کی آواز سے زیادہ تھا بے پناہ شور تھا۔ آواز سن کر لوگ میدان جنگ میں آگئے زمین گویا پھٹ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ شور طبل جنگ کیا ہے بلکہ اسرافیل نے صور قیامت

پھونکا ہے زمین سے غبار اڑ کر دوش ہوا پر گھوم رہا تھا۔ اور عنان سلامتی ہاتھوں سے چھوٹی ہوتی تھی یعنی کہ جنگ کا خوف لاحق تھا۔ میمنہ والے حرکت میں آ چکے تھے۔ جنگی نفریاں بج رہی تھیں۔ اور دینی بہادر جوانوں نے رایت دین کھولا ہوا تھا اس لیے کہ وہ ایک سر کاٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تیغ آبدار کھینچی کہ میدان جنگ لالہ زار ہو جائے یعنی کشتوں کے خون سے رنگین ہو جائے۔ آخر کار لشکر حق۔ لشکر باطل پر غالب آیا۔ معاویہ کا اضطراب بڑھ گیا اور کہنے لگا یا لثارات عثمان۔ کہ خون عثمان کا بدلہ لینے والو۔ جنگ میں کوشش کرو۔ کچھ لوگوں کو اس نے لالچ بھی دلایا کہ ؎

دگر با خون از زمین جوشش زد تفضارا قدر بر بنا گوشش زد
زبس کلہ و سر کہ آفتادہ بود یکی کوہ از کلہ آگندہ بود

عبداللہ بدیل علمدار لشکر حضرت امیر المومنین کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شامیوں کا ایک گروہ جو چار ہزار ایک سو افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب حافظ قرآن بھی تھے لشکر امیر المومنین میں داخل ہو گئے تھے وہ سب کے سب امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ والج ابن بدیل وصمم علی قتل معاویہ یعنی کہ عبداللہ بن بدیل کا یہ مصمم ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کو قتل کرے بنا بریں ابن بدیل از خود معاویہ تک پہنچا کہ اسے قتل کرے اس نے علم اور شمشیر لے کر اپنے گھوڑے کو جولان کیا۔ اور صف سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس وقت عبداللہ بن بدیل کا بھائی محمدؐ اس کی حمایت کے لیے اس کے عقب میں پہنچا چنانچہ یہ دونوں بھائی ساتھ ساتھ لڑتے لڑتے معاویہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ یہ قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں انہوں نے چاہا کہ اس پر وار کریں اس نے شور مچایا کہ ان

کو مجھ سے دور کرو۔ مجھے یہ قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے حمایتی چاروں طرف سے آ گئے۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ اور اس کے بھائی پر پتھروں۔ تیروں اور عمود سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لوگ دونوں بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ان میں جدائی ہو گئی محمد بن بدیل اس وقت ایسا صیحہ بلند کیا کہ دور تک اس کی آواز گئی اور وہ قتال و جدال میں مشغول ہو گیا محمدؐ کو نہ اپنے بھائیؑ کی کوئی آواز آئی اور نہ وہ اس کو نظر آئے اس نے کہا این انت اخی کہ اے بھائیؑ کہاں ہیں۔ لیکن عبداللہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور گھوڑے سے زمین پر آ چکے تھے۔ اے شیعیو۔ عبداللہ اور اس کا بھائی محمدؐ۔ اور کربلا میں حسینؑ اور عباسؑ علمدار دونوں کے حالات میں مشابہت ہے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس کے درمیان بھی فوج مخالف نے جدائی کر دی تھی۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس کی آواز سنی، صرف ایک ہی آواز گوش فرد ہوئی تھی امام حسینؑ نے دیکھا کہ اب دوبارہ آواز عباسؑ نہیں آتی۔ علم کو دیکھا تو اسے سرنگوں پایا۔ غرض کہ عبداللہ بن بدیل کے قتل ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ بعدہٗ کہنے لگا کہ میں نے علیؑ کی ایک چشم (معاذ اللہ) کور کر دی خدایا تو علیؑ کی دوسری آنکھ بھی کور کر دے دوسری آنکھ سے معاویہ کے نزدیک مالک اشتر مراد تھے مطلب یہ تھا کہ خدایا مالک اشتر بھی قتل ہو جائیں قاضی علیہ الرحمۃ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے وزیر عبداللہ عامر۔ مقتول عبداللہ بن بدیل کی لاش پر آیا معاویہ کی نظر عبداللہ کے قد و قامت پر پڑی دیکھا کہ وہ شیر کی طرح کشتہ پڑا ہے معاویہ نے چاہا کہ خنجر سے اس کے کان اور دماغ قطع کرے اس وقت عبداللہ عامر نے اس سے کہا کہ عبداللہ بن بدیل گزشتہ زمانہ میں میرا رفیق تھا۔ اور اس کی دوستی کی وجہ سے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو مثلہ نہ کیا جائے۔

دشمن جب تک کہ زندہ ہے جیسا برتاؤ کرنا ہو کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ مرگیا تو اس کی میت کے ساتھ ایسا برتاؤ مناسب نہیں ہے۔ وامصیبتاہ۔ کربلا میں روز عاشوراء بنی امیہ نے حضرت عباس ابن علیؑ کے ہاتھ قطع کیے اور امام حسین علیہ السلام کی انگشت مبارک ایک انگشتری کی خاطر قطع کی جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کیا سر جدا کیا۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت

ان دنوں میں جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ام المومنین بی بی عائشہؓ اور طلحہ و زبیر سے مقابلہ درپیش تھا کہ ایک روز جمل کے مقام پر دونوں طرف کے لشکر کی صفیں آراستہ ہو گئیں اور طبل جنگ بجنے لگا کہ ام المومنین بی بی عائشہؓ ایک ہودج میں سوار ہو کر لشکر طلحہ و زبیر میں آئیں ان کے اونٹ کے گرد بصرہ کے لوگوں کا احاطہ تھا جو بطور محافظ دستہ ساتھ تھے۔ اہل بصرہ اور خصوصاً بنو ضبہ زیادہ احترام کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شتر ام المومنین کا نام "عسکر" تھا اور اس کی مہار تھامنے کے لیے آپس میں نزع ہو رہا تھا کیونکہ اس سعادت کو حاصل کرنے کا ہر ایک قبیلہ متمنی تھا۔ قاضی نوراللہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے قرآن مجید منگایا۔ اور اسے دکھا کر طلحہ و زبیر کے لشکریوں سے دریافت کیا کہ کونسی کتاب ہے اور فرمایا کہ میرے پاس سے قرآن لے جاؤ اور اس کو بغور پڑھو اور دیکھو کہ قرآن گروہ باغی کے لیے کیا کہا ہے اور آپ نے اور بھی نصیحت کی۔ آپ کے لشکر میں ایک مسلم نامی تھا وہ شجاعت و بہادری میں مشہور و معروف تھا امیرالمومنینؑ کے سامنے آیا اور آپ سے قرآن لے لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے

جوانمرد بے عیب مجھے خداوند عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو ان لوگوں کے پاس لے جائے گا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں گے۔ لہٰذا بوقت جنگ قرآن پر نگاہ رہے۔ اور جب اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے تو اس کا سر کاٹا جائے گا اور روح رضوان الٰہی کی طرف پرواز کر جائے گی جب مسلم مجاشعی نے حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب سے یہ کلام سنا تو اپنی جان کے خوف سے قرآن کو لینا ترک کر دیا اور کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے حضرت امیرالمومنین نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرے۔ بس پھر مسلم نے قرآن مجید آپ سے لیا اور میدان کارزار میں آئے۔ اس طرح آئے جیسے روز عاشوراء حضرت عباس بن علیؑ لشکر اعداء میں آئے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ ایک مشک آب کے لیے ہاتھ قطع ہو گئے سر شگافتہ ہوگا غرضکہ مسلم مجاشعی میدان کارزار میں پہنچے۔ دو صفوں کے درمیان قرآن مجید کو کھولا لشکر طلحہ و زبیر معترض ہوا۔ مگر مسلم مجاشعی نے دلیرانہ طور پر بآواز بلند کہا کہ اے کذاب تو نے غلط کہا اور تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور پھر طلحہ پر دغا اور مسلم مجاشعی میں مباحثہ ہوا اور جنگ و جدل شروع ہو گئی۔ اور طلحہ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ مسلمؒ کا جس کے پاس قرآن ہے ہاتھ قطع کر دے چنانچہ وہ ملعون حملہ آور ہوا اور مسلمؒ کا دست راست کہ جس میں قرآن تھا قطع کر دیا مسلمؒ نے قرآن مجید بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کوفیوں نے روز عاشوراء حضرت عباس ابن علیؑ کے دونوں ہاتھ قطع کیے تھے کہ جب آپ نہر فرات سے مشک آب لے کر واپس آ رہے تھے لشکر عمر بن سعد کے کسی ملعون نے تیر مارا جس سے مشک کا پانی بہہ گیا۔ اور حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آواز دی یا اخاہ ادرکنی۔ اے آقا اے بھائی جلد مدد کو

آ ئیے۔ بہر حال مسلمؒ کا دست چپ بھی قلم ہوگیا تو مسلمؒ نے قرآن کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ لیکن ان ملعونوں نے آپ پر پے در پے حملے کئے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مادر مسلمؒ بھی وہاں موجود تھی جب اُس نے اپنے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو گریہ وزاری کرنے لگی اس وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ۔

یارب ان مسلما اتاھم بمحکم التنزیل اذ دعاھم
یتلو کتاب اللہ لا یختاھم فخضبوا من دمه لحاھم
وامه واطمة تراھم فغادروہ قطعا تراھم

خلاصہ یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو جس کی تنزیل محکم ہے مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ اس کو ختم کر دیا، اور حامل قرآن کا خون بہا دیا۔ گویا قرآن خون سے رنگین کر دیا اس کی ماں (مسلم کی والدہ) اس کا خون بہتا ہوا دیکھتی اور ان عہد شکن لوگوں نے مسلم اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پس حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اس جوان کے خون کا بدلہ لو کہ اس دین کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے پس لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ اور لشکر کے تمام سرداروں کو بھگا دیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین کے تمام سرداران لشکر نے حملہ کیا سب سے پہلے حجاج بن خزیمہ انصاری نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ پھر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ شریح بن ہانی حارثیؒ، ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی حملہ آور ہوئے اور پھر ان کے بعد جناب عمار یاسر نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ مالک اشتر نخعی رومی بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سعید بن قیس ہمدانی پر حملہ آور ہوئے مختصراً یہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ

کے لشکر نے میمنہ و میسرہ، اور قلب لشکر میں گھس کر حملے کئے اور اصحاب جمل کو منتشر کر دیا۔ اور جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام نے حملے کئے اور قتال کیا۔ اے شیعیو۔ حضرت امیر المومنین نے مسلم مجاشی کے دونوں ہاتھ قطع ہونے کے عوض حملہ و مقاتلہ کا حکم دیدیا اور آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے کہ بدلہ نہ لے لیا جائے۔ آپ کس طرح راضی ہو سکتے ہیں ان ملعونوں سے کہ جنہوں سے کہ جنہوں نے روز عاشورا حضرت عباسؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے اور سقائے سکینہ کو پانی لیجانے سے روکا اور آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کاش کہ حمزہؓ کربلا میں ہوتے کاش جعفر طیّار کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ عباسؑ نے کس شان سے نصرت امام حسین کی ہے۔ واحسرتا امام حسینؑ لاش عباسؑ فرات سے اٹھا نہ سکے اور جلتی ہوئی ریت پر لاش مبارک پڑھی رہی

حکایت غلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام کی خلافت ظاہری میں ایک جماعت نے آکر آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے غلام نے چوری کی ہے آپ نے اپنے غلام پر ایک نظر ڈالی لیکن اس کے چہرہ پر نور محبت دیکھا۔ تاہم فرمایا یا غلام اسرقت کیا تو نے چوری کی ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ ہاں اے آقا، مولی میں نے چوری کی ہے۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ ثکلتک امک تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ اقرار کیا تو میں تیرا ہاتھ قطع کرنے کا حکم دے دوں گا۔ یہ فرما کر آپ نے اس سے دوبارہ دریافت کیا کہ سچ بتلا کیا تو نے چوری کی ہے وہ بولا

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژبان گو نجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دیکھا کہ علم ہاشم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہو اے مولیٰ آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

علمداریٔ حصین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعُرفاءِ ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفینؔ میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفینؔ چودہ ۱۴ یا اکیس ۲۱ ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفینؔ میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدرے خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہو گا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

ذہلی تھے جو کہ شجاعت میں بے نظیر تھے اور رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنا ان کا کام تھا یہ بکمال آرزو حصین کے پاس آئے اور کہا یا عمّ اعرها ساعة کہ ایک ساعت کے لیے علم اسلام مجھے دے دیں شاید کہ علمداری کا ثواب مجھے بھی میسّر ہو حصین نے کہا اے چچا تم ثواب کے طالب ہو۔ اس پر ابوالعرفا نے کہا کہ اے حصین میں تم کو حضرت علیؑ کی قسم دیتا ہوں یہ علم ایک ساعت کے لیے عاریتاً مجھے دیدو۔ حصین کہتے ہیں کہ اس وقت ابوالعرفا کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو علم نہ دیا تو ممکن ہے کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ حصین خدمت حضرت امیرالمؤمنین علیہ السّلام میں آئے واقعہ بیان کیا۔ اور آپ سے اجازت طلب کی ایک ساعت کے لیے ان کو علم دیدوں باجازت علم ان کو دے دیا۔ یہ عاشق علم رسولؐ خدا بعجز و ناز ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اے بھائیوں جنت میں وہی جائے گا جو صابر ہے اور اللہ و رسولؐ کے احکام مانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرے اور اللہ کی طرف سے عظیم فرض جہاد کرتا ہے دشمنوں سے فی سبیل اللہ جہاد کرتا ہے۔ اور اس طرف لشکر شام نے جب علم ان کے ہاتھ میں دیکھا تو تیروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ آپ پر اسقدر تیر پڑے کہ آپ کی پشت اور زرہ ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کہ کانٹے پیوست ہوں۔

ابوالعرفا نے اس وقت علم حصین کو دے دیا اور خود الگ ہو گئے گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت امیرالمؤمنین اس کی لاش پر پہنچے جنت کی بشارت دی اس نے شاہ ولایت کی زیارت کی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

اے شیعو۔ کربلا میں ذرا علمدار حسینؑ کو دیکھو کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور امام حسینؑ کو آواز دی ہے کہ یا آقا ادرکنی۔ امام حسینؑ بالین عباس علمدار پر پہنچے۔ امام حسینؑ نے آپ کی آنکھوں سے خون پونچھا کہ عباسؑ کی روح نے جنت اعلیٰ

کو پرواز کی۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کا جنگ صفّین میں علمدار لشکر حق ہونا اور شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحار ج ۸ میں، صاحب شرح نہج، اور نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ ماہ صفر کی ساتویں تاریخ کو جنگ صفّین میں لشکر معاویہ اور لشکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام صف بستہ ہوئے اس روز حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں قیس بن سعد بن عبادہ سردار جمیع سواران لشکر مقرر ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام پیادوں کے سالار مقرر ہوئے میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ورقا خزاعی علمدار ہوئے اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباسؓ پیادوں کے علمدار مقرر ہوئے اور قلب لشکر میں حصین ابن منذر علمدار تھے اور حضرت امیرالمؤمنین علیہ السّلام بھی قلب لشکر میں موجود رہے۔ اور دوسری طرف معاویہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں باندھیں عبداللہ ابن عمرو عاص سواروں پر سالار مقرر ہوا اور مسلم بن عقبہ فہری پیادوں پر سالار مقرر ہوا میمنہ پر عبداللہ علمدار اور میسرہ پر حبیب بن مسلم علمدار مقرر ہوا اور معاویہ بھی خود اپنے قلب لشکر میں موجود رہا۔ اسی اثناء میں دونوں لشکر میں شور جنگ پیدا ہوا ؎

برآمد ز قلب دو لشکر خروش   رسید آسمان را قیامت بگوش
ز شور یدن نالۂ کرنائی   بیفتاد تب لرزہ بر دست و پائی
ز رخ غریدن کوس خالی دماغ
زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ

زبس بانگ شیپور زہرہ شگاف
بدرید زہرہ بہ پیچد ناف

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ دونوں لشکروں میں شورِ جنگ اسقدر بلند ہوا کہ قیامت آسمان کے گوش زد ہو گئی یعنی بے پناہ شور ہوا۔ اور جب جنگ کی نفیری بجنے لگی تو ہاتھ پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کے نقاروں کی ڈراؤنی آواز دماغ پر گران گزر رہی تھی۔ زمین کوہسار و سبزہ زار سب ہی لرزے میں تھے۔ اور جنگی نفریوں کی آواز پتہ پھاڑ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی السلام نے فرمایا کہ اسے دوستو تم میں کیا۔ قرآن مجھ سے لو اور دونوں صفوں کے درمیان جاؤ اور اس گروہ معاویہ کے سامنے تلاوت کرو۔ اور کہو کہ اسے معاویہ متابعت شیطان نہ کرو بلکہ اطاعت خدا و رسول اور امیر المومنین علیؑ کی اطاعت و پیروی کرو ؎

پیغمبرؐ حق مرا برادر میگفت　　باجان و دل خویش برابر گفت
من نصرت او در ہمہ جا میکردم　　آندم کہ سخن ز شرع انور میگفت

یعنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھائی کہا ہے اور مجھے اپنا نفس یعنی اپنی جان، اپنا دل اور اپنا کہا ہے اور میں نے آنحضرتؐ کی ہر جگہ مدد کی ہے اور اس وقت بھی میری باتیں از شرع پیغمبریؐ ہیں اس دم ایک جوان صالح کہ اس کا نام سعید تھا خدمت امیر علیہ السلام میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے جوان اپنی جگہ واپس جا۔ آپ نے اس سے دو ر یہ کہا پھر وہ جوان سامنے آیا۔ تو آپ نے اس کو قرآن مجید دیا اور فرمایا کہ مردانہ وار میدان رزم میں جاؤ اور اُس نے میدان جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اسے اہل شام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن حضورؐ نے دو گرانقدر چیزیں ہمارے لیے چھوڑی ہیں ایک

کتاب خدا ہے دوسرے عترت رسول خدا ہے۔ تم ان دونوں کی طرف سے بے اعتنائی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ جوان یہ کہہ رہا تھا کہ لشکر معاویہ نے اس کو تیروں کا نشانہ بنایا جناب امیر المومنین نے یہ دیکھ کر عبداللہ بن بدیل سے کہا کہ حملہ کرو۔ عبداللہ نے علم اسلام آگے کیا اور پرچم کھولا۔ اور عبداللہ کے عقب میں فوج حق نے پیش قدمی کی۔ عبداللہ رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چل گیا۔ معاویہ نے دیکھا کہ عبداللہ پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے حبیب ابن مسلم کو جو اُس کے میسرہ کا سالار تھا حکم دیا کہ حملہ کا جواب دے ؎

در آمد بغریدن آواز کوس　　فلک بر دہان دہل بوس
روا از در آمد بجای نبرد　　بنواہز بر آمد بردان مرد
زمین گفتی از یکدیگر بر درید　　سرافیل صور قیامت کشید
غبار زمین بر ہوا راہ گشت　　عنان سلامت برو تشُد ز دست
زبس ترک بر تارک اہل کین　　زمین آسمان آسمان شُد زمین
صف میمنہ چون روا نشُد ز جائی　　فغان کرد شیپور و نالید نائی
دلیران دین رایت افراختند　　بقصد سر یکدگر تاختند

چنان ریخت خون تیغ خارا شگاف
کہ شُد لالہ گون خاک دشت مصاف

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ طبل جنگ کی ڈراؤنی آوازیں جب فلک پر پہنچیں تو فلک دہن دہل (نقارہ) کے بوسہ لینے لگا یعنی طبل جنگ کا شور بہ نسبت آسمانی ڈھول کی آواز سے زیادہ تھا بے پناہ شور تھا۔ آواز سن کر لوگ میدان جنگ میں آگئے۔ زمین گویا پھٹ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ شور طبل جنگ کیا ہے بلکہ اسرافیل نے صور قیامت

پھونکا ہے زمین سے غبار اڑکر دوش ہوا پر گھوم رہا تھا۔ اور عنان سلامتی ہاتھوں سے چھوٹی ہوتی تھی یعنی کہ جنگ کا خوف لاحق تھا۔ میمنہ والے حرکت میں آچکے تھے۔ جنگی نفریاں بج رہی تھیں۔ اور دینی بہادر جوانوں نے رایت دین کھولا ہوا تھا۔ اس لیے کہ وہ ایک سر کاٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تیغ آبدار کھینچی کہ میدان جنگ لالہ زار ہو جائے یعنی کشتوں کے خون سے رنگین ہو جائے۔ آخر کار لشکر حق۔ لشکر باطل پر غالب آیا۔ معاویہ کا اضطراب بڑھ گیا اور کہنے لگا یا ثارات عثمان۔ کہ خون عثمان کا بدلہ لینے والو۔ جنگ میں کوشش کرو۔ کچھ لوگوں کو اس نے لالچ بھی دلایا کہ ؎

دگر با خون از زمین جوش زد　　قضا را قدر بر بنا گوش زد
زبس کلہ و سر کہ آفتادہ بود　　یکی کوہ از کلہ آکندہ بود

عبداللہ بدیل علمدار لشکر حضرت امیرالمومنین کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شامیوں کا ایک گروہ جو چار ہزار ایک سو افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب حافظ قرآن بھی تھے لشکر امیرالمومنین میں داخل ہو گئے تھے وہ سب کے سب امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ والیح ابن بدیل وصمم علی قتل معاویہ یعنی کہ عبداللہ بن بدیل کا یہ مصمم ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کو قتل کرے بنا بریں ابن بدیل از خود معاویہ تک پہنچا کہ اسے قتل کرے اس نے علم اور شمشیر لے کر اپنے گھوڑے کو جولان کیا۔ اور صف سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس وقت عبداللہ بن بدیل کا بھائی محمد اس کی حمایت کے لیے اس کے عقب میں پہنچا چنانچہ یہ دونوں بھائی ساتھ ساتھ لڑتے لڑتے معاویہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ یہ قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں انہوں نے چاہا کہ اس پر وار کریں اس نے شور مچایا کہ ان

کو مجھ سے دور کرو۔ مجھے یہ قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے حمایتی چاروں طرف سے آگئے۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ اور اس کے بھائی پر پتھروں۔ تیروں اور عمود سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لوگ دونوں بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ان میں جدائی ہو گئی محمد بن بدیل اس وقت ایسا صیحہ بلند کیا کہ دور تک اس کی آواز گئی اور وہ قتال و جدال میں مشغول ہو گیا محمد کو نہ اپنے بھائی کی کوئی آواز آئی اور نہ وہ اس کو نظر آئے اس نے کہا این انت اخی کہ اے بھائی کہاں ہیں۔ لیکن عبداللہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور گھوڑے سے زمین پر آچکے تھے۔ اے شیعیو۔ عبداللہ اور اس کا بھائی محمد، اور کربلا میں حسینؑ اور عباسؑ علمدار دونوں کے حالات میں مشابہت ہے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس کے درمیان بھی فوج مخالف نے جدائی کر دی تھی۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس کی آواز سنی، صرف ایک ہی آواز گوش فرد ہوئی تھی امام حسینؑ نے دیکھا کہ اب دوبارہ آواز عباسؑ نہیں آتی۔ علم کو دیکھا تو اسے سرنگوں پایا۔ غرض کہ عبداللہ بن بدیل کے قتل ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ بعدہٗ کہنے لگا کہ میں نے علیؑ کی ایک چشم (معاذ اللہ) کور کر دی خدایا تو علیؑ کی دوسری آنکھ بھی کور کر دے دوسری آنکھ سے معاویہ کے نزدیک مالک اشتر مراد تھے مطلب یہ تھا کہ خدایا مالک اشتر بھی قتل ہو جائیں قاضی علیہ الرحمۃ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے وزیر عبداللہ عامر۔ مقتول عبداللہ بن بدیل کی لاش پر آیا معاویہ کی نظر عبداللہ کے قد و قامت پر پڑی دیکھا کہ وہ شیر کی طرح کشتہ پڑا ہے معاویہ نے چاہا کہ خنجر سے اس کے کان اور دماغ قطع کرے اس وقت عبداللہ عامر نے اس سے کہا کہ عبداللہ بن بدیل گزشتہ زمانہ میں میرا رفیق تھا۔ اور اس کی دوستی کی وجہ سے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو مثلہ نہ کیا جائے۔

دشمن جب تک کہ زندہ ہے جیسا برتاؤ کرنا ہو کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ مرگیا تو اس کی میت کے ساتھ ایسا برتاؤ مناسب نہیں ہے۔ وا مصیبتاہ۔ کربلا میں روز عاشوراء بنی امیہ نے حضرت عباس ابن علیؑ کے ہاتھ قطع کئے اور امام حسین علیہ السلام کی انگشت مبارک ایک انگشتری کی خاطر قطع کی جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کیا سر جدا کیا۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت

ان دنوں میں جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ام المومنین بی بی عائشہ رض اور طلحہ وزبیر سے مقابلہ درپیش تھا کہ ایک روز جمل کے مقام پر دونوں طرف کے لشکر کی صفیں آراستہ ہوگئیں اور طبل جنگ بجنے لگا کہ ام المومنین بی بی عائشہ رض ایک ہودج میں سوار ہو کر لشکر طلحہ وزبیر میں آئیں ان کے اونٹ کے گرد بصرہ کے لوگوں کا احاطہ تھا جو بطور محافظ دستہ ساتھ تھے۔ اہل بصرہ اور خصوصاً بنو ضبہ زیادہ احترام کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شتر ام المومنین کا نام "عسکر" تھا اور اس کی مہار تھامنے کے لیے آپس میں تنازع ہو رہا تھا کیونکہ اس سعادت کو حاصل کرنے کا ہر ایک قبیلہ متمنی تھا۔ قاضی نوراللہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے قرآن مجید منگایا۔ اور اسے دکھا کر طلحہ وزبیر کے لشکریوں سے دریافت کیا کہ کونسی کتاب ہے اور فرمایا کہ میرے پاس سے قرآن لے جاؤ اور اس کو بغور پڑھو اور دیکھو کہ قرآن گروہ باغی کے لیے کیا کہتا ہے اور آپ نے اور بھی نصیحت کی۔ آپ کے لشکر میں ایک مسلم نامی تھا وہ شجاعت وبہادری میں مشہور ومعروف تھا امیرالمومنینؑ کے سامنے آیا اور آپ سے قرآن لے لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے

جوانمرد بے عیب مجھے خداوند عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو ان لوگوں کے پاس لے جائے گا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں گے۔ لہٰذا بوقت جنگ قرآن پر نگاہ رہے۔ اور جب اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے تو اس کا سر کاٹا جائے گا اور روح رضوان الٰہی کی طرف پرواز کر جائے گی جب مسلم مجاشعی نے حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب سے یہ کلام سنا تو اپنی جان کے خوف سے قرآن کو لینا ترک کر دیا اور کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے حضرت امیرالمومنین نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرے۔ بس پھر مسلم نے قرآن مجید آپ سے لیا اور میدان کارزار میں آئے۔ اس طرح آئے جیسے روز عاشوراء حضرت عباس بن علیؑ لشکر اعداء میں آئے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ ایک مشک آب کے لیے ہاتھ قطع ہو گئے سر شگافتہ ہوگا غرضکہ مسلم مجاشعی میدان کارزار میں پہنچے۔ دو صفوں کے درمیان قرآن مجید کو کھولا لشکر طلحہ وزبیر معترض ہوا۔ مگر مسلم مجاشعی نے دلیرانہ طور پر باآواز بلند کہا کہ اے کذاب تو نے غلط کہا اور تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور پھر طلحہ پُر دغا اور مسلم مجاشعی میں مباحثہ ہوا اور جنگ وجدل شروع ہوگئی۔ اور طلحہ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ مسلمؒ کا جس کے پاس قرآن ہے ہاتھ قطع کر دے چنانچہ وہ ملعون حملہ آور ہوا اور مسلمؒ کا دست راست کہ جس میں قرآن تھا قطع کر دیا مسلمؒ نے قرآن مجید بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کوفیوں نے روز عاشوراء حضرت عباس ابن علیؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے تھے کہ جب آپ نہر فرات سے مشک آب لے کر واپس آرہے تھے لشکر عمر بن سعد کے کسی ملعون نے تیر مارا جس سے مشک کا پانی بہہ گیا۔ اور حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آواز دی یا اخاہ ادرکنی۔ اے آقا اے بھائی جلد مدد کو

آئیے۔ بہر حال مسلمؒ کا دست چپ بھی قلم ہوگیا تو مسلمؒ نے قرآن کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ لیکن ان ملعونوں نے آپ پر پے در پے حملے کئے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا مادر مسلمؒ بھی وہاں موجود تھی جب اُس نے اپنے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو گریہ وزاری کرنے لگی اس وقت حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ؎

یارب ان مسلما اتاھم	بمحکم التنزیل اذ دعاھم
یتلوا کتاب اللہ لایختاھم	فخضبوا من دمہ لحاھم
وامہ واطمۃ تراھم	فغادروہ قطعا تراھم

خلاصہ یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو جس کی تنزیل محکم ہے مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ اس کو ختم کردیا، اور حامل قرآن کا خون بہا دیا۔ گویا قرآن خون سے رنگین کردیا اس کی ماں (مسلم کی والدہ) اس کا خون بہتا ہوا دیکھتی اور ان عہد شکن لوگوں نے مسلم اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ پس حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ اس جوان کے خون کا بدلہ لو کہ اس دین کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے پس لشکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ اور لشکر کے تمام سرداروں کو بھگا دیا۔ یہاں تک کہ امیرالمومنین کے تمام سرداران لشکر نے حملہ کیا سب سے پہلے حجاج بن خزیمہ انصاری نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ پھر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ شریح بن ہانی حارثیؓ، ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی حملہ آور ہوئے اور پھر ان کے بعد جناب عمّار یاسر نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ مالک اشتر نخعی رومی بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سعید بن قیس ہمدانی پر حملہ آور ہوئے مختصراً یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ

کے لشکر نے میمنہ و میسرہ، اور قلب لشکر میں گھس کر حملے کئے اور اصحاب جمل کو منتشر کردیا۔ اور جنگ جمل میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام نے حملے کئے اور قتال کیا۔ اے شیعیو۔ حضرت امیرالمومنین نے مسلم مجاشی کے دونوں ہاتھ قطع ہونے کے عوض حملہ و مقاتلہ کا حکم دیدیا اور آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے کہ بدلہ نہ لے لیا جائے۔ آپ کس طرح راضی ہوسکتے ہیں ان ملعونوں سے کہ جنہوں سے کہ جنہوں نے روز عاشورا حضرت عباسؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے اور سقائے سکینہ کو پانی لیجانے سے روکا اور آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ کاش کہ حمزہؓ کربلا میں ہوتے کاش جعفر طیّار کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ عباسؑ نے کس شان سے نصرت امام حسین کی ہے۔ واحسرتا امام حسینؑ لاش عباسؑ فرات سے اٹھا نہ سکے اور جلتی ہوئی ریت پر لاش مبارک پڑھی رہی

حکایت غلام حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی خلافت ظاہری میں ایک جماعت نے آکر آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے غلام نے چوری کی ہے آپ نے اپنے غلام پر ایک نظر ڈالی لیکن اس کے چہرہ پر نور محبت دیکھا۔ تاہم فرمایا یا غلام اسَرقت کیا تو نے چوری کی ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ ہاں اے آقا، مولیٰ میں نے چوری کی ہے۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ ثکلتک امک تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ اقرار کیا۔ تو میں تیرا ہاتھ قطع کرنے کا حکم دے دوں گا۔ یہ فرما کر آپ نے اس سے دوبارہ دریافت کیا کہ سچ بتلا کیا تو نے چوری کی ہے وہ بولا

کہ ہاں میں نے چوری کی ہے۔ امام عالیمقام نے اس کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور تین مرتبہ کے اقرار پر اس کا دست راست قطع کیا گیا۔ اس وقت عبداللہ کوّا شارع اور اس غلام کے درمیان موجود تھا اس نے دست بریدہ اٹھا کر غلام سے سوال کیا۔ یا اسود من قطع یمینک کہ اے غلام تیرا دست راست قطع کر دیا گیا۔ غلام جو کہ حضرت شاہ ولایت کی محبت میں سرشار تھا اس نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی مدح و ثنا کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میرا ہاتھ قطع کیا گیا۔ اور امیرالمومنینؑ نے عدل سے کام لیا ہے اور اس طرح آپ نے مجھے روز حشر عذاب الٰہی سے نجات دیدی ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے فخر ہے کہ میرا ہاتھ شاہ ولایت کے حکم سے قطع ہوا ہے۔ میرا ہاتھ استاد جبرئیل نے قطع کیا ہے۔ میرا ہاتھ قرآن ناطق نے قرآن صامت کے حکم سے جدا کیا ہے۔ میرا ہاتھ پشت و پناہ خلافت نے قطع کیا ہے یہ مدح و ثنا سن کر ابن کوّا حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ اے غلام امیرالمومنین نے تیرا ہاتھ قطع کیا اور تو ان کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہے غلام نے کہا کہ میں کس طرح مدح و ثناء جناب امیرؑ نہ کروں کہ ان کی محبت اور اطاعت میرے گوشت اور خون میں پیوست ہے۔ بخدا علی مرتضیٰ میرا ہاتھ قطع نہ کرتے اگر خدا کا حکم واجب نہ ہوتا یعنی کہ حضرت امیرالمومنین نے حکم خدا پر عمل کیا ہے اور یہی شان مومنین کے سردار و آقا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مطیع خدا اور رسولؐ خدا ہو۔ ابن کوّا حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا آج میں نے عجیب بات دیکھی ہے۔ فرمایا وہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ جس غلام کا آپ نے ہاتھ قطع کیا ہے وہ ہاتھ قطع ہونے کے بعد آپ کی مدح و ثنا کرتا رہا۔ آپ نے اس غلام کو طلب کیا۔ اور پھر آپ نے کے دست بریدہ پر چادر ڈال کر دو رکعت نماز ادا کی اور اس

کا دست بریدہ اس کے بازو سے ملایا۔ اور فرمایا اصبطی ایھا العروق واتصلی کما کنت۔ یعنی کہ اے رگ و ریشہ بہم ہو جا اور اصلی حالت پر آجا۔ پس یہ فرماتا تھا کہ اس کا کٹا ہوا ہاتھ اپنے جوڑ سے ملا اور صحیح و سالم ہو گیا واحسرتا کربلا میں بھی امام عالی مقام تشریف لاتے اور اپنے پسر عباسؑ کے قطع بریدہ دیکھتے تو کسقدر صدمہ ہوتا

واقعہ صفین اور گفتگوئے امیرالمومنین علیہ السّلام با معویہ اور غلام حریت کا قتل ہونا

علامہ مجلسیؒ نے فتن میں، ابن الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں غزوۂ صفین کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ جنگ صفین جو معاویہ اور امیر بحق علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے درمیان ہوئی ہے جو کہ تقریباً اکیس ماہ جاری رہی ہے اسی جنگ میں کسی روز دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ تھے کہ حضرت امیرالمومنین نے اتمام حجت کے لیے معرکہ کارزار میں قدم رکھا فنادی یا معاویۃ یا معاویۃ یکرہا بہا بلند آواز سے دو مرتبہ معاویہ کو پکارا اور فرمایا کہ آخر یہ کیا کر رہا ہے عمر و عاص نزدیک آیا اور عرض کیا۔ آپ کیا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ معاویہ سامنے آئے۔ تاکہ میں اس سے دو باتیں کر سکوں۔ عمر و عاص گیا اور معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ اور معاویہ معرکۂ کارزار میں آیا۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے معاویہ علام یقتل بینی و بینک۔ کہ میرے اور تیرے درمیان کب تک مقاتلہ ہوتا رہے گا جنگ ختم ہونا ضروری ہے۔ معاویہ نے

یہ سن کر عمرو العاص کی طرف دیکھا۔ کہ علیؑ مرتضیٰ کیا کہتے ہیں عمرو عاص نے کہا۔ قد انصفك انصف الرجل و الله۔ کہ علی مرتضیٰ انصاف کی بات کہہ رہے ہیں ہمیں کارِ جنگ ختم کرنا چاہیئے۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ اے نمک حرام تو علیؑ کی حمایت کر رہا ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ تو چاہتا ہے کہ ما بارز ابن ابی طالب مع شجاع قط الا وقد سقی الارض بدمہ۔ یعنی اس وقت تک علی ابن ابی طالبؑ کے مقابل کوئی شجاع نہیں نکلا کہ وہ زمین کو خون سے رنگین کرنا میں علیؑ کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہوں پس اسیقدر بات کی اور بھاگ گیا۔ اور عمرو عاص بھی اس کے عقب میں واپس چلا گیا۔ اور معاویہ کا ایک غلام حریث نامی تھا۔ و کان یلبس صلاح معاویۃ کان متشابھا یہ غلام سیاہ فام اکثر بشتر معاویہ کو چھپا دیتا تھا اور خود چونکہ معاویہ کی تصویر تھا ظاہر ہوتا تھا لہٰذا معاویہ نے حریث سے کہا کہ اے غلام تو سب سے جنگ کرنا لیکن علی ابن ابی طالبؑ سے جنگ نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔ عمرو عاص نے چونکہ حریث سے کہا کہ اگر تو اپنا نام بلند کرنا چاہتا ہے تو علی ابن ابی طالبؑ کو قتل کر۔ وہ احمق اس کے کہنے میں آگیا اور اسلحہ سے آراستہ ہو کر میدان کارزار میں آگیا۔

درآمد چو سیل دمان در مصاف — کشید اژدہا از شگاف غلاف
چو معرکہ برکشم تیغ تیز — بکوبہ کنم سنگ را ریز ریز
نخواہم کسی رو بجنگ آورد — سرم جہان زیر ننگ آورد
مگر ابن عمّ رسول خُدا — بمیدان آیم والاً فلاً
علی ولی شاہ لشکر شکن — چو بشنید از آن سیر این سخن

روآن کرد رخش جہانتاب را — برانگیخت آن آتشین آب را
عنان تکاور بدولت سپرد — بہ شمشیر عنتر کُشی دست بُرد
بزد بانگ حیدر کہ اے زاغ پیر — چو افتاد از غمر کشتی تو سیز
بروتا نجوں سرخ رویت کنم — مسلسل ترا از جعد مویت کنم
فتد زنگ بر تیغ آئینہ رنگ — من آئینہ ام بر من افتاد زنگ
چو گفت ایں سخن بر رکاب ایستاد — برآورد بازو عنان برکشاد
بسختی کہ زد بر سرش تیغ را — فروزندہ برقی بزد تیغ را
بیک زخم شمشیر پولاد سخت — نگوں شد نجاک آبنوس درخت

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ جب غصہ میں بھرا ہوا حریث میدان کارزار میں پہنچا اور اس نے غلاف سے تلوار نکالی۔ کہنے لگا کہ جب میں معرکہ میں تلوار کھینچتا ہوں تو میری تلوار پتھر کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور میں کسی سے جنگ کرنے کی آرزو نہیں رکھتا اس لیے کہ کوئی میرا ہمسر نہیں ہے اگر کسی سے جنگ کروں تو جنگ کرنا میرے لیے باعث ننگ و عار ہے۔ لیکن علی ولی جو رسولؐ خدا کے چچا زاد ہیں ان سے جنگ کروں گا اگر وہ میدان میں آئیں ورنہ نہیں۔ جب حضرت علی ولی حیدر کرّار غیر فرّار نے اس بدنہاد کی یہ باتیں سنیں تو آپ نے اس کی طرف رخ کیا تو حضرت امیر المومنینؑ نے سختی کے ساتھ اس پر تلوار کا وار کیا۔ اور ایک ہی ضرب میں وہ ملعون روسیاہ مثل درخت آبنوس زمین پر گرا انقدّہ نصفین۔ اس کے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور حضرت امیر علیہ السّلام میدان کارزار سے اپنی جگہ واپس آگئے جب معاویہ کو حریث سے قتل ہونے کی خبر ملی کہ حضرت علیؑ نے اسے دو ٹکڑے کر دیا تو وہ بہت غمگین ہوا اور اپنے سواروں کے ساتھ

حریث کے سرہانے پہنچا اور کہنے لگا ؎

حریث الم تعلم وجہلک ظاہر	بان علیا للفوارس قاہر
وان علیا لم یبادرہ فارس	من الناس الا اقصرتہ الا ظافر
ارتک امرا حازما فعصیتنی	فخذلک المستمع النصح قاصر

یعنی کہ معاویہ نے حریث کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اے حریث تیری جہالت ظاہر ہے کیا تو نہیں جانتا تھا کہ امیرالمومنین علیؑ بڑے شجاع و بہادر ہیں مرد میدان کارزار ہیں۔ ان سے کوئی بہادر نہیں جنگ کر سکتا تو نے میری نصیحت کو فراموش کر دیا میں نے نہ کہا تھا کہ علی ابن ابی طالبؑ سے جنگ نہ کرنا۔ تو نے علیؑ سے جنگ کر کے اپنی جان گنوا دی۔ تیرے لیے یہی سزا کافی ہے معاویہ وہاں سے اٹھا اور اپنی جگہ آگیا۔ حریث کے ساتھیوں میں شور و غل برپا ہوا۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ کا ایک دوسرا غلام جس کا نام احمر تھا شجاعت میں مشہور تھا اور وعظ و نصیحت کرنے میں بھی مشہور تھا وہ بھی حریث کے نقش قدم پہ چلا اور میدان معرکہ میں حضرت علیؑ کے مدمقابل ہوا ؎

چو احمر بیامد میان مصاف	زبان برکشادہ بمشتی گزاف
کہ ابر سیاہ آمد از کوہ زنگ	نترسم من از اژدھا و نہنگ
قوی پنجہ و سخت بازو منم	گران کوہ را ہم ترازو منم

یعنی کہ احمر میدان کارزار میں آیا تو اس نے گزاف زنی کی یعنی بیہودہ باتیں کیں اور شیخی کرنے لگا کہ میں احمر کیا ہوں بلکہ ایک ابر سیاہ کوہ زنگ سے اٹھا ہے اور میں اژدھا اور نہنگ (ناکہ) سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں قوی پنجہ اور سخت بازو والا ہوں اور میں ایک پہاڑ کو مثل ترازو سمجھتا ہوں غرض کہ احمر میدان میں پہنچا تو حضرت

امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے غلام کیسان کو اسی کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ردّ و بدل شروع ہوئی اور کیسان نے احمر کو قتل کر دیا۔

حجّاج بن یوسف ثقفی میں قنبرؒ کا علیؑ کی مدح کرنا اور شہادت قنبرؒ

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے غلاموں میں قنبر سر فہرست ہیں ان کا نام فتّاح ہے انجنابؑ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے پہلے آپ زردشت کی تعلیمات کے پیرو تھے۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں آپ حضرت امیر علیہ السّلام کی خدمت میں آئے ہیں اور آپ ہی دست حق پرست پر دین اسلام قبول کیا ہے بروایتِ ذریعۃ النجات آپ کا رنگ چہرہ سبزی و سیاہی مائل تھا۔ آپ کی اصل از حبشہ تھی اور آپ اس شہر حبشہ کے سلطان کی اولاد میں سے تھے۔ بنابریں مزاج شاہانہ تھا مگر اس کے باوجود آپ غلامی شاہ نجف پر فخر کرتے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز حجّاج بن یوسف ثقفی کے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے کسی غلام کو بلا کر دیکھوں اور اس سے گفتگو کروں۔ چنانچہ حجّاج بن یوسف ثقفی نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں کسی غلام علیؑ مرتضیٰ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کو دیکھوں اور اس کو تہ تیغ کروں تاکہ بارگاہ خدا میں تقرب حاصل ہو۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ اس زمانہ میں قنبر سے زیادہ قریبی غلام علی مرتضیٰ کوئی اور نہیں ہے کیونکہ قنبر نے بہت عرصہ تک امیرالمومنین کی خدمت انجام دی ہے حجّاج نے فرمان

جاری کیا کہ قنبر کو ہمارے دربار میں پیش کیا جائے قنبر کو بلایا گیا جب قنبر اس کے دربار میں پہنچے اور اس کی نظر قنبر پر پڑی کہنے لگا کہ تو قنبر غلام علی مرتضیٰ ہے کیا تیرا مولیٰ علیؑ ہے قنبر نے کہا کہ اگر تو حضرت رسول خداؐ کے فرمان کا معتقد ہے تو سن۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ کتاب مجالس المومنین میں ہے کہ حجاج نے سوال کیا اے قنبر تیرا آقا کون ہے تو کس کا غلام ہے قنبر جانتے تھے کہ حجاج کو مدح علیؑ پسند نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے وہاں اس کے سامنے مدح علیؑ شروع کی تاکہ اس ملعون کو زیادہ خجالت و تکلیف پہنچے جناب قنبر نے حضرت مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی مدح میں کہا۔ انا عبد لعلی المرتضیٰ و لی الموالی کلما ازدت میکا فیہ قالوا لا تعالی ایها الناس انا مولیٰ امیر المؤمنین وبایع البیعین و هاجر الهجرتین ولم یکفر بالله طرفة العین انا مولیٰ صاحب المؤمنین ونور المجاهدین و وارث النبیین وخیر الوصیّین واکبر المسلمین ویعسوب الدین ورئیس البکّامین وزین العابدین وسراج المهتدین وضوء القائمین وافضل القانتین واوّل المؤمنین من آل یٰسین المؤید بجبرئیل الامین والمنصور بمیکائیل و المحمود عند اهل السموات اجمعین سید المرسلین والسابقین و قاتل الناکثین والقاسطین ولمحامی عن حرم المسلمین و وصی نبیہ فی العالمین وامینہ علی المخلوقین ؎

آن حاکم کشور ولایت
فتویٰ دہ دولتِ ہدایت

دارندۂ تخت بادشاہی — دارئ سفیدی و سیاہی
رزاق ز آسمان ارزاق — سردار سرپہ دار آفاق
فیاضۂ چشمۂ معانی — کیوانِ امور آسمانی
کان از کف او خراب گشتہ — بحر از کرمش پُرآب گشتہ
آن بدر کہ نام او منیر است — در غاشیہ داریش حقیر است
آنجا کہ سمند او زدی سم — شیراز از نمط زمین شُدی کم

مؤلف کتاب نے مدح امیر المومنین علیہ السلام بصورت نظم کی ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ تمام خدائی کے بادشاہ ہیں، ہر سفید سیاہ پر حقوق بادشاہی رکھتے ہیں۔ آسمانی رزق عطا کرنے والے ہیں آسمانی کناروں کے سردار و بادشاہ ہیں یعنی مطالب اور علم کا فیض پہنچانے والے ہیں۔ امورات آسمانی کے لیے فلک ہفتم ہیں۔

بقیۂ مدح علیؑ بزبان قنبر۔ ولی الله، ناصر دین الله، وکلمة الله، وعیبة علمه وکهف دینه سمح منجی باذل جری همام صابر صوام مهدی مقدام، قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب علی الرقاب اربطهم عنانا واثبتهم جنانا واشدهم شکیمة۔ باذل باسل صندید۔ ضرغام، حازم، عزام، خطیب، محجاج، کریم الاصل شریف الفضل فاضل القبیلة تقی العشیرة زکی الزکاء، مؤدی الامانت، امام العباد، مهدی الرشاد الاشعث الحاطم، والبطل الجماجم، واللیث المزاحم، بدری، مکی، روحانی شعشانی من الجبل شواهقها، ومن ذری

الهصاب روشهما، ومن العرب سیدها ومن الوغا لیثها البطل الهمام واللیث المقدام والبدر الشمام محك المؤمنین ووارث المشعرین ابو السبطین ابن عم النبی والله امیرالمؤمنین حقاحقا علی ابن ابی طالب علیه من الصلوٰة الزکیة اذکاها ومن البرکات السنیة اسناها۔ ؎

علیؑ کے رتبۂ اعلیٰ کو کوئی کیا جانے
خدا کے بعد رسالتمآبؐ سمجھے ہیں

حجاج بن یوسف ثقفی نے جب یہ مدح سُنی تو وہ بہت پراگندہ ہوا۔ اور قنبرؓ پر غضبناک ہوا سچ ہے کہ منافق مدح امیرالمومنین علی علیہ السّلام نہیں سن سکتا۔ البتہ آواز راگ سن سکتا ہے اس وقت حجّاج نے کہا کہ قنبر علیؑ سے بیزاری کرو ورنہ میں تمہاری گردن قطع کر دوں گا۔ قنبرؓ نے کہا کہ اگر علیؑ سے بیزاری چاہتے ہو تو مجھے علیؑ سے بہتر اُمّتِ رسولؐ میں کوئی دوسرا شخص بتلاؤ کہ جسے ہم اپنا مولا سمجھیں ؎

ای خجالت ہمہ شبہائی تو ۔ روسیہ از روز طرب ہائی تو
این ہمہ مدحی زعلیؑ کردہ ام ۔ مدح کریم ازلی کردہ ام
ای زخدا غافل واز خویشتن ۔ چند کنی ظلم چہ خواہی زمن
زور جہان بیش زبازوی تست ۔ سنگ وی افزوں زترازوی تست
نیست مبارک ستم انگیختن ۔ آب خود وخون کسان ریختن

تیر ستم دور کن از راہ ما
تانخوری تیر سحر گاہ ما

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ قنبرؓ نے کہا اے حجاج تیری ساری راتیں اور سارے دن عیش وطرب وغنا میں گزرتے ہیں مگر تو شرمندہ نہیں ہوتا۔ خجالت محسوس نہیں کرتا۔ یہ مدح علیؑ جو میں نے کی ہے یہ میری زبان کے نکلے ہوئے الفاظ نہیں بلکہ خدائے کریم نے مدح علیؑ کی ہے۔ اے بدبخت تو خدا سے غافل ہے اور اپنی ذات سے غافل نہیں۔ جو تو مجھ پر ظلم کرنا چاہتا ہے کر لے۔ تیرے بازوؤں کی طاقت سے دنیا کا زور زیادہ ہے اس کا ایک سنگریزہ تیری ترازو سے افزوں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ بھی صاحبان اقتدار و زور ہیں توان کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ تجھے ظلم وستم کرنا مبارک نہیں ہے اپنی آبرو کھوتا ہے اور لوگوں کا خون بہاتا ہے۔ اور اے حجّاج ہم سے اپنا تیر ستم وظلم دور رکھ ایسا نہ ہو کہ تجھ کو ہمارا تیر صبح دم کھانا پڑے یعنی ہمارے مولیٰ کے نور کے سامنے تیری سیاہی ختم ہو جائے۔

اس پر حجاج نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ بتلاؤ تم علیؑ کی محبت میں قتل ہونا پسند کرتے ہو۔ قنبر نے کہا کہ میں اس چیز کو تجھ پہ چھوڑتا ہوں۔ حجّاج نے کہا کہ تو مجھ پر کیوں چھوڑتا ہے۔ قنبرؓ نے کہا اس لیے کہ بہر حال تو مجھے قتل کرے گا اور تو ایسا ہی چاہتا ہے کیونکہ میرے مولا امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ تو میری محبت میں قتل کیا جائے گا۔ بس حجّاج ملعون نے جلّاد کو حکم دیا کہ تلوار لائے اور چمڑے کی کھال کہ جس پر قتل کیا جاتا ہے حاضر کرے۔ جلّاد شمشیر وکھال لایا۔ اور جلّاد نے قنبر رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت قتل کر ڈالا۔ اس موقعہ پر۔ دیک الجنّ، ایک شاعر دربار میں موجود تھا اس نے حجّاج سے دریافت کیا اے امیر کیا سب دوستداران علیؑ کو قتل کرے گا۔ اس

کے اس کلام پر حجاج ملعون بہت برہم ہوا۔ اور ربیک الجنّ اس جگہ سے اٹھا عمامہ زمین پر پھینکا۔ اور کہنے لگا کہ الامان از ظلم امیہ کہ بنی امیہ کے مظالم سے پناہ مانگتا ہوں کہ انھوں نے سردار جوانان جناں کو قتل کیا۔ اور بعدہٗ گھوڑوں کی نعل بندی کرکے ان کی لاشوں کو پائمال کیا۔ دن گزرنے کے بعد دوستداران علی مرتضٰی بوقت شب لے اور قنبر علیہ الرحمۃ کی لاش کو سپرد خاک کیا۔

روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان قتال ہونا

علاّمہ مجلسیؒ علیہ الرحمۃ نے بحار میں تحریر فرمایا ہے ثم التفت الحسین عن یمینه فلم یرا احدا من الرجال و التفت عن یسار فلم یرا احدا۔ یعنی روز عاشوراء پھر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے دائیں جانب نظر ڈالی تو عزیز و انصار میں سے کوئی نظر نہ آیا بائیں جانب نظر ڈالی تو کوئی نظر نہ آیا کیونکہ سب مقتل میں گلے کٹائے ہوئے سو رہے تھے۔ آپ نے اس وقت سوے آسمان نظر اٹھائی اور آہ سرد کھینچی۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ حضرت سیّد سجادؑ نے اپنے بابا حسینؑ پر نظر کی دیکھا کہ حسینؑ حیران و تشنہ کھڑے ہیں اور نظر اٹھائے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ نے خیمہ سے تلوار نکالی۔ صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کی یہ حالت دیکھ کر سید سجادؑ کا بدن کانپ رہا تھا اور ضعف و نقاہت غالب تھی۔ اور آپ قریب بہ ہلاکت پہنچ گئے تھے۔ حرکت کی بالکل طاقت نہ تھی۔ امام حسینؑ کی نظر

سید سجادؑ پر پڑی سرہانے تشریف لائے۔ اور فرمایا اللہ اللہ، اے نور دیدہ تو میرے بعد حجت خدا ہے تو امام اُمت ہے۔ تو ہی میرا خلیفہ ہے کیا تو بھی ختم ہو جائے گا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسین علیہ السّلام بیمار کے پاس بیٹھ گئے اور جو کچھ وصیتیں کرنا تھیں تلقین کیں اور خدا حافظ فرمایا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے پدر بزرگوار شہادت سے قبل میرے خیمہ میں آئے مجھے تسلّی دی اور فرمایا کہ اے فرزند ایک روز جبرئیل امین دحیۂ کلبیؓ کی صورت میں ہمارے جدّ نامدار کی خدمت میں آئے۔ میں اور بھائی حسن مجتبٰےؑ دونوں نانا کے دوش پر بیٹھے تھے کہ اس حال میں جبرئیل نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور پھر ایک انار ایک بہی اور ایک سیب ان کے ہاتھ آیا اور وہ دے دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بچوں اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ ہم دونوں اپنے گھر روانہ ہوگئے۔ اور امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے بچو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب تک میں نہ آجاؤں نہ کھانا۔ آنحضرتؐ خانۂ زہرا سلام اللہ علیہا میں تشریف لائے اور پنجتن پاک جمع ہوگئے تو ان میوجات کو سامنے رکھا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی وہ میوے اپنی پوری حالت میں تھے۔ یعنی ہر سہ میوہ جات سالم تھے۔ اور جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی تو انار غائب ہوگیا بہی اور سیب باقی رہا۔ اور جب ہمارے پدر بزرگوار علی مرتضٰی شہید ہوئے تو بہی غائب ہوگئی اور سیب باقی رہا۔ اور آج کے دن تک سیب ہمارے پاس ہے جب پیاس کا غلبہ ہوتا ہے میں اس سیب کو سونگھتا ہوں اور تشنگی رفع ہو جاتی ہے اے بیٹا سید سجادؑ اب میں نے اس سیب کو دیکھا تو اس میں تغیر پیدا ہوگیا ہے اور سیب کی وہ طراوٹ ختم ہوگئی ہے۔

یعنی اب مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے پھر وہ سیب چلا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب میں قتل گاہ میں گیا۔ مجھے اس سیب کی تلاش تھی لیکن مجھے سیب نہ ملا البتہ میں نے اس کی خوشبو محسوس کی۔ اور اب میں اپنے پدر بزرگوار کی زیارت کرتا ہوں تو خوشبوے سیب محسوس ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی شخص کربلا جاکر زیارت قبر امام حسینؑ کرے تو خصوصاً وقت سحر اس سیب کی خوشبو قبر مطہر سے محسوس کرے گا۔ سیب کی خوشبو سونگھے گا اللھم ارزقنا خدایا ہر ایک زائر کو یہ خوشبو سونگھنا نصیب کرے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ نے بیمار فرزند کو تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ اے بیٹا تم حجّت خدا، میرے خلیفہ اور امام امّت ہو۔ تم قتل نہیں ہو گے بلکہ اسیر ہو کر سوئے شام جاؤ گے دربار یزید پلید میں داخلہ ہوگا اہلحرم اس بستہ تمہارے ساتھ ساتھ ہو گئے۔ اور اے فرزند جب تم شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ پہنچو تو ہمارے دوستو۔ ہمارے محبو اور ہمارے شیعو کو ہمارا سلام کہنا۔ اور یہ پیغام دینا کہ اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو ہماری پیاس یاد رکھنا۔ سکینہ کی پیاس یاد رکھنا۔ عباسؑ کے کٹے ہوئے شانے یاد رکھنا۔ اور علی اصغر کی پیاس یاد رکھنا کہ جسے سوال آب کرنے پر پانی نہ ملا۔ بلکہ آب تیر سے اس کی پیاس بجھی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا حضرت سیّد سجادؑ سے رخصت ہونا

قال العلامۃ فی البحار لما فجع الحسین علیہ السلام با ھل بیتہ و ولدہ

ولم یبق غیرہ وغیر النساء والذراری فنادی ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ - یعنی کہ جب امام حسینؑ کے یاوران و انصاران اور عزیز اقربا سب شہید ہو گئے اور صرف سیّد سجادؑ اور اہلحرم باقی رہ گئے تو امام حسینؑ نے استغاثہ فرمایا کہ ہے کوئی جو اہلحرم سے دشمن کو دور رکھے میری اس بیکسی کے عالم میں مدد کرے ؎

عترت حق بے معین و مونستد
اندر ایں صحرا غریب و بیکسند

فخرج علی بن الحسین بن زین العابدین وکان مریضا لا یقدر ان یقل سیفہ وام کلثوم تنادی خلفہ یا بنی ارجعی۔
یعنی کہ امام حسینؑ کے استغاثہ پر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام اپنی جگہ سے اٹھے کہ اپنے پدر بزرگوار کی نصرت کو جائیں کہ جناب ام کلثومؑ نے ان کو روکا کہ اے بیٹا واپس آجاؤ۔

صفی شاعر نے اس حالت کو منظوم کیا ہے ؎

بود بیماری اسیر و بستری	حق نژادی بیکسی بے یاوری
رفتہ بود از ضعف بیماری زہوش	صیحۂ مرورا آمد بگوش
جست از جاء گفت ای روح رواں	ہست اندر تن ہنوزم نیم جان
آمدم ای دوست باحال خراب	گردنم را شد غم عشقت طناب

آمدم اے دوست از جان بیدریغ
باردم کر برسر آتش جائی تیغ

یعنی کہ حضرت سیّد سجادؑ باوجودیکہ بیمار و ناتوان تھے۔ مگر اپنے بستر علالت سے اٹھے،

میدان کا رخ کیا کہ حسینؑ کے استغاثہ پر مدد کریں۔ کہ جناب ام کلثومؑ اور حضرت زینب خاتون نے فرمایا کہ اے فرزند کہاں جاتے ہو تمہارے جسم میں طاقت حرب کہاں ہے تم ضعیف و ناتوان ہو۔ فقال یا عمتاه ذرینی اقاتل بین یدی ابن رسول الله۔ اے پھوپھی جان خدارا مجھے جانے دو تاکہ میں اپنی جان فرزند رسولؐ خدا پر قربان کروں فقال الحسین یا ام کلثوم خذیه لئلا تبقی الارض خالیا من نسل آل محمد۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السّلام نے اپنی بہن ام کلثوم سے فرمایا کہ اے بہن سجّاد کو روکو ایسا نہ ہو کہ یہ شہید ہو جائیں اور زمین نسل آل محمدؐ سے خالی ہو جائے۔ آواز امام حسین علیہ السّلام خیمہ میں پہنچی حضرت زینب خاتونؑ نے سیّد سجادؑ کا بازو تھاما اور دوسرا بازو جناب ام کلثومؑ نے تھاما اور ان کو بستر پر لاکر لٹا دیا۔ حضرت سید سجادؑ غش کر گئے۔ ہوش میں آئے تو دیکھا کہ زینب خاتون باسر برہنہ آپ کے پاس آگئیں اور فرماتی ہیں کہ سیّد سجادؑ اٹھو تو سہی آسمان سے خون برس رہا ہے حسینؑ مارے گئے آپ نے فرمایا کہ پھوپھی اماں پردہ در خیمہ کا اٹھا دو پردہ اٹھایا آپ نے میدان قتال کی طرف نظر کی فرمایا پھوپھی اماں اب اسیری کا وقت آگیا حسینؑ قتل ہو گئے۔

ای عمہ زار دل کبابم ‌ ‌ ‌ وی مادر طفلگان باہم
برخیز کہ موسم اسیریست ‌ ‌ ‌ بنشین کہ زمان دستگیریست
الوای کہ کشتہ شد حسینم ‌ ‌ ‌ غلطیدہ بخون ضیاء عینم
بر جانب قتلگہ نظر کن ‌ ‌ ‌ روی معجر نیلگون بسر کن
آن راس کہ بر سر سنان است ‌ ‌ ‌ باللہ سر باب من حسین است
کشتیم ز جور شمر کافر ‌ ‌ ‌ من بے پدر و تو بی برادر

در کون و مکاں خروش و غوغاست ‌ ‌ ‌ فریاد و فغان واحسیناست
کن جمع تمام طفلان را ‌ ‌ ‌ دور م بنشان تو کودک کانرا
ریزند ہمیں زمان سواران ‌ ‌ ‌ بر خیمہ چو سیل کوہساران
بگذار طفلگان محزون ‌ ‌ ‌ از خوف کنند رو بہامون
از کثرت ازدحام مردم ‌ ‌ ‌ یکبار شود ز زمیان کم
یا آنکہ بزیر سم اسپاں ‌ ‌ ‌ پامال شوند آن غریبان
در خیمہ چوں افگنند آتش ‌ ‌ ‌ گردند چو کودکان مشوش
ناگاہ زگوشہ و کنارہ ‌ ‌ ‌ افتد بمیان شان شرارہ
جہدی کن و چادری بسر کن ‌ ‌ ‌ اندیشہ رفتن سفر کن
بر گوی بدختران کہ یکجائی ‌ ‌ ‌ خلخال برآورند از پائی
ریزند بخاک زیب و زیور ‌ ‌ ‌ آویزہ و یارہ گوہر و زر
در بر دل زیور آن غریبان ‌ ‌ ‌ بینند اذیت فراوان
از خود فگنند چونکہ زیور
بینند جفا و جور کمتر

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت سیّد سجادؑ نے اپنی پھوپھی سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں بیکس و دل کباب، اور اے مادر اطفال بے آب اے پھوپھی اماں اٹھو کہ آپ سردار اہلبیت ہیں اور دستگیری کا زمانہ آگیا ہے۔ افسوس کہ ہمارے حسینؑ قتل ہو گئے ان کی آنکھیں خون میں غلطاں ہیں۔ اے پھوپھی اماں ذرا مقتل کی طرف دیکھئے اور سر سے چادر کا گوشہ ہٹائیے دیکھئے کہ نیزہ پر کس کا سر مبارک ہے واللہ یہ تو میرے بابا حسینؑ کا سر ہے جنہیں شمر ملعون و کافر نے قتل کیا ہے۔ اور اے

پھوپھی اماں میں بے پدر اور آپ بے برادر ہو گئیں۔ زمین و آسمان کے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہیں شورِ فغاں برپا ہے۔ آپ ذرا بچوں کو جمع کریں اور اے پھوپھی ابھی سواروں نے غریبوں کی لاشوں کو پائمال کیا ہے۔ اور خیموں کی طرف سیل دشمناں آرہا ہے غم زدہ بچے صحرا کی طرف جا رہے ہیں۔ شور و غل رزمگاہ میں زیادہ ہے اگرچہ اب حرب و ضرب بند ہو گئی ہے اور اے پھوپھی اماں جب لوگ در خیمہ پر آگ لگائیں گے تو بچے زیادہ پریشان ہو گئے کہ اس اثنا میں ملعونوں نے خیام اہل بیتؑ میں آگ لگا دی۔ شرارے بلند ہونے لگے۔ اب مشقت اٹھائیے اور سفر شام کی فکر کیجئے عورتوں کے زیورات اتار دیجئے۔ گوشوارے اور کنگن، گوہر، زر، زیب و زیور سب خاک میں ملا دیجئے کیونکہ ان چیزوں کی موجودگی میں اہلحرم کو اور بھی زیادہ اذیت ہو گی اور اگر از خود زیورات اتار دیئے تو اذیت کم ہو گی جور و جفائے ملاعین کم ہو گا۔

احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

بروایت روضۃ الشہداء اور ابن شہر آشوب شہزادہ علی اصغرؑ کی والدۂ ماجدہ شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم تھیں۔ آپ کی عمر چھ ماہ سوائے ابی مخنف کے کسی اور نے نہیں لکھی۔ امیر صاحب روضۃ الصفا نے ایک سال کی عمر لکھی ہے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے متعلق ارباب مقاتل کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت خیام کے صدر دروازہ پر تیر لگنے سے ہوئی ہے مرحوم السیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ۔ فتقدم الی باب الخیمۃ وقال الزینب ناولینی ولدی الصغیر حتی اودعہ فاخذوہ اولی الیہ

لقبہ فرماہ حرملۃ بن کاھل لعنۃ اللہ بسھمھم فوقع نحرہ وذبحہ

اکثر محدثین و ارباب مقاتل نے حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اس شش ماہہ کو پانی پلانے کی غرض سے میدان رزمگاہ لے گئے تھے کہ شاید یہ قوم جفاکار سیراب کر دے اور واپس لوٹا لائے تھے۔ ہم نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے بحث کی ہے تاکہ قارئین کتاب افادہ کر سکیں۔

روایت اوّل:۔

جب حضرت امام حسینؑ نے میدان کارزار کا ارادہ کیا کہ تشریف لے جائیں آپ در خیمہ پر آئے اور پکار کے فرمایا کہ اے اہلحرم خدا حافظ و ناصر۔ امام حسینؑ کی اس آواز پر تمام اہلحرم۔ آپ کی بہنیں بیٹیاں۔ ازواج، اور سب باقی عورات جمع ہو گئیں کہ امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کے رونے کی آواز سن السیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا کہ اس صغیر کو مجھے لا دو جناب زینب خاتون اس بچہ کو لائیں۔ شیخ حسن دہستانی بھی کہتے ہیں۔ اخت اتینی بطفلی اراہ قبل الفراق فاتت بالطفل لایھذروا الدمع مراق یتلظی ظماء و القلب منہ فی احتراق غابری العینین من طاری البطن داری الشفتین۔ یعنی اے خواہر میرے اس طفل کو لاؤ تاکہ میں اس کو اپنے قتل ہونے سے پہلے دیکھ لوں جناب زینب خاتون اس کو لائیں اس حالت میں کہ بچہ رو رہا تھا اور تشنگی سے اس کے لب خشک ہو رہے تھے۔ امام حسینؑ نے بچہ کو ہاتھ پر لے لیا۔ السیّد لہوف میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس کو بوسہ دیا کہ اسی اثناء میں حرملہ لعین کا رہا کیا ہوا تیر علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر لگا۔ اور علی اصغرؑ ذبح ہو گئے۔ امام حسینؑ نے پھر جناب زینبؑ کو

آوازدی کہ بچہ کو لے جاؤ اور حضرت زینبؑ نے بسوز جگر بچہ کو لے لیا اور امام حسینؑ نے خون علی اصغرؑ اپنے چلو میں لیا۔ فلما امتلاتا ری بالدم نحو السماء۔ یعنی کہ جب آپ کا چلو خون علی اصغرؑ سے بھر گیا تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا۔ اور فرمایا اے خواہر هون علی ما نزل بی انہ بعین اللہ یعنی یہ مصیبت اس بزرگی کے ساتھ میرے نزدیک محترم ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی نظر کبریائی اس پر ہے۔ قال الباقر علیہ السلام فلم یسقط من ذٰلک الدم قطرۃ علی الارض ...... الخ روایت اللہوف کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ خون علی اصغرؑ جو امام حسینؑ نے آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرا معلوم اس خون کو ملائکہ لے گئے یا امام حسینؑ کا یہ ہدیہ دست قدرت الٰہی میں پہنچا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ رسول خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا بلکہ دونوں نے اس خون کو لے لیا مجھے یقین ہے کہ حضرت رسول خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ، یا دونوں نے اس خون کو خود لے لیا اور اس کو رسول خدا نے اپنی ریش مبارک پر خضاب کیا اور سیدۂ عالم نے اپنے بالوں پر لگا لیا۔ اے شیعو دو خون آسمان کی طرف پھینکے گئے ہیں ایک خون علی اصغرؑ دوسرے جب امام حسینؑ کی پیشانی پر کسی ملعون نے پتھر مارا اور خون نکلا تو وہ خون آپ نے آسمان کی طرف پھینکا ہے۔

روایت دوم :۔

از قول مجلسیؒ و صاحب روضۃ الشہداء۔ فی البحار نقلا عن الجماعۃ انہ لما فجع الحسین باھل بیتہ وولدہ ولم یبق معہ غیرہ وغیر النساء والذرو — فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام یکہ و تنہا رہ گئے نادی من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ

ھل من موحد یخاف اللہ فینا وھل من مغیث یرجو اللہ فی اغاثتنا حضرت نے استغاثہ بلند کیا اس صحرا میں ہے کوئی کہ حرم رسول خدا سے اعداء دین کے شر کو دور کرے کوئی موحد ہے کہ جو خوف خدا کرے اور ہماری نصرت کرے۔ کوئی ہے کہ جو آل محمدؐ کی فریاد کو پہنچے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ مخدرات حرم نے سنی گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے فتقدم الی باب الخیمۃ فقال ناولونی علیا ابنی الطفل حتی اودعہ۔ حضرت امام حسینؑ نے عورات سے فرمایا کہ گریہ نہ کریں مگر حضرت علی اصغرؑ نے رونا بند نہیں کیا۔ فرمایا اے بہن اس شیر خوار کو مجھے دیدو تاکہ میں اسے وداع کرلوں۔ علی اصغرؑ کو آپ کے ہاتھوں پر دے دیا حضرت نے بچہ کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب دیکھی شیخ دہستانی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس طفل شیر خوار کو اسقدر بے طاقت دیکھا کہ تشنگی کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید لشکر عمر بن سعد ملعون بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک گھونٹ پانی پلا دے چنانچہ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے بچہ کو قربوس زین پر رکھ لیا۔ اور لشکر کی صفوں کے نزدیک پہنچے فرفع بیدیہ

فدعی للقوم باللہ والخطب قطیع نبئونی ھل انا المذنب ام ھذا الرضیع لاخطوتی قعیہ شبہ الماء الشفیع لم یکن شافعکم خصمالکم فی النشاتین امام مظلوم نے باواز بلند فرمایا کہ۔ یا قوم اذ لکن انا اثما علی زعمکم یعنی اگر میں تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) گنہگار ہوں تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو یہ طفل شیر تو گنہگار نہیں ہے یہ پیاسا ہے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اور اے قوم اس کو بعجلت تمام پانی پلا دو تاکہ میں بچہ کو اس کی

ماں کی سپرد کردوں۔ ان ملاعین نے کہا اے حسینؑ کہ بغیر اجازت ابن زیاد ایک قطرہ آب نہیں دیں گے نہ تمہیں پانی ملے گا اور نہ تمہاری اولاد و اہلحرم کو پانی ملے گا۔ لیکن شیخ حسن دہستانی فرماتے ہیں کہ لشکر والے حضرت کو قولاً کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر وہ کیا جواب دیتے امام حسینؑ نے حجت تمام کی تھی۔ الاخر حرملہ لعین فریاد کرتا ہوا نزدیک آیا اور کہا کہ اس بچہ کو میں سیراب کروں گا۔ اس ملعون نے تیر گلوے علی اصغر کی طرف رہا کیا۔ تیر گلوے علی اصغرؑ پر لگا۔

فاستهدف حلق الرضيع وعبرتا النشابة من حلقه الى عضد الحسين عليه السلام یعنی کہ تیر حرملہ علی اصغرؑ کے گلے کو توڑتا ہوا امام حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ ایک تیر دو نشان بلکہ تین نشانے، گلوئے علی اصغرؑ، بازوے حسینؑ اور دلِ اُمّ رباب واحسرتا امام حسینؑ نے خون گلوے علی اصغرؑ چلّو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا۔ اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے خدا تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اس قوم جفا کار نے اِس طفل موصومؑ کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا۔ بچہ کو قتل کر دیا امام حسینؑ بچہ لے کر علی اصغرؑ کی ماں شہر بانو کے خیمہ کے نزدیک آئے اور فرمایا اے مادر علی اصغرؑ اپنے شہید بیٹے کو لے جاؤ اب اسے ساقی کوثر سیراب کریں گے یہ مناجات خداوند عالم سے تھی اور اپنے شیعو تمہیں بھی امام حسین علیہ السّلام نے ایک پیغام دیا ہے کہ شیعتی مهما شربتم ماء عذب فاذکرونی - سمعتم بغريب اوقتيل فاندبونی - ليتكم فی يوم عاشوراء جميعا تنظرونی - كيف استقی يطفل فابوان يرحمونی یعنی اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ اور جب تم سنو کہ کوئی غریب و پردیسی یا کسی قتیل کا نام تو مجھے پر نوحہ کرنا۔ کاش کہ تم یوم عاشوراء

ہوتے تو دیکھتے کہ میرے شیر خوار علی اصغرؑ کی پیاس کس طرح بجھائی گئی

مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السّلام

جب روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی نوبت آئی تو امام مظلومؑ اہلحرم سے رخصت ہونے کے لیے خیمہ میں آئے۔ مخدرات نے حلقہ بنالیا۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام حسین علیہ السّلام نے سب کو تلقین صبر کی آپ نے فرمایا کہ میری جدائی میں صبر کرنا۔ قال ابو مخنف فی المقتل انه عليه السلام اقبل الی ام کلثوم وقال لها یا اختاه اوصيك بولدی الاصغر فانه طفل صغير وله من العمر ستة اشهر۔ یعنی امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب اُمِ کلثوم سے فرمایا کہ اے میں تمہیں علی اصغرؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں میرا یہ پسر شیر خوار ہے اور ابھی اس کی عمر چھ ماہ ہے۔ جناب ام کلثوم نے عرض کیا یا اخی ان هٰذا الطفل له ثلٰث ما شرب الماء۔ اے برادر تین دن سے اِس بچہ نے نہ ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے پس خوب ہو گا اگر تم اس قوم جفا کار سے اِس بچہ کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ بروایتے نوادج آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور بچہ پر عبا کا دامن ڈال دیا۔ اور میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ روز عاشوراء امام حسینؑ اکثر مرتبہ خیمہ میں آئے اور گئے اور ایک مرتبہ قرآن مجید خیمہ سے لے گئے اور فوج اشقیاء کا سامنے پیش کیا فرمایا کیا یہ قرآن میرے نانا پر نازل نہیں ہوا ہے؟ کیا یہ عباء رسولؐ نہیں ہے کیا یہ عمامہ رسولؐ خدا نہیں ہے جو میرے سر پر ہے۔ بعدہ فرمایا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ تین دن سے پیاسا ہے نہ اس نے ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی

ملا ہے۔ تھوڑا سا پانی اس کو پلا دو۔ کتاب منبع الدموع میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد کے بعض سرداروں نے عمر ابن سعد کو ملامت کی کہ ایک قطرہ آب اس شیر خوار کو دے دیا جائے بچہ پیاسا سا تڑپ رہا ہے عمر بن سعد ملعون نے جب دیکھا کہ لشکر میں شور برپا ہے۔ لشکر کا رنگ بدلا ہوا ہے حرملہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کیا اور کہ حسینؑ کا کلام قطع کر دے ملعون نے ایک تیر سہ شعبہ کمان میں جوڑا اور علی اصغر کو نشانہ بنایا۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ فذبح الطفل من الا ذن الی الاذن کہ علی اصغر کے ایک کان سے تیر دوسرے کان کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے خون آلودہ لاش پسر سینہ سے لگائی۔ ثمہ رجع بالطفل مذبوحا و دمہ یجری علی صدر الحسین کہ حضرت امام حسین اس طفل شیر خوار کی ننھی سی لاش کو لیے ہوئے واپس آئے اور در خیمہ اُمّ کلثوم پر آئے اور بچہ کو خیمہ میں لے گئے۔ اہل حرم میں ایک شور برپا ہو گیا امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا ہے

یارب لا تترکنی وحیدا	فقد تری الکفار والحجودا
قد اکثروا العضیان والحجودا	قد صیرونا بینھم عبیدًا
یرضون فی فعالھم یزیدًا	اما اخی فقد مضی شھیدا
معفرا بدمہ خضیبًا	فی وسط قاع مفردا بعیدًا

ـــہ

ہر دم ہزار شکر تو اے داورِ حسینؑ	کردید کشتہ اکبرؑ وہم اصغرؑ حسینؑ
کردید کشتہ اکبرؑ وہم اصغرؑ حسینؑ	این فرق غرق خون شدہ این خنجر حسینؑ
گفتی کہ بس عزیز بود طفل شیر خوار	این نوک تیر و این گلوے اصغرؑ حسینؑ

گفتی براہ ما بتما ترک از عیال	این راہ شام و کوفہ و این خواہر حسینؑ

گفتی مخواہ دختر خود این چنیں عزیز
این خواہش کنیزی و این دختر حسینؑ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے پرور دگار حسین۔ تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا اکبرؑ و اصغرؑ تیری راہ میں قربان کر دیئے۔ میں نے تیری راہ میں اکبرؑ و اصغرؑ کو کیا قربان کیا ہے بلکہ خنجر نے حسینؑ کے دل و جگر کو زخمی کر دیا۔ فرمایا کہ میرا یہ شیر خوار بچہ کجا اور تیر ظلم کجا۔ گلوے علی اصغر کجا اور تیر حرملہ کجا۔ اور اے پرور دگار میری بہنیں کجا اور راہ کوفہ و شام کجا۔ اور پرور دگار ا میری دختر کس قدر عزیز تھی لیکن دربار یزید ملعون میں اس کو کنیز بنانے کی خواہش کی گئی۔ پرور دگار میں نے تیری راہ میں سب کچھ لٹا دیا ہے۔

حضرت علی اصغرؑ کی عمر میں اختلاف ہے امیر محمّد خداوند شاہ نے علی اصغر علیہ السّلام کا سن مبارک ایک سال قیاس کیا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر نشانہ تیر ظلم بنا امام حسینؑ اس وقت فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ قال الدربندی لما یتمع ھذا النور والنیر والقمر المنیر استغاثۃ ابیہ قطع القماط والقی نفسہٗ۔ یعنی کہ دربندی فرماتے ہیں کہ قماط اور قنداقہ (قماط کہتے ہیں اس کپڑے کو کہ جس میں نئے پیدا ہوئے لڑکے کو لپیٹ کر باندھ دیتے ہیں اور قنداقہ وہ لکڑی کہ جس میں بندوق کی نال چسپان کرتے ہیں۔ مجازاً کندہ مراد ہے) کو پھاڑ ڈالا۔ اور فاضل عالم الحاج ملّا محمد رضائی استر آبادی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کی آواز استغاثہ برائے نصرت دیا وری شہزادہ علی اصغرؑ کے گوش زد ہوئی تو علی اصغرؑ نے ہمک کر

اپنا بندھا ہوا کپڑا پھاڑ ڈالا۔ ایسی انگڑائی لی کہ قماط پھٹ گیا اور علی اصغرؑ نے رونا شروع کیا۔ آخر کو علی اصغرؑ حیدر کرّار کے پوتے ہیں شجاعت گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔

دست از قنداق جان بیرون کشید بندہائی بستہ را برہم درید

آری آری شیر حق است اے ولد
آنکہ در گہوارہ اژدرہا درد

یعنی کہ حضرت علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو چاک کر ڈالا اور اس سے باہر آ گئے۔ کیوں نہ ایسا کرتے آخر کو علی اصغرؑ بھی حیدر کرّار کے پوتے ہیں جنہوں نے گہوارہ میں اژدر کے دو ٹکڑے کئے تھے۔ وبکی وفج حسیناً بذلک روحی وارواح العالمین فداہ الی اجابۃ دعوۃ ابیہ بلبۃ الغیبیہ والمکاشفات النحتانیۃ۔ یعنی جب علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو پھاڑ ڈالا تو پھر رونا شروع کیا۔ اس پر اہل حرم بھی رونے لگے رونے کی آواز حضرت امام حسینؑ کے گوش زد ہوئی۔ امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ علی اصغرؑ جھولے میں مچل رہے ہاتھ پیر مارتے ہیں کسی عنوان چین نہیں ہے۔ فرجع الامام الی نحو الخیام وسئل الصدیقۃ الصغریٰ اعنی زینب عن سبب تلک الحالۃ فاخبرتہ بما صنع الطفل بعد استغاثۃ واستنصارہ۔ امام حسین علیہ السّلام نے جناب زینب خاتون سے علی اصغرؑ کے رونے کا سبب دریافت تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی جب سے علی اصغرؑ نے تمہارے استغاثہ نصرت کی آواز سن ہے بے چین ہے اور برابر رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن زینب

چمن امامت کے اس پژمردہ شگوفہ کو ہمیں دیدو۔ ووضعہ فی مقدم السراج واقبل الصفوف فرفعہ بیدہ حتی یروہ۔ ے

چوں بمیدان بردست پدر
آیت کبریٰ حق شد جلوہ گر

یعنی کہ جب شہزادہ علی اصغرؑ اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کے ہاتھوں پر میدان کارزار میں پہنچے تو خدائے ذوالجلال واکرام کی ایک آیت بن کر جلوہ فگن ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اس قوم بے حیا سے سوال آب کیا علی اصغرؑ نے ایک گھونٹ پانی مانگا۔ آپ نے فوج اشقیاء سے خطاب کیا۔ اما ترونہ کیف یتلظی عطشا ابن من یرحم الصغیر ویطفی حرصدرہ ببرد ماء زلال طلب الماء منہم وسقوہ من کئوس المنون ماء ویال۔ یعنی ہے کوئی جو اس طفل شیرخوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ آب سرد پلا دے اس کا سینہ بے آب جل رہا ہے۔ آپ نے اس قوم جفاکار سے پانی مانگا لیکن امام حسینؑ کے اس سوال آب کا جواب تیر سے دیا گیا۔ حرملہ نے تیر رہا کیا اور بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا اور امام حسینؑ نے بچہ کا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ شیخ طبرسیؒ اپنی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ انہ علیہ السلام نزل حینئذ عن فرسہ وحضر للصبی بجفن سیفہ و قلہ بدمہ ودفنہ ثم وصب قائماً۔ جب علی اصغرؑ نشانۂ تیر حرملہ ہو گئے امام حسینؑ گھوڑے سے اترے ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی۔ اور اس شیرخوار کو دفن کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا رب انتقم لنا من ھولاء الظالمین کہ بارالہا تو اس قوم ظالمین سے انتقام

لے ۔ چنانچہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت علی اصغرؑ کو دفن کرنے کے بعد قبر علی اصغرؑ پر نماز پڑھی ہے ایسا ہی صاحب ترجمہ ابوالفتوح وکمال الدین طلحہ الشافعی نے بھی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ پر بعد دفن نماز پڑھی ہے ۔ مرحوم شیخ جعفر رضا خصائص دفن علی اصغرؑ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دوسرے شہداء کو دفن نہیں کیا بلکہ صرف شہزادہ علی اصغرؑ کو دفن کیا ہے اس لیے کہ یہ ظالم لوگ جب سرہائے شہداء ان کے جسموں سے قطع کریں گے تو اس شیر خوار کا سر نہ کاٹ سکیں ۔ اور اس لیے شہزادہ کو دفن کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم علی اصغرؑ پامال نہ ہو ۔ اور اس لیے بھی دفن کیا کہ آپ کا پُر خون تماطا الحرم کی نگاہ سے نہ گزرے ۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب الریّاض میں لکھتے ہیں اس لیے خون بھرے شلوکے میں دفن کیا تھا کہ جب حشر قائم ہو تو علی اصغرؑ کا پُر خون شلوکا زیر عرش پیش کر سکیں ۔ اور امام حسینؑ بعجلت تمام قبر علی اصغرؑ سے اٹھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کا آپ کو سخت صدمہ ہوا تھا ۔ طاقت جواب دے گئی تھی شیخ جعفر اور بعض دوسرے اہل مقاتل لکھتے ہیں کہ ظالموں نے جب شہیدوں کے سر کاٹے ۔ جگہ جگہ ظالم زمین نیزہ گاڑھتے تھے اور نکال لیتے تھے اس طرح ایک جگہ نیزہ زمین گاڑھا اور پھر باہر نکالا تو علی اصغرؑ کا لاشہ باہر نکل آیا اور ظالم نے سر علی اصغر جدا کیا جب اہلحرم نے اس ظلم کو دیکھا تو خیام امام مظلوم میں کہرام برپا ہو گیا ۔

محبت اولاد

خلاّق عالم اور مصوّر بنی آدم نے جب تخلیق بشر کی اور تصویر بنائی تو ماں اور باپ کے دل میں اولاد کی محبت ودیعت کر دی حتّیٰ کہ حیوانوں میں بھی یہ جذبۂ محبت پایا جاتا ہے ۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ سلطان منجر بن ملک شاہ سلجوقی کہ جو بہت زیادہ رعیّت پرور اور عادل تھا ۔ ایک روز بقصد شکار صحراء کی طرف گیا ۔ بادشاہ سیر و سیاحت میں مصروف تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑ کے بائیں کسی شے پر ٹھہری وہ ایک بچہ تھا کہ دُور سے بادشاہ کو مرغ نظر آیا ۔ اس بچہ کی ماں (مرغی) اپنے بچہ کے لیے دانا تلاش کرنے گئی تھی ۔ بادشاہ نے اس خیالی مرغ کو شکار کرنے کے لیے تیر و کمان سنبھالا ۔ کہ تیر رہا کرے اور مرغ شکار ہو جائے کہ جیسے ہی بادشاہ نے اس بچۂ مرغ کی طرف تیر رہا کیا اور بادشاہ کا تیر اس تک پہنچا تو اس بچہ کی روح نکل گئی اور بچہ نشانۂ تیر شکار ہو گیا بادشاہ اس کے نزدیک پہنچا تو وہ بچہ مردہ پایا ۔ اسی وقت وہ مرغ کہ جو دانہ کی تلاش میں سرگردان تھا آ گیا اور اس بحسرت و یاس بادشاہ کی طرف دیکھا اور اس نے بزبان حال کہا کہ اے بادشاہ تو نے میرا گھر برباد کر دیا خدا تجھے بھی برباد کرے ۔

شاہ چو دید آن شغب دردناک ۔۔۔ گرم فروجست ز توسن نحاک
طشت طلب کرد یکی تیغ تیز ۔۔۔ طشتِ دگر کرد پُر از گنج ریز
تیغ سیاست بسر خویش برد ۔۔۔ در نظر بیوۂ درویشی برد
گفت بکش ماتم خود سور کن
دام خود از گردن من دُور کن

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ جب بادشاہ نے جب یہ فتنہ و فساد دیکھا تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اس نے دو طشت منگائے ایک میں تلوار تیز دھار رکھی اور دوسرے میں زر و جواہر رکھے تیغ سیام اپنے سر پر بلند کی۔ اور درویش (فقیر و محتاج) کی طرف نظر کی اور کہا کہ تو اپنے سوز و ماتم کو خوشی سے بدل لے میرا سر حاضر ہے اور اپنے خود ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور کر لے۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا کہ اے مادر مرغ کہ اگر مجھ سے اپنے بچہ کا قصاص لینا ہے تو میں حاضر ہوں تلوار و خنجر موجود ہے اگر تو مجھے معاف کر دے اور خون بہا لے تو یہ زر و جواہر حاضر ہیں۔ اس کو بادشاہ پر رحم آیا اور کہا اے بادشاہ تیرا فعل خدا کے نزدیک تو ناچیز ہے مگر میں تجھ سے راضی ہوں۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اولاد کے ساتھ ماں باپ کی محبت سب ہی کو ہوتی ہے (یہ محبت فطری ہے از مترجم) نمعلوم کربلا میں مخدرات کی کیا حالت ہوئی ہوگی جب انہوں نے اپنے عزیزوں اور بیٹوں بھتیجوں بھانجوں کی شہادت دیکھی ہوگی مادر علی اصغرؑ شہر بانو کا کیا حال ہوا ہوگا (حضرت علی اصغر اور جناب سکینہ خاتون کی ماں ایک تھیں جن کا نام اُمّ رباب تھا۔ یہاں یہ شہر بانو لکھا ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام بادشاہ دین و دنیا تھے لہٰذا آپ کی زوجہ محترمہ اعزازاً شہر بانو کہلاتی ہوں ورنہ یہ تو مسلّم امر ہے کہ حضرت زین العابدین کی ماں کا نام شہر بانو تھا جو یزدجرد بادشاہ عجم کی بیٹی تھیں اور ان کا انتقال امام زین العابدین کی پیدائش کے زمانہ قریب میں ہو گیا تھا۔ از مترجم) مولف مرحوم نے بھی اس چیز کو تسلیم کیا ہے کہ امام حسینؑ علی اصغرؑ کو دفن کیا ہے اور نماز پڑھی ہے۔ اور جب اہلحرم کوفہ پہنچے ہیں اور دربار ابن زیاد ملعون میں شہدائے کربلا کے

سر بائے مبارک پیش کئے گئے ہیں تو ان میں شہزادہ علی اصغرؑ کا سر مبارک بھی تھا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لکل شئ ثمرۃ و ثمرۃ الفؤاد الولد۔ یعنی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز میوہ ہے اور میوۂ دل انسان اولاد ہے چونکہ اولاد باعث تسکین روح و دل ہے لہٰذا اس کو دیکھ کر انسان خوش ہوتا ہے۔ غرض کہ محبت و رحم ایک نیک صفات ہیں اور حیوانات میں بھی محبت پائی جاتی ہے۔ اسرائیلیات میں مسطور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا اس کے پاس ایک گائے اور بچھڑا تھا گائے کا بچہ اور گائے اس پر اس کی معشت منحصر تھی۔ ایک روز اس نے گوشت کھانے کی خاطر گائے کے بچھڑے کو اس گائے کے سامنے ذبح کیا۔ پس جیسے ہی گائے کی نظر اس بچھڑے کے سر پر پڑی اس نے چیخنا شروع کیا۔ اور اسقدر درد سے وہ چیخی کہ در و دیوار ہل گئے پھر اس گائے نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنی آواز میں اس ذات اقدس سے فریاد کی کہ جو علیم بالذّات ہے۔ اس اسرائیلی کے ہاتھ فوراً خشک ہو گئے۔ وہ اسرائیلی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا سارا واقعہ بیان کیا۔ اور موسیٰ علیہ السّلام سے درخواست کی کہ اس کا خشک ہاتھ صحیح ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے اعرابی دور ہو جا میں تیرے لیے خداوند عالم کی بارگاہ میں شفاعت نہیں کر سکتا تو اس قدر بے رحم ہے کہ تو نے اس کو بچھڑے کی ماں کے سامنے ذبح کیا۔ تجھے خیال نہ ہوا کہ حیوانوں میں جذبہ محبت کارفرما ہے۔ تو نے اس کی ماں کا دل دکھا دیا۔ واحسرتا کربلا میں روز عاشورا محرم امام حسینؑ کا سر مبارک جدا کیا گیا اور سیدۂ عالم فاطمہ زہرا کا دل دکھایا گیا۔ امام حسینؑ کے سامنے بہتر شہیدوں کے

لاشہ پڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ کے دل پر کوہ الم گرا ہوا تھا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قوم جن ملائکہ اور ارواح انبیاءؑ کا روز عاشوراء نصرت امام حسین علیہ السّلام کے لیے آنا

روز عاشوراء بعض واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں کہ جن کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ اقتدار امام منصوص من اللہ ظاہر ہو سکے۔ انہی واقعات میں سے زعفر جن کا امام حسین علیہ السّلام کی مدد کے لیے حاضر ہونا ہے اس واقعہ کو اکثر کتابوں میں تفصیلاً اور مجملاً بیان کیا گیا ہے۔ شیخ فخرالدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کے جملہ یاور و انصار۔ بھائی بھتیجے بھانجے سب شہید ہو گئے اور امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے۔ تو اس وقت اتت افواج من الجن الطیارہ۔ یعنی کہ جنوں کی فوج ہوا پر پرواز کرتی ہوئی کربلا پہنچی امام حسینؑ کی خدمت اقدس زعفر جن حاضر ہوا۔ قدمبوسی کا شرف حاصل کیا اور عرض کیا۔ یا حسین نحن انصارک فمرنا بامرک ما تشاء فلو امرتنا یقتل کل عدو لکم لفعلنا یعنی عرض کیا اے مولی ہم آپ کے انصار میں مدد کرنے والے ہیں یہ وہی فوج اجنہ ہے کہ جو مکہ معظمہ سے بسمت کربلا سفر کرتے ہوئے امام حسینؑ کی نصرت کے لیے آئی تھی جس پر امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ اب تم چلے جاؤ روز جمعہ دہم محرّم کو کربلا میں آنا چنانچہ قوم جن چلی گئی اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا بروز عاشورہ محرم کربلا میں وارد ہوئی مگر

امام حسین علیہ السّلام نے ان کو نصرت کرنے سے رد کردیا صدر عالیقدر یعنی مولف کتاب نے نظم میں اس واقعہ کو پیش کیا ہے ؎

بزرگ جنیاں چوں شاہ را دید
بصد تعظیم خاکِ را بوسید
بخاک افگند آب از دید گانش ۔ چہ سبز بوسہ زد بر پائے سردش
بگفتا جن و انس اندر پناہت ۔ ستارہ خاکروب بارگاہت
غمین باد آنکہ او شاداب نخواہد ۔ خراب آنکس کہ آبادت نخواہد
اگر اے شاہؑ شاہان دو عالم ۔ شدی بیکس دراین صحرا مخور غم
کہ ما یار حسینؑ بن امیریم ۔ ہمہ در خدمت فرمان پذیریم
اگر فرمان دہد شاہ ولایت ۔ کنند کار عدو بر ما حوالت
بیکدم خون این خوانخوارہ کانرا
بریزم پاک سازم این جہاں را

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ فوج اجنہ کے سردار نے جب شاہ مظلوم کو کربلا میں دیکھا تو بصد تعظیم و تکریم خاک قدم شاہ کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہائے۔ اور عرض کیا اے شاہ مظلوم جن و انس سب آپ کی پناہ میں ہیں آپ سب کے سلطان و شاہ ہیں اور آسمان کے ستارے آپ کی بارگاہ کے خاکروب ہیں۔ اور اگر اے شاہ دو عالم آپ اس صحرائے کربلا میں بیکس ہیں تو اس کا غم نہ کریں اس لیے کہ ہم آپ کے جان نثار، مددگار، یاور و ناصر ہیں آپ ہمارے امیر حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السّلام کے فرزند ہیں جو آپ حکم دیں ہم اس پر عمل کریں گے۔ اگر آپ کا حکم ہوا اور ان دشمنان دین کو ہمارے حوالہ کر دیں تو ہم ان خونخوار دل

کو ابھی ابھی ختم کر دیں گے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ان کو دعاء خیر دی۔ اور فرمایا۔ جزاکم الله خیرا انی اخالف قول جدی۔ اے گروہ جن جاننا چاہتے کہ میں اپنے جد رسولؐ خدا کے قول کی مخالف نہیں کر سکتا شہادت مقدّر ہو چکی ہے مجھ سے میرے نانا نے فرمایا ہے کہ ان الله شاء ان یراك مقتولا ملطخا بدمائك مخضبا شیبك بدمائك مذبوحا من قفاك۔ یعنی اے نور دیدہ حسینؑ الله کی مشیت یہی ہے جو کہ جاری ہو چکی ہے کہ میں اپنے خون میں غلطان ہوں خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں پس گردن سے میرا سر جدا کیا جائے میرے نانا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قد شاء الله ان یری حرمك سبایا علی اقطاب المطیا۔ یعنی کہ خدا چاہتا ہے کہ تیرے اہلحرم اسیر ہوں۔ شتران بے کجاوہ پر سوار لیے جائیں اور شہر بشہر تشہیر کئے جائیں وانی و الله ساصبر اور میں صبر کرنے والا ہوں، اور میں مقتول ہونے کے تیار ہوں ابھی گروہ جنات مصروف گفتگو تھا کہ آسمان کے دریچے کھل گئے۔ اور ملائکہ صف در صف نازل ہونا شروع ہوئے اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں نصرت کے لیے حاضر ہوئے۔ ؎

پس ملائک محو بیخویش آمدند | بہر عرض حال خود پیش آمدند
کای وجود موجد امکان ما | درگہ عزت پناہ جان ما
گرچہ از عشق تو بابی بہرہ ایم | لیک در مہرت بعالم شہرہ ایم

گشت سرخیل ملائک جبرئیل
چوں بذات بے مثالت شد دلیل

نصر منصور ملک را تو شہی | زامرت ہستند تا فرماندہی
جملگی در عہد و پیمان توایم | غرقۂ دریای احسان توایم
یاری جدت رسولؐ تاجدار | کرده ایم ای تو مراد را یادگار
بہر امداد تو اے جان آفرین | آمدیم اینک ور گردون برزمین
شاہ لب بکشود کائی افلاکیان | ذی مجرد از مزاج خاکیان
گیرم این لشکر ہمہ بے جان زنند | خلق عالم بندۂ فرمان شدند

زندہ خواہد گشت یا اکبرم
یا شود زندہ علیؑ اصغرم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ آسمان کے دریچے کھل گئے اور ملائکہ صف بستہ نصرت کے لیے آئے جبرئیل سردار ملائکہ نے امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے شاہ دو عالم ہمیں حکم عطا ہو تاکہ ہم آپ کے حکم پر عمل کریں مقصد یہ تھا کہ ہم اگر آپ حکم دیں تو اس قوم جفاکار کو تباہ و برباد کر دیں۔ تمام ملائک آپ کے زیر فرمان ہیں۔ ہم آپ کے جد نامدار رسولؐ مختار کے دوست ہیں ہم تو آپ کی نصرت و مدد کے لیے آئے ہیں ورنہ کہاں آسمانی مخلوق اور کہاں زمین ہمیں حکم ہو تو اس لشکر بے دین کو ختم کر دیں۔ اس پر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے جبرئیل میرا علیؑ اکبر اور علی اصغر جو شہید ہو چکے کیا زندہ ہو جائیں گے جب اکبر و اصغر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب حسینؑ کس طرح تمہیں اذن جہاد دے بعدہٗ انبیاء و مرسلین کی ارواح مقدسہ حاضر ہوتیں۔ زمین و آسمان نے اپنی اپنی زبان میں مولائے کائنات کی خدمت میں عرض کیا کہ اے مولی ہم نصرت کے لیے حاضر ہیں۔ اگر حکم ہو تو زمین شق ہو اور لشکر عمر ابن سعد

زمین پر دھنس جائے لیکن امام حسین علیہ السلام نے نہ جنات کو اذن جہاد دیا نہ ملائکہ کی نصرت قبول کی اور نہ ارواح انبیاء کی نصرت قبول کی اور نہ زمین و آسمان کی نصرت قبول کی کیونکہ امام حسینؑ علیہ السلام کا استغاثہ برائے اتمام حجّت تھا۔

شکوہ مولف از روزگار واہل زمانہ

مولف کتاب ہذا مرحوم صدرالدین واعظ قزوینی نے اہل ایمان سے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے یاد رکھا جائے اور سورۃ فاتحہ ہدیہ کر کے خوش کیا جائے اس میں شک نہیں کہ مرحوم صدر نے اس کتاب کی تدوین میں جس عرق ریزی سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ہر ایک صاحب نظر کو ہو سکتا ہے مومنین با تمکین اور مطالعہ کرنے والے حضرات مرحوم کو سورۃ فاتحہ ہدیہ کریں۔

واقعۂ بیر ذات العلَم

کتاب کنز الواعظین اور ریاض المومنین اور بعض دوسری کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ ابوالحسن البکری نے ابوسعید خدریؓ اور حذیفہؓ الیمانی سے جو کہ اصحاب رسولؐ مختار میں روایت کیا ہے کہ لما رجع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ من غزاۃ السکاسك و السکون مویداً منصوراً متوجھا محبوراً قد فتح اللہ علی یدہ و اقر بالنصر عینیہ۔

یعنی کہ جب لشکر ہمایوں رسول مختار احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ

سکاسک سے مظفر و منصور با حال خوش مراجعت فرما رہے تھے کہ ایک ایسے صحرا میں پہنچے کہ جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ زمین خشک پڑی تھی۔ درخت سوکھ گئے تھے۔ اس صحرا کا ذرہ ذرہ آگ کی طرح تپ رہا تھا گرم ہوائیں چل رہی تھیں ؎

بیابان وسیعی پُر مخافت — بہر گامے در آن صد گونہ آفت
ہوایش آتش و آبش ہوا بود — زمینش سنگ و سنگ آہن ربا بود

یعنی کہ اس وسیع تر میدان میں جو خوف وہراس سے بھرا ہوا تھا اور جس میں ہر قدم سو سو آفتیں تھیں وہاں کی ہوا آگ بنی ہوئی تھی پانی ہوا ہو گیا تھا یعنی پانی بالکل نہ تھا نہ وہاں کوئی پرندہ تھا نہ آدمی۔ اس وقت آنحضرتؐ کے لشکریوں پہ پیاس نے غلبہ کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی کا سوال کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا۔ من فیکم یعرف همزہ الارض۔ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس زمین کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔ کسی صحابی نے عرض کیا اے آقا میں اس جگہ سے واقف ہوں۔ اس زمین کا نام وادی کثیب ارزق ہے۔ یضل فیہ الدلیل و لا یوجد فیما ظل ولا ظلیل لا ید خلھا رکب الا برك ولا جیش الا ھلك ۔ یعنی میں آپ پر قربان اس زمین پر قدم قدم پر خطرہ ہے۔ اس زمین پر نہ اونٹ گزر سکتے ہیں اور نہ لشکر سلامت رہ سکتا ہے۔ اور اکثر دلیل راستہ دکھلانے والے خود بھٹک گئے ہیں۔ فلما سمع النبیؐ والمسلمون ایقنوا بالھلاك ولاذو برسول اللہ مستجیرین جب مسلمانوں نے یہ سخن سنا تو سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اور ادھر حرارت آفتاب بڑھنے لگی اور حرارت کے ساتھ اضطراب بڑھنے لگا آنحضرتؐ

نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو اس بیابان میں پانی کی جگہ کی خبر ہو تو بتلائے میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں چنانچہ ایک مسلمان نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں پر ایک کنواں ہے جسے عرب بئر ذات العلم کہتے ہیں اس میں آب سرد و شیریں ہے۔ لیکن اس کنوئیں میں جنات و شیطان رہتے ہیں ان کا قبضہ ہے اور وہ کسی کو پانی نہیں لینے دیتے۔ جو شخص پانی لینے جاتا ہے اسے ہلاک کر دیتے ہیں اور کسی لشکر نے اس کنوئیں سے پانی نہیں لیا ہے۔ تبع یمانی اپنے لشکر سمیت اس کنوئیں پر آیا اس کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ پانی لینا چاہا مگر جنات نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بریام فارس اپنے لشکر کے ساتھ ادھر گزرا مگر پانی نہ لے سکا۔ سعد بن برزق بے شمار لشکر کے ساتھ اس کنوئیں پر آیا لیکن اس کا لشکر تباہ ہو گیا اور پانی نہ لے سکا۔ آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کنوئیں پر مشک لے کر جائے اور پانی لائے میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں پس ابوالعاص بن ربیع کہ جو آنحضرتؐ کے برادر رضاعی تھے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں اسلام لانے سے قبل اس کنوئیں پر ایک گروہ کے ساتھ پہنچے کہ دیو اور جن اس کنوئیں سے نمودار ہوئے اور ہم ناکام واپس آ گئے کچھ ہمارے ساتھی ہلاک بھی ہو گئے یا رسولؐ اللہ اب میں مشرف باسلام ہو گیا ہوں۔ میں اس کام کو انجام دوں گا۔ آنحضرتؐ نے ابوالعاص کو اجازت دی اور ابو دجانہ انصاری، قیس بن سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ سعد بن بشر، ثابت بن اخنس، عمرو بن امیہ ضمری کو ہمراہ کیا اور بھی چند جوان ساتھ ساتھ گئے۔ اور جب ابوالعاص اور ان کے ساتھی بئر ذات العلم

پر پہنچے تو کنوئیں سے ایک شور پیدا ہوا۔ اور سیاہ ہوائیں چلنے لگیں اندھیرا چھا گیا۔ اور اس میں سے دیو، اور جن نکلے۔ ان کے سر آسمان سے ملے ہوئے اور آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی ہوئی تھیں ناگاہ ایک دیو کنوئیں سے نکلا۔ اور اس نے ایک ہیبت ناک نعرہ بلند کیا۔ مسلمانوں نے چاہا کہ واپس چلے آئیں مگر ابوالعاص بن ربیعہ نے کہا کہ یا اخوانی من الموت تهربون اے بھائیوں کیا موت سے بھاگتے ہو موت سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ تم لوگ اپنے مقام پر ثابت قدم رہو اور مجھے اس عفریت سے نمٹنے دو۔ اگر میں اس پر قابو پا گیا تو بہتر ہے اور اگر میں مارا گیا تو میرا اسلام حضور رسولؐ خدا پیش کر دینا۔ پس ابوالعاص نے تلوار کھینچی اور جرأت مندی کا ثبوت دیا وہ عفریت کہنے لگا کہ تم کون ہو یہاں کیوں آئے ہو کیا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ جنوں کا مسکن ہے اور ہمارا بادشاہ یہاں رہتا ہے۔ اور وہ کہنے لگا۔ ے

نحن سلالات المعالی والکرم ۔۔۔ واولیاء الرحمٰن سکان الحرم
ارسلنا محمد تاج الامم ۔۔۔ المصطفی المختار مصباح الظلم
ونستقی من بئرکم ذات العلم ۔۔۔ ونقتل الجان عباد الصنم

ے
ما بزرگان مکہ و حریم ۔۔۔ معدن جود صاحب کریم
دوستان خدائے رحمانیم ۔۔۔ امتان رسولؐ سبحانیم
سرور انبیاء تاج امم ۔۔۔ روشنی بخش جملہ عالم
گفتہ مارا محمدؐ عربی ۔۔۔ سفتہ دُرّی ز لعل آتشنبی

آب از چاہ جنیان آریم
جان جنّی ز تن برون آریم

خلاصہ عربی و فارسی اشعار کا یہ ہے کہ ابوالعاص نے کہا ہم بزرگان مکّہ و کعبہ ہیں۔ ہم معدن سخا اور صاحب کرم ہیں۔ خدائے رحمان کے ہم دوست ہیں اور محمدؐ عربی ہیں۔ کون محمدؐ۔ وہ کہ جو تمام انبیا مرسلین کے سرور و بادشاہ ہیں۔ تمام امتوں کا تاج ہیں تمام عالم کو روشنی بخشنے والے ہیں اور ہمیں حضور نے حکم دیا ہے کہ ہم تمہارے کنوئیں سے پانی لیجائیں اور تشنہ لب مسلمانوں کو سیراب کریں پس اگر تم نے کوئی رکاوٹ ڈالی تو ہم تمہیں تہ تیغ کریں گے۔ ابھی ابوالعاص کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ عفریت (دیو) نے جگر خراش چیخ ماری اور خود کو ابوالعاص کے سامنے اس چڑیا کی مانند ڈال دیا کہ جو چڑیا کسی کی مٹھی میں ہو اس وقت ابوالعاص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا سلام رسول اللہ کو پہنچا دینا۔ ابوالعاص کے ساتھی اپنی جگہ سے بھاگنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ عفریت نے ابوالعاص کو اس کنوئیں پر لیجا کر قتل کر دیا۔ اور ابوالعاص سیاہ ہو گیا ہے۔ اسی دم کنوئیں سے ایک شور و غوغا پیدا ہوا اور طرح طرح کی ڈراؤنی صورتیں کنوئیں سے نمودار ہونے لگیں۔ ابوالعاص کے ہمراہی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے جب سنا کہ ابوالعاص قتل ہو گیا تو آپؐ آبدیدہ ہوئے لیکن جبرئیل اس نازل ہوئے اور آپ کو خبر دی۔ عمرو بن امیہ ضمری نے عرض کیا عظم اللہ اجرك فی ابی العاص خدا حضور کو ابوالعاص کی جدائی پر صبر کرامت کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ والذی روحی بیدہ ان روح ابی العاص فی حوصلة طیر اخضر یرتع فی ریاض الجنة۔ یعنی کہ ابوالعاص کی روح ریاض بہشت میں ہے تمام اصحاب نے ان کے لیے طلب رحمت کی۔ اسی اثنا میں امام الجنّ والانس حضرت شاہ

ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے مسلمانوں اب علیؑ آگئے ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے یہ کام بجز علیؑ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہر جگہ علیؑ مرتضیٰ ہی نے مشکل کشائی فرمائی ہے۔ احد و بدر و حنین۔ خندق و خیبر علیؑ ہر جگہ کام آئے ہیں حضرت علیؑ کو ابوالعاص کے قتل ہونے کی خبر ملی تو آپ بھی ملول و رنجیدہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اے علیؑ بیر ذات العلم سے جا کر پانی لاؤ اور سب کو سیراب کرو۔ پھر آنحضرتؐ نے علیؑ کو اجازت دی اور فرمایا ان اللہ حافظك و ناصرك۔ یعنی کہ اے علیؑ تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السّلام کی گردن پر اپنا دست مبارک ڈالا اور گریہ فرمایا۔ اور آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کیا خدایا علیؑ کو فتح نصیب کر۔

(ہم بیر ذات العلم کے بقیہ واقعہ کو آئندہ سپرد قرطاس کریں گے۔ یہ واقعہ سقایت روز عاشورا کربلا میں حضرت عباسؑ کے سقائے اہل بیت ہونے سے کسقدر مشابہ ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ خدا کے حکم پر جنّات کے کنوئیں سے پانی لینے گئے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کے حکم سے عباس علمدار علیہ السّلام نہر فرات پر پانی لینے گئے حضرت علیؑ پانی لے کر واپس آئے ہیں۔ پیاسوں کو سیراب کیا ہے لیکن واحسرتا حضرت عباس مشک آب لے کر آ رہے تھے کہ مشک پر تیر پڑا اور پانی بہہ گیا۔ سقائے سکینہ کے شانے قلم ہوئے حضرت عباسؑ کی لاش فرات کے کنارے پڑی رہی)

بقیہ واقعہ بیر ذات العلم۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام کو کنوئیں پر جانے کی اجازت دی اور آپ تشریف لے

گئے۔ جب کنوئیں کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا ؎

حبانی رسول اللہ منہ برایہ   وامرنی اسعٰی الی کل کافر
اقاتلہم حتی یقروا بربہم   الٰہھم المعبود سرو جاہر ؎
منم حجت حق منم شیر اوُ   منم دست یزدان وشمشیر اوُ
منم آنکہ پیغمبرؐ تاجدار   علمدار خود کردہ در روزگار
امیر سپاہِ پیغمبرؐ منم
درایں روز ساقی لشکر منم

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ حضرت اسد کردگار نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ نے علمداری لشکر عطا کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں کُل کافروں کو قتل کروں یہاں تک وہ معبود حقیقی خدا ہے واحد و قہار کا اقرار کریں پس جو اقرار توحید خدا کرے گا اس کے لیے امان ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے ارشاد کا ترجمہ بصورت نظم درج کیا جا چکا جس کی وضاحت یہ ہے گویا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں حجت حق ہوں میں شیر خدا ہوں میں ید اللہ ہوں اور میں اس کی تلوار ہوں اور مجھے رسولؐ خدا نے علم عطا کیا۔ میں امیر سپاہ نبویؐ ہوں اور آج کے روز میں آنحضرتؐ کے لشکر کا ساقی ہوں جاء الحق، اب حق آگیا۔ پس جب کی دلیرانہ و شیرانہ صدا بلند ہوئی تو وہی عفریت کہ جس نے ابو العاص کو قتل کیا تھا۔ کنوئیں سے باہر نکلا اور اس نے روز دار صیحہ کیا۔ چیخنے لگا۔ من انت ایھا النازل علینا والقادم الینا اما علمت ان لا یطمع فیا طامع و لا یرتع حولنا را فع۔ اس عفریت نے کہا اے شخص تو کون ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ کوئی شخص یہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ اس پر

حضرت امیر المومنین نے فرمایا اے شیطان مردود اور اے سرکش عفریت تو نہیں جانتا۔ انا النور کہ ہم نور خدا ہیں اور ایسا نور ہیں کہ جو بجھایا نہیں جا سکتا۔ میں علیؑ ہوں اور حضرت رسولؐ خدا کا چچازاد بھائی ہوں بعدہٗ آپ نے تلوار کھینچی اور اس کی کمر پر ضرب لگائی۔ فجعلہ شطرین آپ نے اس عفریت کو دو ٹکڑے کر کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پانی بھرنے کے لیے مشکیں لاؤ۔ اسی دوران کنوئیں سے مہیب صورتیں نکلنے لگیں بڑے بڑے دیو اور جن برآمد ہوئے حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے بآواز بلند فرمایا کہ اے جنوں اور اے شیطانو۔ یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے اس دعاء مبارکہ کی تلاوت شروع کی۔ بسم اللہ عزمت بالصافات صفًا والزاجرات زجرا والتالیات ذکرا ان الٰھکم لواحد رب السمٰوات والارض ورب المشارق والمغارب انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظًا من کل شیطان مارد ولا یسمعون الی الملاء الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورًا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شھاب ثاقب یا معاشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یا معاشر الجن والانس ان استطعتم الی تنصران عزمت علیکم بالطور وکتاب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور ان عذاب ربك لواقع ما لہ من دافع عزمت

علیکم یا معاشر الجن والشیطان باسماء اللہ العظام و یقل ھو اللہ احد ، اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احداً عزمت علیکم بقل اعوذ برب الفلق ، عزمت علیکم بقل اعوذ برب الناس الخ عزمت علیکم بقل یا ایھا الکفرون۔

قیس بن سعد کہتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زبان مبارک سے کلمات قرآنیہ ادا ہو رہے تھے اس وقت بئرذات العلم (کنوئیں) میں خموشی طاری تھی کسی قسم کا شور و غوغا نہ تھا۔ اور تمام ڈراؤنی سورتیں معدوم ہو گئی تھیں پھر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ڈول اور رسی میں باندھ کر کنوئیں میں ڈالا۔ لیکن عفریت نے رسی کاٹ دی اور ڈول خالی باہر پھینک دیا۔ جب امیرالمومنین نے دیکھا تو آپ نے کنوئیں کے اندر کی طرف موہنہ کر کے فرمایا کہ اے جنوں تم نے ولی خدا کے ڈول کی رسی کاٹ دی۔ ڈول باہر پھینک دیا۔ اب تم باہر آؤ کہ میں تمہیں اس کی سزا دوں ناگاہ ایک اور عفریت چاہ سے باہر نکلا۔ ابھی وہ رجز پڑھ ہی رہا تھا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس کو مہلت نہ دی اور ذوالفقار سے اس پر حملہ کیا۔ اور اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ امام عالی مقام۔ حیدر کرار فرزند ابوطالب نے یہ رجز پڑھا۔ ؎

انا علی انزع البطین — اضرب ھامات العدیٰ بالسیف
ان تقطع الدلونا ثانیاً — اضربکم ضرباً بغیر حیف

؎ منم شیر یزداں علیؑ ولی — منم شیر خونخوار دشت یلی

اگر بار دیگر شما جنیان — برید ید دلو مرا ریسمان
برآریم زجان ہمہ جنیاں — دماری کہ یکتن نداتم زجان

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ میں علیؑ ہوں اور دشمنوں پر تلوار مارنے والا ہوں تم نے میرے ڈول کی رسی کاٹ کر اس کو باہر پھینک دیا۔ اب میں تمہیں بغیر کسی افسوس کے قتل کر دوں گا۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے کہ میں شیر خدا ہوں اور میدان کارزار میں شیر خونخوار ہوں اگر تم نے دوسری مرتبہ میرے ڈول کی رسی کاٹی تو میں تم میں سے کسی جن کو زندہ نہ چھوڑوں گا اور جنات میں سے کسی جن کو ہلاک کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ یہ رجز سننے کے بعد ایک اور دیو کنوئیں سے باہر آیا۔ اور کہنے لگا کہ اے جوان ہم تم کو پانی ہرگز نہ دیں گے۔ اس پر حضرت امیرالمومنین با آواز بلند فرمایا اے ملعون میں تجھے ابھی قتل کرتا ہوں ؎

منم علیؑ ولی آنکہ در تمام حروب
شکستہ است بدستم بسی کتاب کفر

یعنی کہ میں علیؑ ولی ہوں اور ہاتھ سے اکثر کتاب کفر پارہ پارہ ہو گئی۔ اگر تم نے دوبارہ سرکشی کی تو میں اس ذوالفقار سے تمہیں قتل کر دوں گا یہ فرما کر آپ نے ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ ابھی ڈول کنوئیں کے درمیان ہی تھا کہ عفریت نے اس کی رسی کاٹ دی اور ڈول باہر پھینک دیا۔ اور اس نے چیخ کر یہ کہا ؎

یا صاحب الدلو العظیم الشان — والرجل المذکور من عدنان
ان قلت اولیت دلوک ثانیاً — رمیت فی البئر بلا توان

یعنی اے ڈول ڈالنے والے تو اپنے آپ کو آل عدنان کہتا ہے اگر تو اپنے اس قول میں سچا ہے اور یہ کہ ہم نے تمہارا ڈول باہر پھینک دیا تو تم خود کنوئیں میں اترو۔ پس

یہ سنتا تھا کہ شیر کردگار کو جلال آگیا۔ اور فرمایا اے گروہ جن و شیطان آیا تم مجھے ہراساں کرنا چاہتے ہو کہ میں کنوئیں میں داخل ہوں فاستعد واالقتالی و تھیوا لتز الی۔ پس تم قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں ذوالفقار دو پیکر لے کر کنوئیں میں آتا ہوں آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے کنوئیں پر لے چلو۔ مسلمان از راہ ہلاکت ہراساں ہوئے۔ لیکن حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل بجالانے کے لیے کنوئیں میں اُترے اور آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اللھم لا تفجع قلب نبیك وقلوبنا خداوندا تو اپنے نبیؐ کے دل اور ہمارے مسلمانوں کے دل کو مرگ علیؑ کے ساتھ رنجیدہ نہ کرنا۔ اسی اثنا میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی صدائے مبارک کنوئیں سے بلند ہوتی جسے سب مسلمانوں نے سنا آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر جاء الحق و زھق الباطل۔ کہ حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ شیعو کربلا چلو اور دیکھو کہ کربلا میں روز عاشوراء محرم جب امام حسینؑ رخصت آخر کے بعد میدان قتال تشریف لے گئے تو اہلحرم کو یہ یقین تھا کہ حسینؑ قتل ہو جائیں گے۔ پس اہلحرم در خیمہ پر جمع تھے کہ جب تک حسینؑ کی آواز مقتل سے آتی رہے گی حسینؑ زندہ ہیں۔ امام حسینؑ نے اہلحرم کی تسکین و تسلیؑ کے لیے رخ خیام کی طرف کر کے فرمایا۔ اللہ اکبر انا بن رسول اللہ جناب زینبؑ نے بھائی کی آواز سن سمجھیں کہ ابھی حسینؑ زندہ ہیں۔ اہلحرمؑ نے سمجھ لیا کہ حسینؑ زندہ ہیں۔ سکینہ خاتون کو یقین ہو گیا کہ بابا زندہ ہیں۔ اور جب امام حسین علیہ السلام زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور زہراؑ کا چاند گہن میں آگیا امام حسین علیہ السلام نے پھر اپنی آواز اہلحرم تک پہنچانا چاہی مگر نقاہت زیادہ تھی۔ آواز خیام تک نہ پہنچ سکی

کہ ہنگام عصر منادی نے زمین و آسمان کے درمیان ندا دی قتل الحسین بکربلا، ذبح الحسین بکربلا۔

بہر حال جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام معروف کارزار تھے حضرت جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ مطمئن رہیں کہ کئی ہزار ملائکہ نصرت علی علیہ السلام کے لیے نازل ہوئے ہیں امیرالمومنین علیہ السلام کنوئیں میں ہیں آنحضرتؐ بھی کنوئیں پر تشریف لائے اور علیؑ کو آواز دی چنانچہ آپ نے بصوت جلی لبیک لبیک یا رسول اللہ کہا۔ اور آپ نے کنوئیں سے نکل کر قدم نبویؐ کو بوسہ دیا اور آنحضرتؐ نے پیشانی امامت کو چوما۔ اور فرمایا کہ اے علیؑ کنوئیں میں کیا گزری تم بتلاتے ہو یا میں خبر دوں امیرالمومنین علیہ السلام نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ کی نگاہ نبوت سے کونسی چیز مخفی ہے آپ خود ارشاد فرمائیں چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ کہ تم نے بیس ہزار عفریت دجن کو ذوالفقار سے قتل کیا ہے اور باقی قوم اجنہ کے افراد کو امان دی کیونکہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے اور تم نے ان سے عہد لیا کہ کسی مسلمان کو اس کنوئیں سے پانی لینے سے نہیں روکو گے قوم اجنہ کے چوبیس ہزار قبیلے اسلام لائے اور ان کا رئیس جب قتل ہو گیا تو اس کی جگہ اس کے بیٹے زعفر نامی جن کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا حدود شرع اسلامیہ اس کو تعلیم کیے گئے پس آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پر بلایا اور سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و روز اس جگہ قیام فرمایا اور بعدہ مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فاتح بیرالعلم قرار پائے اور تم نے قوم اجنہ سے کہا کہ امان ہے اس لیے جو ایمان لائے اور بصدق دل یہ کلمہ پڑھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ، محمد رسول اللہ علیٌّ ولی اللہ پس آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پہ بلایا سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و روز اس جگہ قیام فرمایا اور بعدہ مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب فاتح قرار پائے۔

روز عاشورا زعفر جنّ کا نصرت امام حسین علیہ السّلام کے لیے کربلا پہنچنا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ بیرُ العلم فتح ہونے کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے جنوں کے بادشاہ کے قتل ہو جانے کے بعد زعفر جنّ کو جو مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ بادشاہ اجنہ مقرر فرمایا اور اس کی رسم تاجپوشی عمل میں آئی۔ اور اس کی تاجپوشی کے تیس سال بعد جب کہ زعفر اپنی رسم تاجپوشی منا رہا تھا جشن آراستہ تھا کہ دو جنّ روتے ہوئے زعفر کے پاس آئے زعفر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا گذر زمین کربلا پر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حسین ابن علیؑ یکہ و تنہا رہ گئے ہیں یاور و انصار، عزیز و اقارب بھائی بھتیجے سب قتل ہو چکے ہیں اور امام مظلوم استغاثہ بلند کر رہے ہیں آیا ہے کوئی ایسا کہ جو اس بیکسی میں ہماری مدد کرے۔ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو ذریت فاطمہؑ کی حمایت کرے۔ اور دوسری طرف امام حسینؑ کے خیموں میں العطش العطش کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہم نے یہ واقعہ دیکھ کر تم کو بعجلت تمام خبر دی جیسے ہی زعفر جن نے یہ باتیں سنیں جشن ختم کر دیا سوگوارانہ لباس پہنا اور اپنے لشکر کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ علامہ دربندی نے اس واقعہ کو تفصیلاً نقل کیا ہے اور ہم زعفر جن کی زبانی درج کرتے ہیں زعفر جن کہتا ہے کہ جب میں وارد کربلا ہوا کہ چار فرسخ سے چار فرسخ کے رقبہ میں دشمن کا لشکر پھیلا ہوا ہے۔

اور امام حسین کی مدد یاوری کے لیے منصور فرشتہ اپنے گروہ کے ساتھ حاضر ہے

اس کے گروہ کی تعداد تقریباً کئی ہزار ہے۔ نصر فرشتہ بھی اپنے گروہ کے ساتھ موجود تھا۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل بھی دوسرے فرشتوں کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے موجود تھے اور منتظر اذن امام مظلوم تھے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السّلام کی ارواح بھی موجود تھیں اور خود آنحضرتؐ موجود تھے۔ فرما رہے تھے ولدی العجل العجل انا مشتاقون لیکن امام حسینؑ یک ہزار نو سو پچاس زخم کھائے ہوئے لشکر اعداء کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور ملائکہ، ارواح انبیاءؑ سامنے موجود ہیں مگر سب خاموش ہیں۔ زعفر جن کہتا ہے کہ ناگاہ امام حسین علیہ السّلام نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ میری طرف اشارہ کیا فرمایا۔ نزدیک آؤ۔ میں نزدیک گیا رکاب توسن کو بوسہ دیا۔ میں نے اپنا لشکر پیچھے چھوڑا تھا۔ اور خود امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ روضۃ الشہداء نے زعفر جن کے آنے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس کا نام ارغوان زاہد تھا۔ اور عظیم الجثہ تھا۔ نورالائمہ کتاب میں ہے کہ وہ آنے والا عجیب مہیب شکل تھا اور ایک عجیب طرح کے گھوڑے پر سوار تھا۔ زعفر نے امام علیہ السّلام کو سلام کیا اور آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ اے زعفر زاہد تو کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ مولیٰ میں اپنی رسم تاجپوشی کا جشن منا دیا تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپ کربلا میں اس حالت میں ہیں مولیٰ مجھے اجازت عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے زعفر تمہاری یاوری وفاداری سے خدا اور رسولؐ خوش ہیں لیکن اے زعفر میں تمہیں کس طرح اجازت دوں نہ اب میرا علی اکبر زندہ ہے نہ قاسمؑ نہ عون محمدؑ اور نہ علی اصغرؑ باقی ہے اے زعفر زمین مقتل لاشوں سے بھری ہوئی ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ اے زعفر واپس جاؤ اور میری مصیبتیں یاد کر کے گریہ کرنا۔ زعفر حکم امام مظلوم سن کر نصرت کرنے سے مایوس ہو گیا اور بیرُ العلم واپس آگیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر مجلس عزا

قائم کی اس کی ماں نے دریافت کیا اے بیٹا یہ مجلس عزا کیسی ہے۔ اس کا فرزند بھی آگیا اور کہنے لگا کہ اے بابا آپ کی یہ کیا حالت ہے اس نے واقعہ کربلا بیان کیا اور کہنے لگا کہ حکم امام واجب ہے اس کی ماں نے کہا کہ اے بیٹا میں قیامت میں فاطمہ زہراؑ کے سامنے سرخرو ہونا چاہتی ہوں تو میرے ساتھ کربلا چل میں امام حسینؑ کی خدمت میں التماس کروں گی شاید کہ مولیٰ تجھے اذن جہاد دیدیں۔ زعفر جن اور اس کی ماں دونوں کربلا پہنچے مگر اے شیعو وہ وقت تھا کہ حسینؑ کا سر نیزہ پر بلند ہو چکا تھا سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں قتل الحسین بکربلا ذبح الحسین بکربلا کی آوازیں بلند تھیں خیام اہل بیتؑ میں آگ لگ رہی تھی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب گریہ و بکا اور عزاداری امام حسین علیہ السّلام

کتاب عیون الرضاؑ میں بریان بن شبیب سے روایت ہے کہ حضرت امام علی الرضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شبیب اگر تو چاہتا ہے کہ جنت ملے تو ہمارے غم میں شریک ہو اور ہمارے جدّ مظلوم حسین علیہ السّلام کے غم میں گریہ و بکا کر۔ اہلبیت النبوّۃ کی دوستی وجوب جنت کی نشانی ہے المرء مع من احب اے پسر شبیب اگر کوئی شخص ہمارے جد حسین مظلوم پر بقدر ایک قطرہ اشک گریہ کرے تو خداوند عالم اس رونے والے کے گناہان صغیرہ و کبیرہ بخش دیتا ہے اور اگر اسی حالت میں مر جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا ہمارے جد حسینؑ مظلوم کی زیارت کر۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبر مبارک اور روضۃ الحسینؑ کی زیارت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ خود امام مظلوم کی زیارت کی خوشا نصیب کہ جو

زائر مظلوم کربلا ہو) یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے پسر شبیب تو قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کر کہ خداوند عالم تجھے ہمرکاب سید الشہداء ہونے کا ثواب عطا فرمائے۔ اور اگر کوئی شخص واقعہ کربلا کو یاد کرے یا آرزو کرے کاش میں بھی اس وقت ہوتا تو نصرت امام مظلوم کرتا تو اس شخص کو شہیدان کربلا کا ثواب ملتا ہے۔

کتاب مجالس المؤمنین اور روضۃ الشہداء میں ہے کہ عمرو بن لیث بادشاہ خراسان کا یہ دستور تھا کہ اپنے امیروں میں سے ہر ایک امیر کو ہزار سوار مکمل و مسلّح دیا کرتا تھا تاکہ اس امیر کا درجہ بلند متصوّر ہو۔ ایک روز اسی نے اپنے لشکر کا معائنہ کیا لشکر در لشکر کے سپاہی اس کے سامنے پیش ہوئے اور عرض کیا کہ ایک سو بیس گرز زرّین ایک سو بیس امیروں کے ہاتھ میں ہیں اور ہر ایک امیر ہزار افراد پر مشتمل لشکر رکھتا ہے عمرو بن لیث نے جب یہ واقعہ دیکھا تو بہت زیادہ گریان کیا۔ اپنے مرکب سے اترا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ اور پھر اسقدر اشک ریزی کی کہ زمین اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور پھر ہوش میں آنے کے بعد اس کے ایک وزیر نے جو اس کی جناب میں گستاخ تھا کہا ؎

ای ملک این نہ وقت فریاد است
بلکہ ہنگام عیش و عشرت تست

تجھے خدا نے ملک عطا کیا ہے۔ رعایا تیری مطیع ہے۔ ایک سو بیس ہزار لشکر زیر نگین ہے آخر اس کر و فر کے حاصل ہونے کے بعد بھی تو گریاں کناں ہے اور تو اسقدر رو رہا ہے کہ زمین تیرے اشکوں سے تر ہو گئی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جب میں نے اپنے لشکر اور افواج کو دیکھا تو مجھے واقعہ کربلا یاد آگیا۔ اور

حضرت امام حسینؑ کی بیکسی و مظلومی پیش نظر ہو گئی ۔ میں نے آرزو کی کاش میں اپنے اس لشکر کے ساتھ کربلا میں ہوتا تو امام حسینؑ کی نصرت کرتا ۔ دشمنوں کو قتل کرتا ۔ رکاب ذوالجناح امام حسین علیہ السّلام کو آنکھوں سے لگاتا ۔ اور اپنی جان قربان کرتا ۔ وقت آیا کہ عمرو بن لیث بادشاہ خراسان کا انتقال ہو گیا تو اُس وزیر نے اس کو خواب میں دیکھا کہ ایک مرّصع بجواہر تاج اس کے زیب سر ہے اور پیراہن اطلس و دیبا پہنے ہوئے ہے ۔ حور و غلمان اس کی خدمت میں حاضر ہیں اُس وزیر نے اس سے خواب میں سوال کیا کہ اے بادشاہ آپ پر مرنے کے بعد کیا حالت گزری ۔ اور آپ کا کونسا عمل ایسا تھا کہ جس نے بہشت بریں میں مقام عطا کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ اے وزیر جس روز لشکر کی فراوانی کی گفتگو ہو رہی تھی اور مجھے اس وقت یہ آرزو ہوئی کاش میں اپنے لشکر سمیت کربلا میں ہوتا تو نواسہ رسولؐ خدا حضرت امام حسین علیہ السّلام کی نصرت کرتا ۔ ان کے دشمنوں کو دفع کرتا اور میں جام شہادت نوش کرتا ۔ یا لیتنی کنت معہ فا فوز فوزًا عظیمًا ۔ علاوہ اس عمل کے میرا کوئی اور عمل ایسا نہیں تھا کہ میں اس درجہ پر فائز ہوتا ۔ اے شیعیان حیدر کرّار نصرت امام حسین علیہ السّلام کرنا بڑی شے ہے اور اب مصائب امام حسینؑ کو یاد کر کے ان پر گریہ کرنا بمنزلہ نصرت حسین علیہ السّلام ہے ۔ آئیے ہم مل کر عزیز فاطمہ زہراؑ کی نصرت کریں ۔ امام حسینؑ اور اہلحرمؑ کی پیاس کو یاد کریں ۔ امامؑ مظلوم کے استغاثہ کو یاد کریں ۔ امام حسینؑ نے فرمایا ہے انا قتیل العبرہ کہ میں کشتۂ گریہ و بکا ہوں ۔ تیر و تلوار و نیزہ ، گرز کے زخموں کے علاوہ امام حسینؑ کے دل پر عزیز دل ۔ بھانجوں ۔ بھتیجوں اور بیٹوں کی جدائی کے زخم بھی تھے ۔

ے
داغی کہ حسینؑ از غم اکبرؑ بجگر داشت
زان داغ بجز خالق اکبر کہ خبر داشت

یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے جگر پر جو حضرت علیؑ اکبر کی جدائی کا داغ تھا اس کا تو سوائے خداوند عالم کے کوئی دوسرا اندازہ نہیں کر سکتا ۔

روز عاشورا ایک سیّاح درویش کا وارد کربلا ہونا

کتاب انساب النّواصب اور کتاب فتوحات القدس میں ہے کہ ان الحسین علیہ السلام فی کربلا لما ابتلی بالعطش جاء رجل من السیاحین و معہ انا من الخشب و قد ملاء من الماء الی الحسین --- الخ یعنی کہ جب روز عاشورا کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور تمام اہلحرم پیاسے تھے کہ ایک شخص سیّاح درویش منش نے دیکھا کہ حسینؑ زخموں سے نڈھال ہیں اور پانی مانگ رہے ہیں وہ درویش پانی کا کشکول لے کر امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا علاّمہ اپنی کتاب الرّیاض میں فرماتے ہیں کہ یہ مرد درویش اہل کمال سے تھا اور ارباب وجد و حال سے تھا اس طرح خدمت امام حسینؑ میں پانی لے کر پہنچا کہ لشکر اعداء میں سے کوئی اُسے نہ دیکھ سکا ۔ از صفی صافی ۔

بود درویشی بحق پیوستہ — وز قیودات طبیعت رستہ
داشت آمد ز دل بشرمن عرف — عزم طوف مرقد شاہ نجف
کردہ بود از اتفاقات زمان — روز عاشورا در آن صحرا مکان
آمدش ناگا آوازی بگوش — والصدا از سر ربودش عقل و ہوش

گوش ہش راچون فـــرادادا ندکی
زالعطش پـــنید بانگـــ کودکی

آ نصدادرویـــش رامجذوب کرد   روی جانش راسوی محبوب کرد
جست از جاآن خراباتی نسب   کردپُرکشکول راز آب طلب
از خراب آبادجان برداشتِ آب   پس روان شُد در خرابات خراب
بے خبرکآن جاحساب دیگراست   تشنہ رفتن زآب بُردن بہتراست
تاکہ بی سرمایہ او سُودت دہد   آب از سرچشمہ جودت دہد
آب کم جو تشنگی آور بدست   تا بجوشد آبت از بالاوپست
چون بسوئے آن صداباصدشتاب   رفت آن سیّاح باحال خراب
دید صحرائی پُرازتشویش ناک   جسم ہائی کشتہ گان غلطان نجاک
جسم ہائی پاک اللّٰہی ہمـــہ   غرقہ خون باکسوت شاہی ہمہ
دیدیکسو چوں فگنداوچشم دِل   ذات حق رادرمیان آب و گل
ہمچوں ذات پاک خود یکتا وفرد   ایستادہ درمیان خاکُ دگرد
از جمال آن ظہور بے مثال   ہستیش شُدآب یکجا زانفعال
چشم رحمت شاہ سوی دی کشود   زابنا طش کرد لاہوتی وجود

آن مردسیاح آدمی دید مستغرقِ غم
نوحی دیدغـــرق طوفان الم

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ ایک درویش کامل ۔ قلندرخالص، حق رسیدہ اپنی طبعیٔ قیود سے آزاد دِل میں طواف مزار مرتضوی کی آرزو، اتفاقاتِ زمانہ، یا اس کی قسمت کی یاوری، یا اس کے کشف کی برکت کہ وہ نجف اشرف پہنچنے سے پہلے وارد

صحرائے کربلا ہوا۔ کہ ناگاہ اس کے کانوں میں ایک ایسی ایک آواز دردناک آتی کہ اس کے ہوش جاتے رہے یا اللہ یہ کون بے کس ہے کہ صدائے العطش بلند کررہا ہے اس آوازالعطش اس کو مجذوب بنادیا اس نے فوراً اپنے کشکول میں آب سردبھرا اور سوچنے لگا کہ خود پیاسا رہنا بہتر ہے مگر اس تشنہ کام سیراب کرنا ضروری ہے وہ سیّاح آواز کی سمت چلا۔ مقتل میں قدم رکھا کچھ لاشیں نظر آئیں کہ جو باشوکت ایمانی غرق خون تھیں۔ اور جب اس نے چشم بصیرت سے دیکھا تو نظر آیا کہ ذوات حق خاک وخون میں غلطان ہیں۔ اور ایک شخص یکہ وتنہا۔ خاک وخون میں بھرا ہوا کھڑا ہے اور سوال آب کررہا ہے۔ اور اس کے جمال بے مثال سے پانی خود پانی ہو رہا ہے یعنی اس کی آب وتاب، مثل آب رحمت ہے۔ جب درویش نزدیک پہنچا تو امام حسین علیہ السلام نے اس کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھا۔ درویش کے باطنی پردے اٹھ گئے۔ جب اس نے امام مظلوم غم والم میں ڈوبا ہوا دیکھا تو محسوس کیا کہ نوح غرق طوفان الم ہیں۔ خلیل خدا آتش نمرود میں گھرے ہوئے ہیں اسمٰعیل ذبیح اللہ فدائے داور ہیں۔ یوسفؑ زندان محبت میں یعقوب داغ مفارقت پسر میں موسیٰ قبطیوں کے چنگل میں گرفتار، عیسیٰ ابن مریمؑ یہودیوں کے نرغہ میں گرفتار، محمد عربی عازم معراج اور حیدر کرّار تیر بلا کا نشانہ بنے ہوئے، حسن مجتبیٰؑ زہر ستم پیتے ہوئے نظر آئے اور حسینؑ کو دیکھا کہ دنیا سے موہنہ پھیرے ہوئے کھڑے ہیں۔

امام حق کی نظر ذات حق پر ہے رضا حق کی طلب ہے۔ پھر اس درویش نے آپ کو جام آب پیش کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور عرض کیا مولیٰ یہ پانی حاضر ہے آپ نوش فرمائیے۔ امام حسینؑ نے پانی اُس کے ہاتھ سے لیا۔ اور زمین پر پھینک دیا۔ اور فرمایا اس پانی کے چند قطروں کو میں کیا کروں خیام میں میرے اسی بچے اور بیالیس مستورات العطش کررہی تھی۔

بہرمن آب روان نایاب نیست — قحط احباب ست قحط آب نیست
خواہم ار من آتش آب خوش شود — در نخواہم آب ہم آتش شود
اینکہ بآن کش زالعطش ہردم بپاست — زآب فیفش زندہ جان ماسواست
بنت شاہ لم یلد ولم یولد است — در دو عالم ذاتِ پاکش واحد است
نالۂ اونی زسوز تشنگی است — گوش ہش دار این صدائے تشنہ منیت
غلغلۂ عشق است این در کربلا — کہ زند بر تشنگان حق صلا
آب ہستی را بریز و بندہ شو — نوش کن جام فنا و زندہ شو

آب عاشق خون ناب ست ای فقیر
آب در چشمش سرابست اے فقیر

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ امامؑ عالی مقام نے فرمایا اے درویش میرے لیے دنیا کا آب روان نایاب نہیں ہے۔ صرف یا ور وانصار کی کمی ہے نہ قحط آب ہے۔ اور یہ غلغلہ جو دشت کربلا میں برپا ہو رہا ہے کہ العطش العطش، پانی پانی۔ تو پیاسوں کا صلہ ذات حق مطلق پر ہے۔ اور اے درویش آب ہستی کو گرا دے مقام فنا حاصل کر کہ اس کے بعد زندگی ہے فقال الحسین علیہ السلام انظر ظمآ نظر السیاح فراہ انہارا جاریۃ یعنی امام حسینؑ نے فرمایا اے سیاح نظر اٹھا کر دیکھ۔ اب جو اس درویش نے نظر اٹھائی دیکھا کہ نہریں جاری ہیں آب شیریں رواں ہے اور دائیں بائیں صاف وشفاف پانی گویا آب حیات کے چشمے جاری ہیں۔ فقیر حیران رہ گیا۔

منبع سرچشمۂ ہائی جناح
ہست در زیر قدوم ذوالجناح

اس نے دیکھا کہ جسقدر چشمہ ہائے آب رواں ہیں وہ سب کے سب ذوالجناح امام حسینؑ کے سموں کے نیچے سے پھوٹ رہے ہیں۔ فبلاء الحسین السلام بالحصی واعطی ایاہ فاذا الحصی انقلب الجواھر الفریدۃ۔ امام حسینؑ نے اس درویش کے کشکول کو سنگریزوں سے بھرا اور پھر آپ نے اس پر دست مبارک پھیرا کہ وہ سنگریزے جواہر آبدار بن گئے آپ نے وہ اس کو عطا کئے۔

چون فقیر از سرّ کار آگاہ شد — وز نگاہ مطلق حق شاہ شد
از دم سلطان جود منبسط — گشت سرتاپا وجودش منبسط
صوفیانہ شد برون از تاج و دلق — بردم شمشیر بُرّان داد حلق
داد سر جانش بحق معراج یافت — وز شہادت فرق جانش تاج یافت
گشت اندر نقطۂ وحدت فنا — زآن فنا کرد ید درویش خدا

ای حسینؑ ای تشنۂ بحر وصال
وی کریم ذوالکمال و ذوالجلال

خلاصہ نظم یہ ہے کہ جب اس درویش اس راز پر مطلع ہوا تو پہلے فقیر تھا اب نگاہ حق سے شاہ ہوگیا۔ اور وہ امام عالی مقام سلطان دین و دنیا کی بدولت خوشحال ہوگیا اور منزل تصوّف میں قدم رکھ کر تاج سے بے نیاز ہوگیا اور گدڑی سے بھی بے نیاز ہوگیا۔ اور اس نے اپنا گلا تیغ تیز کے تلے رکھ دیا۔ اور جب اس نے امام مظلومؑ کی خاطر سر دے دیا تو اس کی روح کو معراج مل گئی اور تاج شہادت پہننا نصیب ہوا۔ اور وہ فنا فی اللہ ہوگیا۔ اے حسینؑ۔ اے لقاء الٰہی کے طلبگار حسینؑ، بحر وصال الٰہی سے تشنگی بجھانے والے حسینؑ، اے صاحب کمال وجمال

حسینؑ۔ تو یکتائے روزگار ہے جو کام آپ نے انجام دیا کوئی نبی اس کو انجام نہ دے سکا۔ ؎

این تمنا از تو دارد اقدسی
وقت جاندادن بفریادم برس

یعنی اے حسینؑ میری یہ تمنا ہے کہ وہ وقت احتضار میری فریاد کو پہنچنا اور میری مدد کرنا۔

جناب فاطمہؑ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا

کتاب مفتاح البکا میں مرقوم ہے کہ کان لمولانا الحسین بنت تسمی فاطمۃ الخ یعنی امام حسین علیہ السّلام کی ایک بیٹی فاطمہ صغریٰ ابھی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب سفر عراق اختیار کیا ہے اور مدینہ سے ہجرت کی ہے تو فاطمہ صغریٰ بیمار تھیں جس کی وجہ سے امام حسینؑ ان کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تھے۔ اور آپ نے اپنی اس دختر کو جناب ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سپرد کیا تھا وہی اس کی تیمار داری کرتی تھیں۔ امام حسینؑ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اے فاطمہؑ اگر کوفیوں نے بے وفائی نہ کی اور حالات سازگار رہے تو میں تیرے برادر علی اکبرؑ کو مدینہ بھیجوں گا اور تجھ کو اپنے پاس بلاؤں گا چونکہ یہ بیمار دختر رات دن اپنے پیارے بھائی علی اکبرؑ کا انتظار کرتی تھی اور بھائی بہنوں۔ پھوپھی کے فراق میں رویا کرتی تھی۔ کہتی تھی کہ خدا جانے کب بابا علی اکبرؑ کو میرے لینے کے واسطیں بھیجیں گے۔

جب کبھی کوئی قافلہ عراق سے مدینہ آتا تو خیال کرتی کہ شاید ان لوگوں سے بابا کا حال معلوم ہو جائے لیکن سوائے مایوسی کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی تھی۔ از زبان حال فرماتی ہیں۔ ؎

اندر وطن غریبم و بیمارم اے پدر　　بتو دلغیر جدّہ پرستارم ای پدر
رفتی بکربلا و نگفتی کہ در وطن　　من یک علیلہ دختری دارم ای پدر

یعنی کہ اے بابا جان میں وطن میں بھی غریب ہوں۔ بیمار ہوں اور سوائے نانا صاحبہ کوئی دوسرا میری خبر لینے والا نہیں ہے۔ آپ نے کربلا جاتے ہوئے نہ کہا تھا کہ وطن میں اپنی ایک دختر کو چھوڑے جاتا ہوں بنابریں میں آپ کو عریضہ ارسال کر رہی ہوں ؎

بابا تاکی بسر راہِ فراق تو نشینم
تاچند بگویم کہ نیا آمد پدر من

یعنی اے بابا میں کب تک آپ کی جدائی میں بیٹھی رہوں کب تک یہ کہتی رہوں کہ میرے بابا نہیں آئے۔ آپ خط لکھ رہی تھیں کہ گریہ طاری ہو گیا یہ عالم تھا کہ در و دیوار سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ کہ اسی اثناء میں آپ کے گھر کے پاس ایک شتر سوار کا گزر ہوا جب اس نے فاطمہؑ صغریٰ کے رونے کی آواز سنی کہ وہ فراق پدر میں رو رہی ہے۔ اپنے اونٹ سے اترا۔ اور دروازے پر دستک دی اور پکار کے کہا السلام علیکم یا اهل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ میں مرد مسافر ہوں اور اریدالرواح الی کربلا ارادۂ سفر کربلا رکھتا ہوں آیا کوئی پیغام دینا ہے میں اسے حسین علیہ السّلام کو پہنچا دوں گا فاطمہؑ صغریٰ نے جب نام کربلا سنا در خانہ پر آ کر فرمایا کہ انا فاطمۃ بنت الحسین فلما عزم ابی الی کربلا کنت مریضاً۔

اے عرب میں فاطمہ دختر حسینؑ ہوں جب سے میرے بابا نے سفر کربلا اختیار کیا ہے میں بیمار ہوں اور رات دن عزیزوں کی جدائی میں روتی رہتی ہوں یہ فرما کر آپ نے اس کو عریضہ دیا اور دعاء خیر دی۔ صاحب مفتاح لکھتے ہیں کہ خدا جانے وہ شتر سوار فرشتہ تھا یا بشر تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ وہ یقیناً فرشتہ تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ امام حسینؑ کربلا میں ہیں دوسرے کوئی انسان اتنی جلدی مدینہ سے کربلا کی مسافت طے نہیں کر سکتا جسقدر کہ جلد اس شتر سوار نے طے سفر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ وہ شتر سوار اس وقت کربلا میں وارد ہوا کہ جب امام حسینؑ مصروف کارزار تھے۔ ایک روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے تھے فرما رہے تھے هل من ناصر ینصرنی آیا ہے کوئی کہ جو میری نصرت کرے لیکن کسی شخص نے امامؑ کے استغاثہ پر جواب نہیں دیا فالتفت نحو البر فرای راکبا مقبلا من طرف المدینة۔ امام مظلومؑ نے صحرا کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ایک شتر سوار آرہا ہے۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو اس نے امام حسینؑ پر سلام کیا۔ اور فاطمہؑ صغریٰ کا خط امام حسینؑ کو دیا۔ جس میں تحریر تھا کہ بابا کب تک آپ کے تشریف لانے کا انتظار کروں اس میں تحریر کیا تھا زینبؑ وام کلثوم، رباب اور ام لیلیٰ کو سلام پہنچے اور سکینہ خاتون کو دعا پیار اور علی اصغرؑ کو دعا پیار ہو۔ امام حسینؑ نے خط پڑھا اور خیمہ میں تشریف لائے فرمایا کہ اے بہن زینبؑ۔ فاطمہؑ صغریٰ کا نامہ آیا ہے۔ اہلحرم جمع ہو گئے۔

ے

ای پدر رفتی و من تنہا ہمی ماندہ ام غریب

تا قربا دور از تو مہجور از عزیزان بی نصیب

کردہ ہم جان از غم ہجران کہ خواہد آورد

برسر بالین بیمارم دم مردن طبیب

این نہ گفتی من کنیزی داشتم اندر وطن

ماندہ بیمار و علیل و بیکس و مونس غریب

یعنی اے پدر عالیقدر آپ چلے گئے اور میں تنہا رہ گئی۔ عزیزوں سے دور بھائیوں بہنوں سے جدا میں بے نصیب رہ گئی۔ آپ اور سکینہ کی جدائی میں سانس لے رہی ہوں آپ کب تک آئیں گے۔ میں بیمار ہوں کیا دم مردن طبیب آئے گا۔ آپ مجھے اپنی بیٹی نہ سمجھیں بیمار و علیل و بیکس و ہجران نصیب تو سمجھیں۔ اہلحرم نے جب خط سنا تو کہرام برپا ہو گیا۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ امام حسینؑ نے اس خط کا جواب تحریر کیا ہو۔ لیکن اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے روز یعنی گیارہویں محرم کو ایک کبوتر خانہ امام حسینؑ کے ایک گوشۂ بام پر پہنچا۔ اس نے اس گوشہ پہ بیٹھ کر اپنا سر نیچا کیا۔ اور اس کے پروں سے تازہ خون کے قطرے گرے۔ اور وہ خون امام حسین علیہ السلام تھا اور اس کبوتر نے باآواز بلند نالہ کیا فاطمہؑ صغریٰ نے جب اس کبوتر کی آواز سنی۔ کشاں کشاں بستر سے اٹھیں اس حجرہ تک پہنچیں کہ جہاں وہ کبوتر بیٹھا تھا اور خون کے قطرے گرے تھے۔ فرماتی ہیں کہ اے کبوتر یہ کیا فال بد ہے میرے کینہ والے سفر میں ہیں بھتیا علی اکبر سفر میں ہیں۔ چچا عباس سفر میں ہیں بزبان حال اس کبوتر سے مخاطب ہوئیں۔

ے

اے ہُدہُد بی بال و پر این چشم ترت چیست

ای مرغ سلیمان زغریبان خبرت چیست

از ہر پر و بال تو خون میچکد از چہ
این خون کہ میباشد بر بال و پرت چیست
رنگین یکجا گشتہ پر و بال تو ای مرغ
سوی من دلخستہ ہر دم نظرت چیست
بوے علی اکبرؑ ز تو آید بمشامم
آی اگر از کرب و بلا کو خبرت چیست

یعنی کہ اے ہُد ہُد (بعض روایات کی بنا پر کبوتر وارد ہوا ہے) بے بال و پر تیری آنکھیں ترکیوں ہیں۔ اے مرغ سلیمان کیا کربلا کے مسافروں کی کچھ خبر ہے۔ تیرے ہر ایک بال و پر سے خونؑ ٹپک رہا ہے۔ آخر یہ کس کا خون ہے اور تیرے تمام بال و پر یوں سے رنگین ہیں اور تو ہر لمحہ میری طرف دیکھتا ہے آخر کیوں؟ مجھے تو اے کبوتر بھتیا علی اکبرؑ کی بو آرہی ہے اگر تو کربلا سے آیا ہے تو جلد بتلا کہ مسافران کربلا کا کیا حال ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اہلحرمؑ سے دو مرتبہ رخصت ہونا

کتاب الرّیاض میں ہے کہ انہ علیہ السلام لما صمم العزم الجہاد جاء الی الفسطاط لیودع اہلہ ویوصیہم بہا اوصی الیہم بہ۔ یعنی کہ جب حضرت امام حسینؑ نے بعد شہادت عزیز و انصار میدان رزم میں جانے کا مصمّم ارادہ کر لیا تو آپ وارد خیمہ ہوئے اور

تمام اہلحرمؑ پکارا کہ خدا حافظ و ناصر ہیں اب تم کو وداع کرنے آیا ہوں یہ سنتا تھا کہ تمام مخدّرات، بہنیں، بیٹیاں، کنیزیں اور بہاوجیں جمع ہوئیں اور امام حسینؑ کے گرد حلقہ بنالیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا ؎

ام کلثوم یا سکینۃ یا زینب　　یابنت فاطمہ جاوبینی
انت فی عترتی و اہل بیتی　　وعیالی و صبیّی تخلفینی

اے بہن زینبؑ، اے دختر فاطمہؑ تم میرے بعد بزرگ اہلبیتؑ ہو میں تمام دختروں، اور تمام عورتوں اور بچوں کو تمہاری سپرد کرتا ہوں ؎

ثم قومی اذا اردت وداعا
ودعینی قبل ان تفقدینی

پس اے بہن آؤ اور مجھے رخصت کرو پھر تم مجھے نہ دیکھ سکو گی ؎

ان ہذا لہ و آن انتقال　　وارتحالی و حان یا اخت حینی

میں اس زمانہ سے دوسرے زمانہ میں منتقل ہونے والا ہوں اور دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں مجھے لوگ قتل کریں گے ؎

اخت ابنی علی بعدی ولی　　واقام بہا الدنیا و دین

یعنی اے بہن میرے بعد میرا نور دیدہ۔ بیمار کربلا سید سجادؑ تمہارا ولی ہے اور میرا وصی ہے اور وہی اب امام دنیا و دین ہے۔ یعنی وہ ہر حال میں امام برحق ہے۔

اخت صبراً فلیس یضیع اللہ　　اجر الصبور والمسکین
لا تشقی علی جیبًا بل ابکی　　کل حین بفیض دمع ھتونی

اے بہن زینبؑ صبر کرنا۔ خداوند عالم صابروں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اے بہن میری یہ خواہش ہے کہ تم میرے غم میں اپنا گریبان چاک نہ کرنا۔ ہمہ وقت میری

مظلومیت پر گریہ و بکا کرنا۔ آنکھوں میں آنسو ہوں اور دل میں میرا غم ہو ۔

واذا امررت بالجسد الملقی

علی الارض شاحیا فاندبینی

اور اے بہن زینبؑ جب تم گزرتے ہوئے میری لاش کو دیکھو کہ خاک و خون میں غلطاں پڑی ہے نہ لاش پر سایہ ہے اور نہ کفن ہے۔ تو اے بہن گریہ نالہ کرنا

واذا قمت الی نافلة اللیل وصلیت اذکرینی ، اے میری بہن جب تم شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد رکھنا۔ اور جب آپ سرد پیو تو میری پیاس یاد رکھنا۔ اے شیعیان علیؑ ۔ ذرا اندازہ کرو کہ اس بیکسی کے عالم میں جب جناب زینبؑ نے امام حسینؑ سے یہ الفاظ سنے اور آپ کو امام حسینؑ کی شہادت کا یقین ہو گیا تو اس وقت اس بیکس بی بی کی کیا حالت ہوئی ہو گی اہلحرم نے کس طرح امام حسینؑ کو رخصت کیا ہو گا نہ قلم میں طاقت ہے کہ اس کی منظر کشی کر سکے اور زبان کو یاد رہے کہ بیان کر سکے جناب زینبؑ نے سوال کیا اے بھائی کیا یہ لشکر اعداء اس بات پر رضا مند ہو گا کہ آپ کو شہید نہ کرے اور ہم بیکسوں کے سر قلم کر لے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن اس قوم جفا شعار کو میرا سر درکار ہے۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے کاش میں مر جاتی اور اے بھیا تمہارا شہید ہونا نہ دیکھتی۔ اے شیعو۔ اس وقت اہلحرم میں ایک کہرام برپا تھا۔ حسینؑ رخصت ہوئے اور اس طرح خیمہ سے برآمد ہوئے جیسے کسی بھرے گھر سے کوئی جنازہ نکلتا ہے۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ دو مرتبہ اپنے اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں علامہ قزوینی صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ۔

والتحقیق انه علیه السلام ودع وذاعان ۔ یعنی کہ حق یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام دو مرتبہ اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں۔

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ ثم نادی صلوات اللہ علیه یا ام کلثوم ویا زینب ویا سکینة ویا رقیة ویا عاتکة ویا صفة علیکن منی السلام ——— یعنی اے میری بہن زینبؑ و ام کلثومؑ اے بیٹی سکینہ رقیہؑ، عاتکہ، صفیہؑ تم سب پر میرا سلام ہو کہ میں جا رہا ہوں اور پھر تم مجھے نہ دیکھ سکو گی۔ هذا آخر الاجتماع وقد قرب منکم الافتجاع۔ یہ میری اور اہلحرمؑ کی آخری رخصت ہے۔ اور اہلحرمؑ کی پہلی مصیبت دربدری ہے یہ سن کر اہلحرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھیا کیا مرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ فرمایا ہاں اے بہن اب عنقریب شہید ہو جاؤں گا جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھیا پھر ہمیں اس دشت پُر خطر میں کس پر چھوڑ رہے ہیں۔

ردنا الی حرم جدنا رسول اللہ ۔ اے حسینؑ ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دو۔ آپ نے فرمایا کہ بہن ایسا ممکن ہوتا تو مدینہ سے یہاں نہ آتا۔ اے بہن ام کلثومؑ اب کوئی سبیل حیات نہیں ہے سوائے اس کے کہ شہادت پر فائز ہوں اور اے بہن اب تم صبر کرو۔ اللہ صابروں کو دوست رکھتا ہے جناب ام کلثومؑ یہ سن کر کبھی روتی تھیں۔ کبھی بھائیؑ کے چہرے کی بلائیں لیتی تھیں۔ اور کبھی غش کر جاتی تھیں۔

حضرت امام حسین نے علیہ السّلام نے فرمایا اے بہن ہے

فاستهیا الی علی ابن الحسین علیه السلام وهو یبسط علی

هو القائم من بعدی بعلم دین — وان اشتد علیکن مصابی فاندبینی

فاذا قمت فتوحی بسجون وسکون — واتقی الله وکونی خیر اسلاف القرون

واذا قمت الی نافلة اللیل اذکرینی — واذا استندت مولاک صلوة فصلینی

خلاصہ وصیت امام حسین علیہ السلام یہ ہے کہ آپ نے اپنی بہن جناب زینبؑ سے فرمایا کہ تم میرے بعد میرے اہلحرم کو اکٹھا کرنا تم ان پر خلیفہ ہو میری بجائے ان پر نگران ہو۔ اور سید سجادؑ کی حفاظت کرنا وہ میرے بعد حجّت قائم ہے اور علم دین کا وارث ہے۔ اور جب مصائب و آلام کا ہجوم ہو تو مجھ پر گریہ کرنا نوحہ کرنا اور جب غم والم سے سکون ملے تو اسلاف کی طرف خدا کی طرف برائے خیر متوجہ رہنا۔ اور جب شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد کرنا۔ اور اللہ سے مدد طلب کرنا نماز ادا کرنا۔ اے بہن زینبؑ تم میری ماں فاطمہ زہراؑ کی یادگار ہو۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ حمید بن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ لشکر عمر بن سعد میں سے کچھ بدنہاد لوگ سید سجّادؑ کی طرف آئے فاستهیا الی علی ابن الحسین علیہ السلام و هو یبسط علی فراش و هو شدید المرض و مع الشمر جماعة من الرجال۔ یعنی کہ شمر کے ساتھ ایک گروہ سیّد سجادؑ کی طرف آیا۔ وہ شدید طور پر بیمار تھے۔ کبھی ہوش کبھی بے ہوشی ضعف حد سے زیادہ تھا اس گروہ نے شمر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اس بیمار کو بھی قتل کر دیں صاحب کتاب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ وهم شمر لعنہ بقتل علی بن الحسین وهو مریض یعنی کہ شمر ولد الحرام خنجر بکف سید سجادؑ کے قتل کے ارادے سے آیا۔ فخرجت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فوقعت علیه و قالت و الله لا یقتل حتی قتلی۔ جناب زینبؑ نے فرمایا اے شمر تو سید سجاد تو

قتل مت کر پہلے مجھے قتل کر۔ اور تقسیم فرمایا کہ سیّد سجادؑ اس وقت قتل نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں۔ یہ اشارہ تھا اس طرف کہ بھائی حسینؑ نے وقت آخر وصیت کرتے ہوئے سیّد سجادؑ کو میری حفاظت میں دیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور علی ابن الحسینؑ قتل ہو جائیں۔ اور جناب زینبؑ نے ہر جگہ سید سجادؑ کی حمایت کی ہے دربار ابن زیاد ہو کہ دربار یزید ملعون آپ نے اپنے بھائی حسینؑ کی وصیت کو پورا کیا ہے۔

بہر حال امام حسین علیہ السلام نے اہلحرم کو وداع کیا۔

حضرت زینب خاتون نے فرمایا اے بھائی ہمیں دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑے جاتے ہو

فی ید من یا حسین ترکتنا۔ بمثل هذا الکلام تزعجنا۔

اراك یا بن الرسول منکسرًا۔

اے بھائی تم مجھے کس کی سپرد کرتے ہو حالانکہ تم خود بسوئے روضۂ رضوان عازم سفر ہو۔ بہنوں۔ بیٹیوں اور اہلحرم کو دشمنوں میں چھوڑ رہے ہو۔ امام مظلوم نے فرمایا اے بہن میری قسمت میں شہادت ہے اور تمہاری نصیب میں اسیری ہے۔ جسے میں نے عالم ذر میں قبول کیا ہے۔ اب میں اپنے عہد الست پر قائم ہوں ہے

نحن بنو المصطفیٰ وعترته — و الله قد عزنا و شرفنا

فاستعملی الصبر دائما ابدًا — فالصبر فی النائبات شیمتنا

اے بہن ذریت نبیؐ ہیں اور ان کی عترت ہیں خدا نے ہمیں عزّ و شرف عطا کیا ہے۔ تم دائمی طور پر صبر اختیار کرنا صبر کرنا ہماری عادت ہے ہے

ہاں بروز نیب کہ خواہی شد اسیر — ہست جانت زیں اسیری ناگریز

حق ترا بہر اسیری فرد کرد   گرچہ گردونی اسیر گرد کرد
حق ترا اسیر سلسلہ!   از رضاء حق مکن خواہر گلہ
موکہ ہمچنیں جعد دیراں میکنی   شاہباز دست شاہ ذوالمنی
گر شوی بے منزل و ماوا سزاست   تو حقی گو ذات را جا کجاست
گنج توحیدی تو از ویراں منج   زانکہ در ویرانہ باشد جای گنج

قالت عزیزۃ علیّ یا اخی
صبری علی حزننا دغربتنا

یعنی کہ اے بہن زینب جاؤ تمہیں اسیر ہو گی کیونکہ اسیری ناگزیر ہے۔ حق تعالیٰ نے تمہیں اسیری میں منفرد قرار دیا ہے (مقصد یہ ہے کہ خانوادۂ نبوت میں جناب زینب خاتون پہلی اسیر ہیں پس آپ اسیری میں فرد فرید ہیں) اور اے بہن چرخ گردوں نے تمہیں اسیر کیا ہے اور اے بہن رضاء حق جب کہ یہی ہے کہ تم اسیر ہو تو راضی برضائے الٰہی رہنا ضروری ہے اور اے بہن اگر تم بے منزل و ماوا ہو تو کیا ہے تم حق گو ہو، اور حق ہر جگہ ہے۔ توحید تیری اسیری سے مربوط ہے اور ویرانہ ہی میں خزانہ ہوا کرتا ہے اور اے بہن زینبؑ حزن و ملال پر صبر کرنا۔ اور یہ فرما کر امام حسین دیر تک گریہ فرماتے رہے اور جناب زینبؑ گریہ فرماتی رہیں اہل حرم پر سکتہ کا عالم طاری تھا کبھی گریہ و بکا اور کبھی غش اور کبھی خموشی کے ساتھ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا۔ کوئی بی بی رسولؐ خدا سے فریاد کر رہی تھی۔ کوئی بی بی مدد کے لیے علی مرتضیٰ کو بلا رہی تھی۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔

رو یتیمان مرا غمخوار باش
در بلا و در شدائد یار باش

رو کہ ہستم من بہر جا ہمرایت   آگہم از حال قلب اگہت
چون شوی بر ناقۂ عریان سوار   در بدر کردی بہر شہر و دیار
نیستم غافل دمی از حال تو   آیم از سر من ہمی دنبال تو

یعنی اے بہن زینبؑ میرے یتیموں کے ساتھ غمخواری کرنا۔ بلا اور سختی میں ان کی دلجوئی کرنا۔ اور اے بہن جہاں کہیں تم جاؤ گی میں ساتھ رہوں گا۔ اور جب شتر بے کجاوہ پر سوار کی جاؤ گی۔ اور شہر بشہر کوچہ بکوچہ پھرائی جاؤ گی تو میں تمہارے حال سے غافل نہ ہوں گا۔ ایک لحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوں۔ میرے اور تم میرے بچوں کی نگہداشت کرنے والی ہو۔ پس امام حسین علیہ السّلام نے اہل حرم کو وداع کیا۔

احوال جناب شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم

مولّف کتاب ریاض القدس مرحوم صدرالدین واعظ القزوینی نے احوال جناب شہربانو زوجہ حضرت امام حسین علیہ السّلام بصورت نظم پیش کیا ہے ؎

شہربانو آن دخت شاہ عجم   فروغ شبستان ماہ حرم
ہمی ریخت بیجادہ بر نو بہار   ہمی پہلوی نوحہ میکرد زار
ازیں پیشتر کشتہ شد شاہ من   ز تاراج بی پردہ شد ماہ من
ز کشو بکشور شدم بے نقاب   برہنہ تنم را بدید آفتاب
ز ایران بہ یثرب چو راہم افتاد   بسر سایۂ چتر شاہم افتاد
دریغا کہ دیگر شود کشتہ شاہ   دریغا شود باز بی پردۂ ما
کسم کو کہ تا ہمزبانی کند   بکی پہلوی نوحہ خوانی کند

من آنم کہ بلبل بنالند بمن — بگلشن دروں گل بنالند بمن
من آنم کہ تا دامن روزگار — بگرید بمن چشم ابر بہار
من آنم کہ با من چو یاری کند — عرب تا عجم بہ دوزاری کند
من اے کاش مادر نمیزادیم — چو میزاد بر آب میدادیم
کہ چشم نہ بنید چنیں تیرہ روز — بسوزاے سینہ روز زیں پس بسوز

ازآن پہلوی نوحۂ دردمند
خروش از زنان حرم شد بلند

اس پر درد مرثیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم جو شمع حرم امام حسین علیہ السّلام تھیں نے اس طرح اپنا حال زار بیان فرمایا ہے جو اہل دل کے لیے ایک نوحہ ہے۔ اس سے پہلے کہ شاہ امم شہید ہوں اور خیام تاج و برباد ہوں اور میں شہر بشہر اسیر ہو کر بغیر چادر پھروں اور آفتاب مجھے کھلے سر دیکھے۔ میں نے ایران سے یثرب تک جو سفر اختیار کیا۔ اس میں میرے سر پہ چتر شاہی تھا یعنی کہ میں شہزادی تھی آہ اب حسین شہید ہو جائیں گے اور میں بے پردہ ہو جاؤں گی میں کس کو اپنے نوحہ میں شریک کروں میں جانتی ہوں کہ بلبل میرے ساتھ نوحہ کرے گی۔ اور تا دامن روزگار چشم ابر بہار آنسو بہائے گی میں جانتی ہوں کہ عرب و عجم دونوں گریہ وزاری کر کے میری یاوری کریں گے۔ واویلا۔ اگر میری ماں مجھے نہ پیدا کرتی کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ روز سیاہ دیکھوں اور اگر پیدا ہی کیا تھا تو مجھے دریا کی نذر کر دیتی۔ جب حضرت شہر بانو نے اس طرح نوحہ کیا تو اہلحرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا امام حسینؑ اس حال کو دیکھ کر پریشان ہوئے فرمایا اے خواتین حرم نالہ و فریاد نہ کرو۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہر بانو

دختر بادشاہ عجم نے امام حسینؑ کا دامن پکڑ کر۔ بزبان فارسی عرض کیا اے شاہ من اے مولی حسینؑ۔ اے میرے تاجدار میں بیکس و غریب الوطن ہوں اور یہ مخدّرات، ذرّیت رسول خدا اور عرب ہیں اور لشکر اعداء بھی عرب ہے۔ میری حالت پر کوئی رحم نہ کرے گا۔ کیونکہ میں عجم ہوں۔ اے حسینؑ نزدیک ہے کہ میری روح میرے جسم سے نکل جائے امام حسینؑ نے جناب شہر بانو سے فرمایا کہ خیمہ میں بیٹھو جب میں زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر پہنچوں گا تو دُلدُل در خیمہ پر آئے اور تم اس پر سوار ہونا۔ اور جہاں تم چاہو گی وہاں لے جائے گا۔

غرض کہ امام حسین علیہ السّلام بعد از وصیت و نصیحت خیمہ سے باہر نکلے۔ اس وقت خیام امام علیہ السّلام میں شور و غوغا پیدا ہوا۔ نوحہ و شیون کی آواز بلند ہو رہی تھی خدا حافظ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے جو مصائب بے پناہ برداشت کئے ہیں وہ اسلام کی بقاء کے لیے تھے امام حسینؑ میدان کارزار میں برائے جہاد تشریف لائے۔

روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السّلام کا جناب زینبؑ خاتون کو وصیتیں کرنا

روز عاشوراء جب حضرت امام حسین علیہ السّلام آمادۂ جہاد ہوئے اور اپنے اہلحرم کو وداع کیا تو آپ نے مخدّرات سے فرمایا۔ ؎

اینک آمد نوبت من الوداع
الوداع ای عترت من الوداع

زود دلہائی شما خواہد شدن — سوزناک از فرقت من الوداع
دمبدم خواہید چون ابر بہار — گریہ کرد از حسرت من الوداع

یعنی کہ اب میری شہادت کی نوبت آگئی ہے اے اہلحرم الوداع۔ اے میری عترت الوداع۔ اور میری فرقت کے سوز میں جلنے والوں الوداع۔ اور مثل ابر بہار۔ آنسوؤں برسانے والو الوداع میرا خیال ہے کہ اس وقت فضائے کربلا میں یہ آواز گونج رہی ہوگی الوداع ہیں الوداع شاہ شہیدان الوداع سلطانِ دو جگ کے سلطان الوداع (اے شیعو تم بھی روز عاشورا محرم امام حسینؑ کی خدمت عرض کیا کرو اے بیند مظلوم۔ ہم اس طرح نہ رو سکے جیسا کہ حق رونے کا ہے مولی الوداع۔ الوداع) پھر امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے اہل عصمت اور اے بانوانِ طہارت اور اے بیٹیو، اے بہنوں میری وصیتیں بگوش دل سنو۔ جب میرا سر تن سے جدا ہو جائے۔ اور نیزہ پر سر بلند ہو جائے تو میری یہ خواہش ہے کہ اپنے چہروں کو مت نوچنا۔ مجھے دشمنوں کی شماتت اور طعنہ زنی کا خیال ہے۔ گریہ و بکا کرنا صبر کرنا اور اسیری سے رہا ہونے کے بعد جب شام سے مدینہ جانا ہو تو میرے نانا کی قبر پر جا کر میرا سلام کہنا۔ اور نانا سے عرض کرنا ؎

وحین ترون النبیؐ فابلغوا — الیہ سلامی خاشعا وصلاتی
وقولوا الیہ یاخیرۃ اللہ فی الوریٰ — حسینك مذبوح بشط فرات

جب تم قبر دیکھو تو میرا سلام اور درود ان کو پہنچانا اور کہنا اے سید الوریٰ، اے رسولِ عربی تمہارا حسینؑ نہر فرات کے کنارے ذبح ہو گیا۔

ومن بعدہ زوروا البتول و سلموا
علیہا سلاما اطیب النفحات

اور پھر میری ماں فاطمہؑ کی قبر کی زیارت کر کے میرا ان کو سلام کہنا۔ اور کہنا کہ اے اماں۔ تیرا حسینؑ غریب بے نوا بھوکا و پیاسا شہید کر دیا گیا اے مادر گرامی ؎

دانم کہ تو در بہشت جاوید — رخشندہ تری زماہ و خورشید
تو سوز عطش چگونہ دانی — سیراب ز چشمۂ جنانی
داغ علی اکبرؑ جوانم — سوزندۂ تمام استخوانم

اے مادر گرامی آپ تو بہشت بریں میں ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور وہ بہشت کہ جو چاند سورج سے زیادہ روشن ہے۔ اے اماں آپ پیاس کی سوزش کیا جانیں آپ نے تو عطش کا ذائقہ چکھا نہیں بلکہ آب کوثر سے سیراب ہوتی ہیں۔ میرے جوان فرزند علی اکبرؑ کی جدائی کا داغ کہ جو میرے تمام استخوان کو جلا رہا ہے۔ اس کی آپ کو کیا خبر۔ اس وقت عُلیا زینبؑ نے عرض کیا اے بھائی ہمیں کس کی سپرد کر کے جاتے ہو فرمایا کہ اللہ کی سپرد کرتا ہوں۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ اے بہن ؎

رُو دلبر کن چادر اے گنج اُمَدْ
باش از بہر اسیری مستعد

اے بہن چہرہ چھپائے رہنا جیسے خزانہ مخفی رہتا ہے۔ اور اے بہن بس اب تم اسیری کے لیے آمادہ ہو جاؤ اے بہن یہ کہہ کر امام مظلوم کی آنکھوں سے اشک ٹپکنے لگے۔ اور جناب زینبؑ سے اپنی پیاس کا شکوہ کیا ؎

الیك شکوای یاربا من عطش — ادھی فؤادی ومنہ القلب حرّان
وابن احمد والکرار حیدرۃ — وابن عمی واعمامی واقوالی

اے خدا پیاس کی شدت نے مجھے جلا دیا ہے جگر کباب ہو گیا ہے۔ آنکھوں کے تلے

اندھیرا چھاگیا میں تشنہ لب کہاں اور نانا رسولؐ خدا کہاں ۔ میرے بابا علی مرتضیٰ کہاں اور میں کہاں ۔ جعفر و حمزہ کہاں اور میں کہاں ۔ اے شیعو تم بھی امام حسینؑ اور شہیدوں کی تشنگی یاد کرو ۔ عاشوراء محرم سرد شربت پر نذر دلاؤ ۔

ع پانی پیؤ تو یاد کرو پیاس امامؑ کی الوداع حسین تشنہ لب الوداع ۔

بروایات جب امام حسینؑ نے اپنے اہلحرم کو رخصت کیا ہے تو اس وقت عورات مخدرات کی تعداد چونسٹھ ۶۴ تھی ۔ بقول چوراسی ۸۴ تعداد بتلائی گئی ہے آپ نے سب کو ایک خیمہ میں بلایا کہ وصیتیں کرسکیں اور آپ نے وصیتیں کیں اور فرمایا کہ یہ سب امور حفظ کتاب اللہ اور دین نبوی کی بقاء کے لیے ہیں ۔ کتاب منتخب میں ہے کہ بعدہٗ آپ نے اسباب جنگ طلب کئے ۔ اسلحہ جنگ پہنا ۔ اور سر پر عمامہ رسولؐ خدا اور جسم مبارک پر عبا رسول خدا ڈالی ۔ سپر حمزہؑ اور ذوالفقار حیدری لے کر عازم میدان قتال و جہاد ہوئے ۔

بسر نہاد چو عمامہ سید الشہداء بخلق گشت عیان رجعت رسول خدا
بفرق جبہۂ پر نورش آن عمامہ ز دور نمود حلقۂ بسم اللہی بر آیۂ نور
چو بست تحت حنک روزگار تحسین کرد
کہ طوق بندگی این ست بندگی من کرد

یعنی کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام سے عمامہ سحاب رسولؐ خدا زیب سر کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ زمین میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رجعت کی ہے ۔ اس نورانی سر مبارک پر عمامہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آیہ نور پر حلقۂ بسم اللہ کشیدہ ہو ۔ اور گلے میں تحت الحنک ایسا معلوم ہو رہا تھا ۔ کہ جیسے طوق اطاعت و بندگی ہو اور حسین جیسی اطاعت خدا کسی نے نہیں کی ۔ اطاعت

امام حسینؑ عبادت ہے ۔ یعنی امام حسینؑ نے اطاعت خدا کرکے عبادت کی اور ہمارے لیے اطاعت امام حسینؑ کرنا عبادت ہے ۔

حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام اسلحہ پہننے میں مصروف تھے اور اہلحرم گریہ وبکا کر رہے تھے اور لباس جہاد پہنتے ہوئے بزبان حال امام حسین علیہ السّلام اپنے شیعو کو یہ پیغام دے رہے تھے ۔

ایا شیعتی لا تترکوا قصد تربتی فاتیناها من اعظم القربات
وفیها شفاء للعیون من العمی وفیها یجیب سامع الدعوات
وحین شربتم بارد الماء فاذکروا وفاتی عطشانا علی حرقات
وصبوا علی الدمع فی کل موطن فانی قتیل الدمع والعبرات

یعنی کہ اے شیعو میری تربت کی زیارت سے کنارہ کش نہ کرنا اور میری تربت کی خاک پاک کو اپنے سروں پر لگانا کیونکہ اس میں ہر ایک بیمار کے لیے شفا ہے ۔ اور اس میں ہر ایک نابینا کے لیے بینائی ہے اور یہ ہر ایک بیماری کی دوا ہے یہ وسیلۂ قبولیت دعا ہے ۔ اسی سے تقرب خدا حاصل ہوتا ہے اور اے شیعو جب تم آب سرد پیؤ تو مجھ تشنہ لب کو فراموش نہ کرنا ۔ میری پیاس یاد رکھنا ۔ اور ہر مجلس اور ہر جگہ مجھ غریب و بیکس پر آنسو بہانا ۔ کیونکہ میں کشتۂ گریہ ہوں ۔ اس کے بعد امام مظلوم علیہ السّلام اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمہ سے باہر آئے اور عازم میدان قتال ہوئے ۔ گریاں خیز صورت میں فرمایا اے پدر عالیقدر میں نے میدان کارزار میں جاتے ہوئے توقف کیا ہے وہ اس لیے کہ میں آپ کو وداع کر سکوں ۔ پھر آپ سید سجادؑ کے خیمہ میں تشریف لائے سرہانے بیٹھ گئے ۔ اسرار امامت سپرد کئے اور دوبارہ اہلحرم کو رخصت کرکے میدان قتال روانہ ہو گئے ۔ پس

فاطمہؑ زہرا کا بھرا گھر اجڑ گیا۔ زینبؑ وام کلثومؑ بغیر بھائی کے ہوگئیں سکینہ خاتون یتیم ہوگئیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسینؑ کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت زینبؑ خاتون کا مکالمہ

قال العلامۃ فی الریاض۔ والمحقیق انہ اختلی بنفسہ مع الامام السجاد وھو بمکان المرض لا یرجی برئہ منہ واسر الیہ ما اسر بہ واختبرہ بانہ یقتل بعد ساعۃ۔ یعنی علاّمہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام نے الحرم سے رخصت ہونے کے بعد میدان کارزار میں جاتے ہوئے اپنے فرزند سید سجادؑ سے خلوت میں کچھ باتیں کیں اس وقت سید سجادؑ بحالت بیماری اپنے خیمہ میں تھے۔ اور ایسے علیل تھے کہ صحت یاب ہونے کی امید نہ تھی اور بیمار پر جہاد بھی واجب نہیں ہے غرض کہ آپ نے سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی۔

بروایت ابن نماؒ حضرت سید سجادؑ نے سوال کیا۔ یا ابتاہ ما صنعت الیوم مع ھؤلاء القوم۔ یعنی کہ اے بابا آج کے دن اس قوم جفا کار سے کیا طے پایا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا لقد استحوذ الشیطان فانساھم ذکر اللہ۔ کہ شیطان نے ان لوگوں پر غلبہ کیا ہے خدا کو بھول گئے ہیں صبح سے لے کر اس وقت تک قتال ہو رہا ہے۔ سید سجادؑ نے سوال کیا۔ یا ابۃ این حبیب ابن مظاہر بابا جان حبیب کیا ہوئے فرمایا قتل وہ قتل ہوگئے سوال کیا یا ابۃ این بریر

فرمایا وہ بھی قتل ہوگئے۔ پھر سوال کیا اے بابا جان این مسلم ابن عوسجہ مسلم بن عوسجہ کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہوگئے۔ سوال کیا این عمی العباس کہ چچا عباسؑ کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہوگئے۔ پھر سوال کیا این اخی علی الاکبر میرے بھائی علی اکبرؑ کیا ہوئے امام حسینؑ نے دیکھا کہ اگر سید سجادؑ کو خبر قتل علی اکبر دیدی تو ایسا نہ ہو کہ سجادؑ صدمہ برداشت نہ کرسکے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹا سجادؑ یہ سمجھ لو کہ اب خیمہ میں مردوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہے۔ قریب تھا کہ سید سجادؑ غش کر جائیں کہ حضرت زینبؑ خیمہ سجادؑ میں آگئیں۔ امام حسینؑ میدان کارزار جاچکے تھے۔ سید سجاد نے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں ذرا پردہ در خیمہ کا اٹھاؤ۔ پردہ اٹھایا گیا سید سجادؑ نے مقتل کی طرف نظر کی دیکھا کہ نیزہ پر امام حسینؑ کا سر بلند ہے۔

شکوہ وجلال امیر المومنین علیہ السّلام بوقت سواری اور روز عاشورا غربت امام حسینؑ بموقع سواری

جس زمانہ میں حضرت اسد ذو الجلال۔ ولی کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے طلحہ و زبیر اور ام المومنین عائشہ سے قتال کیا ہے تو بہت زیادہ تعداد میں سپاہی برائے جہاد جمع تھے چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا ہے

علیؑ ولی شاہ لشکر شکن
سپاہی بیاراست پولاد تن

ہمہ تیز چشم و ہمہ کینہ کوش　　ہمہ ہمچو دریا بجوش و خروش

گرفتہ بکف تیغ بُرّان ہمہ　　کہ بر حملہ چون شیر غرّان ہمہ

یعنی کہ علی ولی سردار و سالار لشکر اسلام کہ جن کی سرکردگی میں سپاہ لشکر فولادی اسلحہ سے آراستہ تھا لشکر والے تیز چشم اور دشمن کو کاٹنے والے تھے اور لشکر میں جوش و خروش جہاد ایسا تھا جیسا کہ جوش دریا میں پانی کی روانی کا ہوتا ہے۔ سب تیغ بکف تھے کتاب اسرار الشہادۃ میں ہے کہ منذر بن جارود کہتا ہے کہ جب مجھے حضرت امیر المومنینؑ کے لشکر کی روانگی کی خبر ملی تو میں شہر سے باہر آیا تاکہ لشکر امیر علیہ السلام کی شان و شوکت دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ تمام صحرا فوج حق سے بھرا ہوا۔ اور علمہائے زنگار رنگ سے لشکر کی رونق میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے پہلا علم ایک سوار کے ہاتھ میں تھا جو ہزار سواروں کے دستہ کا علمبردار تھا اور یہ علمدار لشکر جناب ابوایوب انصاریؓ تھے پھر ہزار سواروں پر مشتمل لشکر تھا کہ جو کمان بدوش تھا۔ میں نے سوال کیا اور دستہ لشکر دیکھا جس میں علمدار لشکر ابو قتادہ انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ گزرا جس کے علمدار حافظ قرآن حضرت عمار بن یاسرؓ تھے۔ پھر ایک اور دستہ گزرا جس کے علمدار قیس بن سعد عبادہ تھے اور ایک دستہ کے علمدار قثم بن العباس تھے۔ اور ایک عظیم دستہ لشکر کے علمدار غلام آستانہ حیدر مالک اشترؓ تھے اور اکثر اکابرین ہمرکاب حضرت امیر المومنین تھے مثل عبداللہ بن عباسؓ، عبیداللہ بن عباسؓ، فضل بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عقیل بن ابی طالبؓ شریح بن ہانیؓ، زیاد بن کعبؓ ہمدانی، ہانی بن عروہ مذحجی، حجاج بن خزیمہ انصاری اور دوسرے سرکردہ افراد ایک علم کے سایہ میں تھے۔ اور وہ علم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے

دست فتح نصیب میں تھا۔ علی راسہ تاج الجمال مع الجبروت والجلال ؎

برون آمد ہمیں شہسواران　　پیادہ در رکابش تاجداران

گرفتہ غاشیہ خورشید بردوش　　رکابش کردہ مہ را حلقہ برگوش

لشکر اسلام روانہ ہوا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کے دائیں بائیں جانب آپ کے فرزند حسینؑ خوش کردار تھے اس عز و قدر و جلالت کے ساتھ جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علیہ السّلام تشریف لے گئے لیکن اے شیعان علیؑ ذرا کربلا میں امام حسینؑ پر نظر ڈالئے۔ جب حضرت امام حسینؑ خیمہ سے نکلے تو اہل حرم گریاں کناں ساتھ تھے۔ در خیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ لیکن کون تھا کہ جو رکاب توسن تھامتا اور حسینؑ کو سوار کراتا۔ امام حسینؑ نے اس وقت ایک نگاہ اصحاب کے خیموں پر ڈالی۔ دیکھا کہ خیام خالی ہیں۔ اصحاب مقتل میں سو رہے۔ پھر امام حسینؑ نے اپنے عزیز و اقارب کے خیموں پر نگاہ ڈالی۔ لیکن نہ اکبر تھے نہ قاسمؑ، نہ عون و محمدؑ اور عباس علمدار تھے سب ہی مقتل میں سو رہے تھے امام حسینؑ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا ھل من یقدم الی جوادی آیا ہے کوئی کہ جو سواری لائے مجھے سوار کرائے ؎

دخت اسد اللہ در قلزم عصمت
صدیقۂ صغریٰ گہر افسر عفت

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا جنگ صفین میں زبرقان کے مقابلہ کے لیے جانا

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے اپنی خلافت ظاہریہ کے

زمانہ میں جو صرف پانچ سال پر مشتمل تھا تین جنگیں لڑی ہیں جنگ اوّل ۔ طلحہ وزبیر اور ام المومنین عائشہ سے ہوئی جو کہ جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے ۔ جنگ دوم معاویہ بن ابوسفیان سے ہوئی جو کہ جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے ۔ اس جنگ میں روزانہ گھمان کا معرکہ ہوا ہے ۔ اس روز کہ جب معاویہ نے زبرقان کو مصر کی حکومت دینے کا وعدہ کیا ہے وہ ایک لشکر نبرد آزمودہ لشکر اسلام کے مقابل آیا ۔ اور مبارز طلبی کی ۔ ھَل مَن مبارز اور صدائے الأرجل بلند کی یعنی کہا کہ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو میرے مقابلہ میں آئے ۔ چونکہ تمام لشکر امیر المومنین اس کی شجاعت سے آگاہ تھا ۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل نکلے ۔ لیکن آپ کے فرزند ارجمند شیر بیشہ شجاعت حیدری حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے مقابل اکیلے نکلے اور اسلحہ سے آراستہ ہوئے ؎

برآمد زجا شیر دشت یلی ۔۔۔ بزد بر کمر دامن پُر دلی
بپوشید خفتان رومی قبائ ۔۔۔ میان بست مانند شیر خدائ
بزد بر کلہ پر طاؤس ۔۔۔ بدوشش اندر افگند تابان سپر
جز آندر قہ برشانۂ آندلیر ۔۔۔ کشف کس ندیدہ است بر پشت شیر
حمائل بفکیند ہندی پرند ۔۔۔ ہنگی شد آونگ سرو بلند

یعنی کہ شجاعت و بہادری کے بیشہ کا شیر کمر ہمّت باندھ کر نکلا ۔ رومی جنگی مخصوص لباس پہنے ہوئے معلوم ہو رہا تھا کہ شبیہ شیر خدا ہے ۔ سپر و کمان سے آراستہ تلوار زیب ، مرکب خوش دمنع پر سوار ہو کر نکلا اور امام حسینؑ اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت میدان کارزار طلب کی ۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا ابھی تو سارا لشکر موجود ہے تم کس لیے اذن جنگ طلب کرتے

ہو ۔ عرض کیا کہ بابا جان مجھے ضرور اجازت جنگ عطا کیجئے ۔ جب امام حسینؑ نے اصرار کیا امیر المومنین علیہ السلام نے اذن جہاد دیا ۔ یہ خبر آپ کے برادران نے سُنی کہ حسینؑ میدان کارزار میں جا رہے ہیں اس وقت محمد حنیفہ بن علیؑ اور امام حسن بن علیؑ آگے بڑھے اور ذرا فاصلے سے جا کر امام حسینؑ کے مرکب کی رکاب اور لجام تھام کر کہا کہ بھیا ہمیں خجالت محسوس ہوتی ہے تم زبرقان کے مقابلہ کے لیے جا رہے ہو اور ہم زندہ ہیں ہمارے ہوتے ہوئے تم میدان کارزار میں نہ جاؤ ۔ داویلا ۔ میدان صفین میں جب امام حسینؑ نے میدان جنگ میں جانا چاہا تو آپ کے بھائی حائل ہوئے گھوڑے کو روک لیا ۔ لیکن روز عاشورا کوئی نہ تھا سب بھائی پہلے ہی شہید ہو چکے تھے کون روکتا ۔ کون سوار کراتا ۔ ہاں اس بیکسی کے عالم میں حضرت زینبؑ خاتون نے امام حسینؑ کے گھوڑے کی رکاب تھامی اور حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہوئے ۔ زینبؑ نے بھائی کو سوار کیا ۔ اور اہلحرم روتے رہے عرض کہ امام حسین علیہ السلام زبرقان کے مقابلہ کے لیے میدان قتال میں تشریف لے گئے ۔ جب زبرقان کی نظر امام عالی مقام پر پڑی اور شوکت و جلال شجاعت دیکھا تو حیران رہ گیا ۔ آپ کے سامنے آیا اور بکمال ادب کہنے لگا کہ آقا تم کون ہو جو میرے مقابل آئے ہو ۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جد رسولؐ خدا ہیں ۔ میں غلامۂ نسل اسمٰعیل ہوں میرے بابا علیؑ مرتضیٰ ہیں میں فاطمہ زہرا بنت رسول اللہؐ کا نور نظر ہوں میں حسن مجتبیٰ نواسہ رسولؐ خدا کا بھائی ہوں ۔ میں حسینؑ ہوں پس جب زبرقان نے سُنا تو تلوار جو نیام سے نکلی ہوئی تھی پھر نیام میں رکھ لی اور کہنے لگا اے سیّد و سردار اگر آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں میں آپ سے جنگ کرنا تو درکنار میں آپ کو تیز و تند نظر سے بھی نہیں دیکھ سکتا آپ نے

سوال کیا کہ کس وجہ سے تو مجھ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے مدینہ میں حضرت رسول خدا کو دیکھا ہے کہ حضور آپ کے لبوں کو بوسہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں فرماتے تھے کہ حسینؑ جوانان جنان کا سردار ہے۔ فرماتے تھے کہ جس نے حسینؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی میں اس حالت میں کس طرح آپ پر تلوار کھینچ سکتا ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا اے زبرقان تجھے میرا اسقدر خیال ہے اور تو معاویہ کی طرف سے داماد رسول خدا۔ وصی رسول خدا شیر حق علیؑ ولی سے جنگ کرنے کے لیے طرف دار معاویہ ہوگیا ہے حالانکہ معاویہ حق پر نہیں ہے۔ زبرقان نے کہا کہ میں تو اب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے علم تلے معاویہ سے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اے حسینؑ میں شرمندہ ہو رہا ہوں آپ میری شفاعت فرمائیں امام حسین نے فرمایا کہ چلو میں تم کو اپنے پدر عالیقدر حضرت امیرالمومنین کے پاس لے چلتا ہوں۔ چنانچہ تمام لشکر نے دیکھا کہ زبرقان آپ کے ساتھ اپنے لشکر سے نکل کر خدمت مرتضوی میں حاضر ہوا۔ امام حسینؑ نے اس کی سفارش کی۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے حسینؑ اگر تم تمام جن و انس کی شفاعت کرو مجھے قبول ہے۔ امام حسینؑ نے اے شیعو تمہاری شفاعت کرنے کا اس وقت وعدہ فرمایا ہے کہ جب آپ کا سر مبارک سجدۂ معبود میں تھا اور شمر ولدالحرام کا خنجر سر امام مظلوم جدا کر رہا تھا کہ امام حسینؑ نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ الٰہی اوفیت بعهدی اوف بعهدك یعنی اے خدا میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ ہمارے گنہگار شیعوں اور دوستوں کو بخشدے واضح رہے کہ امیر محمدؐ خواندشاہ نے اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت

امام حسن مجتبےٰ علیہ السّلام سے متعلق ہے اور دوسری کتابوں میں یہ واقعہ حضرت امام حسینؑ کی طرف منسوب ہے۔

قال العلامة فی الریاض۔ فلما تهیا علیه السلام خرج من افق الخیام کالبدر التمام۔ یعنی کہ جب شہسوار عرصۂ شہادت تاجدار اقلیم شفاعت حضرت امام حسینؑ خیمہ سے برآمد ہوئے اس وقت اپنے جد رسول خدا سے سنا کہ خداوند عالم حسینؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ انا دیة الحسین پس امام حسینؑ عازم معرکۂ قتال ہوئے۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اشتیاق

جہاد اتمام حجّت

روز عاشورا کثرت و اشتیاق جہاد امام حسین علیہ السّلام کی منظر کشی بصورت نظم حسب ذیل ہے ؎

نید زینب پای نید او نشد — نالۂ طفلان کمند اُو نشد
عشق گفتا جہد کن در وصل دوست — در گزر از ہر چہ دانی غیر اوست
عاشقاں را با سر و ساماں چکار — با زن و فرزند و خانماں چکار
عقل گفت ای عشق رای تو نکوست — لیک این غیری کہ می بینی نہ اوست
این زنانی ذریّت پیغمبرؐ اند — وین دنگاران جیبؐ داور اند
این تعلّق از تعلّقہا جداست — حُبّ محبوب خدا حُبّ خداست
عشق گفتا مشنو این جوش و خروش — عقل گفت این کودکان ساکن خموش

یارب این عرش است برکرسی نشستہ یامگر
صدق مطلق جلوۂ حق مظہر الاسماء است این
شعلۂ طور است یا نور است یا روئے حسینؑ
ماہ تابانست مہر جہان آراست این
گوہر دریائے لولاکست یا نجم سماک
یا درخشاں دُرّ دُرج زہرہ زہراست این
گر حسینؑ است این جوان پس گو علی اکبرش
شاہ دین است چرا پس یکہ و تنہا است این
خسرو ناس است اگر یارب چہ شد عباس او
کاینچنین بی یاور و یاور اندر این صحراست این

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ یہ عاشق لقاء الٰہی رفرف نشیں او ادنیٰ ہے یعنی معراج عشق پر فائز ہے یا خود دلدل سوار میدان کارزار ہے یہ خود عرش ہے۔ کرسی نشین ہے صدق مطلق ہے مظہر اسماء خدا ہے۔ شعلۂ طور ہے یا نور ہے۔ ماہ تابان ہے یا خورشید جہاں آرا ہے اگر یہ حسینؑ ہے تو اس کا جوان فرزند علی اکبرؑ کہاں ہے اور اگر یہ بادشاہ وقت ہے تو اس کا علمدار عباسؑ کہاں ہے اور یہ خود اس صحراء میں اس عالم بیکسی میں ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں نقل کیا ہے اور الساہی کامل السقیفہ میں مذکور ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مصروف جہاد ہوئے تو اس وقت امام مظلوم کے آگے آگے تین نفر دیکھے گئے وہ تینوں اس طرح آپ کے آگے آگے تھے جیسے کہ بہادر سپاہی اپنی خاص وردی پہن کر بادشاہ کی سواری کے آگے

تھے۔ اس کے باوجود امام عالی مقام نے اپنے عشق الٰہیہ کا مہرۂ مردانہ پھینکا اور صاحب جلال منفرد ہستی یعنی امام حسینؑ نے اسلحہ سجا کر رکاب ذوالجناح میں قدم رکھا۔ اور ذوالجناح خود آتش عشق خوردہ تھا۔ یعنی عشق مجسم حسین علیہ السلام کا وفادار گھوڑا تھا۔ اور بزبان حال کہہ رہا تھا کہ میں اللہ کی راہ میں گامزن ہوں۔ امام حسینؑ کی ذوالفقار تجلی طور کی آگ سے مربوط ہے وہ آگ کہ جو دراصل نور تھی مگر موسیٰؑ اسے آگ سمجھے۔ اس کے ہر بال و پر سے شمیم زندہ ہے یعنی خوشبو سے مہک رہی ہے۔ اور ہزاروں کے لیے وہ عیسیٰ نفس ہے۔ مریض اور بوسیدہ کے لیے باعث حیات ہے۔ کتاب ریاض میں ہے۔

فاخذو ذوالجناح فی الرقاق یخیل انہ البراق یستیر بصاحب التاج و السراج الوھاج الی المعراج بخٍ بخٍ۔

چون بمیدان شہادت پانہاد پا بروں از ملک او ادنیٰ نہاد
شد رکابش حلقۂ عرش برین عرش یعنی پاء آن عرش آفرین

یعنی کہ جیسے ہی ذوالجناح نے اپنے قدم میدان شہادت میں رکھے گویا اس نے او ادنیٰ کی سیر کی اور اس کی رکابوں کا حلقہ۔ حلقۂ عرش برین بن گیا۔ اور اس کے قدم عرش آفرین ہو گئے لشکر اعداء انتظار میں تھا کہ اب شاہ مظلوم خود میدان کارزار میں آئیں گے۔ کہ کوفیوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے قتل گاہ میں قدم رکھا امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اے لشکر کوفہ و شام میں کون ہوں اس پر غور کرو۔ کیا میں پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہ زہرا کا نور نظر نہیں ہوں۔ کیا رسولؐ خدا میرے نانا نہیں ہیں۔ کیا علی مرتضیٰ میرے بابا نہیں ہیں۔ یہ ساری باتیں مجھ میں ہیں۔ اور پھر بھی تم مجھے قتل کرتے ہو۔ میرا خون کیوں حلال جانتے ہو۔

ے سرِ راہ برمن چرا بستہ اید | دل و جانم از کین چرا خستہ اید
منم تشنہ لب ماندہ در پیش آب | سخن گر درست یاید جواب

یعنی کہ میرا راستہ کیوں روکا ہے۔ اور تم میری جان، میرا دل کیوں زخمی کر رہے ہو۔ مجھے تشنہ لب رکھا ہے مجھ پر پانی بند کر دیا ہے حالانکہ نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے میری باتیں سچی ہیں تو جواب دو۔ فسکتوا ولم یجیبوا وہ سنگدل ذرا متاثر نہ ہوئے اور کوئی جواب نہیں دیا ے

سخنہائی شاہ و جواب عدو | شنیدند اہل حرم مو بمو
ز پوشیدہ رویان برآمد خروش | سراپردۂ شاہ آمد بجوش
چنان گریہ کردند بر حال شاہ | کہ از ماہی و ماہ شد اشک و آہ

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ کا کلام اور اعداء کا جواب سب ہی نے سنا اور اہل حرمؑ نے بھی سنا۔ پس اس وقت پردہ داروں میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور حال امام مظلوم پر ایسا گریہ کیا کہ ماہی سے ماہ تک شورِ بکا گونج رہا تھا۔ لشکر اعداء میں غلغلہ اور ہلہلہ تھا لیکن خیام امام حسینؑ میں نالہ و بکا کا شور تھا۔ آفتاب کی حدت اور گرمی کی شدت سے خیموں میں اور بھی زیادہ پریشانی و ہراسانی تھی۔ چونسٹھ زن و بچہ پیاسے بلک رہے تھے۔ ادھر لشکر ضلالت شعار امام عالمقام کی نے فرمایا کہ یا قوم کفوا عن ضلالتکم یعنی کہ اے گروہ بے دین اپنی ضلالت چھوڑ دو۔ دنیا اور اس کی زینت پر غرور نہ کرو۔ لیکن ان ملاعین گمراہوں نے آپ کا کوئی کلام نصیحت سننا پسند نہ کیا۔ اے شیعو فبکی صلوات اللہ علیہ بکاءً شدیداً۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السلام پر رونا اور شدید گریہ کرو۔

روزِ عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارز طلبی اور رجز خوانی

قال العلامۃ ثم تقدم الی القتال۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے میدان قتال میں قدم رکھا اور جب موعظہ و نصیحت کر چکے تو آپ نے درج ذیل خطاب کیا ے

کفر القوم وقد ما رغبوا | عن ثواب اللہ رب الثقلین
یا لقوم من اناس رذل | جمعوا الجمع لاہل الحرمین
قتلوا القوم علیا وابنہ | حسن الخیر کریم الطرفین
ثم ساروا وتواصوا کلھم | باحتیاجی لرضاء الملحدین
لم یخافوا اللہ فی سفک دمی | لعبید اللہ نسل الکافرین
وابن سعد قد رمانی عنوۃ | بجنود کوکوف الہاطلین
لاشیٔ کان منی قبل ذا | غیر فخری بضاء الفرقدین
لعلی الخیر من بعد النبیؐ | والنبی القرشی الوالدین
خیرۃ اللہ من الخلق ابی | ثم امی وانا ابن الخیرتین
فضۃ قد خلصت من ذہب | وانا الفضۃ وابن الذہبین
والی شمس وامی قمر | وانا الکواکب وابن القمرین

ے
منم نوری از نور انگیختہ | منم نقرۂ از طلا ریختہ

منم آنکہ از نہ در رب جلیل ... پرستار مہد آمدم جبرئیل
منم آنکہ شاہ خافقین ... حسینؑ از مست و منم از حسینؑ
مرا جائیکہ دوشش پیغمبرؐ است ... لبانم تر از نوش پیغمبرؐ است
پدر آفتاب و قمر مادرم ... ببرج ولایت سعید اخترم
منم نور بخش دل فاطمہؑ ... فروزندہ محفل فاطمہؑ
بخونم چرا دست تازی کیند ... بجانم چرا ترک تازی کیند
فرا نیست این موج زن رود بار ... کہ آید ہمی روشن آئینہ دار
تو گوئی کہ صافی بحیوان دید ... نگہ کردنش تشنہ را جان دید
سگ و خوک وادی آزاد نوش خوار ... بدریا ئے بن نماید گزار
گہر ہائے رخشندہ دُرج بتولؑ ... فروزندۂ خاندان رسولؐ

زتاب عطش جان بخواہند داد

آیا قوم اسلام دادہ بباد

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ میں نور سے پیدا ہوں مثل نقرہ تابندہ ہوں اور سونے کی جھلک ہے خداوند عالم کے نزدیک میری یہ منزلت ہے کہ میرا گھوارہ جھلانے جبرئیل امین آیا کرتے تھے۔

رسول رب العالمین، شاہنشاہ کون و مکان نے فرمایا ہے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں میں سوار دوش رسولؐ خدا ہوں میں نے لبہائے وحی چوسے ہیں۔ میرے بابا علیؑ آفتاب ہیں اور میری ماں قمر منزلت ہیں۔ میں فاطمہؑ کے دل کا چین ہوں بزم فاطمیؑ کا چراغ ہوں میرے خون میں ہاتھ کیوں رنگین کرتے ہو۔ میری جان کیوں لیتے ہو۔ اے قوم بد شعار کہتے ہو کہ گھوڑوں کو صافی دیتے

ہیں اور پیاسے کو جان دیتے ہو۔ کتے اور سؤر نہر سے پانی پئیں اور خانوادۂ بتولؑ پر پانی کی بندش کیا تم نے اسلام کو اٹھا دیا ہے۔ اے قوم تم نے علیؑ ولی اور حسن مجتبےؑ کو شہید کیا۔ وہ علیؑ جو بعد نبیؐ تمام کائنات میں افضل ہیں اور علیؑ امیر خیر الامت ہیں اور میں فرزند علیؑ ہوں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام رکاب توسن پر سنبھلے۔ اور رجز پڑھا۔

انا ابن علی الطّھر من آل ھاشم ... کفانی بھذا مفخرا حین افخر
وجدی رسول اللہ اکرم خلقہ ... ونحن سراج اللہ فی الارض نزھر
وفاطما امی من سلالۃ احمد ... وعمی یدعی ذوالجناحین جعفر

یعنی کہ میں آل ہاشم میں فرزند علیؑ ہوں اور جب تک زندہ ہوں میرے لیے یہ فخر کافی ہے میرے جد حضرت رسولؐ خدا تمام عالمین میں برگزیدہ ہیں اور میں زمین پر اللہ کا روشن کیا ہوا چراغ ہوں اور فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ جزو نور رسالت میری ماں ہیں اور میرے چچا جعفر طیارؑ ہیں جو ذوالجناحین کے لقب سے معروف ہیں یعنی خدا نے ان کو شہید ہونے کے بعد دو پر عطا کئے ہیں کہ جس سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے چند لمحے توقف کیا یعنی خموش رہے اور پھر ذوالفقار کھینچ کر سپاہ کوفہ و شام کی طرف بڑھے اور ان سے کہا۔ یا اھل الکوفۃ قبحالکم وترحا وبؤسا وتعسا فحین استصرختمونا والھین فاتیناکم موجفین الی آخر ما قال فرمایا اے قوم کوفہ و شام سے

ویحکم لا تھونوا بحسین ... فتذوقوا طعم العذاب المھین
وتقولوا یوم القیامۃ انا ... ما علمنا وانکم تجھلون

اے بیوفا کوفیو اگر تم کو میری کوئی بات پسند نہیں ہے تو عذاب آخرت سے ڈرو۔ روز قیامت یاد رکھو یہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں اور تم نہیں سنتے روز قیامت بازپرس کی جائے گی۔

تعرفونی الی خیر خلق الله

قدمًا وانفا تنکرونی

روضۃ الشہداء میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ خدا ہی تو تم کو روزی دیتا ہے وہی خالق کل ہے۔ تم نے میرے بہتر اصحاب واقرباء قتل کر دیے اور اب مجھے قتل کرنے کے درپئے ہو۔ الحکم لله رضا بقضاء الله۔

اس وقت شمر ملعون شیث بن ربعی کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ اور حضرت کے سامنے آکر کہنے لگا کہ اے ابوتراب کے بیٹے اپنی گفتگو ختم کرو ہم پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس گفتگو کا کوئی ثمر نہیں ہے اور شمر ملعون نے عمر بن سعد بدنہاد سے خطاب کیا کہ حسینؑ کا یہ کلام قطع کر۔ ناگاہ چار ہزار تیر لشکر باطل کی طرف سے امام حسینؑ پر رہا ہوئے کہ آسمان پر تیروں کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ طرفۃ العین میں یعنی پلک جھپکنے کے عرصہ میں امام حسینؑ کا جسم مبارک تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کے پدر عالیقدر کے جسد مبارک پر کسقدر زخم لگے تو آپ نے بعد از گریہ فرمایا کہ ایک انگشتری کی برابر بھی جگہ خالی نہ رہی تھی۔ اور اس پر یہ ظلم کہ لاش امام حسین پائمال سم اسپان ہوئی۔

روز عاشوراء محرّم امام حسینؑ کی لشکر کوفہ و شام سے مبارزطلبی

روز عاشوراء محرّم جب حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کی نوبت آئی اور امام عالیمقام نے ان پر اتمام حجّت کر دیا۔ فلم یزدھم الا طغیانا وغرورًا بل لا یعدھم الا استکبارًا ونفورًا۔ امام عالی مقام کے موعظہ و نصیحت سے ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان کی سرکشی تمرّد اور امام برحق سے بغاوت اور انکار بڑھتا ہی چلا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے عمر ابن سعد بدنہاد کی طرف رخ کر کے خطاب فرمایا کہ خیرك فی ثلاث خصال۔ یعنی کہ آج کے دن تو اپنے تین کاموں میں مختار ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان تینوں باتوں پر تو عمل کرے کیونکہ عرب والوں کا یہ شعار ہے کہ وقت پریشانی و بیکسی اس مظلوم سے پوچھتے ہیں کہ تیری کوئی حاجت ہے تو اگر وہ تین حاجتیں بیان کرتا ہے۔ تو اس کی ایک حاجت ضرور پوری کرتے ہیں۔ چنانچہ جنگ خندق میں جب حضرت شاہ اولیا امیرالمومنین علی ابن ابی طالب، عمرو بن عبدوُد عامری کے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے گئے ہیں تو اس نے آپ کے سامنے اپنی تین حاجتیں پیش کیں اور کہا کہ ان میں سے کسی ایک کو قبول کرو۔ چنانچہ کتاب انیس العُہد میں مشرح طور پر ہے کہ اس نے تین حاجتیں پیش کیں اور پدرؑ حضرت علیؑ نے ایک حاجت مان لی۔ کیونکہ میدان جنگ میں مقابل کی ایک حاجت بھی نہ ماننا اہل عرب کے نزدیک ننگ و عار ہے عمر ابن سعد نے کہا کہ آپ کی وہ تین حاجتیں کیا ہیں امام مظلوم

نے فرمایا تترکنی حتی ارجع الی المدینۃ ۔ مجھے قتل نہ کر بلکہ مدینہ جانے دے ۔ اس بد بخت نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ تم کو مدینہ جانے دیا جائے آپ نے فرمایا دوسری حاجت یہ ہے کہ آب خنک پینے کے لیے دے کہ تشنگی سے دل کباب ہو رہا ہے اس ملعون نے اس سے بھی انکار کر دیا ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تیسری حاجت یہ ہے کہ ایک ایک آدمی مقابلہ میں آئے ۔ اس نے اس بات کو قبول کر لیا ۔

حضرت علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر کرتے ہیں ثم دعی الناس الی البراز پس امام بیکس نے مبارز طلبی کی اور اس مبارز طلبی کو بزبان حال شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے ؎

منم حیدر ساخت کردگار — منم زادهٔ شیر پروردگار
کمند افگن یال دشمن منم — جہان یلی را بہم زن منم
شما رو بہانید بی نام وننگ — دل جملتان سخت باشد چو سنگ
اگر راست گوئید وہستید مرد — دلیران و گردان روز نبرد

یکایک بیائید زو سوی من
بہ بینید شمشیر و بازوے من

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں میدان قدرت کا حیدر ہوں یعنی شیر درندہ ہوں ۔ میں شیر خدا کا فرزند ہوں ۔ یعنی پدرم شیر خدا اور میں بھی شیر بیشہ حیدر کرار ہوں میں دشمن پر کمند ڈالنے والا ہوں اور دنیا کے پہلوان میرے سامنے مثل زن کمزور ہیں ۔ تم لوگوں کا میرے سامنے کیا شمار ہے اگر تم مرد میدان ہو اور دلیر نبرد ہو ، مرد جنگ ہو تو ایک ایک میرے مقابل آئے اور میری تلوار اور میرے بازو دل

کی طاقت دیکھے ۔ انا الحسین بن علی بن ابی طالب بن البدر بارض العرب وان من اعجب ۔ عجب العجب ان یطلب الا بعد میراث النبی المتروا لو تعلمون ان ابی قاتل عمرو و مبیر مرحب ولم یزل قبل کشوف الکرب ، مجلیا ذلك عن وجه النبی ۔ یعنی کہ آپ نے فرمایا کہ میں حسینؑ ابن علی ہوں وہ علیؑ جو نبیؐ کی میراث پانے والے ہیں وہ علیؑ قاتل مرحب و عمرو ہیں ۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ تمیم بن قحطبہ طائی نے جسارت کی اور امام حسین کے مقابلہ کے لیے میدان میں آیا ۔ و کان امیرا من امراء الشام معروفا بین الشجعان مقدما بین الفرسان کہ وہ روسائے شام میں سے ایک امیر شخص تھا ۔ اور شام والوں میں بہادر لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا اور گھوڑا سواری میں مشہور تھا یعنی کہ مرد میدان جنگ تھا فلما قابلہ زعق علیہ ۔ جیسے ہی وہ اپنے لشکر سے جدا ہوا اور امام حسین کے سامنے آکر ایک بلند و مکروہ آواز میں ڈکارنے لگا اور کہنے لگا کہ اس بیکسی و تنہائی کی حالت میں اسقدر اظہار شجاعت کرتے ہو ۔ امام حسین علیہ السّلام نے جواباً فرمایا اے شقی ازلی ذرا انصاف نہیں کرتا یہ نہیں دیکھتا کہ جنگ میں کس نے پہل کی ہے تم لوگ دشمنی پر اتر آئے ہو ۔ تم نے میرے یاور و انصار قتل کئے ۔ تم نے میری اولاد کو تہ تیغ کیا میرے جوانوں کو قتل کیا ۔ اگر مقاتلہ چاہتا ہے تو نزدیک آکر جنگ کر ۔ لیکن تمیم کو جرأت نہ ہوئی کہ سامنے آکر حملہ کرے حضرت امام حسینؑ نے تلوار کھینچی اور اس پر وار کیا تمیم دو ٹکڑے ہو کر واصل جہنم ہوا ۔ بعدہٗ یزید ابطحی نکلا اسے بھی امام عالیمقام نے ایک ہی وار میں ختم کیا امام حسینؑ کی یہ شان ضرب و حرب دیکھ کر لشکر عمر ابن سعد ملعون حیران رہ گیا ۔ قال السید فی اللھوف وکان

یقتل کل من برز الیہ حتی قتل مقتلۃ عظیمۃ جو بھی آپ کے مقابل ہوا لشکر میں واپس نہیں گیا بلکہ اس نے جہنم میں جاکر سانس لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

القتل اولی من رکوب العار　　والعار اولی من دخول النار

یعنی کہ شرمندگی اٹھانے سے بہتر یہ ہے کہ قتل ہو جائے اور یہ بہتر ہے کہ واصل جہنم ہو جائے ؎

فاطمۃ الزھراء امی و ابی　　وارث الرسل ومولی الثقلین
طحن الابطال لما برزو　　یوم بدر و باحد و حنین
بطل قوم ھزبر صیغم　　ماجد سمح قوی الساعدین

یعنی کہ فاطمہ زہرہ دختر رسولؐ خدا میری ماں ہیں اور میرے پدر عالیقدر علیؑ وارث رسول الثقلین ہیں۔ علیؑ میدان جنگ بدر و اُحد کے فاتح ہیں۔ شجاع ترین مبارزطلبی ہیں۔ اور جب امام حسینؑ نے جو بھی آپ کے مقابل آیا قتل کیا اس وقت شمر ولد الحرام نے عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اس طرح جنگ فتح نہ ہوگی بلکہ حسینؑ پر تمام لشکر مل کر حملہ کرے۔ کتاب الریاض میں ہے کہ عمر بن سعد نے اس کی یہ بات مان لی۔ اور پورے لشکر نے مل کر امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ حمید ابن مسلم روایت کرتا ہے کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ امام حسینؑ از سر تا بہ قدم زخمی ہو گئے۔ ایسا نظر آرہا تھا کہ ریش مبارک امام حسینؑ خون سے خضاب ہو گئی ہے اس وقت آپ نے اظہار عطش فرمایا ؎

من درین دشت بلا لب تشنہ ام
تا رسد بر حلق آب دشنہ ام

گرچہ قتل جانفشانان رکاب　　اندکی برآتشم افشاند آب
گرچہ لعل خشک اکبر بر لبم　　درحقیقت کشتۂ عناب بتم
گرچہ خون اصغرؑ در راہ دوست　　شستہ از رخ گرد قربانگاہ دوست
لیک این گرمی چہ می خواہد بگو　　آب میجوئید ولیکن آب کو

دل شدہ سوزان زتاب تشنگی
مرغ دل کشتہ کباب از تشنگی

یعنی کہ اے لوگو۔ میں اس دشتِ بلا میں تشنہ لب ہوں جب تک کہ آب خنجر میرے حلق تک پہنچے اگرچہ میرے یاور و انصار کے قتل ہو جانے سے میری تشنہ لبی کو بجھا دیا ہے کیونکہ وہ بھی پیاسے قتل ہوئے ہیں علیؑ اکبر، علی اصغرؑ براہ خدا میں مارے گئے اور ان کی شہادت سے قربانگاہ کی گرد دور ہو گئی ہے میرا دِل پانی نہ ملنے سے کباب کی طرح سوختہ ہو رہا ہے۔ اور دیکھتے ہو کہ حرارت آفتاب تیزی پر ہے میں تشنہ لب ہوں۔ آنکھیں کھول کر دیکھو۔ لیکن اے شیعو۔ اعدائے دین نے کچھ نہ سنا نہ کسی شخص نے آپ کو پانی دیا بلکہ آب تیر و تلوار و خنجر سے پیاس کا جواب دیا گیا۔

روز عاشورا جنگ و قتال امام حسین علیہ السّلام اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ عمر بن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السّلام کی پیش کردہ تین حاجتوں میں سے یہ ایک حاجت مان لی تھی کہ ایک ایک آدمی آپ سے مقابلہ

کے لیے نکلے۔ لیکن جب لشکر عمر ابن سعد کے نامی گرامی بہادر لوگ ایک ایک کر کے تہ تیغ حسینی ہونے لگے تو شمر ملعون نے اس کو اس عہد سے منحرف ہونے کا مشورہ دیا کہ سب مل کر حسین پر حملہ کریں۔ علاّمہ قزوینی کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد نے اپنے عہد سے انحراف کیا۔ اور تمام لشکر کو مل کر حملہ کا حکم دے دیا تب حضرت امام حسینؑ نے اپنی آستین حملہ کرنے کے لیے الٹ دیں ؎

فشد علیهم شدة علویة — تکاد طما الصم الصلا دثمود
فقاتلهم فردًا وحیدا وهما ذا — ثلثون الف زارع وجیں

؎

برانگیخت شبرنگ پولادسم — ظفر گشت پیدا خطر گشت کم
پس آنکه چو شیران تشنہ بخون — برآمیخت آن تیغ الماس گون
تو گفتی علی صفوف کردگار — ببدر و حنین میکند کارزار
چناں ریخت بریکدیگر مرد جنگ — کہ از کشتہ صحرائی کین گشت تنگ

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے مثل حیدر کرّار دلیرانہ حملہ کیا۔ اور ایک ایک کر کے جو بھی مقابلہ میں آیا قتل کیا۔ امام حسینؑ نے اپنے شب رنگ ذوالجناح کو مہمیز کیا۔ فتح و کامرانی ظاہر ہونے لگی اور خطرہ کم ہو گیا۔ اور جب امام تشنہ لب نے تیغ الماس صفت کھینچی جو دشمنوں کے خون کی پیاسی تھی فرمایا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السّلام صفات پروردگار کے مظہر ہیں انہوں نے بدر و حنین فتح کیا ہے آپ نے پھر اپنے حملوں سے میدان قتال لاشوں سے بھر دیا۔ حضرت ولی العصر، امام زمانہ قائم آل محمد مہدی آخرالزمان عجل اللہ فرجہ نے

زیارت ناحیہ میں امام حسینؑ کی شجاعت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ویدك بالحرب فثبت للطعن والضرب وطحنت جنود الفجار و اقتحمت قسطل الغبار مجالدا بذی الفقار كانك علی الكرار یعنی کہ حضرت امام حسینؑ نے مثل حیدر کرّار ذوالفقار سے کفار و معاندین کو قتل کیا۔ لشکر عمر بن سعد ملعون کے قدم اکھڑ گئے اور ایسا جدال و قتال کیا کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ حمید بن مسلم کی نگاہ آپ کے حملہ کرنے پر تھی وہ کہتا ہے کہ فواللہ ما رایت مکثورا قط قد قتل ولدہ واهل بیتہ واصحابہ اربط جاشا ولا امضی جنانا منہ یعنی قسم بخدا میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ اگرچہ شکستہ دل تھے۔ یاور و انصار، عزیز و اقربا شہید ہو چکے تھے اولاد قتل ہو چکی تھی اس کے باوجود آپ نے ایسی قوت قلب اور شجاعت ذاتی دکھلائی اور قتال و جدال کیا کہ جو اپنی آپ خود نظیر ہے۔ مرحوم سیّد فرماتے ہیں کہ آپ نے گروہ کے گروہ منتشر کئے اور عظیم قتال کیا۔ بعدہٗ لشکر عمر ابن سعد نے مل کر آپ پر حملہ کیا اور آپ زخموں سے چور چور ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جسقدر زخم آپ کو لگے تھے وہ سب سامنے کی طرف تھے پشت پر کوئی زخم نہ تھا۔ لیکن شیعو۔ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو تیروں پر چند لمحہ جسم مبارک معلق رہا۔

اب ہم حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی زبان مبارک سے شجاعت کے اصول سپرد قرطاس کرتے ہیں فرمایا ہے کہ اصول صفات حمیدہ و پسندیدہ چار ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) علم۔ (۲) عفّت۔ (۳) شجاعت۔ (۴) سخاوت۔

اور حق یہ ہے کہ شجاعت حیدر یہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کی اولاد امجاد میں تھی۔ چنانچہ آج تک شجاعت حسینی مشہور و معروف ہے۔ شاعر نے دونوں کا حسین امتزاج صفاتی پیش کیا ہے ؎

پدری و پسری سایۂ نور یزدان　　پدری و پسری رحمت فیض رحمان
چہ پدر گاہِ سخا مظہر فیض یزدان　　چہ پسر روز وغا آیت قہر سبحان
چہ پدر در حذر از صولت اُو شیر دژم
چہ پسر در خطر از سطوت او پیل دمان

باپ اور بیٹا یعنی علی ابن ابی طالبؑ اور آپ کے فرزند حسینؑ دونوں نور یزدان اور دونوں پر فیض رحمان۔ عالم کے لیے رحمت ہیں علی مرتضیٰ سخاوت میں مظہر فیض یزدان ہیں یعنی آپ کریم و جواد و سخی بے مثال ہیں اور آپ کے فرزند حسین یوم وغا یعنی عاشوراء محرم کے دن معاندین و کافرین کے لیے قہر خداوندی ہیں۔ شیر دژم یعنی غصّہ میں بپھرا ہوا شیر بھی ہیبت حیدر سے ڈرتا ہے۔ اور حسینؑ ابن علیؑ کی سطوت سے غصہ میں بھرا ہوا ہاتھی بھی اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتا۔ یعنی جب امام حسینؑ کے حملہ کرتے وقت اگر کوئی شخص پیل دمان ہے تب بھی وہ آپ کی جنگ سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔

مولف کتاب اعنی صدر گرمیقدر قزوینی اعلی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت امام حسینؑ اپنے بابا علی مرتضیٰ سے شجاعت میں شباہت رکھتے ہیں لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسینؑ کی شجاعت میں بہت فرق ہے مثلاً حضرت امیر المومنین کی جنگوں میں سے جنگ صفین میں لیلۃ الہریر زیادہ اہم ہے۔ اِس جنگ میں آپ کے زیر کمان

ایک لاکھ کا لشکر اسلحہ سے آراستہ تھا اور آپ کو ہر طرح کی حمایت و حفاظت حاصل تھی مالک اشتررضؓ، سعد بن قیس، بریدہ بن حصینؓ، اور اکثر جنگ آزمودہ اصحاب آپ کے پاس تھے جو شل پروانہ امیر المومنینؑ کے گرد و پیش طواف کر رہے تھے یعنی اہل ایمان کعبۂ ایمانی کا طواف کر رہے تھے۔ اور رمی الجمرات کا نشانہ امیر شام تھا۔ اور خود حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام جنگ و جدال میں مصروف تھے آپ نے اس شب پانچ سو تیس اشخاص منافق قتل کئے تھے اور مالک اشتر رضؓ نے بھی پانچ سو تیس افراد قتل کئے تھے انہوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا مولائے کائنات آپ نے پانچ سو تیس افراد قتل کئے اور میں نے بھی اسیقدر مردم قتل کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے مالک اشتر میری نظر بوقت کارزار مقابل کے نطفہ و اصلاب پر ہوتی تھی میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کے صلب سے کوئی صالح فرزند پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ اور تم نے جو بھی سامنے آیا قتل کر دیا۔

مولف کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ اصلاب پر نظر رکھنا اور پھر کسی کافر کو قتل کرنا یہ صاحبان ولایت کی شان ہے امیر المومنین علیہ السّلام شاہ ولایت میں تدبیر امر خلائق پیش نظر رہتا تھا اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے روز عاشوراء کربلا کے میدان کارزار میں بعض لوگوں کو جو گروہ منافقت شعار سے تھے قتل نہیں کیا ہے۔ اور بعض کو قتل کیا ہے۔ جن گمراہوں کو آپ نے قتل کرنے سے چھوڑ دیا اس کے بارے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے ستر پشت مردم ملاحظہ کرنے کے بعد اگر دیکھا کہ اس سے فرزند صالح پیدا ہو گا تو اس کو قتل نہیں کیا ورنہ قتل کر دیا ہے پس امام حسینؑ نے بھی

مثل اپنے بابا علیؑ کے اس ضلالت شعار انسان کو قتل نہیں کیا کہ جس کے صلب سے کوئی مومن و صالح پیدا ہونے والا تھا۔ حالانکہ تین ساعت کے اندر اندر امام حسینؑ نے اسقدر تعداد میں ملاعین و اعداء کو قتل کیا ہے کہ بعض ضعیف العقل لوگ، اور وہ لوگ کہ جنہیں معرفت امام علیہ السّلام نہیں ہے اور وہ مقصّر ہے انکار کر دیتے ہیں کہ ایک تنہا حسینؑ نے ہزاروں کی تعداد میں دشمنان دین کو قتل کیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے بروایت مناقب قدیم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے بارہ حملے کئے ہیں اور ہر ایک حملہ میں دس ہزار منافقوں اور دشمنوں کو واصل جہنم کیا ہے شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ فتارة یحمل علی المیمنة واخری علی المیسرة حتی قتل ماینید علی عشرة الاف فارس۔ یعنی میمنہ و میسرہ پر حملہ میں آپ نے دس ہزار سوار علاوہ پیادوں کے قتل کئے ہیں۔ کیونکہ پیادے سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے بھی مارے گئے ہیں یہاں تک کہ ان حملوں کی تاب نہ لاکر فوج نے فرار اختیار کیا اور میدان کارزار صاف ہو گیا۔

مجلسیؒ اور دوسرے ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نو سو پچاس زخم لگے تھے۔ ایسے زخم کبھی حضرت علیؑ پر نہیں لگے علاوہ امام حسینؑ نے روز عاشورا اپنے یاور و انصار، بھائی اور اولاد بھتیجوں بھانجوں کے بہتّر داغ اٹھائے ہیں اور تشنگی تین شب و روز برداشت کی ہے لیکن امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام پہلے کسی جنگ میں تشنگی کی حالت نہیں رہی۔ نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اور مجلسیؒ فتن و محن میں نقل کرتے ہیں کہ ہر ایک جنگ میں دو شخص آب و غذا لے امیر المومنین پر مامور ہوتے تھے ایک

شخص ہمہ وقت پانی کی مشک اور دوسرا غذا کا سامان رکھتا تھا کہ اگر آپ کو پیاس محسوس ہو تو فوراً پانی پیش کر دیا جائے۔ لیکن روز عاشوراء امام حسین علیہ السّلام تین دن کے بھوکے و پیاسے تھے۔ امیر المومنینؑ نے کسی جنگ میں بیٹوں کا داغ نہیں اٹھایا تھا نہ بھائی کا مفارقت دیکھا تھا۔ مگر امام حسینؑ نے اٹھارہ بن ہاشم کا داغ اٹھایا کہ جن کی مثل و نظیر عالم میں نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کا اس عالم میں شجاعت کا مظاہرہ دیکھ کر ملائکہ تعجب میں تھے پیاس کے عالم میں یہ جہاد کارنامہ عظیم ہے۔ و فی الریاض لما حمی الوطیس جاء بجنوده ابلیس فتکاثر الخیل علی سبط الرسول وضاق المضمار من ترادف الخیول فارسلوا الیه الرماح والاقداح والسیوف والخناجر والمزج والزماجر والعامود والسفود والخشب والحجر۔

جیسے ہی امام حسین علیہ السّلام نے جدال و قتال میں لشکر عمر ابن سعد میں تہلکہ برپا کر دیا تو عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر حسین بن علیؑ پر حملہ کریں چنانچہ پورے لشکر نے ان تمام آلات حرب سے حملہ کیا کہ جس کا ذکر کیا جا چکا یعنی تلوار و تیر و شمشیر و خنجر و پتھر سے حملہ کیا گیا۔ اور امام حسین علیہ السّلام نرغۂ اعداء میں گھر گئے چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا تیر برس رہے تھے پتھر پھینکے جا رہے تھے تلواریں چمک رہی تھیں اور فرزند رسولؐ خدا یک و تنہا تھا کائنات میں تنزلزل تھا۔ انبیاء کا یہ عالم کہ آدمؑ مبتلائے غم۔ نوحؑ غرق طوفان ستم، یعقوبؑ غرق حزن و ملال ایوبؑ گرفتار بلا، یونسؑ درکام ماہی موسیٰ قبطیوں میں گرفتار، عیسیٰ دست یہودیوں میں، یوسفؑ درمیان گرگان۔ خلیل درمیان آذر اسمٰعیل وادیٔ غیر اور حضرت محمدؐ عربی کفار مکہ میں پھنسے ہوئے۔ اور حیدر کرار ذلیل اشرار و نفاق حسن خستۂ الماس

اور امام حسینؑ لشکر عمر بن سعد میں محصور، زخموں سے چور تھے۔ اکیلے حسین پر دشمنوں کی یلغار تھی۔ اور زینب خاتون در خیمہ سے دیکھ رہی تھیں کہ زہراؑ کا چاند گہن میں آگیا ہے آفتاب کو کسوف لگ گیا ہے۔ شمع حرم نبوی گُل ہونیکو ہے۔ ملائکہ السموات میں شور و غوغا برپا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا اس عالم میں حضرت امام حسینؑ نے ذوالفقار بکف حملہ کیا۔ یہ حملہ میمنہ پر تھا تمام لشکر پراگندہ ہوگیا پیادوں کے قدم اکھڑ گئے سواروں کے گھوڑوں کے سُم کے تلے دب کر لوگ مر گئے۔ اس وقت عمر بن سعد ملعون نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور ایک ایک آدمی جنگ کرنے کے لیے بھیجنا بند کر دیا اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں جانتے یہ فرزند حیدر کرار ہے اس سے اکیلا لڑنا درست نہیں ہے تم سب خیام کی طرف حملہ کرو اس وقت حسینؑ تمہیں خیام کی طرف جانے سے روکیں گے اور اس طرح خیام اہل بیت اور حسینؑ میں لشکر حائل ہو جائے گا۔ اور خیمہ امام حسینؑ میں اہلبیت پر وہ وقت سخت ترین ہوگا۔ اور اس طرح حسینؑ کا جذبۂ قتال ٹھنڈا ہو جائے گا چنانچہ ان بزدلوں نے ایسا ہی کیا کہ خیام پر حملہ آور ہوئے حضرت امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو آپ برائے حفاظت خیام اہلبیتؑ ان پر مثل شیر گرسنہ حملہ آور ہوئے اور ان کو خیام سے دور بھگا دیا۔ دوبارہ پھر اس قوم بے حیا نے خیام امامؑ پر حملہ کیا۔ اور دشمن کے کئی ہزار لشکری امام حسین اور خیام کے درمیان حائل ہوگئے۔ مرحوم سیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب مخدّرات یعنی اہلحرم نے امام حسینؑ کو خیام کے نزدیک نہ دیکھا اور فوجی شور و غل سُنا تو ایک مرتبہ سب نے واحسیناہ کی صدا بلند کی۔ والحماہ واعلیاہ واحسناہ واحسیناہ۔ کی صدائیں بلند کیں۔ اور جب یہ آوازیں امام حسینؑ کے گوش گزار ہوئیں امام حسینؑ خیام

کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ لشکر حسینؑ اور خیام کے درمیان حائل ہے فرمایا کہ اے آل ابوسفیان کے گروہ تم کیسے مسلمان ہو اگر تم نے اپنے لیے دین اختیار نہیں کیا ہے تو عرب کی غیرت کو زبان زد خاص و عام ہے تمہاری غیرت کیا ہوئی شمر ولدالحرام سامنے آیا اور کہا کہ اے فرزند فاطمہؑ تم کیا کہتے ہو امام حسینؑ نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ انا الذی اقاتلکم و انتم تقاتلونی والنساء لیس علیھن جناح یعنی کہ جدال و قتال میرے اور تمہارے درمیان ہے تم مجھے قتل کرتے ہو میں تمہیں قتل کرتا ہوں ان عورات کا کیا قصور ہے کہ تم خیام پہ چڑھائی کر رہے ہو۔ دیکھو جب تک کہ میں زندہ ہوں میرے اہلحرم کے خیموں کا رخ نہ کرو۔ شمر ولدالحرام نے اس وقت سوار اور پیادوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ خیام سے دور ہو جاؤ ایک طرف ہو جاؤ۔ فلعمری انه کفو کریم اپنی جان کی قسم حسینؑ بزرگ خاندان سے ہے۔ عام طور پر یہ مشہور ہوگیا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ حالت سقوط میں تھے یعنی گھوڑے سے گرے ہوئے تھے۔ سر بزانو آئے ہیں اور لشکر اعدا کو غیرت دلائی ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اس وقت امام حسینؑ نے یہ فرمایا ہے کہ میں تمہیں قتل کرتا ہوں اور تم مجھے قتل کرتے ہو۔ یہ چیز ظاہر کر رہی ہے کہ حسینؑ ذوالجناح پر سوار تھے اور دوسرے کفو کریم سے یہ مراد بھی ہے کہ یہ برائے جنگ ہمسر ہے۔ اور حالت سقوط کا لفظ کسی مقتل میں بھی نہیں ہے۔ پس لشکر بے حیا کو آپ نے خیام سے دور کیا۔

تحقیق شجاعت و شجاع

وفی القاموس الشجاعة قوة القلب عند البأس وقد شجع الرجل بالضم ای قوی قابه للحروب واستها لجرأة و اقد اماً۔ یعنی کہ شجاعت کہلاتا ہے خصوصًا جنگ میں وہی شخص شجاع کہلائے گا کہ جس کے دِل پر جنگ کا خوف وہراس طاری نہ ہو۔ مقصد یہ ہے کہ شجاعت دعویٰ کرنے سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ وہ بالفعل ظاہر ہوتی ہے۔ پس جوہر جوانمردی و شجاعت ہنگام قتال وجدال ظاہر ہوتا ہے اس وقت کہ جب جنگ کے حالات بدل جائیں اور بظاہر امید فتح ختم ہو جائے میدان جنگ میں شجاع و بہادروں کی اس طرح تقسیم کی گئی ہے کہ افراط کے معنیٰ میں بہت زیادہ کرنا اور تفریط کہنے میں کمی کرنے کو۔ اگر شجاعت میں افراط ہے تو وہ تہوّر ہے جو پسندیدہ ہے اور اگر مردانگی میں کمی ہے تو وہ تفریط یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے شجاعت ان دونوں کی درمیانی حد کا نام ہے

مجمع البحرین میں ہے کہ التهور الوقوع فی الشیٔ بقلة مبالاته یعنی تہوّر کے معنیٰ میں بیباکی کرنا۔ اور عدم رفتار کا ہونا اور آداب جنگ کا نہ جاننا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے پس تہوّر میدان جنگ میں پسندیدہ نہیں ہے۔

تہوّر پسندیدۂ عقل نیست
جنون و تہوّر بمعنیٰ یکی است

جمشید ہمہ وقت ایک انگشتری رکھتا تھا کہ اس انگشتری کے نقش پر نظر رہے۔

اس انگشتری کا نقش یہ تھا کہ وقت جنگ آہستگی و موارات یعنی صلح و آشتی، اور جُبن بمعنیٰ نامردی ہیں یعنی جبن ڈر اور خوف سے عبارت ہے اور مذموم صفت ہے آنحضرتؐ ہمیشہ اس سے پناہ مانگتے تھے کہ اللّٰھم انی اعوذ بك من الكسل والغسل والهم و الغم والجبن۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سستی و کاہلی، اندوہ و غم اور جبن (کاہلی) سے۔ جبن عورتوں کی صفت خاص ہے اور شجاعت صفت جوانمرد ہے چنانچہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا ارشاد گرامی نہج البلاغہ میں ہے کہ شرار خصال الرّجال، خیار خصال النساء۔ یعنی کہ مرد کی بدترین صفت عورت کے لیے صفت ممدوح ہے مثلاً بخل (کنجوسی) جبن (سستی و کاہلی) اور تکبّر (غرور) یہ تینوں صفتیں عورت کا زیور ہیں اور یہ صفات مرد کے لیے معیوب ہیں۔ (جود اور اقدام شجاعت مردوں کی شان ہیں اور بخل و جُبن عورتوں کی شان ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان الله يحب الشجاع ولو يقتل حيّة۔ خداوند عالم بہادر و شجاع کو درست رکھتا ہے اگرچہ وہ سانپ ہی کو مارے۔ عمر بن عبدود عامری نے جنگ خندق میں یہ رجز پڑھا۔ ولقد بححت من الذاع بجميعكم هل من مبارد ان الشجاعة والسماحة للفتی خیر الغرائز شجاع و دلیر وہ ہے کہ جو جنگ میں قوی دل ہو آداب حرب سے واقف ہو اپنے اطراف و جوانب سے واقف ہو۔ اور خوف زدہ کی طرح اپنا دل ہراسان نہ کرے شیر کی طرح باخبر رہے کہ حیوانوں کے درمیان شیر چوکنّا رہتا ہے۔ اسی لیے بہادر و شجاع کو کہتے ہیں کہ فلانٌ كا الاسد یعنی کہ فلاں آدمی شجاعت میں شیر ہے اور کسی دوسرے درندہ

سے تشبیہ نہیں دیتے ۔کیونکہ جس طرح شیر کی نظر چاروں طرف رہتی ہے اسی طرح میدان جنگ میں شجاع آدمی کی نظر ہر طرف رہتی ہے جناب حمزہؓ ابن عبدالمطلب کو شجاع ہونے کی بنا پر آنحضرتؐ نے اسد الرسول کا لقب عطا کیا تھا ۔ اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا لقب اسد اللہ مشہور معروف ہے جس طرح حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام شجاع و بہادر تھے اسی طرح آپ کے فرزند امام حسین علیہ السلام بھی اشجع الناس تھے ۔ چنانچہ آپ کی رزم و جدل تمام شجاعان عالم میں سرِ فہرست ہے ۔امام حسینؑ کی جنگ روزِ عاشورا کو دیکھ کر اس دور کے لوگ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حملوں کو بھول گئے تھے ۔

شیخ محمد بن سمین اور ابن حماد علیہ الرحمۃ نے آپ کی جنگ کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے علی مرتضیٰ کی جنگ کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی شجاعت کو اگر شیر سے تشبیہ دی جائے یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے امام حسینؑ کی شجاعت کو دیکھ لے تو اُس کا زہرہ آب آب ہو جائے ۔کیونکہ امام حسینؑ علیہ السلام نے بیکسی و تشنہ کامی کے عالم میں عمر بن سعد ملعون کے ایک لاکھ لشکر سے تنہا جنگ کی ہے اور کئی ہزاروں ملعونوں کو تہ تیغ کیا ہے اور چونکہ حضرت امام حسینؑ قطب عالم تھے ۔اگر آپ ارشاد بھی کرتے یا زبان سے لفظاً موتو فرماتے تو ایک آن واحد میں سارا لشکر باطل ختم ہو جاتا ۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب لشکر بدنہاد نے حضرت امام حسینؑ کے لشکر پر حملہ کیا جسے جنگ مغلوبہ کہا جاتا ہے ۔ لشکر ابن سعد ملعون نے چاروں طرف سے آپ کے لشکر پر حملہ کیا تو حیدری جوانوں نے اور بالخصوص حضرت

امام حسینؑ نے جب ذوالفقار سے ان کے حملہ کو پسپا کیا ہے تو کربلا سے لے کر تا پشت دروازہ کوفہ اس حملہ کا اثر ہوا ہے یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کی ذوالفقار لشکر عمر ابن سعد کے آخری حد تک بلند ہوتی ہے یعنی کہ آپ حملہ کرتے ہوئے پورے لشکر کو عبور کر گئے ہیں ۔اس وقت حضرت نے فرمایا ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس حملہ میں سوار و پیادہ اور مرکب ہزاروں کی تعداد میں تہ تیغ ہوئے ہیں ۔اور چونکہ امام حسین علیہ السلام کے بدن مبارک پر اسقدر تیر و نیزے کے زخم تھے کہ جدھر آپ حملہ کرتے آپ کے خون پاک کے قطرے زمین پر گرتے تھے چار فرسخ سے چار فرسخ تک آپ نے لشکر کوفہ و شام پر حملہ کیا اور آپ کے خون کے قطرے اِس محدود زمین پر گرے اور خاک ۔ خاک پاک ہو گئی چونکہ آپ کے جسم مبارک سے خون بہت زیادہ نکل گیا تھا پس آپ ضعف محسوس کرنے لگے ۔اور قتال سے ہاتھ کھینچ لیا ۔ کہ ایک ظالم نے پیشانی امام مظلوم نشانہ سنگ بنایا ۔امام حسینؑ کی پیشانی خون سے رنگین ہو گئی ریش مبارک خون سے تر ہو گئی ۔مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں عبداللہ فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام خیمہ سے باہر نکلا اور مقتل میں امام حسین کے پاس پہنچا اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عبداللہ اکبر اور عبداللہ الاصغر یہ دونوں آپ کے امام حسنؑ کے فرزند ہیں عبداللہ الاکبر کی ماں اُم اسحاق بنت طلحہ تھیں اور عبداللہ الاصغر کی ماں اُم ولد تھیں یہ دونوں بھائی کربلا میں شہید ہوئے ہیں امام حسن مجتبیٰ کے پندرہ فرزند اور سات دختر تھیں ۔جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں ۔حسن بن حسنؑ ، زید بن حسنؑ، عمرو بن حسنؑ، حسین بن حسنؑ، عبداللہ بن حسنؑ ، عبدالرحمٰن بن حسنؑ ۔ عبداللہ بن حسنؑ اسمٰعیل بن حسنؑ

محمدؑ بن حسنؑ، یعقوب بن حسنؑ، جعفر بن حسنؑ۔ طلحہ بن حسنؑ، حمزہ بن حسنؑ۔ ابوبکر بن حسنؑ، قاسم بن حسنؑ، ان کے علاوہ بروایت ابی مخنف، احمد بن حسن بھی آپ کے فرزند تھے۔ اور آپ کی اولاد حسن بن حسنؑ اور زید بن حسنؑ سے چلی ہے آپ کی دختران سے بھی اولاد چلی ہے چنانچہ دختران کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ اُمّ الحسن، اُمّ محمد بن علی الباقر، اُمّ الحسین، اُمّ عبداللہ فاطمہ ام سلمہ رقیہؑ، شہادت عبداللہ الاکبر کا ذکر حالات امام حسن کے عنوان میں کیا گیا ہے۔ اور شہادت عبداللہ الاصغر بن حسن اور مقام ان کے شہادت کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ پہلے مقاتلہ ہی آپ شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ دوسرے مقاتلہ میں شہید ہوئے بعض یہ کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ کے پاس پہنچے کہ شہید ہو گئے۔ امیر صاحب روضۃ الصفاء اور طبری نقل کرتے ہیں کہ مقاتلہ کے دوران آپ کے گھوڑے کے تیر لگا اور امام حسینؑ پیادہ ہو گئے کہ اسی وقت عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ کے پاس پہنچے اور شہید ہو گئے۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام اہلحرم کو وداع کر چکے اس وقت عبداللہ الاصغر فرزند امام حسنؑ نے امام حسین علیہ السلام کی گفتگو اور وصیتیں سنیں امام حسینؑ عازم میدان قتال ہوئے اور عبداللہ نے روتے ہوئے عرض کیا اے عم محترم بخدا میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ میں آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں مرحوم السید کتاب لہوف میں رقمطراز ہیں کہ جب لشکر عمر ابن سعد ملعون نے امام مظلوم پر دوبارہ حملہ کیا ہے فخرج عبداللہ بن الحسنؑ بن علیؑ۔ یعنی کہ عبداللہ خیمہ سے نکلے

امام حسینؑ نے بخیال تنہائی ان کو ساتھ لیا اور وہ نشانۂ تیر ظلم بن گئے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب عبداللہ خیمہ سے نکلے ہیں تو حضرت زینب خاتونؑ نے ان کو روکا مگر عبداللہ نہ رکے میدان قتال میں پہنچے کہ ابحر بن کعب اپنے گھوڑے سے زمین طرف جھکا کہ امام حسینؑ کو قتل کرے۔ اس وقت عبداللہ نے باآواز بلند کیا۔ تو چاہتا ہے کہ میرے عمّ محترم کو قتل کرے۔ ے

دست خود حائل نمودی چوں سپر

بُرد پیش تیغ وگفت ای خیره سیر

تو نخواہی داشت دست از کُشتنش

من نخواہم داشت دست از دامنش

یعنی کہ اس وقت عبداللہ بن حسنؑ نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ امام حسین کے سینے پر رکھ دیے کہ عمو حسینؑ پر ہاتھ سپر بن جائیں اور تیغ تیز کے سامنے ہاتھ کرنے کے بعد کہا اے بے حیا ظالم تو نے نہ چاہا کہ حسین کو قتل کرنے سے ہاتھ کھینچ لے تو میں نے بھی نہ چاہا کہ حسینؑ پر سے اپنے ہاتھ اٹھالوں پس فضرب بالسیف فاتقاها الغلام بیده فاطنها الی الجلد اس ملعون نے عبداللہ کے ہاتھوں پر تلوار کی ضرب لگائی اور اس معصوم کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ عبداللہ نے فریاد کی یا اماه ادرکنی۔ اے اماں جان خبر لیجئے۔ امام حسینؑ نے اس بچہ کو اپنی گود میں لے لیا۔ اسی وقت حرملہ لعین نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا اس کے گلوئے نازنین پر تیر لگا اور بچہ کی روح پرواز کر گئی۔ نمعلوم، اس وقت امام حسینؑ کے دل پر کیا گزری۔ خیمہ میں زینب خاتون نے فریاد کی یا ابن اخاہ اے میرے برادر کے بیٹے تو حرملہ کے تیر سے

ذبح ہوگیا۔

زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین کا جہاد سے ہاتھ کھینچنا

علماء اور ارباب مقاتل بیان کرتے ہیں کہ میدان کارزار میں حضرت امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نیزہ و تیر اور گرز کے زخم تھے مگر تلوار کا کوئی زخم نہیں لگا تھا۔ آپ کی زرہ پر تیر اسقدر تھے کہ ہر حلقۂ زرہ میں ایک تیر پیوست تھا اور آپ کے جسم پر کوئی ایسی جگہ باقی نہ تھی کہ اس پر تلوار کی ضرب لگائی جائے لیکن آپ کے جسم مبارک سے اسقدر خون بہہ گیا تھا کہ طاقت جہاد نہ رہی تھی اس وقت مالک ابن یسر ملعون نے جرأت کی اور آپ پر تلوار کا وار کیا۔ پھر اس ملعون نے دور جاکر شور مچایا یا حسینؑ اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حسین زندہ ہیں یا روح پرواز کر گئی جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ حسینؑ بالکل بے طاقت ہیں اس ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی عمامہ دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین پر گر پڑا۔ امام مظلوم نے اس وقت فرمایا پروردگار یہ اپنے ہاتھوں سے نہ کچھ کھا سکے نہ پی سکے۔

مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اس حرامزادہ نے جب کہ امام مظلوم کے سر مبارک سے عمامہ گر پڑا۔ تو آپ کا کلاہ اٹھا کر اپنے گھر لے گیا جو کہ از قسم پوستین تھا۔ جب وہ گھر پہنچا تو اس نے اپنی زوجہ سے طشت اور پانی مانگا۔ اور کلاہ صاف کرنے لگا کہ وہ پانی خون ہو گیا۔ وہ ضعیفہ یہ دیکھ کر رونے لگی۔ اور کہا کہ اے

ظالم تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے فرزند پیغمبرؐ خدا کو قتل کیا۔ اور ان کا عمامہ اور کلاہ لوٹ کر میرے گھر لایا ہے کہنے لگی کہ میں بخدا تیرے گھر نہیں رہوں گی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وہ ظالم اپنی جگہ سے اٹھا اور اس ضعیفہ کو عقب سے کھینچتا اور طمانچہ مارتا ہوا صدر دروازہ پر لایا چاہا کہ ضعیفہ کو کھونٹی سے باندھ دے کہ دروازہ کی آہنی کیل اس کے ہاتھ میں لگی فوراً ہی اس کے ہاتھ کٹ گئے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کو دعا مقبول ہوئی اور وہ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ صاحب عمّان البکاء لکھتے ہیں کہ اس شب مالک کی زوجہ اپنے شوہر کے گھر سے روتی پیٹتی باہر نکلی دیکھا کہ ایک دوسری عورت اس کی طرح کوچہ میں کھڑی رو رہی ہے حال معلوم کیا تو اس عورت نے کہا کہ اگر تو نے عمامۂ پُر خون حسینؑ دیکھا میں زوجۂ شمر ولد الحرام ہوں اے کاش میں نابینا ہو جاتی میں نے ریش مبارک حسینؑ کو خون آلودہ دیکھا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ پیادہ خیام کی طرف آئے لیکن خیمہ میں نہیں گئے اس خیال سے کہ اہلحرم زخمی حالت میں نہ دیکھ سکیں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اہلحرم سے آخر رخصت

علّامہ کتاب الرّیاض میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ کتب معتبرہ، اور ارباب مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے روز عاشوراء اپنے اہلحرم کو دو مرتبہ وداع کیا ہے کہ اے اہلحرم تمہارا خدا حافظ ہے۔ اگرچہ

امام مظلوم مقتل سے مکرّر خیام میں تشریف لائے ہیں اور میدان رزم تشریف لے گئے ہیں لیکن اہلحرم سے دومرتبہ رخصت ہونا ثابت ہے ۔ چنانچہ وداع آخر یعنی آخری مرتبہ رخصت اس وقت ہوئے ہیں کہ جب قتال کرتے ہوئے زخموں پر زخم کھا کر نقاہت بڑھ گئی اور ضعف کی وجہ سے جہاد سے تلوار روک لی اور مالک بن یسر ملعون کی ضرب سے ہمت ٹوٹ گئی ۔ سر برہنہ بخیام تشریف لائے ۔ رومال سے سر مبارک باندھا ۔ اور عمامۂ پرخون سر پر رکھا اور فرمایا کہ اے مخدرات حرم یا زینبؑ ، یا ام کلثوم یا سکینہ ، یا رقیہ یا فاطمہؑ علیکن منی السلام جب سب نے نام بنام سلام سنا تو اہلحرم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو حسینؑ زخمی حالت میں تھے وداع اول کے موقعہ پر امام حسینؑ زخمی نہ تھے ۔ پیاس کا غلبہ تھا تمام جسد مبارک زخمی تھا ۔ اس وقت حضرت زینبؑ خاتون نے اپنے آپ کو بھائی کے قدموں پر گرا دیا ۔ فرفرت زینبؑ من علیل صدرھا وانتثرت نجوم الدمع علی بدرھا وھی تدور حولہ وتصرخ بالویل والثبور ۔ علیؑ کی بیٹی نے نالۂ جانکاہ دل سے کھینچا ۔ اور باآواز گریہ فرمایا ۔ واویلا بلند کیا لیکن کیا کرتیں ۔ مگر فرمایا اخی اخی یا خیرۃ خس فقدتہ وانفس شئ حنانی منہ نافس ۔ یعنی اے بھائی بہترین ذخیرۂ خواہر یہی ہے کہ تجھ پر میری نظر رہے ۔ آج اے بھائی تم مجھ سے جدا ہو رہا ہے اور آپ جیسا دُرِ نایاب مجھ سے کم ہو جائے گا ۔ اخی الیوم مات المصطفی و وصیہ ولم یبق للاسلام بعدک حارس اے برادر فی الواقعی آج پیغمبرؐ خدا ، علی مرتضیٰ رخصت ہو گئے ۔ تم ان کی جگہ تھے تم بھی اب جا رہے ہو اسلام کا نگہبان کون ہے ۔ اے برادر زینبؑ اب ان بچوں کی حفاظت

کون کرے گا ۔ اے بیکس اہلحرم کے مددگار ، آپ کی پیاری بیٹی سکینہؑ بلک رہی ہے چہرہ پر آنسو رواں ہیں ۔ تیمی کا تصور ہے ۔ اہلحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے ۔

ع سرگشتہ بانواں حرم گرد شاہ دین

یعنی امام حسین علیہ السّلام کی ازواج آپ کے گرد بحال پریشان حلقہ بنائے ہوئے تھیں بروایتے چونسٹھ مخدرات حرم آپ پر گریہ کر رہی تھیں صاحب نوادر حسینیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ایک تین سالہ دختر تھی جو خیام کے صدر دروازہ پر بیٹھی تھی ۔ اور حضرت کے وداع آخر کا منظر دیکھ رہی تھی ۔ یہاں تک امامؑ مظلوم نے چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں کہ سکینہؑ خاتون نے دامن تھام لیا ۔ امام حسینؑ نے اس کو آغوش میں لیا پیار کیا ۔ بچی نے کہا بابا کب تک پانی نہیں ملے گا امام حسین نے فرمایا اجلسی عند الخیمۃ لعلی اٰتیک بالماء کہ اے بیٹی خیمہ میں بیٹھو شاید کہ پانی لا سکوں ۔ وہ بچی ہر وقت پھوپھی سے دریافت کرتی کہ بابا کہاں گئے ہیں زینبؑ خاتون فرماتی کہ بیٹی تمہارے بابا سفر پر گئے ہیں ۔ پھر بچی نے دریافت کیا کہ اے پھوپھی اماں کیا سفر سے مراد سفر آخرت ہے ۔

وقت رخصت خیام اہلبیت میں کبھی آواز گریہ بلند ہوتی تو کوئی بی بی کہتی کہ اے اخی تم کہاں چلے گئے کبھی کوئی بی بی کہتی اے بابا تم کہاں ہو ۔ امام حسینؑ اگرچہ تسلی دیتے تلقین صبر فرماتے لیکن ان بیکس بیبیوں کو کیونکہ صبر آئے کہ جن کی نگاہ کے سامنے بھرا گھر اجڑ گیا ہو ۔ مرحوم شیخ خصائص میں فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنی بہن کو برابر صبر کی تلقین کی پھر امام حسینؑ نے آپ سے

لباس کہنہ مانگا۔ آپ نے سوال کیا بھیّا لباس کہنہ کا کیا کرو گے فرمایا کہ اے بہن ایسا نہ ہو کہ میرے شہید ہونے کے بعد لشکر کوفہ و شام میرا لباس اتار لے میں چاہتا ہوں کہ بوسیدہ اور کہنہ لباس بھی لیں ہوں تا کہ میری لاش برہنہ نہ رہے۔ اے شیعو۔ جب زینبؑ خاتون نے یہ سنا تو آپ کے دل پر کوہ غم گر پڑا۔ واحسرتاہ۔ محمداہ۔ فرمایا اور آپ بے ہوش ہو گئیں۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اکثر ارباب مقاتل نے بوسیدہ و کہنہ لباس کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت نے اپنی بہن سے طلب کیا اور پہن لیا۔ شیخ مفید نے سراویل (پائجامہ) تحریر کیا ہے کہ آپ نے پائجامہ طلب فرمایا اور پہنا مرحوم السیّد اور ابن شہر آشوب نے ثوب عتیق لکھا ہے اور عتیق سے مراد کہنہ اور ثوب بمعنیٰ لباس ہے کتاب منتخب میں بھی لباس کہنہ لکھا ہے پس جب جناب زینب خاتون نے پرانا لباس لا کر دیا امام مظلوم نے وہ لباس پہنا اہلحرمؑ میں کہرام برپا ہو گیا۔ اے شیعو وہ لباس کہنہ کیا تھا کفن کی جگہ تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا امام زین العابدینؑ سے رخصت ہونا

علامہ اپنی کتاب ریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام العصرؑ خامس آل عبا دوسری مرتبہ اہلحرم سے رخصت ہوئے تو اس وقت اہلحرم کا یہ حال تھا جسے شاعر نے نظم کیا ہے کہ ؎

وان زنان وکودگان بانجاح — جمع کردیدند دور ذوالجناح

جلکی از خیمہ بیروں ریختند — خوش بداماں پچو گرد انگیختند

ہمچوں لوح معتدل داماں شاہ — کسرہا دادند اندر خویش راہ

کشت زاں پروانگاں خستہ جاں — دامن آں شمع دیں پروانہ ساں

آرے آناں از دو کوں آوارہ اند — دائماً غم پرور و غم خواہ اند

واں زناں مستمند ناتواں — ہمچو پروانہ بدورش پر زناں

ذوالجناح عشق از سر تا بدم — زیر بوسۂ آل عصمت گشت گم

نالۂ زینبؑ نمی آید بگوش

اندر اینجا رفتہ پنداری زہوش

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ وقت رخصت امامؑ مظلوم اہلحرمؑ ذوالجناح کا جو کہ صدر دروازہ خیام پر موجود تھا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ اور غمگین و اندوہ گیں صورت میں اہلحرمؑ ذوالجناح کے گرد جمع تھے۔ ذوالجناح امام حسینؑ سراپا مرکز محبت بنا ہوا تھا۔ اور اہلحرم اُسے بوسہ دے رہے تھے۔ حضرت زینب خاتون کی صدائے نالہ وگریہ گوش زد نہیں ہو رہی تھی کیونکہ امام حسینؑ نے متواتر صبر کی تلقین کی تھی پس ثانیٔ زہراؑ خموش اور سکتہ کے عالم میں تھیں۔ اہلحرمؑ اور مخدرات کے گریہ وبکا کی آواز سن کر سید سجاد علیہ السّلام نے سوال کیا تو حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا تمہارے بابا جان وداع آخر کے لیے خیمہ میں آئے ہیں بیمار کربلا نے جب سنا تو آپ اُٹھ کر بیٹھے اور زینبؑ خاتون نے سہارا دیا کہ حضرت امام حسینؑ تشریف لائے۔ ؎

شد طبیب دردمنداں یار عشق

بر سر بالیں آں بیمار عشق

کای طبیب دردہائی بیدوا حال تو چونست برگو ماجرا
تک ز جا خیز نبود وقت خواب حق سلامت میرساند گو جواب
ای علیؑ آوردہ ام از حق پیام بر تو من بعد از تحیات وسلام
کای اے علیل من تبارک بر تو باد خلعت شادی مبارک بر تو باد
مالک الملکی وسلطان جود مظہر من مظہر غیب وشہود
چوں پیام دوست بشنید آں علیل از زبان حق بدون جبرئیل
برکشود او دیدہ حق بین خویش دید حق را بر سر بالین خویش
احمدی برگشتہ از معراج قرب مر علیؑ را ہشتہ بر سر تاج قرب
خود پیام آوردہ خلاق جلیل خود پیغمبرؐ بر علیؑ خود جبرئیل
شد علیل حق بلند از جایگاہ بوسہ باران کرد خاکپائے شاہ
گفت کای درد وغمت درمان من ای فدائے درد عشقت جان من
دردمندے آئے خوشا بر حال او گر تو پرسی از کرم احوال او
گر تو پرسی حال بیماران غم پس گوارا باشد آن درد والم
چونکہ زنجیر تو را من تا بلم زیر این زنجیر خوش باشد دلم

من بزنجیر تو دارم افتخار
شیر حق را نیست از شمشیر عار

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ بیمار فرزند کے سرہانے اس طرح تشریف جیسے طبیب بیمار کے پاس آتا ہے فرمایا اے فرزند تمہارا کیا حال ہے کچھ تو اپنا ماجرا بیان کرو اس طرح سوال کیا جیسے طبیب بیمار سے بیماری کے متعلق سوال کرتا ہے۔ ذرا اپنی جگہ سے اٹھو تو سہی یہ وقت خواب نہیں ہے۔ تمہیں اللہ سلامت رکھے

کچھ تو جواب دو۔ اے علیؑ اے میرے فرزند میں تحیات وسلام کے بعد یہ پیغام حق لایا ہوں کہ خدا تجھ کو صاحب برکت قرار دے تجھے خوشیاں نصیب ہوں اور اے میری سلطنت امامت کے تاجدار اے سلطان جود وسخا اور اے عالم غیب وشہود، جب امام حسین علیہ السّلام کا کلام سید سجاد نے سنا۔ گویا کلام حق بغیر جبرئیل گوش زد ہوا تو سید سجادؑ نے آنکھیں کھولیں۔ قدرے ہوش آیا دیکھا سر بالیں امام حسینؑ موجود ہیں۔ امام حسینؑ نے خلاق عالم کا پیام سنایا جیسے پیغمبرؐ خدا۔ علیؑ کو کلام حق سنائیں۔ سید سجاد اٹھے اور خاکپائے امام حسینؑ نے بوسہ دیا گویا یہ عرض کیا اے دردمند خوشا نصیب تاکہ آپ نے احوال پرسی کی۔

پس امام حسین علیہ السّلام نے انگشتریٔ ولایت آپ کو پہنائی سینہ سے لگایا اور اسرار امامت ودیعت کئے۔ دردی الشیخ مجالس میں باسناد از محمد بن مسلم لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت صادق آل محمدؑ سے سوال کیا یابن رسول اللہ کہ وہ انگشتریٔ ولایت جو آپ کے جدّ نامدار کے ہاتھ میں تھی وہ کیا ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ انگشتری میراث پیغمبرؐ میں سے ہے وہ امام حسینؑ نے وقت وداع آخر اپنے وصی اپنے جانشین امام چہارم سید سجادؑ کو پہنا دی وہ مامور بر امامت ہوگئے وجعل فی اصبعہ خاتمہ وفوض الیہ امرہ کما فعلہ رسول اللہ یا امیر المؤمنین وفعل امیر المومنین بالحسن وفعلہ الحسن بالحسین اور اس انگشتریٔ مخصوصہ کو حضرت محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو بوقت وصایت پہنایا اور حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو اور امام حسنؑ نے حسینؑ کو"۔ پس اس طرح سب مامور بہ امامت ہوئے۔ اور امام حسینؑ نے سید سجاد کو اور سید سجادؑ نے اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو یہ

انگشتری پہنائی اور اب وہ انگشتری میرے پاس ہے اور میں اسے پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں ایک جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لیے گیا امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جب امام علیہ السّلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس انگشتری کی بھی زیارت کی۔ فرمایا کہ یہ وہی انگشتری ہے کہ جو روز عاشورا بوقت وداع آخر حضرت امام حسینؑ نے اپنے فرزند سید سجادؑ کو پہنائی تھی۔ غرض کہ امام حسینؑ نے اپنے بیمار کو گلے سے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ دیا۔ اور تلقین صبر کی۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا اے بیٹا کہ جب تم مدینہ واپس پہنچو تو میرے شیعو کو میرا سلام کہنا اور کہنا اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ ایرانی شاعر نے اس کی منظر کشی کی ہے ؎

اے ہمدمان مشفق وائے دوستان من
یاد آورید واقعۂ داستان من
از جوی دیدہ چشمۂ خونین روان کنید
از بہر آب دادن سرور دانِ من
زد آسمان عمامۂ خورشید بر زمین
آندم کہ گشت غرقۂ خون طیلسان من
پژمردہ شد زغم گُل صد برگ آفتاب
تا دید غرقہ خون رخ چوں ارغوان من
آب فرات سر بسر سنگ منیزند
دتیتکہ تشنہ لب شلہ لب گوہر فشان من

یعنی کہ شاعر بزبان حال امام حسین علیہ السّلام کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے شیعو سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میرے مشفق ہمدمو، اے دوستو میری داستان غم کو یاد کرو۔ اور اپنی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں کرو تاکہ میری تشنگی بجھ سکے۔ آسمان نے آفتاب جو بمنزلۂ عمامہ سماوی ہے۔ زمین پر ٹپک دیا ہے (یعنی یہ اشارہ اُس طرف ہے کہ روز عاشورا، آفتاب سوا نیزہ پر تھا) اس وقت "طیلسان" یعنی تحت الحنک پہننے والے امام غرق خون تھے۔ سورج مکھی پھول مرجھا گئے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے امام حسینؑ کا غرق خون چہرہ دیکھ لیا ہے۔ آب فرات سراسر سر ٹپک رہا ہے موجیں ساحل سے سر مار رہی ہیں اس وقت کہ جب حسینؑ کشتۂ تشنہ کام ہوئے۔ مقصد یہ ہے کہ جب تم آب سرد پیو تو امام حسینؑ کی پیاس یاد رکھو۔ اور امام پر اس وقت درود و سلام بھیجو اور یزید ملعون پر لعنت بھیجو۔

معرکۂ قتال میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کا دوبارہ آنا

چون بدشت کربلا سلطان دین — داد سلطانی بزین العابدین
چوں علی در ملک دین شد بادشاہ — عزم میدان کرد شاہ از خیمہ گاہ
ذوالجناح عشق را سلطان عشق — داد جولان روی در میدان عشق
آنچہ بودش در جہان پُر ملال — چشم و دل بربست حقّی از عیال
گفت زینب در وداع آخرین — حالت دیدم من از سلطان دین

شورِ عشقی انچنانش بود یا — کآشنا با ما بنوده گوئیا
ای خنک جانی کہ اندر وصل تاختن — فرع را بگذاشت سوی اصل تاختن
عقل گفت خواہرت بے محرم است — بگذار از دردی کہ درمانش کم است
عشق گفت محرمش ستار خوست — تو مشو پابست خود ناموس اوست
عقل گفت این ہمہ لشکر نگر — دستِ ہر یک نیزہ و خنجر نگر
عشق گفت ہر کہ خنجر میزند — مرغِ جانم در پیش پر میزند
عقل گفت این متانہ آرام جو — عشق گفت ہی بروہی کام جو
عقل گفت رو بسوی اہلِ بیتؑ — عشق گفت سوی میدان از ان کیت
عقل گفت آن بہ کہ چندی دم زدنی — بہر اکبر خیمہ ماتم زنی
عشق گفت مرکبت راہی مکن — دخترت را پائمال دی مکن
عشق گفت بی زیان وسود رو — در کنارش گیرد آما زود رو

عاقبت عشقش بر قتن رہنموں
گشت گفت انا الیہ راجعون

ماحصل اشعار یہ ہے کہ حضرت سلطان دنیا و دین حبیب سید سجادؑ کو وراثت سلطنت دنیہ سپرد کر چکے اور سید سجادؑ امام علی ابن الحسینؑ بادشاہ مُلک دین ہو گئے یعنی کہ مامور بہ امامت ہو گئے۔ تب شاہ مظلوم نے خیمہ گاہ سے عزم میدان جہاد کیا۔ ذوالجناح جو امام مظلوم کا مرکب تھا آپ کی محبت میں سرشار تھا اور اس نے میدان عشق میں تیز روی پر خود عشق سے داد حاصل کی چونکہ امام حسینؑ اس دنیا ناپائیدار میں پر مُلال تھے چشم و دل دونوں عیال سے ہٹا کر رب حقیقی کو سپرد کر دیتے تھے یعنی کہ امام حسینؑ کو ذات خدا کا عشق تھا اسی کی رضا و لقا

مطلوب تھی۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے وداع آخری کے موقعہ پر امام حسینؑ کی حالت دیکھی کہ آپ کو سوائے اللہ کے کسی کا عشق نہ تھا امام حسین علیہ السّلام کے پیش نظر وصل الٰہی ہی روح شہادت تھا۔ اس وقت عقل کہہ رہی تھی کہ اے حسینؑ تمہاری خواہر کا یہاں کوئی واقف کار نہیں یعنی سوائے آپ کے کوئی وارث نہیں ہے اس کا کوئی درماں نہیں ہے لیکن عشق الٰہی کا یہ تقاضا تھا کہ حسینؑ فرمارہے تھے کہ خدا اُس کا نگران ہے عقل کہہ رہی تھی کہ اس سارے لشکر (باطل) کو دیکھ کہ ہر ایک کے ہاتھ میں نیزہ و خنجر ہے نیزہ و خنجر پر بھی نگاہ رکھ۔ عشق کہہ رہا تھا کہ ان خنجروں کے لیے میں حاضر ہوں۔ عقل کہہ رہی تھی کہ سوئے اہل بیتؑ چل یعنی ان کی نگرانی و دلجوی کر مگر تقاضائے عشق تھا کہ سوئے میدان کارزار چل عقل کہہ رہی تھی کہ یہ بہتر ہے کہ چند لمحہ اہلحرم میں گزریں اور خیمہ میں ماتم علیؑ اکبر ہو عشق کہہ رہا تھا کہ جب قاسم نوشاہ بنے تو ان کی شادی ہی ان کا ماتم تھی۔ عقل کہہ رہی تھی کہ اے حسینؑ ذوالجناح کو جولان نہ کر ایسا نہ ہو کہ سکینہ آپ کی دختر جو سموں سے لپیٹی ہوئی ہے پائمال نہ ہو جائے عشق کہہ رہا تھا کہ بغیر نقصان و نفع چل۔ یعنی راہ عشق میں سود و زیان کا سوال نہیں ہے بلکہ عشق خدا تو راضی رضائے الٰہی رہنے کا نام ہے۔ اسی راہ عشق میں چل اور تیز رفتاری کے ساتھ چل چنانچہ عشق نے خود رہنمائی کی۔ فنا فی العطش ہو کر بتلا دیا کہ ہماری بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

فخرا ذوالجناح فطوی العرصۃ کانہا یطیر بالجناح وقد ملاہا من الصھیل و الصیاح۔ پس شہسوار میدان شہادت۔

رفرف نشین اوج شفاعت یعنی امام حسینؑ علیہ السلام نے اپنے مرکب کی عنان کی حرکت دی اور میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے انی وجہت وجھی للذی فطر السمٰوات ۔ یعنی خدا کی طرف رخ کیے ہوئے علائق دنیاوی سے موہنہ موڑے ہوئے فرمایا توتو کلت علی اللہ فھو حسبی ذوالجناح جولانی کے ساتھ میدان میں پہنچا لشکر اعدار نے دیکھا کہ حسینؑ دوبارہ میدان میں آگئے ہیں پس لشکر عمر بن سعد چاروں طرف سے امام حسینؑ پر ٹوٹ پڑا ۔ صاحب ریاض فرماتے ہیں کہ جب لشکر بے دین نے آپ پر حملہ کیا تو امام حسین نے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا ۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شدید قتال کیا ۔ اور برابر نصرت کا استغاثہ فرماتے رہے ھل من راحم یرحم آل رسول ہے کوئی رحم کرنے والا جو آل رسولؐ پر رحم کرے، و ھل من ناصر ینصرنا ہے کوئی جو ہماری مدد کرے یہ آواز امام مظلوم سب نے سنی آواز العطش العطش بھی سب ہی نے سنی اس وقت شمر ولد الحرام آیا اور کہنے لگا یا حسینؑ این انت، اے علیؑ کے فرزند تم نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ میں ایک گھونٹ پانی کے لیے ترس رہا ہوں اس ولد الحرام نے کہا محال ولکن ابشر بالنار والحمر أو شرب الحمیم نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ اردو ترجمہ کے لیے الفاظ ملتے ہیں کیا ترجمہ کروں اور کیا لکھوں امام حسین نے فرمایا اے بے حیا میں تو سردار جوانان جنان ہوں کوثر و سلسبیل ہمارے لیے ہے وہ ولد الحرام کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم کو میں ہی قتل کروں گا ۔ امام حسینؑ نے نفرین کی ۔

شیخ فخرالدین منتخب میں تحریر فرماتے ہیں فدنی الیہ شمرؒ برلۂ علی صدرہ

اس وقت حضرت نے فرمایا کہ تو کون ہے جو مجھے قتل کرنے آیا ہے ۔ وہ بدنہاد کہنے لگا کہ شمر ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قتل کرنا ہی ہے تو ایک گھونٹ پانی پلا دے تشنگی اور زخموں کی وجہ سے شدید تشنگی نے یہ حالت کر دی تھی کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی آنکھوں تلے اندھیر چھا گیا تھا ۔ اس پیاس کی حالت کے اثرات کو شاعر نے نظم کیا ہے ؎

فریاد کہ بیداد فلک جان مرا سوخت
کج بازئ گردوں دل بریان مرا سوخت
فریاد کہ اندر لب شط بہر کف آب
سوز عطش آمخر لب عطشان مرا سوخت
فریاد کہ جان میدہم و در حرم آخر
فریاد یتمان حرم جان مرا سوخت

یعنی کہ اے فلک ستم گار میری جان جل رہی ہے تشنگی نے سارا جسم سوخت کر دیا ہے اے گردونِ کج رفتار میرا دل جل رہا ہے ۔ فریاد، واحسرتا آخر دم اہلحرم کی صدائے شیون دل کو جلا رہی ہے ۔ فریاد کہ سامنے نہر فرات جاری ہے پانی کناروں کے اندر بہہ رہا ہے مگر لب تشنہ سوز عطش سے تڑپ رہا ہے یعنی کوئی پانی پینے کو نہیں دیا اللہ اللہ ساقی کوثر کا فرزند اور لب فرات پیاسا ہے ۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا اے حسینؑ اما تری الی الفرات کانہ بطون الحیات واللہ لا تذوقہ او یموت عطشاء آیا اے حسینؑ فرات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ بہہ رہا ہے ۔ تمہیں ایک گھونٹ پانی نہیں دیں گے یہاں تک کہ پیاسے مر جاؤ ۔ امام حسینؑ نے اس ملعون پر

نفرین کی خدایا اس کو پیاسا مارنا۔ دعاء امام مظلوم باب اجابت پر پہنچی۔ قبول ہوئی اور اس ملعون کو پیاس لگی جسقدر وہ ملعون پانی پیتا تھا اسی قدر اس کو پیاس محسوس ہوتی تھی یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے پیاس نہ بجھی اور وہ فی النار ہوگیا اور وہ کہتا تھا قتلنی العطش کہ پیاس نے مجھے قتل کر دیا۔ فی الریاض ثم استقرت همته العالیة علی ان یستطرق الی الفرات و یطلب الماء و ان فارقته فی طلبه الحیٰوة۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام ہمّت کر کے فرات کی طرف تشریف لے گئے کہ پانی حاصل کریں اور نہر فرات کو اپنے تصرف میں لائیں جنگ صفین کے موقعہ پر بھی فرات پر قبضہ ہو چکا تھا بار دیگر اس واقعہ کو سنیئے کہ حنین کے موقعہ پر امام حسین علیہ السلام نے فرات پر معاویہ کے بالمقابل تصرّف حاصل کر لیا تھا فشد علیهم بالفوج المقاتل بالسمهری الذاهل وهو یهمهم کالاسد کالاسد یعنی کہ سردر و ناز بوستان ابتلا، شیر بیشۂ شجاعت اسد اللہ حسین سبط مصطفےٰ اجنگ صفین میں جعفر طیّار کا نیزہ حظی آیدا لے کر مثل موسیٰ قوم طغیان آثار کی طرف جھپٹے اور نہر فرات کے کنارے پہنچے۔ اس وقت آپ تنہا تھے اپنا لشکر ساتھ نہ تھا فا عن المشرعة بالصولة الحیدریة والسورة الغضنفریّة والشجاعة الحسینیة۔ سبحان اللہ۔ حضرت امام حسینؑ مثل حیدر کرّار غضنفرو منصور شان سے نہر فرات پر پہنچے اور اپنی شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ پس دلیری کسی نے نہیں دکھائی ؂

یا بن النبی یا بن الوصی اخا الزکی یا بن الزکیة

لله کم فی کربلاء لك شنشات حیدریة

اے فرزند نبیؐ، اے فرزند علی مرتضیٰ وصیٔ نبیؐ اور اے برادر حسن الزکی اور اے زکیہ، طاہرہ صدیقہ۔ زہرا، فاطمہ بنت رسول اللہ کے فرزند۔ برائے خدا اپنے دشمنوں کو شجاعت حیدریہ دکھلائیے۔ عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو سخت وسست کہا کہ حسینؑ کو نہر فرات پر نہ آنے دو ایسا نہ ہو کہ حسینؑ اپنے لب تر کریں۔ اگر حسینؑ نے پانی پی لیا تو پھر وہ تنہا سارے لشکر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اس وقت لشکر باطل میں ایک شور برپا ہوگیا۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ لشکر کوفہ و شام میں جہنّم کے مسافروں کو ویزہ مل رہا ہے۔ اور وہ ذوالفقار کی تیز دھار سے گزر کر زیر پل صراط جہنم میں داخل ہو رہے ہیں۔

یسبح ذو الجناح فی غمرات

بحر الکفاح کالتمساح

ذوالجناح امام حسین علیہ السلام گھڑیال (ناکہ) کی طرح دریا میں غوطہ لگاتا اور کشتی حیات ملاعین کو الٹ دیتا تھا۔ مؤلف کے والد مرحوم صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں۔

فعند ذٰلك زلزلت الارض زلزالها

وابنهر القوم و قالوا ما لها

ذوالفقار حیدری نے کنارِ نہر فرات خون کا سیلاب جاری کر دیا تھا۔ قوم بدنہاد کو راہ فرار نہ ملتی تھی۔ علاّمہ مجلسیؒ کتاب بحار میں محمد ابن ابی طالب سے نقل فرماتے ہیں کہ فلما حمل بفرسه علی الفرات حملوا علیه باجمعهم یعنی ہر چند کہ امام حسینؑ نے لشکر باطل کو فرات سے دور کیا۔ لیکن بار بار ملاعین شور و غل مچاتے اور مل کر آپ پر حملہ ور ہوتے تھے۔ آخر کار غیرت حسینی جوش میں

آئی اور حملہ کرکے لشکر کو پراگندہ کردیا۔ اور پھر کسی کو آپ کے نزدیک آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ وکشفھم عن المشرعة ونزل علی الفرات کہ امام حسین علیہ السّلام نہر فرات پر پہنچے۔ اے دوستو اس وقت نہر فرات کی موجیں ساحل سے سر ٹکرا رہی تھیں کہ ساقی کوثر کے فرزند ہر بندش آب ہے۔ علی اصغرؑ پیاسا مارا گیا علی اکبرؑ پیلے سے شہید ہو گئے عباس علمدار کے شانے قطع ہو گئے۔ واحسرتا سکینہ پیاسی ہے۔ اس وقت امام حسینؑ نے پانی کو دیکھ کر ایک آہ جان سوز کھینچی اور فرمایا۔ ے

با آنکہ ہست آب تو جان پرور اے فرات

دلہا بود ز آب تو جان پرور الفرات

سیراب از تو عالم و اندر کنار تو

جان دادہ اکبرؑ و ہم اصغرؑ اے فرات

طفلان بخیمہ تشنہ و تو سرد خوشگوار

جان میدہند دختر ہم خواہر اے فرات

یعنی کہ امام حسینؑ علیہ السّلام نے فرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نہر فرات تیرا پانی تو جان پرور ہے باعث حیات ہے۔ لوگوں کے دل تیرے پانی سے زندہ ہیں کیونکہ بغیر آب دل کباب ہو جاتا ہے دنیا تجھ سے سیراب ہوتی ہے لیکن میرے علی اکبرؑ اور علی اصغرؑ تشنگی کی حالت میں جان دیدی۔ واحسرتا میرے خیمہ میں بچے پیاس سے بلک رہے ہیں اور اے فرات تیرے کناروں میں آب سرد رواں ہے۔ اسی پانی کی خاطر میری دختر سکینہؑ اور میری بہن زینبؑ کے لبوں پر جان آئی ہے۔ فلما ولغ الفرس براسہ لیشرب ذوالجناح

بھی تین شب و روز سے پیاسا تھا۔ حضرت امام حسینؑ نے لجام فرس چھوڑ دی اور فرمایا اے ذوالجناح تو پیاسا پانی پی لے جب ذوالجناح نے آپ کا یہ کلام سنا شال راسہ ولم یشرب۔ اپنا سر بلند کیا اور پانی سے موہنہ اٹھا لیا مطلب یہ تھا کہ حسینؑ سکینہ پیاسے تھے میں کیوں کر پانی پی لوں۔

رباعی

ما آب شور بستہ بتو کو تیان فرات

ان فرق بین کہ باثر مہر و کیں بود

این شرط دوستی است کہ او تشنہ لب شہید

ما را لکام شربت ما معین بود

یعنی کہ اے کوفیو ہمیں آب شور اور تمہیں فرات۔ یہ فرق مہر و دشمنی کی بناء سے چونکہ دوستدار آل رسولؐ ہیں امام حسینؑ تشنہ لب شہید ہو گئے ہمیں کیا تعلق اگر پانی جاری ہو۔ بہر حال حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ ذوالجناح نے پانی نہیں پیا۔ فرمایا اے گھوڑے اشرب وانا اشرب کہ اے ذوالجناح تو پانی پی لے میں بھی پیتا ہوں پس ہی امام حسینؑ نے پانی چلو میں لیا۔ اور چاہا کہ موہنہ تک لیجائیں لیکن واحسرتا پانی آپ کے دہن مبارک تک نہیں پہنچا فرماہ بسھم فشك شدقہ کہ بنی کلب کے قبیلہ کے ایک ملعون نے حضرت امام حسینؑ کی طرف تیر رہا کیا۔ کہ امام مظلوم کے لبان مبارک سے خون جاری ہوا اور آپ پانی نہ پی سکے۔ تیر نے کسقدر دہن مبارک پر اثر کیا میں اس کو الفاظ میں پیش نہیں کر سکتا خود تصور کریں۔ صاحب روضتین نقل

کرتے ہیں کہ حضرت نے تیر باہر کھینچا اور فرمایا کہ خدایا تو ہی پناہ دینے والا ہے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امام حسین علیہ السّلام کے پانی نہ پینے کی تین وجہ بیان کی گئی ہیں ایک تو یہی کہ تیر لگا اور لباسِ مبارک سے خون جاری ہوگیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے از خود پانی نہیں پیا کیونکہ اہلحرم پیاسے تھے تیسری وجہ یہ ہے کہ لشکرِ شام نے شور مچا دیا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو اور فوج خیام پر حملہ کر رہی ہے حضرت نے پانی نہیں پیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے اتمامِ حجّت کے لیے پانی چلّو میں لیا تھا۔ مقصود نہ تھا۔ جب امام حسینؑ نے سنا کہ پُر جفا خیام پہ حملہ کر دیا ہے آپ خیام واپس آئے۔ حالانکہ اس وقت تک خیام پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا امام حسینؑ نے سکینہ خاتون سے فرمایا تھا کہ میں تیرے لیے پانی لاتا ہوں جب آپ نہرِ فرات سے خیمہ میں واپس تشریف لائے تو سکینہ خاتون نے سوال کیا

بابا کیا آپ پانی لائے ہیں۔

بموقع جنگ صفّین امام حسینؑ کا نہرِ فرات پر تصرّف

جب شاہ جرعہ نوش بادۂ لذّۃٌ للشاربین امیرالمومنین ساقیٔ کوثر صفّین میں معاویہ سے جنگ کرنے تشریف لے گئے تو آپ کے لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی فرات پر معاویہ کا لشکر پہنچ چکا تھا اور لشکرِ امیرالمومنین پر پانی بند کر دیا تھا نہرِ فرات پہ پہرہ تھا کہ لشکرِ امیرِ حق میں پانی نہ پہنچنے پائے۔

جب حضرت امیرالمومنین اور آپ کا لشکر پہنچا اور پانی پر بندش دیکھی تو فوج نے حضرت علیؑ سے پانی ملنے کی بابت عرض کیا۔ اس وقت حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی نظرِ انتخاب اپنے فرزند حسینؑ خوش اطوار پہ پڑی کہ فرات سے پانی لانے کا انتظام کریں پانی لائیں خدا کی شان ایک دن حسینؑ فرات سے پانی لانے پر مامور ہوئے اور ایک دن ایسا آیا کہ کربلا میں نہرِ فرات سے پیاسے نکل آئے۔ فرات پر معاویہ کا لشکر پڑا ہوا تھا کہ حضرت امام حسینؑ کو حکم ملا کہ فرات پہ علمِ اسلام لہراؤ۔ بندش کو توڑ دو ؎

سپاہی گزیں کن زیاران من — زیاران وز جان نثاران من
سبک کن عنان و گردان کن رکاب — برو بر لبِ رود و برگیر آب
اگر دشمن دون ستیز آورند — بکن حملہ تا خود گریز آورند
حسینؑ نورِ چشم و دل فاطمہؑ — فرو زندۂ محمل فاطمہؑ
چو بشنید از باب خود ایں سخن — ز جا جست برداشت تیغ و مجن
چو کوہی بگردانند پا در رکاب — فروزاں شد از برج شیر آفتاب
تو گفتی علی شاہ گیتی پناہ — رود سوئے بیر العلم با سپاہ
ہزار از سواران شمشیر زن — ہمراہ شہزادہ موتمن
نہادند رخ سوئے نہرِ فرات — فرات از قدوم حسینؑ گشت مات
بیک حملۂ شاہ لشکر شکن — گریزان شد آں فوج روباہ فن

پس کشتہ افتادہ خون شد روان
تن کشتہ ماہی در خون بھر آن

امام حسین کو حکم ملا کہ اصحاب میں سے فوج ترتیب دو یاران جان نثار ساتھ

لو۔ سبک عنان اور سخت رکاب فرس ہمراہ لو اور بہ عجلت تمام نہر فرات پر جاؤ۔ اگر دشمن جنگ کریں تو تم بھی ان پر حملہ کرو پس حکم کا ملنا تھا کہ حسینؑ شمع بزم فاطمہؑ، آرام دل فاطمہؑ نے سنا تو تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے۔ تلوار و ڈھال سنبھالی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ لوگ سمجھے کہ علیؑ ولی بیر العلم میں جا رہے ہیں امام حسینؑ ہزار سوار شمشیر زن لے کر سوئے فرات چلے جب فرات پر پہنچے تو فرات قدم شاہ زمن سے کشت زار بن گئی۔ سبزے میں شاد آئی، پھولوں میں شگفتی پیدا ہو گئی۔ امام حسینؑ کے ایک ہی حملہ میں معاویہ شاہی لشکر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ لشکر شام نے فرار کر کے بزرگوں کے نقش قدم کو ابھار دیا۔ اکثر لشکری قتل ہوئے اور کنار نہر خون کی ندی جاری ہو گی۔

فرات پر امام حسینؑ کو تصرّف حاصل ہو گیا۔ اور پیاسوں کو سیراب کیا۔ اصحاب نے فوراً ہی حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی خبر پہنچی کہ حسینؑ نے فرات فتح کر لی ہے اب فرات پر حسینی تصرّف ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے سنا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اصحاب نے عرض کیا مولی خوش ہونے کا مقام ہے کہ خداوند عالم نے حسینؑ کو فرات پر تصرّف عطا کیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ آج فرات پر حسینؑ کا قبضہ ہے لوگوں کو حسین آب فرات سے سیراب کر رہا ہے کوفیوں کو پانی پلا رہا ہے اور زمانہ آئے گا کہ نہر فرات پر حسینؑ اور حسین کے اہلحرم اور لشکر پیاسا رہے گا کوئی پانی بند کر دیں گے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ امام حسینؑ نے چلو میں پانی لیا مگر ایک ظالم نے تیر مارا اور لب ہائے مبارک زخمی ہوئے پانی خون آلودہ ہو گیا اور حسینؑ پیاسے بھی رہے۔ لیکن پھر بھی آپ نے جہاد فرمایا۔ امام حسینؑ باوجودیکہ زخمی تھے، پیاسے

تھے مگر جنگ فرما رہے تھے۔ اس وقت ملائکہ غرفوں سے امام کا جہاد دیکھ رہے ہے۔

سماواتیاں چشم پُر خون ہمہ سراز غرفہ ہا کردہ بیروں ہمہ
حجابی کہ پیش نظر داشتند ز پیش نظر پردہ برداشتند
یکی زار برحال شہ میگریست کہ یارب مکافات این ظلم چیست
کشید آن یکی نالۂ دردناک کہ شاہ لب تشنہ روحی فداک
یکی گفتی اے صد چو من چاکرت چہ شد قاسمت کو علیؑ اکبرت
یکی گفتی اندر چنیں رزمگاہ کہ دیداست شاہی چنیں بے سپاہ
یکی گفتی اے داور داد گر گزشتہ است فرزند خیر البشرؐ
یکی در فغان کای خدای حسینؑ ببین شورش کربلای حسینؑ
یکی نوحہ کرد از ملائک مگر علی زین حکایت ندارد خبر
کہ تنہاست فرزند نام آورش زنی چند معجر سیہ لشکرش
یکی گفت اے خیل کروبیان ندارد خبر فاطمہؑ در جنان
یکی گفت اے کردگار مجید چہ تقصیر دارد حسینؑ شہید

ندارد در این بیکسی جز تو کس
بفریاد این شاہ بیکس برس

یعنی کہ آسمانی مخلوق یعنی فرشتے غرفوں سے دیکھ رہے تھے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے تھے۔ کوئی حال زار شاہ پر رو رہا تھا کہہ رہا تھا پروردگار عالم اس ظلم و ستم کا کوئی بدلہ ہے مطلب یہ تھا کہ ظلم و ستم اسقدر شدید تھے کہ بظاہر ان کا بدلہ سمجھ میں نہیں

آتا تھا۔ کوئی نالۂ دردناک کھینچ رہا تھا کوئی کہہ رہا تھا کہ ہماری روح آپ پر فدا ہو۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ہم جیسے سیکڑوں آپ کے خادم ہیں آپ کا قاسمؑ کہاں ہے اور آپ کے علی اکبر کہاں ہیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ تماشہ ایسا کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ دادا گر حقیقی اے خداوند عالم حسین گزرا ہوا ہے یہ کربلا میں کیسی شورش ہے۔ کوئی ملک کہہ رہا تھا کیا اس واقعہ کی خبر علیؑ کو نہیں ہے؟ کہ ان کا فرزند نامور یکہ و تنہا ہے اس کے اہلحرم ان کی پردہ دار عورات ہیں اور دوسری طرف ظلم و ستم ہے کوئی رہا تھا کیا جنت میں فاطمہؑ زہرا کو اس کی خبر نہیں ہے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار حسینؑ کا جرم کیا ہے؟ یہ مقصد تھا کہ حسینؑ بے خطا و بے جرم مارا جا رہا ہے۔ اے پروردگار تو ہی بیکسوں کا والی۔ غریبوں کا حامی ہے تیرے سوا کوئی دوسرا مددگار نہیں ہے تو ان بیکسوں کی مدد کو پہنچ۔

امام حسینؑ نے جنگ سے ہاتھ روکا۔ اور اس قوم جفا شعار نے آپ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ تیر و تبر، نیزہ، تلواریں میدان میں اس طرح چمکنے لگیں کہ زمین پر ان کا سایہ ہو گیا۔ گویا آسمان نظر نہ آتا تھا ناخدائے کشتی نجات سیلاب ظلم میں پھنس گیا قوت جواب دے گئی۔ السید اپنی کتاب لہوف میں رقمطراز ہیں کہ ایک نامرد ملعون نے کہ جس کا نام صالح بن وہب تھا ایک نیزہ حضرت کے مارا اور آپ زمین پر گر پڑے اور فرمایا۔ بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ آہ، و اغربتاہ

ماہی صفت آن غریب محزون
زد غوطہ میان دجلۂ خون

دردا کہ بنود بر سر اُو — زہرائی جمیدہ مادر اُو
تا بر سر او فغان نماید — خون گرید و گیسوان کشاید
گوید بفغان و آہ و شیون — فرزند عزیز پرور من
صد پارہ میان خاک چونی — چونی مادرت فدایت چونی
ای تازہ نہال باغ فاطمہؑ — اے روشنی چراغ زہراؑ
شب بر سر گاہوارۂ تو — بودم گرم نظارۂ تو
نگذاشتم ای عزیز مادر — از گریہ تو را جبین شود تر
راضی نشدم بجسم پرورد — از باد رسد بکاکلت گرد

اکنون بچہ رو کنم شکایت
یک پیکر و این ہمہ جراحت

یعنی کہ مثل ماہی امام حسینؑ دجلۂ خون میں غوطہ زن تھے یعنی کہ اسقدر خون میں غرق تھے جیسے کہ کوئی شخص دریا سے نکلے اور اس کے بدن پر پانی ہوتا ہے افسوس کہ حسینؑ کے سر پر نہ ماں ہے اور نہ باپ زندہ ہے فاطمہ زہرا نعان کرتی ہوئی فردوس سے آئی۔ کہ اے میرے پیارے بیٹے اور میری گود کے پلے ہوئے نور نظر۔ اے باغ زہرا کے نونہال اور اے روشن چراغ فاطمہؑ۔ میں نے گہوارہ میں بھی تیری شان دیکھی ہے کہ جبرئیل گہوارہ جنبانی کرتا ہے میں تجھے چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں میں کس طرح دیکھوں کہ تیری زلفیں گرد میں آئی ہوئی ہیں میں کس سے شکایت کروں کس کی طرف دیکھوں۔ سب ہی تو تیرے دشمن ہیں جو محاصرہ کئے ہوئے ہیں ایک حسینؑ ہے تو لا تعداد جراحت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ زینب خاتون سے کہتی ہوئی نکلیں اے بھائی زینب کا پردہ تجھ سے تھا۔ جب تو ہی نہ رہا تو پردہ کیسے رہے گا۔

کس ضربت سے امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے؟

کتب احادیث و مقاتل میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام روز عاشورا کس ضربت سے زمین پر تشریف لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلوے امام حسینؑ پر ایک ملعون نے نیزے سے وار کیا جس کی وجہ سے آپ زین سے زمین پر گرے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؑ کے گلوے مبارک پر تیر لگا اور پھر آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور زمین پر تشریف لائے۔ مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ صالح بن وہب نے امام مظلوم پر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گرے الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ تیر آپ کے گلوے مبارک پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ اللّٰھم انك تریٰ ما تصنع بولد نبیك۔ پروردگارا تو گواہ ہے اور دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے تیرے نبی کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے امام حسینؑ حالت کارزار میں مناجات فرما رہے تھے فرمی بسھم فوقع فی نحرہ وخرعن فرسہ۔ کہ تیر گلوے مبارک پر لگا اور امام مظلوم زین سے زمین پر گرے ؎

بلند مرتبہ شاہی ز صدر زین افتاد
اگر غلط نکنم عرش بر زمین افتاد

یعنی کہ امام حسینؑ زمین پر کیا گرے عرش الٰہی زمین پر گرا جب آپ زمین پر تشریف

لائے اور پیشانی کو بائیں جانب سے خاک پر رکھا ؎

کسی نبود ببالین آن امامؑ زمن
زمین گرفت سر بیکسش بردامن

یعنی کہ کوئی شخص آپ کے سرہانے موجود نہ تھا کہ جب آپ زمین پر گرے ہیں اس بیکس و مظلوم کے سر کو خود زمین نے اپنے دامن پر لے لیا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسینؑ کے چہرہ پر نظر کی اور بے ساختہ گریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کانی انظر الیہ وقد رمی بسھم فخر عن فرسہ صریعا کہ یہ تحقیق میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ کے گلوے ناز نین پر تیر لگا ہے اور حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرا ہے۔ یذبح کما یذبح الکبش مظلوماً۔ بعدہٗ اس کے بدن کو پارہ پارہ کیا ہے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور اس طرح ذبح کیا ہے جیسے کسی جنگی تشا خدار یا مینڈھے کو ذبح کرتے ہیں ؎

بکربلا چو نظر میکنم بدیدۂ تر — دو کون را ہمہ پر انقلاب می بینم
تنی کہ گیسوے زہراش سائبان بودی — بخون طپان شدہ در آفتاب می بینم
رسیدہ تیر بحلقش کشیدہ اندر خون — تن و سر پسر بوترابؑ می بینم

سرش بریدہ و پہلو دریدہ دل مجروح
زبان حیان دہانش کباب می بینم

یعنی کہ جب میں روتا ہوا کربلا پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے کون و مکان میں انقلاب نظر آتا ہے وہ جسم مبارک کہ جس پر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گیسوے غیر سرشت کا سایہ تھا دھوپ کی حالت میں خاک و خون میں غلطاں نظر آتا ہے

امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر پیوست ہے حسینؑ تیر کھینچ رہے ہیں میں آپ کا جسد مبارک اور سر دیکھ رہا ہوں خدا جانے کہ امام حسینؑ نے کیونکر تیر کھینچا۔ آپ سر کٹا ہوا۔ پہلو شکستہ، دل مجروح اور زبان مثل کباب سوختہ دیکھ رہا ہوں آنحضرتؑ نے اس ذکر کے بعد مزید گریہ فرمایا اے شیعو تم بھی رسولخداؐ کا ساتھ دو غم حسینؑ میں فاطمہ زہراؑ رو رہی ہیں اے مومنات تم بھی آنسو بہاؤ غم حسینؑ میں علیؑ روئے تم بھی اے دوستو حسینؑ پر آنسو بہاؤ۔ غم حسینؑ میں سبز قبا روئے تم بھی حسینؑ مظلوم پر گریہ کرو۔

شیخ فخر الدین اور لوط ابن یحییٰ اور ابی مخنف اپنے مقتل میں امام عالیمقام کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ پر ضعف نے غلبہ کیا تو خولی ملعون نے تیر امام حسینؑ کی طرف رہا کیا پس تیر کا امام حسینؑ کے لگنا تھا کہ اسی دم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور امام حسینؑ پر غش طاری ہو گیا۔ خدا جانے کہ وہ حالت غشی تھی یا کوئی حالت خاصہ تھی، کہ امام حسینؑ نے اسی حالت میں خدائے تعالیٰ سے راز و نیاز اور عرض حاجات قائم کیا۔ امام حسینؑ کی حاجات بصورت نظم یہ ہیں ے

ہر دم ہزار شکر تو اے داور حسینؑ   کامد باستان تو لائق سر حسینؑ
این وقت جان سپردن واین شمر و خنجرش   پس موج شط واین لب از خون تر حسینؑ

این جسم پارہ پارہ واین آفتاب گرم
این ضرب سُم مرکب واین پیکر حسینؑ

یعنی کہ امام حسینؑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا پروردگارا تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ حسینؑ اپنا سر تیری بارگاہ میں نذر کر رہا ہے میرا سر تیری جناب میں نذر ہونے

کے لائق ہو گیا۔ یہ وقت کہ تجھے اپنی جان سپرد کروں اور یہ وقت کہ شمر لعین خنجر بکف موجود ہے نہر فرات موج زن ہے مگر حسینؑ تشنہ لب کے لب خون سے تر ہیں میرا یہ جسم پارہ پارہ اور یہ تپش آفتاب یہ گھوڑوں کے سموں کی ضرب اور پائمالی جسد حسینؑ۔ واحسرتا لاش مبارک پائمال سُم اسپاں ہوئی۔ اس وقت خیام اہلحرم میں صدائے شور و شیون بلند ہوئی بیبیاں وامحمداہ واعلیاہ کی آواز دے رہی تھیں۔ واحسیناہ کا ماتم ہو رہا تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ ان دونوں اقوال میں سے سید ابن طاؤس کا قول زیادہ صحیح ہے کہ فرزند فاطمہؑ زہرا، خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے کثرت زخم ہا اور ضعف کی وجہ سے لجام فرس چھوٹ گئی اور تیر گلوئے مبارک پر لگا اور آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر گرے اور اسی طرح علامہ مجلسیؒ نے بحار میں تحریر فرمایا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین آپ کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بارے میں یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ آپ قصداً اپنے ارادہ سے زمین پر نہیں گرے بلکہ آپ اس طرح زخمی ہوئے تھے کہ گھوڑے پر سنبھلا ممکن نہ تھا پس آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے چنانچہ صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ از روئے قصد و ارادہ خود گھوڑے سے زمین پر نہیں گرے۔ آپ کے ضعف اور زخموں سے خستگی دیکھ کر ملاعین نے امام عالیمقام کو گھوڑے سے زمین پر اتار لیا تاکہ آپ کو قتل کریں۔

یہ بدلائل و براہین ثابت ہے کہ امام حسینؑ کو تیر لگنے کے بعد ذوالجناح سے اتارا گیا ہے کیونکہ لشکر عمر ابن سعد کے درندے امام مظلوم کی حالت زخم دیکھ کر جانتے تھے کہ اب حسینؑ کی قوت جواب دے چکی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک

ایک امر واقعہ ہے کہ چونکہ جہاد امر ربیؐ سے تھا۔ اور آپ پر حاجت اور اس کے وجوب کے پیش نظر امام حسین علیہ السلام نے جہاد کی تمام رعایتوں کو مدنظر رکھا ہے تاکہ جب تک جان ہے کہ آپ اپنے قصد وارادہ کے ساتھ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں کہ وعدہ طفلی وفا ہو سکے۔ ؎

ہاتف زد ندا کہ دوست ترا　　خوانده مهمان بصد شتاب بیا
گفت جبرئیل کای ز روز ازل　　نام تو زیب ہر کتاب بیا
مصطفیؐ گفت کای بجسم جان　　شده دل در غمت کباب بیا
مرتضیٰ گفت پیکرت مجروح　　کشته از زخم بے حساب بیا
گفت زہراؑ کہ جسم مجروت　　تا نسوزد در آفتاب بیا
شد سکینہؑ برون ز خیمہ وگفت　　حرمت بین در اضطراب بیا
سر ز بستر گرفت عابدؑ وگفت
ز آتش تپ شدم کباب بیا

یعنی کہ غیبی آواز آئی کہ تجھ کو دوست نے بلایا ہے اے بزرگ ومعزز جلد آ۔ جبرئیل امیں نے کہا کہ روز ازل سے تیرا نام ہر ایک کتاب کی زینت۔ جلد آ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے تن کی جان تیرے غم میں جل کباب ہو گیا ہے جلد آ، علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ مجروح وزخمی پیکر تیرے زخم ہا بے حساب سے میں کشتہ ہو رہا ہوں جلد آ، سیدہ عالمینؑ نے فرمایا کہ جلد آ ایسا نہ ہو کہ آفتاب کی تپش میں تیرا جسم مجروح جلتا رہے۔ سکینہ خاتون نے خیمہ سے باہر نکل کر کہا کہ اے بابا جان میں پانی نہ مانگوں گی آپ جلد آئیے۔ زینبؑ خاتون نے دل سے آہ کھینچی۔ فغاں کی اور کہا اپنے اہل حرم کو دیکھ کہ وہ اضطراب میں ہیں بھیا جلد آئیے

سید سجادؑ نے بستر سے سر اٹھایا اور کہا اے بابا بخار کی شدت سے میں مثل کباب جل رہا ہوں آئیے جلد آئیے۔ فلما سمعہ الامامؑ کف عن الاھتمام وجعل السیف فی الغلاف وترك المصارف ونزل من ذوالجناح واستسلم الی الرواح الی ان استشھد۔ پس جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی ہاتھ جنگ وجدال سے روک لیا۔ اور یکدم لشکر عمر ابن سعد ملعون نے یورش کی چاروں طرف سے حملہ کیا امام مظلوم اسقدر زخمی ہو گئے زمین پر تشریف لائے اور جان۔ جان آفرین کو سپرد کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ از خود گھوڑے سے زمین پر اترے ہیں تاکہ وعدہ وفائی جلد ہو سکے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام مظلوم از خود اپنے قصد وارادہ سے گھوڑے سے زمین پر آئے ہیں۔

روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے گھوڑے سے زمین پر گرے

اِس امر میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آیا امام حسینؑ روز عاشوراء محرم گھوڑے سے بصورت راست گرے ہیں یا بصورت چپ؟ بعض متکلمین اس خیال پر پختہ ہیں کہ آپ از طرف چپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ دائیں جانب پہلو سے گرے ہیں مرحوم سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں علی خدہ الایمن کہ آپ بصورت راست زمین پر گرے ہیں لیکن بعدہٗ آپ کھڑے ہوئے۔ لیکن شیخ صدوقؒ اپنی کتاب امالی میں فرماتے ہیں

کہ فخر صریعا علی خدہ الا یسر۔ یعنی تیر لگنے کے بعد آپ گھوڑے سے بصورت چپ زمین پر گرے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا زمین پر گرنا متعدد بار ہوا ہے۔ ایک مرتبہ آپ داہنے رخسار کے بھل زمین پر گرے اور پھر کھڑے ہوئے دوسری مرتبہ بائیں رخسار کے بھل گرے اور پھر کھڑے ہوئے اور تیسری اس طرح گرے جیسے کوئی سجدہ میں ہوتا ہے۔ کتاب لہوف میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام زمین پر بصورت راکع گرے ہیں اور جناب زینب خاتون کو بھائی کے گرنے کی خبر ہوئی تو خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد کر رہی تھیں واأخاہ واسیداہ واھل بیتاہ۔ بروایت محمد ابن ابی طالب کہ جیسے علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کہ جب آپ پر بیٹھ گئے تو آپ نے تیر نکالا جو آپ کے گلوے مبارک پر لگا تھا۔ عمر ابن سعد ملعون بھی قتل گاہ میں موجود تھا اس پر جناب زینبؑ کی نگاہ پڑی فرمایا۔ ایقتل ابوعبداللہ وانت تنظر الیہ۔ یعنی اے عمر بن سعد تو دیکھ رہا ہے اور حسینؑ قتل ہو رہے ہیں۔ کیا تو قریش سے نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ حسینؑ فرزند رسولؐ خدا ہیں فاطمہؑ زہرا کے دلبند ہیں۔ یہ سن کر اس بدنہاد نے موہنہ پھیر لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے جب بہن کی آواز سنی تو فرمایا اختی لقد کسرت قلبی ارجعی الی الخیمۃ اے بہن دل شکستہ نہ ہو خیمہ میں چلی جاؤ۔

خواہر برو تا زیر شمشیر نہ بینی
ہمیں ساعت بہ گرمی نشینی

یعنی کہ اے بہن خیمہ میں چلے جاؤ تا کہ زیر شمشیر مجھے نہ دیکھ سکو میں اسی ساعت

ہم آغوش شہادت ہونے والا ہوں۔

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ہی امام مظلوم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے فوراً ہی حضرت زینبؑ خاتون خیمہ سے باہر نکل آئیں اور روتی ہوئی قتلگاہ پہنچی ہیں چنانچہ مرحوم السید اور مجلسیؒ و محمد ابن ابی طالب الموسوی فرماتے ہیں کہ فخرجت زینب من باب الفسطاط الخ زینبؑ خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ لیکن صاحب کتاب ریاض فرماتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خاتون خیمہ سے باہر آئیں تھیں۔ امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کا علم آپ کو کس طرح ہوا اس پر کئی دلائل قائم ہو سکتے ہیں اولاً یہ کہ آپ عالمہ غیر معلمہ میں آپ باطنی طور پر علم رکھتی تھیں اور باطناً دیکھ رہی تھی پس آپ علم ذاتی کی بنا پر علم ہوا کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر آ گئے ہیں۔ دوم یہ کہ آپ کو حضرت امام حسینؑ سے اسقدر تعلق اور لگاؤ تھا کہ گویا فنا فی الحسینؑ تھیں جیسا کہ حضرت علیؑ فنا فی الرسولؐ تھے اسی طرح زینب خاتون فنا فی الحسینؑ تھیں جو زخم امام عالیمقام پر لگتا زینبؑ اس سے باخبر ہوتی تھیں اور باوجودیکہ بیحواسی کی حالت تھی مگر اس بیحواسی میں بھی تمام تر حواس مرکز الفت امام حسینؑ تھے پوری توجہ امام حسینؑ کی طرف رہتی تھی آپ نے خیمہ میں امام حسینؑ سے یہ سنا کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ وباللہ وفی سبیل اللہ۔ جانتی تھیں کہ بھائی شہید ہوں گے حالانکہ بسم اللہ وباللہ وفی سبیل اللہ۔ ایک دعا ہے جو بوقت قربانی پڑھی جاتی ہے۔ پس آپ نے اس دعا سے اندازہ فرمالیا کہ اب حسینؑ شہید ہو جائیں گے علاوہ ازیں امام عالیمقام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کے بعد لشکر عمر ابن سعد

ملعون میں کوئی اور شامی لوگوں نے خوشی کے نعرۂ تکبیر بلند کیے۔ جس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ حسینؑ اب گھوڑے پر سوار نہیں ہیں بلکہ راکب دوش رسولؐ خدا اب زمین گرم پر پڑا ہے۔ زینبؑ خاتون جانتی تھیں لیکن خیمہ میں پھر بھی اہلحرمؑ کی حفاظت فرما رہی تھیں سب کو ایک جا اکٹھا کر کے جناب امّ کلثوم کی سپرد کیا اور آپ خود مقتل میں تشریف لے گئیں۔ بہر حال کتب معتبرہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالجناح جب بغیر امام حسینؑ رہ گیا اور سوار زمین پر گر پڑا تو خالی در خیمہ پر پہنچا اور صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر جمع ہو گئے دیکھا کہ خالی گھوڑا کھڑا ہے اور حسینؑ نہیں ہیں اہلحرمؑ کو معلوم ہو گیا کہ حسینؑ زمین پر آ چکے ہیں یہ بھی اخبار و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون خیمہ سے متعدد بار مقتل گاہ پہنچی ہیں اور واپس ہوئیں ہیں۔ اسی طرح ذوالجناح امام علیہ السّلام بھی دو مرتبہ خیمہ میں آیا ہے ایک اس وقت کہ جب آپؑ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور دوسری مرتبہ بعد شہادت امام حسینؑ۔ ذوالجناح نے خبر شہادت امام حسینؑ پہنچی ہے مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ کے گلوے مبارک پر نیزہ لگا اور آپ زمین پر گرے تو فرمایا بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ۔ اس وقت زینبؑ خاتون نالہ کنان خیمہ سے باہر نکلیں اس وقت مقتل میں عمر بن سعد بدنہاد بھی موجود تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ زینبؑ خیمہ سے نکلیں۔ اس وقت لشکر دشمن کا ہجوم تھا لوگ تماشائے قتل حسینؑ دیکھ رہے تھے آہ اس وقت حسین مظلوم کی کیا حالت تھی شاعر خوب منظوم کیا ہے۔ ؎

سلیمانی اُفتادہ در پائے مور   ہمان پشّہ بر پیل نمودہ زور

درخت امامت فتادہ بخاک   بغلطیدہ درخوں تن زخمناک
ہمی رفت خون از تن شہریار   بخاک اندر افتادہ زار و نزار
تنی را کہ زہرؑا در آغوش جان   بپروردی دادیش نوش جان
سرش زیب دوش پیمبر بُدی   لبانش تراز نوش حیدر بُدی
تنش چاکچاک و لبش سوختہ   دلش داغدار و رُخ افروختہ
بس از اقدسی لال شو دم مزن   کہ آتش زدی بر دل مرد و زن
پس از آن ہمہ قصہ ہای دراز   کہ گفتی نوشتی بسوز و بساز
علی اللہ من دوست دامان غم   خدایا غم را تو ہمائی کم

غم شاہ لب تشنہ ام بر دل است
ز عمر من این آرزو در دل است

یعنی کہ شاعر کے تاثرات یہ ہیں کہ سلیمانی وقت چیونٹیوں کے جھرمٹ میں گر پڑا۔ مقصد یہ ہے کہ کجا امام حسینؑ جو سلیمان صفت بادشاہ دین و دنیا ہیں اور کجا لشکر عمر بن سعد بے دین جو نظر خدا اور رسول میں چیونٹیوں کی برابر بھی نہیں ہے۔
شجر امامت زمین پر گر پڑا۔ یعنی کہ امام حسینؑ کہ جن سے امامت تا قائم آل محمدؑ جاری بھاری ہے زمین پر ہیں خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ خون امام حسینؑ خاک کربلا میں مل گیا ہے۔ تن مبارک کہ جسے زہرؑا خاتون نے پرورش کیا تھا خاک کربلا پر تپاں ہے۔ سر جو کبھی دوش پیمبرؐ کی زینت تھا اور لبہائے مبارک کہ جسے حیدر بوسہ دیتے تھے۔ آب امامت سے تر تھا آج لب خشک ہیں اور جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اور اس کے غم میں ہر ایک مرد و زن کے دل جل رہے ہیں۔ میں نے یہ سارے واقعات سوز و ساز کے ساتھ لکھے

پڑھتے ہیں میں قربۃ الی اللہ غم کو دوست رکھتا ہوں خدایا غم امام حسینؑ میرے دل سے کم نہ ہو غم شاہ مظلوم، تشنہ کام میرے دل پر ہے اور میری ساری زندگی کے لیے یہی سرمایہ ہے۔

رجعنا الی ما کنا فیہ

روز عاشورا ہنگام عصر ذوالجناح کا امام حسینؑ کی حمایت کرنا

متکلمین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ علیا زینب علیہا السلام کئی مرتبہ میدان قتال میں اٹھی ہیں اور امام حسینؑ کے حال سے باخبر رہی ہیں۔ لیکن آپ نے امام حسینؑ کی حالت کو اہلحرم سے پوشیدہ رکھا ہے۔ البتہ اہلحرم کو امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کی اس وقت خبر ہوتی ہے کہ جب خالی ذوالجناح در خیمہ پر پہنچا ہے اس نے صیحہ کیا اہلحرم خیمہ سے نکلے دیکھا کہ گھوڑا خالی ہے سمجھ گئے کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گر گئے ہیں۔ ذوالجناح کے بارے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دو مرتبہ در خیمہ آیا ہے پہلی مرتبہ قبل شہادت کہ امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر یا نیزہ لگا اور آپ ذوالجناح پر سنبھل سکے۔ چند لمحہ زمین کی طرف جھکے۔ سجدہ کرنے کی صورت میں جھکے یا بصورت راست وچپ جھکے جیسا کہ روایات میں ہے بہرحال امام حسینؑ گرنے کے بعد زمین سے اٹھے اور بقدر قوت بشریہ جہاد کیا۔ اس وقت ذوالجناح بغیر راکب، امام مظلومؑ کے گرد طواف کر رہا تھا۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں، ابی مخنف سے روایت کرتے ہیں اور ابی مخنف جلودی سے روایت کرتا ہے کہ لما صرع الحسینؑ فحمل فرسہ یحامی عنہ و یثیب علی الفارس فیہ ھبطہ عن برمہ و ید وسہ حتی قتل الفرس اربعین رجلا۔ یعنی جب امام حسین علیہ السلام سرنگوں ہوئے اور گھوڑا بغیر سوار ہو گیا تو اس وقت عمر بن سعد ملعون کے لشکر کے چالیس پیادہ نفر آئے اور انہوں نے چاہا کہ امام حسینؑ کو قتل کریں۔ اس وقت ذوالجناح نے آپ کی از خود حمایت کی کس طرح کہ ذوالجناح جست لگاتا تھا اور اپنے دانتوں سے پیادہ کو پکڑتا اور زمین پر پھینک دیتا تھا اور سموں سے پامال کرتا تھا اس طرح اس نے چالیس پیادوں کو داصل جہنم کیا۔ اور امام حسینؑ کے ساتھ رہ کر ثواب جہاد حاصل کیا اور روز قیامت ذوالجناح محشور ہو گا حالانکہ اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے اگر خدا نے چاہا تو مقام شفاعت میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بحریت امام حسینؑ قبول کرے گا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلت امام حسین علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک ہے اہل محشر پر کس طرح ظاہر ہو گی ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا ہے اس کے علاوہ ذوالجناح عارف امام حسین علیہ السلام تھا۔ اور فنا فی الامام ہوتا گویا فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کی معرفت ہے (مقام حیرت ہے کہ مقصرین علماء پھر بھی امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا والمقصر فی حقکم زاھق یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمال حسنہ باطل ہیں۔ از مترجم)

صاحب کتاب الریاض علامہ مرحوم فرماتے ہیں یسبح ذوالجناح فی غمرات بحرالکفاح کالتمساح و ملاء الفضاء من الصھیل والصیاح ویرتعد بصھیلہ فی غبار الھیاج ویسلب دمع العین فی جولتہ حول الحسین کالغمام الھاطل و یسیل الدم علی مناکبہ من العرف والکاھل

یعنی کہ ذوالجناح نے گھڑیال (نالہ) کی مانند دریائے جنگ میں غوطہ لگایا اور تلاطم افواج میں سیاحت کی۔ صیحہ کیا۔ اور دانتوں سے دشمن کے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر زخمی کرتا اور سموں سے کچل دیتا تھا اس وقت ذوالجناح کا رجز اس کے مثل تھا۔ الظلیمۃ، الظلیمۃ من امۃ قتلت ابن بنت نبیھا یعنی کہ حسینؑ مظلوم مظلوم ہیں اُمت نے اپنے نبیؐ کی دختر کے فرزند کو بے گناہ قتل کر دیا۔ ؎

من مرکب بیصاحب شہزادہ حسینم
از بہر غریبش بدین شیون و شینم
ای داد برایں اُمّتِ میشوم بتہ کار
کشتند پسر دختر پیغمبرؐ مختار

یعنی کہ میں شاہ مظلوم کا مرکب ہوں اور میرا راکب نرغۂ اعدا میں ریگ گرم پر پڑا ہے اور میں اس غریب پر صیحہ نالہ بلند کر رہا ہوں اے وائے امت ہو گئی تیری تباہ کاریاں کہ نواسہ رسولؐ خدا کو قتل کر دیا۔

مقتل سے ذوالجناح کا در خیمۂ اہل بیتؑ پر پہنچنا

جب ذوالجناح ملاعین کو ختم کر چکا تو لشکر عمر بن سعد نے ہجوم کیا۔ ذوالجناح

نے صیحہ کیا اور ٹاپوں سے خاک اڑاتا ہوا۔ خیام اہل حرم کا رخ کیا چنانچہ۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب ذوالجناح نے یہ دیکھا کہ لشکر عمر ابن سعد کا امام مظلوم پر ہجوم ہو رہا ہے اور ملاعین آپ کے قتل پر آمادہ میں بس ذوالجناح خیام کی طرف روانہ ہوا کہ خبر کرے۔ بروایت مناقب ذوالجناح کی یہ حالت تھی۔ کہ خون امام مظلوم سے اس کے پامال رنگین تھے۔ باگیں کٹی ہوئی تھیں زین خالی تھا۔ رکابیں ڈھلی ہوئی تھیں در خیمہ پہ پہنچ کر اس نے صیحہ کیا۔ اہل حرم در خیمہ پر آئے خالی گھوڑا دیکھ کر واحسیناہ وامظلوماہ کی صدائیں بلند ہوئیں ذوالجناح بھی زخمی تھا خون کے قطرے اس کے جسم سے ٹپک رہے تھے۔ سکینہ خاتون ذوالجناح کے قدموں کو لپٹی ہوئی کہہ رہی تھیں ذوالجناح میرے بابا کو کہا کیا۔ ام کلثومؑ کہہ رہی تھیں ذوالجناح جب تو گیا تھا تو تیرا راکب (حسینؑ) موجود تھے تو خالی واپس آیا ہے کیا حسین مارے گئے کیا اماں زہراؑ کا گھر اجڑ گیا۔ کیا فاطمۂ زہراؑ کا دودھ۔ خون ہو کر بہہ گیا ذوالجناح اس وقت صیحہ کر رہا تھا۔ سموں کو زمین پر مار رہا تھا۔ اور سر سے اشارہ کر رہا تھا کہ حسینؑ میدان میں رہ گئے میں بے سوار ہو گیا۔ اہل حرم سمجھ گئے کہ حسینؑ مظلوم پر کوئی تازہ بلا آئی ہے۔

للشیخ الدر مکی

فحین ابصرتہ النسوان مختضبا   خرجن کل امانی الذلیل تختبر
کل تقول فجعنا بالذی فجعت   بہ البتول وما تتنا المعادیر
وعند ذلک زلزلن وَوَلوَلن ولطمن حدودھن ومزقن
حبوبھن وبرزن خاسرات حافینات والوجوہ کاشفات والرؤس
مکشوفات والشعور منشورات والدموع منشورات والصدور

مجذوشات والقلوب ملهوفات۔

یعنی کہ مخدرات عصمت اور امام حسینؑ کی دختراں نے جب ذوالجناح کو اس حالت میں دیکھا تو خیمے سے سب باہر نکل آئیں اور زلزلہ و ولولہ پیدا ہو گیا۔ اہلحرم موہنہ پر طمانچہ لگا رہے تھے گریبان چاک کر دیئے تھے عورات سر و پا برہنہ سینہ کوبی کر رہی تھیں آنکھوں سے آنسو جاری تھے وا اماماہ ۔ واسیداہ ۔ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں درمیان میں ذوالجناح تھا اور اہلحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ تمام مخدرات کہ جن کی تعداد چوراسی تھی ذوالجناح کے گرد جمع تھے (یہ پہلا جلوس ذوالجناح تھا کہ جسم کی رسم خود ذوالجناح نے ڈالی ہے اور اہلحرم ماتم کنان تھے) اور ذوالجناح بھی اہلحرم کے ساتھ گریہ کنان تھا۔ اگر اس حیوان باوفا کا تقابل شہدائے کربلا سے کیا جائے اور اس چیز سے قطع نظر کر لی جائے کہ یہ حیوان مطلق ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ذوالجناح عارف امام حسین علیہ السلام تھا۔ عارف رسولؐ خدا تھا کیونکہ آنحضرت کائنات کی ہر شے پر رسولؐ ہیں ذوالجناح نے اشارہ کیا کہ میدان میں حسینؑ کو چھوڑ آیا ہوں ۔ ثم یرجع الی المعرکۃ بالزحل والضوضاء تبحتہ خواتین النساء و زمرۃ الاماء ولم یبق بالفسطاط غیر الامام زین العابدین فی حنین وانین ۔

یعنی کہ ذوالجناح نے میدان کا رخ کیا اور تمام مخدرات واہلحرم ذوالجناح کے عقب میں چل رہے تھے سوائے سید سجادؑ کے خیمہ میں کوئی نہ تھا۔ جب یہ ماتم کنان قافلہ مقتل میں پہنچا عورتوں نے دیکھا کہ ظالم سر جدا کر رہا ہے اور سینۂ اقدس پر اپنا موزہ رکھے ہوئے ہے جب جناب زینبؑ نے دیکھا تو واحسینا

کی صدا بلند کی۔ وہ ظالم شمر ملعون تھا کہ جس نے خنجر سے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ بیانات جو سپرد قرطاس کئے ہیں میرے والد مرحوم نے زیارت ناحیۂ مقدسہ اخذ کئے ہیں۔ مرشدک لکل ذلک ما قال الامام القائم عجل اللہ فرجہ و سہل اللہ ظہورہ و یرشدک بکل ذلک ۔

حضرت امام عصر علیہ السلام نے اپنے جد نامدار سید الشہداء علیہ السلام کو مخاطب کر کے اس طرح مصائب بیان کئے ہیں۔

قد عجبت من صبرک ملائکۃ السموات فاحدقوا بک من کل الجہات واثخنوک بالجراح وحالوا بینک وبین الرواح ولم یبق لک ناصر وانت محتسب صابر تذب عن نسوتک واولادک حتی نکسوک عن جوادک فہویت الی الارض صریعا جریحا تطؤک الخیول بحوافرها وتعلوک الطغاۃ بتواترهما قد رشح الموت جبینک واختلف بالانقباض والانبساط شمالک ویمینک تدیر طرفا رجعنا الی رحلک وبیتک وقد شغلت بنفسک عن ولدک واهالیک واسرع فرسک شاردا الی خیامک قاصدا مهمما باکیا فلما راین النساء جوادک مخزیا ونظرن سرجک علیہ ملویا برزن من الخدور ناشرات الشعور علی الخدود لاطمات الوجوہ سافرات وبالعویل داعیات وبعد العز مذللات والی مصرعک مبادرات والشمر لعنہ جالس علی صدرک ۔

(ماخوذ از زیارت ناحیۂ مقدسہ)

امام العصر علیہ السلام نے ذوالجناح کے مقتل سے درخیام اہلبیتؑ پر پہنچنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ پہلی مرتبہ ذوالجناح اس وقت درخیام پر آیا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں۔ ذوالجناح نے خبر دی اور اہل حرم کو اپنے ساتھ مقتل میں اس جگہ لے گیا کہ جہاں عالیمقام ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے دوسری مرتبہ ذوالجناح درخیام پر اس وقت آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تھے جب اہل حرم مقتل میں پہنچے ہیں تو معلوم کس حالت میں امام حسینؑ کو دیکھا ہوگا۔

ارباب بصیرت پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ جب فرزند فاطمہؑ زہرا گھوڑے پر جھک گئے اور زمین پر گرے تو علی حدة الایمن یا علی حدة الاسیر یا علی شبیهة السجود یعنی کہ یا دائیں پہلو یا بائیں پہلو یا سجدہ کی صورت میں زمین پر گرے ہیں۔ اس وقت ذوالجناح امام حسینؑ کے گرد گھوم رہا تھا۔ اور دشمنوں کو نزدیک آنے سے روک دیا تھا۔

سید مرحوم فرماتے ہیں کہ فوقف یستریح ساعة وقد ضعف عن القتال فا بینهما هو واقف اذ اتاه حجر فوقع فی جهته یعنی کہ امام مظلوم قدرے سکون کے بعد کھڑے ہوئے لیکن بوجہ ضعف جنگ پر قادر نہ تھے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ حسینؑ ابھی زندہ ہیں ایک ظالم نے آپ کو پتھر کا نشانہ بنایا جو آپ کی پیشانی مبارک پر لگا ہے

بر آیات گنج الٰہی شکست طلسمات عزّ الٰہی شکست

بطاق رواق سر سرور آن

شکست اندر آمد ز سنگ افگنان

خزانۂ آیاتِ الٰہیہ یعنی پیشانی مبارکہ پر سجدہ معبود کے نشان پر پتھر لگا اور رواق سر چاروں طرف سے شکستہ ہوگیا۔ خون جاری ہوگیا۔ خون پاک کرنا چاہا مگر پیشانی سے خون صاف نہ کر سکے کہ واحسرتا ایک تیر سہ شعبہ لشکر باطل کی طرف سے آیا اور وہ تیر امام حسینؑ کے سینہ مبارک پر لگا۔ اور دل سے گزرتا ہوا پشت مبارک سے نکل گیا امام مظلوم نے اس وقت فرمایا بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ۔

تیر سہ شعبہ یعنی تین پھال کا تیر یعنی کہ پیکان۔ پیکان اگرچہ تیر کو بھی کہتے ہیں اصل اس سے مراد برچھی، یہ بھی تین پھال کی ہوتی ہے جو تیر کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ اس تیر کو نصل اور معلبہ کہتے ہیں نصل سے نیزے کی پھال مراد ہے اور اگر پیکان بڑی اور چوڑی ہو تو اسے معبل کہتے ہیں اور فارس زبان پیکان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک صورت مسحاة یعنی بیلچہ دوسری صورت میزاب ہے یعنی کہ پرنالہ، اسی کو ناوک کہتے ہیں۔ اور ایک قسم سہ نیزہ۔ یعنی تین نیزے اوپر سے الگ الگ اور بالنس ایک ہوتا ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک دو پہل والی دوسری تین پہلو والی ہوتی ہے اے شیعۂ آل محمدؐ کہ جو تیر امام مظلوم کے سینہ پر لگا وہ پیکان تھا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اس وقت امام مظلوم کی کیا حالت ہوگی۔

علاّمہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ وہ تیر سینہ کو توڑتا ہوا پشت کی طرف نکل آیا تھا۔ اہل خبر کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اس تیر سے دل بھی زخمی ہوگیا تھا زیارت امام حسینؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ السلام علی المقطوع الو تین۔ وتین دل کی ایک رگ کا نام ہے جو اس تیر سے قطع ہوگئی تھی اور آپ گھوڑے پر سواری کے قابل نہیں رہے تھے۔

مرحوم شیخ جعفر سوستری امام حسین کی اس حالت کو بیمار و ناتوان کی نماز پڑھنے

کی صورت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ امام عالیمقام نے اس وقت مثل بیماروں کے وضو فرمایا اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھی۔ آپؑ کے وضو کرنے کے متعلق فرمایا ہے کہ وضو خونِ دل سے کیا۔ کیونکہ جب امامؑ مظلوم نے تیر سہ شعبہ سینہ سے کھینچا ہے تو خون جاری ہوا اور حضرت مشغول بہ وضو ہوئے۔

فوضع یدہ علی الجرح فلما امتلات بطخ بھا راسہ و لحیہ کہ آپ نے خونِ دل سے چلّو بھرا اور اپنے چہرہ مبارکہ پر ملا۔ گویا وضو فرمایا۔ اور بعدہٗ نماز ادا کی۔ آپ نے نماز بیٹھ کر پڑھی بعدہٗ سجدہ ادا کیا۔ دوسری رکعت بھی بیٹھ کر ادا کی۔ مرحوم سیّد فرماتے ہیں کہ فجعل یَنُوءُ و یکبو۔ یعنی کہ اس سے مراد ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں رکوع و سجود ادا کیا۔ اور پھر بعد نماز سجدۂ شکر ادا کیا لیکن امام مظلوم سجدۂ شکر کی حالت میں رکوع اس وقت یہ عالم تھا کہ علی خدہ الایمن و کاھی علی خدہ الایسر یعنی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب رخسار مبارک خاک پر رکھتے تھے آپ اسی حالت میں تھے کہ شمر ولد الحرام آیا اور اس نے خنجر بکف سینۂ اقدس پر موزہ سمت قدم رکھا اور سر امام حسینؑ جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مجالس در شہادت سیّد الشہداء علیہ

حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا خاک پر گرنا اور زخموں سے چُور چُور ہونا

الحمد للہ الذی لایغرب عنہ اضطراب الشہداء فی الدماء السائلات

لا یخفی علیہ طغیان الطغاۃ فی عالم الشہادات ثم الصلواۃ و السلام علی سیدنا محمد و آلہ ما دامت الارض والسمواۃ خصوصا علی سیدنا الحسین المظلوم الذی اطاع اللہ فی سرہ وعلانیتہ وجعل اللہ الشفا فی تربتہ و اجابۃ الدعا تحت قبۃ المرمل بالدماء والمقتول الخباء غریب الغرباء قتیل الادعیا ساکن ارض کربلا المحتسب الصابر المظلوم بلاناصر المقطوع الوتین والمعفر الجبین والشیب الخضیب والخد الترب والبدن السلیب والراس المرفوع والثلوا الموضوع سلام اللہ علیہ و برکاتہ۔

یامؤمنا متشیعا بولایۃ ۔۔۔ یرجو النّجی والفوز یوم المحشر
ابکی الحسینؑ بلوعۃ وبحرقۃ ۔۔۔ ان لم یجد ھا لم فوا دک اکثر
وامزج دموعک بالدماء وقل ۔۔۔ ما فی حقہ حقا اذا لم تنتصر
والبس ثیاب الحزن یوم مصابہ ۔۔۔ ما بین اسود حالک او اصفر
فعساک تحظی بالمعاد بشربۃ ۔۔۔ من حوضھم ما لذید سکر

اس وقت کی منظر کشی کے لیے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے گویا عرشِ الٰہی زمین پر گرا۔ رویان دلسوز اس طرح رقم طراز ہیں کہ کثرتِ زخم اور لہو کے بہہ جانے کی وجہ سے امام حسین علیہ السّلام گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو آپ اپنے اسپ وفادار ذوالجناح کی مدد سے زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت ذوالجناح نے بزبانِ حال کہا ؎

ای راکب تاجدار برخیز ۔۔۔ وی صفدر روزگار برخیز

برخیز بخیمہ است رسانم — از جنگ عدوٗ دین رہانم
برخیز سکینہؑ دختر تو — وآن زینبؑ زار خواہر تو

در راہ تو انتظار دارند
خون دیدہ اشکبار دارند

یعنی کہ اے میرے تاجدار راکب۔ اے امام الکونین اور اے صفدر زمانہ اٹھیئے۔ اٹھیے میں آپ کو آپ کے خیمہ تک پہنچاؤں گا۔ دشمنان دین کے ہاتھوں سے محفوظ رکھوں گا آقا و مولیٰ اٹھیئے۔ اٹھیئے آپ کی بیٹی سکینہ آپ کی غمزدہ بہن آپ کے انتظار میں بیٹھی ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

چہ افتاد ایجان من بقربانت — زجاء خیز کہ بیروں برم زمیدانت
زجاء خیز کہ زخم تنست فراوانست — لطیف پیکر تو آفتاب سوزانست

چرا نمیکنی رو سوے خیمہ از احسان
مگر نمی شنوی آہ و نالۂ طفلان

یعنی کہ ذوالجناح نے بزبان حال عرض کیا اے آقاء نامدار میری جان آپ پر قربان آپ اپنی جگہ سے اٹھیئے تاکہ میں آپ کو میدان سے خیمہ میں لیجاؤں۔ آپ کے جسم مبارک پر زخم ہی زخم ہیں۔ اور آفتاب کی دھوپ آپ پر پڑھ رہی ہے۔ مولیٰ آپ کس لیے خیمہ میں نہیں جاتے کیا آپ عورتوں اور بچوں کی آہ وزاری نہیں سن رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے آنکھ کھولی۔ تو ذوالجناح دیکھا اس کا صیحہ کرنا سنا اور خیموں میں اہلبیتؑ کے رونے کی آواز سنی۔ صاحب الریاض لکھتے ہیں کہ اس وقت تک امام حسینؑ بحالت جراحت بھی مکمل طاقت بشریہ کے حامل تھے تاکہ عصائب کا مشاہدہ کرسکیں اور جسقدر مصائب میں صبر اسیقدر مقام محمود

حاصل ہوتا ہے۔ مرحوم سیدؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ وصاح الشمر لعنہ اصحابہ ماتنظرون بالرجل کہ اے لشکر والوں اب کس بات کا انتظار ہے حسینؑ کو قتل کرو۔ ناگاہ عمر بن سعد کی فوج کے پیادہ نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اور ذرعۃ بن شریک ملعون آگے بڑھا اور اس نے امام حسینؑ مظلوم پر تلوار سے وار کیا آپ نے ہاتھ اٹھا کر بلند کیئے کیونکہ ہاتھ انسان کے لیے بمنزلۂ سپر ہوتے ہیں۔ آپ کا دست چپ قطع ہوگیا اس وقت شمر ولدالحرام خیام اہلبیتؑ کے نزدیک جاکر شور مچانے لگا اے لشکر لو۔ خیام کو آگ لگا دو اے شیعو اندازہ کرو کہ اس وقت اہلحرم کا کیا حال ہوگا کہ جب شمر نے خیام کو آگ لگانے کا حکم دیا ہے اہلحرم میں ایک شور و غوغا پیدا ہوگیا۔ امام حسین علیہ السلام نے جب صدائے نالۂ فریاد اہلحرم سنی تو فرمایا اے شمر تجھے خدا اپنی آتش غضب میں جلائے تو اہلحرم کے خیموں کو آگ لگانا چاہتا ہے۔ اُسدم شیعب بن ربیع نے شمر کو سخت سست کہا اور کہا کہ اہلحرم سے کیا دشمنی ہے تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے اس نے شمر کو آگ لگانے سے روکا۔ جناب زینب خاتونؑ خیمہ سے برآمد ہوئیں مقتل کا رخ کیا کہ دیکھیں حسینؑ کے سر کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے۔ امام حسینؑ کو اس عالم میں دیکھا کہ خدا کسی بہن کو بھائی کی یہ ایسی زخمی صورت نہ دکھائے۔ عمر بن سعد بدنہاد وہاں موجود تھا آپ نے اس سے فرمایا۔ اما تستحی تنظر الحسین عند قتلہ۔ یعنی اے عمر بن سعد تو کھڑا قتل حسینؑ کا تماشا دیکھ رہا ہے بروایتے حمید بن مسلم عمر بن سعد ملعون خموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جناب زینبؑ خاتون نے لشکر عمر بن سعد کی طرف موہنہ کرکے فرمایا۔ اما فیکم مسلم۔ آیا تمہارے

درمیان کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ لیکن ان مخدرہ کو کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے چاروں طرف صدائے استغاثہ بلند کی اور فریاد کی کیا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو حسینؑ غریب کی مدد کرے۔

تنادی اما من مسلم ذی حمیة　　یحامی وعن آل رسول یذود
اما من شهاب ثاقب یخرق العدی　　نار فشیطان الطغاة عنید
اما من نصیر ینصر الفرد نصرة　　فینصر یوم الجمع وهو فرید

حضرت زینب بیکس کے مقتل میں پہنچنے کی حالت اضطراب منبط تحریر میں نہیں لائی جا سکتی آپ کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ فریاد کر رہی تھیں کہ اے فاطمہؑ کے چاند تو گہن میں آگیا تو خاک پر پڑا ہے۔ آفتاب کی دھوپ تیرے جسد مبارک پر پڑ رہی ہے۔ کبھی آپ حسینؑ کی لاش بے سر سے خطاب فرماتیں۔ اور کبھی آپ خیمہ کی طرف آتیں اور اہلحرم کو تسلّی دیتیں۔ کبھی عمر سعد سے فرماتیں کہ تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔ الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

روزِ عاشوراء شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام

شہداء کربلا میں عبداللہ بن الحسینؑ کا نام بھی آتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام رباب تھا اور ان ہی کے بطن سے جناب سکینہ خاتون پیدا ہوئی ہیں۔ عبداللہ کی کم سن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اس وقت تین سال کے تھے اور بعض نے اس سے بھی عمر کم لکھی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ ہی کو علی اصغرؑ کہتے ہیں۔ لیکن مولف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ علی اصغرؑ کی ماں کا نام شہر بانو تھا چنانچہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب اور

روضة الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یہ تصریح شدہ امر ہے کہ جناب عبداللہ اور جناب سکینہ کی والدہ ماجدہ رباب خاتون تھیں اور شہزادہ عبداللہ اور حضرت علی اصغرؑ دونوں کی شہادت تیر لگنے سے واقع ہوئی ہے اسی لیے دونوں کی شہادت میں شباہت پائی جاتی ہے بنابریں یہ شبہ ہو گیا ہے کہ علی اصغرؑ ہی کا نام عبداللہ تھا۔

مرحوم سیّد اور شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام درِ خیمہ پر آئے میں آپ نے اپنے طفل صغیر کو طلب کیا جناب زینبؑ خاتون اس کو لائیں اور امام حسینؑ کو دیدیا آپ نے اس کو اپنی گود میں لیا اور عبا کا دامن اس پر ڈال دیا۔ اور اسی حالت میں اس طفل صغیر یعنی عبداللہ کو تیر لگا اور بچہ کی روح پرواز کر گئی۔ لیکن یہ بھی مذکور ہوا ہے۔ کہ جب سید الشہداء علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اس وقت اعداء دین میں سے ہر ایک شخص آپ کے قتل پر آمادہ تھا۔ درِ خیمہ سے ایک طفل نکلا۔ ابھی امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے تھے وہ طفل خیمہ سے نکل کر مقتل میں پہنچا۔ فحمله صبیا صغیرا من اولاده اسمه عبد الله وقتله یعنی کہ اولاد حضرت امام حسینؑ میں سے ایک طفل جس کا نام عبداللہ تھا مقتل میں پہنچا اور جا کر حضرت کے سینۂ مبارک سے لپٹ گیا اور ظالموں نے اسے شہید کر دیا۔ مولف کتاب کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ از خود خیمہ سے نہیں نکلا۔ بلکہ زینب خاتون نے اس کو امام مظلوم کا حال دیکھنے کے لیے بھیجا کہ وہ جا کر دیکھے کہ حسینؑ کس حال میں ہیں شہزادہ عبداللہ مقتل میں پہنچے کہ عموٗ محترم نیم غشی کی حالت میں ہیں۔ امام حسینؑ کے سرہانے کھڑے ہو گئے امام مظلوم نے نگاہ اٹھائی دیکھا کہ نورِ نظر

سامنے موجود ہے ہاتھ پھیلا کر اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کہ ایک ظالم آیا اور اس نے بچہ کو آغوش امام سے کھینچ کر شہید کر دیا۔ فاخذہ رجل من بنی اسد فذبحہ یعنی کہ بنی اسد میں سے ایک ظالم نے اس کو آغوش امام حسینؑ سے جدا کر کے شہید کر دیا فارسی شاعر نے ایک عجیب انداز میں قاتل کے ظلم کی منظر کشی کی ہے۔ ے

مکن خیال کہ بگرفت و برد در خیمہ — سپار دش بمحبّت بدست مادرِ اُو
مکن خیال کہ برد ش کنار نہر فرات — کہ تر کند بیکی قطرہ آب خنجر اُو
مکن خیال کہ میخواست از راہ احسان — غبار غم بزداید ز روئے انور اُو
فغان و آہ کہ بگرفتہ پیش از دو گام — بلند کرد و بخاک او فگند پیکر اُو
بسوز شیعہ از این غم کہ پیش چسم پدر — کشید خنجر و کرد از بدن سر اُو

بزیر تیغ چو اں طفل دست و پا میزد
بُدی نگاہ پدر سوئے نعش اطہر اُو

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ اس ظالم نے جب عبداللہ کو امام حسینؑ کی گود سے کھینچا تو اس لیے نہیں کہ اُسے در خیمہ تک پہنچا دے اور اس کو اس کی ماں کی سپرد کر دے۔ اس خیال سے اس معصوم کو آغوش پدر سے جدا نہیں کیا کہ اسے کنار نہر فرات لے جائے۔ اور اس کی تشنگی آب خنجر سے بجھائے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ ظالم نے اس لیے بچہ کو آغوش پدر سے جدا کیا کہ اس کے چہرہ پر غم و الم کی گرد پڑی اسے دور کرے۔ جب بچہ کو ظالم نے کھینچا تو دو تین قدم اس کی آہ و فغاں سنی گئی کہ ظالم نے تلوار بلند کی اور اس طفل صغیر کو ذبح کر دیا۔ جب عبداللہ تڑپا تو امام حسینؑ

نے نگاہ اٹھا کر دیکھا واحسرتا اس وقت امام حسینؑ پر کسقدر صدمۂ جانکاہ گزرا ہوگا۔ وقت ذبح شہید معصوم امام حسینؑ کے اسقدر قریب تھا کہ آپ اپنے چلو میں اس کا خون لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا خداوند تو ہی ان ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا خاک پر گرنا لشکر اعدا کا بصورت تماشائی جمع ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ مجروح حالت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر گرے۔ مضطربا فی الدماء رامقا بطرفہ الی السماء ناجیا للرب راجیا للحیاء یعنی کہ امامؑ مظلوم بحالت اضطراب خون میں نہائے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحوں میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بارگاہ معبود میں مناجات کی جیسے اوراق قرآن زمین پر بکھرے پڑے ہوں۔ اس وقت دو دو چار چار ملعون بقصد قتل امام حسینؑ آتے تھے اور حالت جراحت دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ اگرچہ ظالموں نے امام مظلوم کو اس حالت میں دیکھا مگر پھر بھی امام حسینؑ کے قتل سے باز نہ آئے۔ خداوندا قاتلان حسینؑ پر عذاب نازل کر۔ کتاب ریاض الشہادت اور روضۃ الشہداء میں ہے اور اس روایت کو اسمعیل بخاری نے اپنی کتاب بھی نقل کیا ہے کہ لشکر کوفہ و شام میں سے ایک شخص حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے نکلا جب وہ آپ کے نزدیک پہنچا۔ حضرت نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا انصرف لست انت تقاتلنی کہ تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو عذاب خدا

گرفتار رہو یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا اے فرزند پیغمبرؐ خدا تمہاری اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ مجھے عذاب خدا میں مبتلاء ہونا پسند نہیں کرتے۔ پس وہ شخص تلوار بکف عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہا کہ ؎

چہ کردہ است وگناہش چہ این ہمہ لشکر
یکی گرفتہ بکف تیغ و اند کر خنجر
چہ کردہ است کہ از وی تو منع آب کنی
چہ کردہ است کہ بر کشتنش شتاب کنی

یعنی کہ اے عمر بن سعد اس مظلوم نے معاذ اللہ کیا گناہ کیا ہے کہ تیرا لشکر اس پر تیر و تلوار و خنجر لیے ہوئے آمادۂ قتل ہے۔ کیا گناہ (معاذ اللہ) کیا ہے کہ تو نے اس پر پانی بند کر دیا ہے اس نے کونسا ایسا کام کیا ہے کہ تو اس کے قتل میں جلدی کر رہا ہے۔ لیکن اس قوم بے حیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس اس شخص نے اپنی تلوار عمر بن سعد ملعون کے حوالہ کی۔ لشکر عمر بن سعد کے پیادوں نے اس پر ہجوم کیا۔

اور اس پر پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کی طرف رُخ کر کے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے آپ کی محبّت میں جان دی ہے اور آپ بروز حشر اپنے لشکر کے ساتھ مجھے جنت میں لے جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا طب نفسا فانی شفیع لک عند اللہ خاطر جمع رکھ مطمئن رہو کہ میں روز قیامت خدا سے تیری شفاعت کروں گا۔ پس ان ظالموں نے اس ناصر امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ اے شیعو تم آج امام حسین علیہ السّلام کی غمخواری کرو عزاء امام مظلوم برپا کرو تاکہ روز قیامت سید الشہداء علیہ السّلام تمہاری شفاعت کریں اور تمہیں گرمی محشر سے نجات دلائیں۔ اس ناصر امام مظلوم کے شہید ہونے

کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اس لشکر میں کوئی حسین ابن علیؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس پر سپاہ کوفہ و شام نے کہا کہ اے عمر ابن سعد تو خود کیوں قتل نہیں کرتا۔ اپنی گردن پر قتل حسینؑ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور دوسروں کی گردن پر اس خون ناحق کو رکھتا ہے (حالانکہ سب ہی قاتلوں کے زمرے میں ہیں) اس وقت عمر ابن سعد ملعون خنجر بکف امام حسین علیہ السّلام کی طرف بڑھا جب امام حسینؑ نے اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو سر مبارک خاک سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر انت جئت بقتلی یعنی کہ تو مجھے قتل کرے گا اس ملعون کو حیا آئی اور وہ اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا۔

شرح احوالِ جوانِ نصرانی

کتاب ریاض المومنینؒ میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نصاریٰ نے خواب میں چار مرتبہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی زیارت کی۔ اور ایک مرتبہ حضرت پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ شخص شہر رُم کا رہنے والا تھا طالبان حق اور سالکان راہ حق میں سے تھا ہمہ وقت ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا ؎

فطرتش از نور عقل پاکتر چشمش از روح ملک چالاکتر
عیسیٰؑ آئین جان نورانی او صد چو عیسیٰؑ لیک نصرانی او

یعنی وہ بالفطرت نور عقل سے پاک تر تھا۔ اور اس کی بصیرت روح ملک کی بصیرت سے زیادہ تھی۔ جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے طریق دینی پر گامزن تھا۔ سب کچھ سہی مگر وہ پھر بھی نصرانی تھا مسلمان نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان اگر تو راہ خدا کا متلاشی

ہے تو راہ سفر شام اختیار کر۔ اُس جوان نصرانی نے سامان سفر شام باندھا۔ سفر اختیار کیا چند عرصہ شام میں رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اُس نے حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے نصرانی اب ملک شام سے کوفہ جاؤ۔ وہ نصرانی کوفہ پہنچا کچھ دنوں کوفہ میں قیام کیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سفر کوفہ کا کیا مطلب ہے؟ ابھی وہ کوفہ ہی میں مقیم تھا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنا لشکر کربلا روانہ کیا جو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے قتل کے لیے روانہ کیے تھے لاتعداد لشکر تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نصرانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عالم خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں خوشا نصیب کہ تو حق کے قریب پہنچ گیا ہے اب تو سفر نینوا اختیار کر جسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ زمین۔ زمین یونس بن متیٰ اور میری ولادت کی جگہ ہے اس نے حسب الامر جناب عیسیٰؑ سفر کربلا اختیار کیا۔ کربلا میں وارد ہوا۔ متلاشئ منزل حق تھا رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا کہ تعبیر خواب ایک نئی خواب کی صورت میں نمودار ہوئی اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ عالم روحانیت میں موجود ہے دربار روحانیت آراستہ ہے اور حضرت عیسیٰؑ تشریف فرما ہیں ملائکہ اور روحانیتیں بصورت ماتم کناں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس نصرانی سے گریہ کناں حالت میں فرمایا کہ اے جوان اٹھ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کر۔ آپ پیغمبر اسلام اور خاتم النبین ہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس خواب کا مقصد کیا یہاں تک کربلا میں روز عاشورا محرم نمودار ہوئی۔ دیکھا کہ ایک طرف بے پناہ لشکر بہت مختصر سا ہے اس میں آواز تکبیر بلند ہے۔ وہ شخص احوال جنگ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوا مگر خوف دامن گیر تھا کہ لشکر کثیر کہیں اسے گرفتار نہ کر لے۔ ناگاہ اس نے بوقت ظہر دیکھا کہ رؤسا کوفہ میں سے ایک معمر شخص زخمی

حالت میں ہے اس نے نصرانی سے کہا کہ جرّاح کو لاؤ۔ نصرانی جرّاح کو لایا اور اس نے مرہم پٹی کی۔ اسی دوران عمر بن سعد ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی چہرہ پر کچھ آثار فکر و پریشانی دیکھے اور اس کو ترسان و افتادہ خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ عمر بن سعد کی فوج کا ہر ایک سپاہی قتل حسین ابن علیؑ پر آمادہ تھا اور حضرت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے جو لوگ قتل امام مظلوم پر آمادہ تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ جب میں آپ کے سر مبارک کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا موجود ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا نالہ و شیون کر رہی ہیں۔ کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابن سعد۔ حسینؑ تو خود قریب بہ شہادت ہیں۔ یہاں کہ عمر بن سعد ملعون آپ کے قتل کی نیت سے آپ کے نزدیک گیا کہ اس ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی۔ حیران رہ گیا کہ یہ نصرانی یہاں کیوں موجود ہے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حیرت زدہ ہو کر اس سے اس طرح کہا ہے

کای نصرانی چون تو عیسیٰ ملتی — نیست با اسلام ہیچست نسبتی
این شہی کاینساں بخاک افتادہ است — در یقین پیمبر زادہ است
دشمن دین شما مغضوب ما است — کشتن دشمن بہر ملت رواست

گر کشی او را اندانی چون شود
نزد عیسیٰؑ رتبتت افزوں میشود

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون اس نصرانی کے پاس آیا اور کہنے لگا اے نصرانی تو ملت و دین عیسیٰؑ پر ہے نہ کہ مسلمان اور یہ شاہ جو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے یقیناً نبی زادہ ہے نواسۂ رسولؐ خدا ہے۔ لیکن اے نصرانی تمہارے دین

کا دشمن ہمارا بھی مغضوب ہے اور ملت و دین کے دشمن کو قتل کرنا روا ہے اگر تو دشمن دین کو قتل نہ کرے گا تو کس طرح عیسٰی کے سامنے رتبہ پائے گا نصرانی اس خیال سے کہ یہ لشکر اسلام ہے۔ مسلمانوں کا لشکر ہے اور میں خواب میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت عیسٰیؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا۔ شاید کہ خواب کی یہی تعبیر ہو اس خیال سے اس نصرانی سے عمر بن سعد ملعون سے خنجر حاصل کیا کہ دشمن دین محمدؐ کو قتل کردوں وہ خنجر بکف قتل گاہ میں پہنچا۔ لیکن بہت متفکر تھا۔ ے

نصرانی مستمند دل ریش ہر گام کہ می نہاد در پیش

گامش چو نفس شمردہ میرفت پی بر مطلب بزدہ میرفت

میرفت وزرہ غبار میرفت ہر دم بزبان حال میگفت

یارب بجلال و جاہ عیسٰیؑ یارب برواج دین ترسا

یارب بعبادت برہمن یارب بمغان پاکدامن

یارب بکلیسائے اعظم یارب بطواف گاہ مریمؑ

یارب بنوای باد مجری کاین شخص بنا شد از نصائے

گر کشتن او ثواب بودی کی از وی اجتناب بودی

لشکر ہمہ اشک وآہ دارند اندیشہ ازیں گناہ دارند

گویا عمدان سین بد بخت چون من دگری نیافت دل سخت

گر خار دراین رہت گر گل

دست من و دامن توکل

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ نصرانی غمگین اور پریشان دل تھا۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا تھا اور

ہر نفس جو آتا جاتا تھا۔ کشمکش کے عالم میں تھا۔ بزبان حال یہ کہہ رہا تھا اے خداوندا۔ تجھے جاہ جلال عیسٰیؑ دین عیسٰیؑ، عبادت برہمن، اور آتش پرستوں کی پاکدامنی، کلیسائے اعظم، اور مریمؑ کے طواف کرنے کی جگہ کا واسطہ۔ مجھ پر واضح کر دے کہ یہ شخص جسے میں قتل کرنے جا رہا ہوں کہیں منصوص بارگاہ ایزدی تو نہیں ہے کبھی اس کا قتل کرنا گناہ تو نہیں ہے یہ لشکر تو اس وقت اس کے قتل سے گریزاں ہے اگر تیری راہ میں کانٹے بھی ہیں تو میرے لیے وہ گل ہیں۔ میں تجھ پر ہی توکل رکھتا ہوں۔

کبھی دل میں کہتا کہ تو جویائے حق ہے حق کا متلاشی ہے نہ کہ خلق خدا کا خون کرنا مقصود ہے اس نصرانی کی یہ حالت تھی کہ ے

آنجوان حق پرست پاک جان داشت با حق گفتگو ہا در نہان

بار الہا خیر آور پیش من تا نباشد این جوان ہم کیس من

بر من اے ہادئ تو نما راہ راست کن شناسائی ویم گرز اولیاء است

در تکلم بود جانش با آلہ

ہم چنیں تا آمد اندر قتل گاہ

یعنی کہ نصرانی اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اے خدا میرے ساتھ خیر پیش آئے اور اے ہادئ مطلق تو مجھے راہ راست دکھلا۔ اور اس کی معرفت کرا اگر وہ اولیاء اللہ میں سے ہے اگر اس میں یعنی کہ جسے میں قتل کرنا چاہتا ہوں جان ہوتی یعنی وہ بات کرنے کے قابل ہوتا تو میں اس سے دریافت کرتا کہ اس قتل گاہ میں آنے کا کیا مقصد ہے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ تو مجروح حالت میں تھے صرف رمق جان باقی تھی۔ غرض کہ وہ نصرانی قریب حضرت امام حسین علیہ السلام پہنچا۔

جمال شاہ مظلوم پر نظر ڈالی دیکھا کہ یہ تو عیسیٰؑ دوران ہیں۔ یہ تو اپنے وقت کے نوحؑ و سلیمانؑ ہیں یہ خود یحییٰؑ ہیں یہ زکریاؑ ہیں۔ ہنگام بلا یہی یوسف زندان بلا ہیں یہی خلیل خدا ہیں یہی اسمٰعیل ہیں یہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس وقت وہ بہت سخت پریشان ہوا ؎

چون دید حالت زارش جوان نصرانی
بگریہ گفت امان است ازاین مسلمانی
کسی بدشمن خود ہرگز این ستم نکند
کہ ہیچ گبر بعالم چنین ستم نکند

یعنی کہ جب اس نصرانی نے امامؑ مظلوم کی یہ حالت دیکھی بے ساختہ رونے لگا اور اپنے دل سے کہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اس پر بیکسی کا عالم طاری ہے اور ظلم کر رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی اس طرح ظلم و ستم نہیں کرتا اور یہ لوگ مسلمان اور امت رسولؐ خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس مظلوم کے قتل پر آمادہ ہیں۔ پس پھر اس نصرانی نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور کہا اے نحز اولاد آدم اے سید و سردار بنی آدم میں آپ کا نام نہیں جانتا میں تو آپ کا جلال دیکھ کر حیران ہوں کہ آپ نبی یا امامؑ، آپ تو مقرب بارگاہ خداوندی ہیں۔ میری آپ ہی راہ نمائی فرمائیں۔

؎

در بحر خون چو ماہی بسمل شناوری — پروردۂ کدام صدف چون تو گوہری
گویند کوفیان تو زاولاد احمدیؐ — خوانند شامیان کہ تو فرزند حیدری

حیدر کدام سرور احمد کدام شاہ
خود کیستی وبہرچہ صدپارہ پیکری

یعنی کہ نصرانی نے امام عالیمقام کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے مظلوم تو اپنے خون میں مثل ماہیٔ بسمل تیر رہا ہے تو کس صدف کا گوہر ہے۔ کوفی لوگ تجھے پیغمبرؐ زادہ کہتے ہیں شامی لوگ تجھے فرزند حیدر کہتے ہیں آخر یہ حیدرؑ اور احمدؐ کون ہیں آخر تو نے خود کیوں، کس لیے پارہ پارہ ہونا گوارا کیا ہے امام حسین علیہ السّلام نے خاک سے سر اٹھایا اور گوشۂ چشم و نظر رحمانی سے اُسے دیکھا۔ نصرانی جو کہ طالب راہ حق تھا کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔ اس نے امام عالیمقام کو ذات حق کی قسم دی کہ آپ بتلائیں۔ لیکن جب اُسے امام عالیمقام سے کوئی جواب نہ ملا اس کے دل میں جوش پیدا ہوا۔ قدم بڑھایا دائیں اور بائیں جانب نگاہ کی شہداء کربلا کی لاشیں نظر آئیں دیکھا کہ لاش ہائے شہداء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ جن میں جوان و پیر اور بچے بھی ہیں۔ اس وقت اس نے امام عالیمقام کو شہداء کربلا کی قسم دی کہ ؎

بحق قوم اشہدوا و عطشانا — وترکوا مجردا عریانا
بحق ہٰذا الشاب العباس — والرجل المذکور وہٰذا الناس
بحق ہٰذا الجسد المنور — شاب یسمی بعلی الاکبرؑ

یعنی اے مقرب بارگاہ خدا تجھے قسم ان شہداء کی جو پیاسے شہید ہوئے ہیں اور ان کی لاشیں عریاں پڑی ہیں۔ اے مولیٰ آپ کو قسم ہے عباس علمدار کی۔ اور اس جسد منور کی قسم ہے جو علی اکبرؑ کے نام سے موسوم ہے۔ غرض کہ جوان نصرانی نے حضرت امام حسینؑ کو قسم دلائی لیکن اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ سے ایک بی بی بار بار نکلتی ہیں اور مقتل میں کبھی جوان علی اکبرؑ کی لاش پر روتی ہیں اور حسینؑ کے پاس جاتی ہیں اور کبھی خیمہ میں واپس آجاتی ہیں

اس جوان نصرانی نے امام حسینؑ کو ان معظمہ سیدہ بی بی کی قسم دلائی کہ بحق تلک المخدرۃ تعرفنا القوم بہ بنت حیدرۃ یعنی کہ آپ کو قسم ہے اپنی بہن زینب خاتون کی مجھے اپنا تعارف کرائیے۔ پس جیسے ہی امام مظلوم نے اپنی بہن کا نام سنا۔ خاک سے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا ؎

منم فرزند آن شاہی کہ جبرئیلؑ بود دربان
بمکتب خانۂ او انبیاء اطفال ابجد خوان
اگر توریت میدانی دگر انجیل میخوانی!
شناسم جدّ و بابم کیستند ایمرد نصرانی
محیطار نج باشد نام جدّ و شطلیا باہم
بود ماسن حسن من قتل زاد و تشنہ آیم

یعنی کہ اے نصرانی میں اس بادشاہ دین و دنیا کا فرزند ہوں جس کے دربان جبرئیلؑ امین ہیں اور اس شاہ زمن کے مکتب میں انبیاء و مرسلینؑ ان بچوں کی مانند ہیں کہ جو ابتدائی درجہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ اگر تیری نظر تورات پر ہے اور اگر تیری نظر انجیل پر ہے تو دونوں کتابوں میں میرے اَب و جَد کا نام موجود ہے۔ حاسن۔ میرے بھائی حسنؑ کا نام ہے اور میں حسینؑ ہوں جو پیاسا ہوں۔ پس جیسے ہی اس نصرانی نے سنا کہنے لگا میں آپ پر قربان آپ حسینؑ ابن فاطمہؑ ہیں آپ سبط رسولؐ خدا ہیں آپ علیؑ مرتضیٰ کے نور نظر ہیں۔ یہ لشکر بے دین آپ کا دشمن ہے۔ اور اے نصرانی تو نے جو خواب دیکھا ہے اس کو میں بیان کروں۔ اس نے عرض کیا اے مولی آپ خود بیان فرمائیں۔ چنانچہ امام عالیمقام نے فرمایا کہ شب گزشتہ تو نے میرے جدّ نامدار رسولؐ مختار کو خواب میں دیکھا کہ تمام

انبیاءؑ ان کی خدمت میں ماتم کناں بیٹھے ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے تجھ سے کہا کہ مجھے حضور پیغمبر اسلام سے شرمندہ کر یعنی کہ اپنے ہاتھ خون پسر مصطفےٰ سے رنگین نہ کر۔ جب نصرانی نے امام مظلوم سے اپنا خواب سنا۔ فوراً اس نے کلمہ اسلام پڑھا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ پس اس صاحب ایمان نے تلوار و خنجر لے کر سپاہ عمر سعد کی طرف رخ کیا۔ چند افراد کو واصل جہنم کیا۔ اس لشکر بے دین نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اور تلواروں تیروں سے اس پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جب وہ جوان نصرانی گھوڑے سے زمین پر گرا اس نے گوشۂ چشم سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور اس کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام پر لشکر اعداء کا ہجوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا شیعۃ الال و ارباب الوجد و الملال استشعروا اشعار الاحزان وا فیضوا الدموع المقترحۃ للاجفان فانہا ھی المصیبۃ الکبریٰ و الوقعۃ الختمیۃ العظمیٰ وعزو بیتکم المصطفیٰ و امامکم الوصی المرتضیٰ وسیدتکم الزھرا بھذہ الرزیۃ التی بکی الملائکۃ السماء و اھزلۃ العرش الملک الاعلیٰ قائلین یا سیدنا و سید الانبیاء ھذا سبطک مبنوذ بالعراء ھذا سبطک محرز الرّاسی من القفاء ھذا اجزاؤک یا رسول اللہ اجرک فی الرسالۃ۔

اما بعد!

ریاض القدس

جلد دوم

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوینی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی مرحوم

پیش کش

سید محمد شبر عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

FROM PAGE 374
TO PAGE 800

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس ام السادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیستے پیستے رنگین ہوجاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرشِ الٰہی لرزلرز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسول اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ از مؤلف۔	۲۱
۲	مجلس درمقدمہ شہادت جوانان محمدی ومرتضوی اور خود امام حسینؑ کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔	۲۲
۳	روزِ عاشورا از جوانان ہاشمی میں اوّل شہید کا اذن جہاد طلب کرنا۔	۲۶
۴	شہدا کربلا میں اوّل شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام۔	۳۰
۵	حضرت علی اکبرؑ کا اذن جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا	۳۴
۶	اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں۔	۳۷
۷	حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری ومعنوی مشابہت۔	۴۱
۸	حضرت علی اکبرؑ کی جنگ اور شجاعت۔	۴۲
۹	محمد حنفیہ جنگ صفّین میں اور معرکۂ کربلا میں علی اکبرؑ۔	۴۵
۱۰	دنیا میں نعمتِ ہائے بہشتی کے نمونے اور توصیف شمائل وخصائل پیغمبرِ خدا۔	۴۷

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۱۱	مجلس دربارۂ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل۔	۵۰
۱۲	بہ شان حیدری لشکرِ باطل پر حضرت علی اکبرؑ کے حملے۔	۵۱
۱۳	بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبرؑ کا میدان کارزار میں جانا۔	۵۴
۱۴	نسب حضرت علی اکبر علیہ السّلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت۔	۵۶
۱۵	ثواب عیادت۔	۵۹
۱۶	حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسینؑ کا پہنچنا۔	۶۰
۱۷	حضرت یعقوبؑ کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسینؑ کا لاشِ پسر پر پہنچنا۔	۶۳
۱۸	لاشِ علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت۔	۶۶
۱۹	عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؐ کا اس پر سوار ہونا۔	۶۹
۲۰	شہادت برادر خورد بر لاشِ حضرت علی اکبرؑ علیہ السّلام۔	۷۳
۲۱	اولاد حضرت امام حسین علیہ السّلام۔	۷۵
۲۲	شہادت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؓ۔	۷۷
۲۳	روز عاشوراء محرم شہادت اولادِ جناب عقیلؓ۔	۸۰
۲۴	روز عاشوراء محرم شہادت اولاد جناب جعفر بن ابی طالبؑ	۸۳
۲۵	عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السّلام۔	۸۶
۲۶	حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کا قصرالذہب میں	۸۹

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
	جنّات سے جنگ کرنا۔	
۲۷	تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شبہات اور حکایت داؤد علیہ السّلام۔	۹۸
۲۸	حضرت قاسم کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمۂ عروس و قاسم نوشاہ۔	۱۰۲
۲۹	میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظّارے۔	۱۰۵
۳۰	حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظہ و نصیحت کرنا۔	۱۰۷
۳۱	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا۔	۱۰۹
۳۲	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا۔	۱۱۱
۳۳	حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام اور محبت قاسم ابن حسنؑ۔	۱۱۵
۳۴	حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمالی قاسمؑ کی تحقیق۔	۱۱۷
۳۵	شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن علیہ السّلام۔	۱۲۲
۳۶	شہادت احمد بن الحسنؑ ابوبکر بن الحسنؑ۔	۱۲۴
۳۷	احوال حسن مثنیٰؑ بن الحسن علیہ السّلام۔	۱۲۵
۳۸	فرزندان حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی جنگ اور علیہ السّلام۔	۱۲۱
۳۹	حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا۔	۱۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۰	آغاز داستان شیر بیشۂ حیدر کرار عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۳۵
۴۱	شہادت عون بن علی علیہ السلام	۱۳۸
۴۲	شہادت محمدؐ بن عباس بن علی علیہ السلام۔	۱۳۹
۴۳	بزبان جناب عقیلؑ توصیف اُمّ البنین مادر حضرت عباسؑ۔	۱۴۲
۴۴	فضائل ومناقب حضرت عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۴۸
۴۵	بروایت مرحوم دربندیؒ حضرت عباسؑ کی جنگ اور شہادت۔	۱۵۱
۴۶	مناصب امیرالمومنین بعطاء رسول خدا اور مناصب عباسؑ بعطائے سیدالشہدا علیہ السلام	۱۶۰
۴۷	قیامت میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباسؑ کے منصب۔	۱۶۳
۴۸	تعریف لواء الحمد و حامل علم اور علمداری عباس علیہ السلام بروز قیامت۔	۱۶۶
۴۹	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی شجاعت ارشادات اور شہادت۔	۱۷۰
۵۰	بروایت بحار و ابن شہر آشوب شہادت حضرت عباس علیہ السلام۔	۱۷۵
۵۱	حضرت عباس علیہ السلام کا لشکر کوفہ کو وعظ ونصیحت کرنا بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۱
۵۲	حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۷
۵۳	حضرت عباسؑ کی شہادت بروایتے ابی مخنف۔	۱۹۰
۵۴	ہاشم بن عتبہ علمدار حضرت امیرالمومنین کی جنگ صفین میں شہادت۔	۱۹۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۵	علمداریٔ حصین بن منذر رقاشی اور شہادت ابوالعرفا فرملی۔	۱۹۹
۵۶	عبداللہ بن بدیل بن رقا خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار ہونا اور شہادت۔	۲۰۱
۵۷	جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت۔	۲۰۶
۵۸	حکایت غلام امیرالمومنین علیہ السلام۔	۲۰۸
۵۹	واقعۂ صفین اور گفتگوئے امیرالمومنین علیہ السلام با معاویہ اور غلام حریث کا قتل ہونا۔	۲۱۱
۶۰	دربار حجاج بن یوسف ثقفی میں قنبرؓ کا حضرت علی کی مدح کرنا اور شہادت قنبرؓ۔	۲۱۵
۶۱	روز عاشورا حضرت امام حسینؑ کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان قتال ہونا۔	۲۲۰
۶۲	حضرت امام حسینؑ کا حضرت سید سجادؑ سے رخصت ہونا	۲۲۲
۶۳	احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۲۶
۶۴	مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۳۱
۶۵	محبت اولاد۔	۲۳۷
۶۶	قوم جن ملائکہ و ارواح انبیاء کا نصرت امام حسینؑ کے لیے آنا۔	۲۴۰
۶۷	واقعۂ بئر ذات العلم۔	۲۴۴
۶۸	روز عاشورا زعفر جن کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے پہنچنا۔	۲۵۶
۶۹	ثواب گریہ اور عزاداری	۲۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	امام حسین علیہ السلام۔	
۷۰	روز عاشورا ایک سیاح درویش کا وارد کربلا ہونا۔	۲۶۱
۷۱	جناب فاطمہ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا۔	۲۶۶
۷۲	حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہلحرم سے دو مرتبہ رخصت ہونا۔	۲۷۰
۷۳	احوال جناب شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم۔	۲۷۷
۷۴	روز عاشورا محرم حضرت امام حسین علیہ السلام کا جناب زینب خاتون کو وصیتیں کرنا۔	۲۷۹
۷۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت زینب خاتون کا مکالمہ۔	۲۸۴
۷۶	شکوہ و جلال امیرالمومنین بوقت سواری اور روز عاشورا غربت حضرت امام حسینؑ بموقع سواری۔	۲۸۵
۷۷	حضرت امام حسینؑ کا جنگ صفین میں زبرقان کے مقابلہ کے لیے جانا۔	۲۸۷
۷۸	روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اشتیاق جہاد اور اتمام حجت کرنا۔	۲۹۱
۷۹	حضرت امام حسین علیہ السلام کا میدان اعداء میں جانا اور اتمام حجت کرنا۔	۲۹۷
۸۰	میدان کارزار میں حضرت امام حسینؑ کا اتمام حجت فرمانا۔	۳۰۰
۸۱	روز عاشورا حضرت امام حسینؑ کی مبارز طلبی و رجز خوانی۔	۳۰۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۲	روز عاشورا جنگ و قتال امام حسینؑ اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم۔	۳۱۱
۸۳	تحقیق شجاعت و شجاع۔	۳۲۰
۸۴	زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین علیہ السلام کا جہاد سے ہاتھ روکنا۔	۳۲۶
۸۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہلحرم سے رخصت آخر۔	۳۲۷
۸۶	حضرت امام حسین علیہ السلام کا امام زین العابدین سے رخصت ہونا۔	۳۳۰
۸۷	معرکہ قتال میں حضرت امام حسینؑ کا دوبارہ آنا۔	۳۳۵
۸۸	بموقع جنگ صفین امام حسینؑ کا نہر فرات پر تصرف۔	۳۴۴
۸۹	کسی ضربت سے امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔	۳۵۰
۹۰	روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے گھوڑے سے زمین پر گرے۔	۳۵۵
۹۱	روز عاشورا ہنگام عصر ذوالجناح کا امام حسین علیہ السلام کی حمایت کرنا۔	۳۶۰
۹۲	مقتل سے ذوالجناح کا در خیمہ اہلبیتؑ پر پہنچنا۔	۳۶۲
۹۳	حضرت سید الشہداء علیہ السلام خاک پر گرنا اور زخموں سے چور چور ہونا۔	۳۶۸
۹۴	روز عاشورا شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام۔	۳۷۲
۹۵	حضرت امام حسینؑ کا گھوڑے سے زمین پر گرنا اور لشکر اعداء کا بصورت تماشائی جمع ہونا	۳۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۶	شرح احوال جوانِ نصرانی۔	۳۷۷
۹۷	قتل گاہ میں امام حسین علیہ السّلام پر لشکر اعداء کا ہجوم۔	۳۸۵
۹۸	جنگ خندق میں خوّات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی بیہوشی۔	۳۸۷
۹۹	اختلافِ اقوال دربارۂ قتل حضرت سید الشہداء علیہ السّلام۔	۳۹۱
۱۰۰	روایات دربارۂ قتل امام حسین علیہ السّلام باجماع۔	۳۹۳
۱۰۱	بروایت اہلبیتؑ کی موجودگی میں سر امام حسینؑ کا قطع ہونا۔	۳۹۵
۱۰۲	تحقیقات دربارۂ قطع سر مطہر امام حسین علیہ السّلام۔	۴۰۰
۱۰۳	قتل امام حسین علیہ السّلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات پر اثر۔	۴۰۳
۱۰۴	روح حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا عرش خدا کی طرف عروج۔	۴۰۵
۱۰۵	لشکر عمر بن سعد کا لباس حضرت امام حسین علیہ السّلام غارت کرنا اور احوال ذوالجناح	۴۰۶
۱۰۶	تاراجیٔ خیام اہلبیتؑ۔	۴۰۹
۱۰۷	خطبۂ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام دربارۂ فضیلت جہاد و حالت سید سجادؑ وقت تاراجیٔ خیام۔	۴۱۲
۱۰۸	سرہائے شہداء کے ساتھ ساتھ اہلحرم کا مقتل سے گزرنا۔	۴۱۶
۱۰۹	حضرت امام حسینؑ کی لاش مطہر کی نگہبانی کے لیے شیر کا آنا۔	۴۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۰	تحقیقات اہل تواریخ و شعرا دربارہ پائمالی لاش ہائے شہداء۔	۴۲۲
۱۱۱	کبوتروں کا خبر شہادت امام حسین علیہ السّلام منتشر کرنا۔	۴۲۸
۱۱۲	خون امام حسینؑ کے قطرے سے یہودی لڑکی کا بینا ہونا۔	۴۲۹
۱۱۳	محرّم کی گیارہویں شب کے حالات۔	۴۳۱
۱۱۴	حکایت جمال ملعون۔	۴۳۲
۱۱۵	آنحضرتؐ اور انبیاء و مرسلینؑ کا قتل گاہ میں وارد ہونا۔	۴۳۶
۱۱۶	خواب جناب ام المومنین ام سلمہؓ	۴۳۸
۱۱۷	فرزندان جعفر طیّارؑ کا لشکر عمر ابن سعد سے فرار کر جانا۔	۴۴۰
۱۱۸	شمر ولد الحرام یا خولی ملعون کا سر امام حسینؑ کوفہ لیجانا۔	۴۴۱
۱۱۹	خولی اصبحی ملعون کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا۔	۴۴۶
۱۲۰	لشکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم سرہائے شہداء۔	۴۴۹
۱۲۱	عمر ابن سعد ملعون اور لشکر یزیدین کی کربلا سے روانگی اور اسیری اہلحرم۔	۴۵۱
۱۲۲	اسیر ہو کر اہلحرم کا مقتل شہداء سے گزرتے ہوئے گریہ و زاری کرنا۔	۴۵۴
۱۲۳	جبرئیل امین کا صحیفۂ سماویہ لے کر خدمت رسول خدا میں حاضر ہونا۔	۴۵۷
۱۲۵	عزلت نشینی امر مستحسن ہے۔	۴۵۹
۱۲۶	اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل شہداء سے گزرنا۔	۴۶۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۷	کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا۔	۴۶۳	۱۳۵	عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین کا ابن زیاد سے صلہ نہ ملنا۔	۴۸۵
۱۲۸	تحقیقات دربارۂ دفن حضرت سید الشہداء علیہ السلام۔	۴۶۵	۱۳۶	قید خانہ سے اہلبیتؑ اطہار کی دربار ابن زیاد میں طلبی۔	۴۸۷
۱۲۹	اہلبیتؑ اطہار کا کوفہ میں داخلہ پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم۔	۴۷۰	۱۳۷	سر بریدہ امام حسینؑ کی کوفہ میں تشہیر۔	۴۹۲
۱۳۰	امام حسین علیہ السلام کے سر بریدہ کا نیزہ پر قرآن پڑھنا۔	۴۷۳	۱۳۸	سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کا متعدد مقامات پر کلام کرنا۔	۴۹۴
۱۳۱	کوفہ میں اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات۔	۴۷۵	۱۳۹	بعد قتل امام حسین علیہ السلام ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور عبداللہ ابن عفیف کی شہادت۔	۴۹۷
۱۳۲	شہر کوفہ میں حضرت زینب خاتون کا خطبہ۔	۴۷۸			
۱۳۳	روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازۂ کوفہ پر پہنچنا۔	۴۸۲	۱۴۰	ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خبر قتل امام حسین دینا۔	۵۰۰
۱۳۴	اسیران اہلبیتؑ اطہار اور زندان کوفہ۔	۴۸۳	۱۴۱	تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسینؑ مدینہ میں یزید نے بھیجی	۵۰۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	یا ابن زیاد۔			زندان کوفہ سے باہر آنا۔	
۱۴۲	عبداللہ بن جعفر طیار کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا۔	۵۰۹	۱۴۹	دختران علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کوفہ سے دوسری مرتبہ باخفت نکلنا۔	۵۴۰
۱۴۳	بحکم یزید مدینہ میں اہلبیتؑ طاہرین کے مکانات کی بربادی	۵۱۰	۱۵۰	اسیران اہلبیت اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی۔	۵۴۱
۱۴۴	جناب ام المومنین ام سلمہؓ کو قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر ملنا۔	۵۱۱	۱۵۱	حکایت جناب فضہؑ اور غذائے بہشتی۔	۵۴۴
۱۴۵	حدیث شریف کساء اور فضیلت پنجتن پاک۔	۵۱۳	۱۵۲	واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ اطہار۔	۵۴۹
۱۴۶	واقعہ مباہلہ اور حقانیت پنجتن پاک۔	۵۲۲	۱۵۳	غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات کا آنسو بہانا۔	۵۵۳
۱۴۷	پنجتنؑ پاک کی شیعوں اور محبوں کے حق میں دعاء مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہؑ زہرا۔	۵۲۷	۱۵۴	منزل نصیبین میں ملعونوں کا آل رسولؐ کی بے احترامی کرنا۔	۵۵۹
			۱۵۵	واقعہ شیریں در راہ شام اور سر امام حسینؑ کا اعجاز۔	۵۶۲
۱۴۹	شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا	۵۳۶			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۶	جناب شہر بانو کا اسیر ہو کر زمانہ خلافت حضرت عمر میں مدینہ آنا۔	۵۶۵	۱۶۲	یحییٰ حرّانی کی حمایت اسیران آل محمدؐ میں شہادت اور بعض منازل راہ شام کے واقعات۔	۵۸۷
۱۵۷	حضرت شہر بانو کے حالات اور نام کی تحقیق۔	۵۶۹	۱۶۳	روضہ خوانی مجالس عزا۔	۵۹۶
۱۵۸	شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ پر اسلام لانا۔	۵۷۱	۱۶۴	منزل عسقلان اور زریر خزاعی کا حمایت اہلبیت اطہار میں خروج۔	۶۰۱
۱۵۹	دیر راہب میں سر ہائے شہداء کربلا کا رکھا جانا۔ جنت سے سیدہ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی کا مسلمان ہونا۔	۵۷۵	۱۶۵	یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلہ دمشق ملنا۔	۶۰۵
۱۶۰	منزل قنسرین میں سر بریدہ امام حسینؑ کا راہب کو دعوت اسلام دینا۔	۵۸۱	۱۶۶	اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام شام میں ورود اہلبیتؑ اطہار اور صدر دروازہ مسجد پر حضرت امام زین العابدینؑ کا ایک شامی بزرگ کے ساتھ احتجاج۔	۶۱۲
۱۶۱	شہر سہ مدین میں ورود اسیران اہلبیتؑ اور وہاں کے حالات۔	۵۸۶	۱۶۷	مقدمہ ورود اہلبیتؑ اطہار	۶۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	باخرابۂ شام اور شکوہ مؤلف۔		۱۷۴	جاثلیق نصاریٰ کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۴۱
۱۶۸	دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور سرہائے شہداء کا داخل دربار ہونا۔	۶۲۰	۱۷۵	عبدالوہاب سفیر شاہ روم اور دربار یزید۔	۶۴۴
۱۶۹	قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سرہائے شہداء کی طلبی۔	۶۲۳	۱۷۶	حضرت امام زین العابدین کے ساتھ یزید کا مکالمہ۔	۶۴۷
۱۷۰	یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر سید الشہداء کے ساتھ جسارت کرنا۔	۶۲۵	۱۷۷	یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت۔	۶۵۴
۱۷۱	یزید کے اہل حرم میں سے ایک عورت کا دربار میں خواب بیان کرنا اور اس کا شہادت پانا۔	۶۳۱	۱۷۸	کیفیت ورود اہلبیتؑ اطہار با دربار یزید اور جناب فاطمہؑ جناب ام کلثوم کو کنیزی میں طلب کرنا۔	۶۵۶
۱۷۲	راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۳۵	۱۷۹	دربار یزید میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ۔	۶۶۴
۱۷۳	شہر واسط میں ایک دوستدار اہلا کی موت۔	۶۳۷	۱۸۰	بروایت منتخب حضرت زینبؑ خاتون کا دربار یزید میں احتجاج۔	۶۷۲
			۱۸۱	محاجہ یزید با امام زین العابدینؑ	۶۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۲	دربار یزید میں اموی کا خطبہ اور حضرت امام زین العابدینؑ کا احتجاج۔	۶۸۰
۱۸۳	حضرت سکینہؑ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا۔	۶۸۲
۱۸۴	دربار یزید سے اسیران اہلبیتؑ اطہار کا زندان شام میں داخلہ	۶۸۶
۱۸۵	زندان شام میں اسیران اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی اور نوحہ خوانی۔	۶۹۰
۱۸۶	امام حسینؑ و اصحابہ کے سرہا مبارک کا مسجد جامع دمشق میں لٹکایا جانا۔	۶۹۵
۱۸۷	سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیسہ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا۔	۶۹۸
۱۸۸	بروایت لہوف زندان شام میں سکینہؑ خاتون کا خواب دیکھنا۔	۷۰۱
۱۸۹	حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام میں وفات۔	۷۰۴
۱۹۰	حضرت امام زین العابدینؑ کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا۔	۷۱۰
۱۹۱	حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ منہال کوفی کی گفتگو۔	۷۱۷
۱۹۲	واقعہ ہندہ زوجۂ یزید۔	۷۱۹
۱۹۳	شام میں تعین مکان برائے اقامۂ عزاء امام حسین علیہ السلام	۷۲۲
۱۹۴	یزید کا ستمگاران کوفہ و شام قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا۔	۷۲۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا۔	۷۲۷
۱۹۶	یزید کا اہلبیت اطہار کو مدینہ جانے کی اجازت دینا۔	۷۳۱
۱۹۷	اہلبیت اطہار کی شام سے مدینہ منورّہ واپسی۔	۷۳۲
۱۹۸	اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا۔	۷۳۷
۱۹۹	حضرت زینب خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبہ احتجاج۔	۷۳۸
۲۰۰	جناب فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب کرنا	۷۴۳
۲۰۱	حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۹
۲۰۲	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۵۲
۲۰۳	تحقیقات اس بارے میں کیا جابر ابن عبداللہ انصاری روز اربعین وارد کربلا ہوئے ہیں اور امام زین العابدین سے ملاقات کی ہے۔	۷۵۶
۲۰۴	جابر ابن عبداللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیت اطہار کا ملنا۔	۷۶۰
۲۰۵	جابر ابن عبداللہ انصاری اور زیارت اربعین۔	۷۶۳
۲۰۶	روایت دیگر روز اربعین جابر بن عبداللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر۔	۷۶۵
۲۰۷	ثواب زیارت اربعین۔	۷۶۷
۲۰۸	حکایت ابراہیم دیرج۔	۷۷۰
۲۰۹	زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ کربلا جانا۔	۷۷۴

نمبرشمار	مضمون	صفحہ	نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۲۱۰	اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت۔	۷۷۸	۲۱۴	حضرت سید سجادؑ سے محمدؐ حنفیہ ابن علیؑ مرتضیٰ کی ملاقات۔	۷۹۲
۲۱۱	بساط سخن در فتح مکہ	۷۸۱	۲۱۵	حضرت امام زین العابدینؑ کا نعمان قافلہ سالار کو رخصت کرنا	۷۹۴
۲۱۲	آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ) تشریف آوری		۲۱۶	مدینہ میں صف عزا امام حسینؑ علیہ السلام۔	۷۹۵
۲۱۳	اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد مدینہ پہنچنا۔	۷۸۶	۲۱۷	تحقیق دربارۂ دفن سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام۔	۷۹۷

دیباچہ از مؤلفؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَوْلَادِہٖ الْمَعْصُوْمِیْنَ اُمَنَآءِ اللّٰہِ وَخُلَفَآءِ اللّٰہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْد :-

اس طرح کہتا ہے کہ بادیہ پیمائے وادیٔ مودّت اہلبیتؑ طاہرین، کلب آستان ابوعبداللہ الحسین "محمد" المشتہر بہ صدر الواعظین المتخلص با قدس ابن الفاضل العلامۃ القزوینی محمد حسن اکرم اللہ رمۂ ۔ مؤلف ریاض الاحزان و حدائق الاشجان اوائل عمر ہی سے مداحیٔ و ثنا خوانی آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی نعمت لازوال سے مالامال تھے۔ اور اپنی زندگی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزاری کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مصائب بیان کرنا اپنا شعار قرار دیا تھا حضرت امام حسینؑ کے عشق میں سرشار تھے۔ وادیٔ عشق مظلوم کربلا پُرخار وادی ہے ؎

ابجد عشقش چہ بیاموختم　　پیرہن محنت و غم دوختم
خوش دلی ہر چہ مرا بود پاک　　دررہ اندوہش بفروختم
حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست　　سوختم، سوختم، سوختم

حضرت مظلوم کربلا سے عشق رکھنے والے کا لباس محنت و غم و اندوہ ہے میں

خوش نصیب ہوں کہ امام حسینؑ کا غم میرا سرمایۂ دِل ہے اور میں نے اس راہ محبت حسین سید الشہداء کو اختیار کیا ہے میری عمر کا حاصل یہ ہے کہ پروانہ وار شمع محبت مظلوم کربلا میں سوختہ ہوں۔

اسی محبت خامس آل عبا علیہ السلام نے منتخب فرمالیا اور اب تک چالیس کتب دینیہ و علمیہ ہدیۂ قوم کی ہیں چند کتب متواتر طبع ہوتی رہیں۔ مقبول خاص و عام ہوئیں۔ یہاں تک کہ پیش نظر کتاب ریاض القدس جو کہ حدائق الانس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ بکمال دقت طبع ہوئی۔ عیوب سے پاک بعض الحاقات ضروریہ سے آراستہ ہے۔ مؤلفین کا طریقہ ہے کہ کتاب کو کسی معزز و مکرم شخصیت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ اس ناپسندیدہ روش کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حاجی آتابک اعظم میرزا علی اصغر خان صاحب کی توجہات کو دخل عظیم حاصل ہے ورنہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکتی۔

بہر حال نام نکوکار ہمیشہ زندہ رہتا ہے ؎

سعدیا مردِ نکو نام نمیرد ہرگز!
مُردہ آنست کہ نامش بنکوئی نبرند

اب ہم اس کتاب میں حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے حالات میں سے بین امور و مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ امور روز عاشوراء ظہر کے بعد رونما ہوئے ہیں جو کہ خصوصاً اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے حالات پر مبنی ہیں۔ ان امور میں حضرت علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کے جوانوں کی شہادت کا تذکرہ ہے۔ اور ان میں اول قتیل شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔

مجلسِ دوم مقدمۂ شہادت جوانانِ محمدیؐ و مرتضویؑ اور خود امام حسین کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لما ھبت الریاح خریف الحتوف من مھب الرماح و النبال والسیوف علی حدائق الاصحاب والانصار وذھبت بما فیھا من الخضارۃ والنضارۃ والماء والاوراق والازھار۔

جب کہ زمین کربلا پر دشمنوں کی طرف سے ظلم و ستم شروع ہوا۔ اور کوفہ و شام کے بدنہاد مسلمانوں نے چمن فاطمیہؑ کو برباد کر دیا۔ بوستان دین نبوی مرجھا گیا۔ اور اوراق کتاب ناطق پارہ پارہ ہو گئے۔ اور اکثر اشجارِ چمن نبیؐ و فاطمہؑ قطع کر دیے گئے چمن کی حفاظت کرنے والی باڑھ ریختہ ریختہ کر دی گئی۔ اس وقت یہ عالم ہوا کہ ؎

برآمد یکی صرصر از دشت کین
بسی نخل تن ریخت از باغ دین
خزاں آمد و بوستاں از دشد
دل از آتش تشنگی سرد شد

یعنی دشت کربلا میں ایک تند و تیز آندھی چلی جس سے بہت نخلِ (اشجار) باغ مصطفویؐ مرجھا مرجھا کر گر پڑے۔ چمن فاطمیؑ میں خزاں چھا گئی۔ بوستان مرتضوی زرد پڑ گیا۔ اور دل آتش تشنگی سے ٹھنڈا پڑ گیا ؎

وما قنعت بنشر اوراق موان دات الخذود
بل قمعت اصول نخیل موزونات القدود

بے رحم کوفیوں نے دین نبوی اور گلستان مرتضوی کو خراب و برباد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اشجار دینیہ اور ایمانی شگوفوں کو قطع کر دیا ؎

سامنے موجود ہے ہاتھ پھیلا کر اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کہ ایک ظالم آیا اور اس نے بچہ کو آغوش امام سے کھینچ کر شہید کر دیا۔ فاخذہ رجل من بنی اسد فذبحہ یعنی کہ بنی اسد میں سے ایک ظالم نے اس کو آغوش امام حسینؑ سے جدا کر کے شہید کر دیا فارسی شاعر نے ایک عجیب انداز میں قاتل کے ظلم کی منظر کشی کی ہے۔

مکن خیال کہ بگرفت و برد در خیمہ — سپارد ش بمحبّت بدست مادر اُو
مکن خیال کہ بردش کنار نہر فرات — کہ تر کند بیکی قطرہ آب خنجر اُو
مکن خیال کہ میخواست از راہ احسان — غبار غم بزداید ز روئے انور اُو
فغان و آہ کہ بگرفتہ بیش از دو گام — بلند کرد و بخاک او فگند پیکر اُو
بسوز شیعہ از این غم کہ پیش چشم پدر — کشید خنجر و کرد از بدن سر اُو

بزیر تیغ چو آں طفل دست و پا میزد
بُدی نگاہ پدر سوئے نعش اطہر اُو

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ اس ظالم نے جب عبداللہ کو امام حسینؑ کی گود سے کھینچا تو اس لیے نہیں کہ اُسے در خیمہ تک پہنچا دے اور اس کو اس کی ماں کی سپرد کر دے۔ اس خیال سے اس معصوم کو آغوش پدر سے جدا نہیں کیا کہ اسے کنار نہر فرات لے جائے۔ اور اس کی تشنگی آب خنجر سے بجھائے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ ظالم نے اس لیے بچہ کو آغوش پدر سے جدا کیا کہ اس کے چہرہ پر غم والم کی گرد پڑی اسے دور کرے۔ جب بچہ کو ظالم نے کھینچا تو دو تین قدم اس کی آہ و فغان سنی گئی کہ ظالم نے تلوار بلند کی اور اس طفل صغیر کو ذبح کر دیا۔ جب عبداللہ تڑپا تو امام حسینؑ

نے نگاہ اٹھا کر دیکھا واحسرتا اس وقت امام حسینؑ پر کسقدر صدمۂ جانکاہ گزرا ہوگا۔ وقت ذبح شہید معصوم امام حسینؑ کے اسقدر قریب تھا کہ آپ اپنے چلو میں اس کا خون لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا خداوند تو ہی ان ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا خاک پر گرنا لشکر اعداء کا بصورت تماشائی جمع ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ مجروح حالت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر گرے۔ مضطربا فی الدماء رامقا بطرفہ الی السماء ناجیا للرب راجیا للحیاء یعنی کہ امامؑ مظلوم بحالت اضطراب خون میں نہائے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحوں میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بارگاہ معبود میں مناجات کی جیسے اوراق قرآن زمین پر بکھرے پڑے ہوں۔ اس وقت دو، دو چار چار ملعون بقصد قتل امام حسینؑ آتے تھے اور حالت جراحت دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ اگرچہ ظالموں نے امام مظلوم کو اس حالت میں دیکھا مگر پھر بھی امام حسینؑ کے قتل سے باز نہ آئے۔ خداوندا قاتلان حسینؑ پر عذاب نازل کر۔ کتاب ریاض الشہادت اور روضۃ الشہداء میں ہے اور اس روایت کو اسمعیل بخاری نے اپنی کتاب بھی نقل کیا ہے کہ لشکر کوفہ و شام میں سے ایک شخص حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے نکلا جب وہ آپ کے نزدیک پہنچا۔ حضرت نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا انصرف لست انت تقاتلی کہ تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو عذاب خدا

گرفتار رہو یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا اے فرزند پیغمبرؐ خدا تمہاری اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ مجھے عذاب خدا میں مبتلاء ہونا پسند نہیں کرتے۔ پس وہ شخص تلوار بکف عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہا کہ ؎

چہ کردہ است دگناہش چہ این ہمہ لشکر
یکی گرفتہ بکف تیغ و اندکر خنجر
چہ کردہ است کہ از وئی تو منع آب کُنی
چہ کردہ است کہ بر کشتنش شتاب کُنی

یعنی کہ اے عمر بن سعد اس مظلوم نے معاذ اللہ کیا گناہ کیا ہے کہ تیرا لشکر اس پر تیر و تلوار و خنجر لیے ہوئے آمادۂ قتل ہے۔ کیا گناہ (معاذ اللہ) کیا ہے کہ تو نے اِس پر پانی بند کر دیا ہے اس نے کونسا ایسا کام کیا ہے کہ تو اس کے قتل میں جلدی کر رہا ہے۔ لیکن اس قوم بے حیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس اس شخص نے اپنی تلوار عمر بن سعد ملعون کے حوالہ کی۔ لشکر عمر بن سعد کے پیادوں نے اس پر ہجوم کیا۔ اور اس پر پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کی طرف رُخ کر کے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے آپ کی محبت میں جان دی ہے اور آپ بروز حشر اپنے لشکر کے ساتھ مجھے جنت میں لے جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا طب نفسا فانی شفیع لك عند الله خاطر جمع رکھ مطمئن رہو کہ میں روز قیامت خدا سے تیری شفاعت کروں گا۔ پس ان ظالموں نے اس ناصر امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ اے شیعو تم آج امام حسین علیہ السّلام کی غمخواری کرو عزاء امام مظلوم برپا کرو تاکہ روز قیامت سید الشہداء علیہ السّلام تمہاری شفاعت کریں اور تمہیں گرمی محشر سے نجات دلائیں۔ اس ناصر امام مظلوم کے شہید ہونے

کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اس لشکر میں کوئی حسین ابن علیؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس پر سپاہ کوفہ و شام نے کہا کہ اے عمر ابن سعد تو خود کیوں قتل نہیں کرتا۔ اپنی گردن پر قتل حسینؑ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور دوسروں کی گردن پر اِس خون ناحق کو رکھتا ہے (حالانکہ سب ہی قاتلوں کے زمرے میں ہیں) اس وقت عمر ابن سعد ملعون خنجر بکف امام حسین علیہ السّلام کی طرف بڑھا۔ جب امام حسینؑ نے اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو سر مبارک خاک سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر انت جنّت بقتلی یعنی کہ تو مجھے قتل کرے گا اس ملعون کو حیا آئی اور وہ اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا۔

شرح احوال جوان نصرانی

کتاب ریاض المومنینؒ میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نصاریٰ نے خواب میں چار مرتبہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی زیارت کی۔ اور ایک مرتبہ حضرت پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ شخص شہر رُم کا رہنے والا تھا۔ طالبان حق اور سالکان راہ حق میں سے تھا ہمہ وقت ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا ؎

فطرتش از نور عقل پاکتر — چشمش از روح ملک چالاکتر
عیسیٰؑ آئین جان نورانی اُو — صد چو عیسیٰؑ لیک نصرانی اُو

یعنی وہ بالفطرت نور عقل سے پاک تر تھا۔ اور اس کی بصیرت روح ملک کی بصیرت سے زیادہ تھی۔ جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے طریق دینی پر گامزن تھا۔ سب کچھ سہی مگر وہ پھر بھی نصرانی تھا مسلمان نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان اگر تو راہ خدا کا متلاشی

ہے تو راہ سفر شام اختیار کر۔ اُس جوان نصرانی نے سامان سفر شام باندھا۔ سفر اختیار کیا چند عرصہ شام میں رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اُس نے حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے نصرانی اب ملک شام سے کوفہ جاؤ۔ وہ نصرانی کوفہ پہنچا کچھ دنوں کوفہ میں قیام کیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سفر کوفہ کا کیا مطلب ہے؟ ابھی وہ کوفہ ہی میں مقیم تھا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنا لشکر کربلا روانہ کیا جو حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کے قتل کے لیے روانہ کیے تھے لاتعداد لشکر تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نصرانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو عالم خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں تو شانصیب کہ تو حق کے قریب پہنچ گیا ہے اب تو سفر نینوا اختیار کر جسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ زمین ہے زمین یونس بن متیٰ اور میری ولادت کی جگہ ہے اس نے حسب الامر جناب عیسیٰؑ سفر کربلا اختیار کیا۔ کربلا میں وارد ہوا۔ متلاشیٔ منزل حق تھا رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا کہ تعبیر خواب ایک نئی خواب کی صورت میں نمودار ہوئی اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ عالم روحانیت میں موجود ہے دربار روحانیت آراستہ ہے اور حضرت عیسیٰؑ تشریف فرما رہیں ملائکہ اور روحانیتیں بصورت ماتم کناں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس نصرانی سے گریہ کناں حالت میں فرمایا کہ اے جوان اٹھ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کر۔ آپ پیغمبر اسلام اور خاتم النبین ہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس خواب کا مقصد کیا یہاں تک کربلا میں روز عاشورا محرّم نمودار ہوئی۔ دیکھا کہ ایک طرف بے پناہ لشکر بہت مختصر سا ہے اس میں آواز تکبیر بلند ہے۔ وہ شخص احوال جنگ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوا مگر خوف دامن گیر تھا کہ لشکر کثیر کہیں اسے گرفتار نہ کرلے۔ ناگاہ اس نے بوقت ظہر دیکھا کہ رؤسائے کوفہ میں سے ایک معمر شخص زخمی

حالت میں ہے اس نے نصرانی سے کہا کہ جرّاح کو لاؤ۔ نصرانی جرّاح کو لایا اور اس نے مرہم پٹی کی۔ اسی دوران عمر بن سعد ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی چہرہ پر کچھ آثار فکر و پریشانی دیکھے اور اس کو ترسان و افتادہ خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ عمر بن سعد کی فوج کا ہر ایک سپاہی قتل حسین ابن علیؑ پر آمادہ تھا اور حضرت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے جو لوگ قتل امام مظلوم پر آمادہ تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ جب میں آپ کے سر مبارک کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا موجود ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا نالہ و شیون کر رہی ہیں۔ کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابن سعد۔ حسینؑ تو خود قریب بہ شہادت ہیں۔ یہاں کہ عمر بن سعد ملعون آپ کے قتل کی نیت سے آپ کے نزدیک گیا کہ اس ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی۔ حیران رہ گیا کہ یہ نصرانی یہاں کیوں موجود ہے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حیرت زدہ ہو کر اس سے اس طرح کہا ہے

کای نصرانی چون تو عیسیٰ ملتی — نیست با اسلام ہیچست نسبتی
این شہی کا نیساں بخاک افتادہ است — در یقین پیمبر زادہ است
دشمن دین شما مغضوب ما است — کشتن دشمن بہر ملت رواست

گر کشی اور اندانی چون شود
نزد عیسیٰؑ رتبتت افزوں میشود

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون اس نصرانی کے پاس آیا اور کہنے لگا اے نصرانی تو ملّت و دین عیسیٰؑ پر ہے نہ کہ مسلمان اور یہ شاہ جو خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے یقیناً نبی زادہ ہے نواسۂ رسولؐ خدا ہے۔ لیکن اے نصرانی تمہارے دین

کا دشمن ہمارا بھی مغضوب ہے اور ملت و دین کے دشمن کو قتل کرنا روا ہے اگر تو دشمن دین کو قتل نہ کرے گا تو کس طرح عیسٰی کے سامنے رتبہ پائے گا نصرانی اس خیال سے کہ یہ لشکر اسلام ہے۔ مسلمانوں کا لشکر ہے اور میں خواب میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت عیسٰیؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا۔ شاید کہ خواب کی یہی تعبیر ہو اس خیال سے اس نصرانی سے عمر بن سعد ملعون سے خنجر حاصل کیا کہ دشمن دین محمدؐ کو قتل کردوں وہ خنجر بکف قتل گاہ میں پہنچا۔ لیکن بہت متفکر تھا؎

نصرانی مستمند دل ریش ۔۔۔ ہر گام کہ می نہاد در پیش
گامش چو نفس شمردہ میرفت ۔۔۔ پی بر مطلب بزدہ میرفت
میرفت وزرہ غبار میرفت ۔۔۔ ہردم بزبان حال میگفت
یارب بجلال وجاہ عیسٰیؑ ۔۔۔ یارب برواج دین ترسا
یارب بعبادت برہمن ۔۔۔ یارب بمغان پاکدامن
یارب بکلیسائے اعظم ۔۔۔ یارب بطواف گاہ مریمؑ
یارب بنوای یاد مجری ۔۔۔ کاین شخص بناشد از نصائے
گر کشتن او ثواب بودی ۔۔۔ کی از وی اجتناب بودی
لشکر ہمہ اشک وآہ دارند ۔۔۔ اندیشہ ازیں گناہ دارند
گویا عمدان سین بدبخت ۔۔۔ چون من دگری نیافت دل سخت

گر خار درایں رہت گر گل
دست من ، دامن توکل

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ نصرانی غمگین اور پریشان دل تھا۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا تھا اور

ہر نفس جو آتا جاتا تھا۔ کشمکش کے عالم میں تھا۔ بزبان حال یہ کہہ رہا تھا اے خداوندا! تجھے جاہ جلال عیسیٰؑ دین عیسیٰؑ، عبادت برہمن، اور آتش پرستوں کی پاکدامنی، کلیسائے اعظم، اور مریمؑ کے طواف کرنے کی جگہ کا واسطہ۔ مجھ پر واضح کر دے کہ یہ شخص جسے میں قتل کرنے جا رہا ہوں کہیں منصوص بارگاہ ایزدی تو نہیں ہے کبھی اس کا قتل کرنا گناہ تو نہیں ہے یہ لشکر تو اس وقت اس کے قتل سے گریزاں ہے اگر تیری راہ میں کانٹے بھی ہیں تو میرے لیے وہ گل ہیں۔ میں تجھ پر ہی توکل رکھتا ہوں۔

کبھی دل میں کہتا کہ تو جویائے حق ہے حق کا متلاشی ہے نہ کہ خلق خدا کا خون کرنا مقصود ہے اس نصرانی کی یہ حالت تھی کہ؎

آنجوان حق پرست پاک جان ۔۔۔ داشت با حق گفتگو ہا در نہان
بار الہا خیر آور پیش من ۔۔۔ تا نبا شد ایں جوان ہم کیش من
برمن اے ہادی تو بنما راہ راست ۔۔۔ کن شناسائے ویم گر ز اولیاء است

در تکلم بود جانش با آلہ
ہم چنیں تا آمد اندر قتل گاہ

یعنی کہ نصرانی اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اے خدا میرے ساتھ خیر پیش آئے اور اے ہادئ مطلق تو مجھے راہ راست دکھلا۔ اور اس کی معرفت کرا اگر وہ اولیاء اللہ میں سے ہے اگر اس میں یعنی کہ جسے میں قتل کرنا چاہتا ہوں جان ہوتی یعنی وہ بات کرنے کے قابل ہوتا تو میں اس سے دریافت کرتا کہ اس قتل گاہ میں آنے کا کیا مقصد ہے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ تو مجروح حالت میں تھے صرف رمق جان باقی تھی۔ غرض کہ وہ نصرانی قریب حضرت امام حسین علیہ السلام پہنچا۔

جمال شاہ مظلوم پر نظر ڈالی دیکھا کہ یہ تو عیسیٰؑ دوران ہیں۔ یہ تو اپنے وقت کے نوحؑ و سلیمانؑ ہیں یہ خود یحییٰؑ ہیں یہ زکریاؑ ہیں۔ ہنگام بلا یہی یوسف زندان بلا ہیں۔ یہی خلیل خدا ہیں یہی اسمٰعیل ہیں یہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس وقت وہ بہت سخت پریشان ہوا ؎

چون دید حالت زارش جوان نصرانی
بگریہ گفت امان است ازاین مسلمانی
کسی بدشمن خود ہرگز این ستم نکند
کہ ہیچ گبر بعالم چنین ستم نکند

یعنی کہ جب اس نصرانی نے امامؑ مظلوم کی یہ حالت دیکھی بے ساختہ رونے لگا اور اپنے دل سے کہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اس پر بیکسی کا عالم طاری ہے اور ظلم کر رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی اس طرح ظلم و ستم نہیں کرتا اور یہ لوگ مسلمان اور امت رسولؐ خدا ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور اس مظلوم کے قتل پر آمادہ ہیں۔ پس پھر اس نصرانی نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور کہا اے فخر اولاد آدم اے سیّد و سردار بنی آدم میں آپ کا نام نہیں جانتا میں تو آپ کا جلال دیکھ کر حیران ہوں کہ آپ نبی یا امامؑ، آپ تو مقرّب بارگاہ خداوندی ہیں۔ میری آپ ہی راہ نمائی فرمائیں۔

؎

در بحر خون چو ماہی بسمل شناوری   پرور دۂ کدام صدف چوں تو گوہری
گویند کوفیان تو زاد لا د احمدیؐ   خوانند شامیان کہ تو فرزند حیدری
حیدر کدام سرور احمد کدام شاہ
خود کیستی و بہر چہ صد پارہ پیکری

یعنی کہ نصرانی نے امام عالیمقام کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے مظلوم تو اپنے خون میں مثل ماہی بسمل تیر رہا ہے تو کس صدف کا گوہر ہے۔ کوفی لوگ تجھے پیغمبرؐ زادہ کہتے ہیں شامی لوگ تجھے فرزند حیدر کہتے ہیں آخر یہ حیدرؑ اور احمدؐ کون ہیں آخر تو نے خود کیوں، کس لیے پارہ پارہ ہونا گوارا کیا ہے امام حسین علیہ السلام نے خاک سے سر اٹھایا اور گوشۂ چشم و نظر رحمانی سے اُسے دیکھا۔ نصرانی جو کہ طالب راہ حق تھا کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔ اس نے امام عالیمقام کو ذات حق کی قسم دی کہ آپ بتلائیں۔ لیکن جب اُسے امام عالیمقام سے کوئی جواب نہ ملا اس کے دل میں جوش پیدا ہوا۔ قدم بڑھایا دائیں اور بائیں جانب نگاہ کی شہدائے کربلا کی لاشیں نظر آئیں دیکھا کہ لاش ہائے شہداء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ جن میں جوان و پیر اور بچے بھی ہیں۔ اس وقت اس نے امام عالیمقام کو شہدائے کربلا کی قسم دی کہ ؎

بحق قوم اشہدوا و عطشانا   و ترکوا مجرد اعریانا
بحق ھٰذا الشاب العباس   والرجل المذکور وھٰذا الناس
بحق ھٰذا الجسد المنور   شاب یسمی بعلی الاکبرؑ

یعنی اے مقرّب بارگاہ خدا تجھے قسم ان شہداء کی جو پیاسے شہید ہوئے ہیں اور ان کی لاشیں عریاں پڑی ہیں۔ اے مولیٰ آپ کو قسم ہے عباس علمدار کی۔ اور اس جسد منوّر کی قسم ہے جو علی اکبرؑ کے نام سے موسوم ہے۔ غرض کہ جوان نصرانی نے حضرت امام حسینؑ کو قسم دلائی لیکن اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ سے ایک بی بی بار بار نکلتی ہیں اور مقتل میں کبھی جوان علی اکبرؑ کی لاش پر روتی ہیں اور حسینؑ کے پاس جاتی ہیں اور کبھی خیمہ میں واپس آجاتی ہیں

اس جوان نصرانی نے امام حسینؑ کو ان معظمہ سیّدہ بی بی کی قسم دلائی کہ بحق تلک المراۃ المخدرۃ تعرفنیھا المعتوم بہ بنت حیدرۃ یعنی کہ آپ کو قسم ہے اپنی بہن زینب خاتون کی مجھے اپنا تعارف کرائیے۔ پس جیسے ہی امام مظلوم نے اپنی بہن کا نام سنا۔ خاک سے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا ؎

منم فرزند آن شاہی کہ جبرئیلؑ بود دربان

بمکتب خانۂ او انبیاء اطفال ابجد خوان

اگر توریۃ میدانی دگر انجیل میخوانی!

شناسم جدّ و بابم کیستند ای مرد نصرانی

محیطار نیج باشد نام جدّ و شنطیا باہم

بود ماسن حسن من قتل زاد و تشنہ آیم

یعنی کہ اے نصرانی میں اس بادشاہ دین و دنیا کا فرزند ہوں جس کے دربان جبرئیلؑ امین ہیں اور اس شاہ زمن کے مکتب میں انبیاء و مرسلینؑ ان بچوں کی مانند ہیں کہ جو ابتدائی درجہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ اگر تیری نظر تورات پر ہے اور اگر تیری نظر انجیل پر ہے تو دونوں کتابوں میں میرے اب و جد کا نام موجود ہے۔ ماسن۔ میرے بھائی حسنؑ کا نام ہے اور میں حسینؑ ہوں جو پیاسا ہوں۔ پس جیسے ہی اس نصرانی نے سنا کہنے لگا میں آپ پر قربان آپ حسینؑ ابن فاطمہؑ ہیں آپ سبط رسولؐ خدا ہیں آپ علیؑ مرتضیٰ کے نور نظر ہیں۔ یہ لشکر بے دین آپ کا دشمن ہے۔ اور اے نصرانی تونے جو خواب دیکھا ہے اس کو میں بیان کروں۔ اس نے عرض کیا اے مولیٰ آپ خود بیان فرمائیں۔ چنانچہ امام عالیمقام نے فرمایا کہ شب گزشتہ تونے میرے جدّ نامدار رسولؐ مختار کو خواب میں دیکھا کہ تمام

انبیاءؑ ان کی خدمت میں ماتم کناں بیٹھے ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے تجھ سے کہا کہ مجھے حضور پیغمبرؐ اسلام سے شرمندہ کر یعنی کہ اپنے ہاتھ خون پسر مصطفیٰؐ سے رنگین نہ کر۔ جب نصرانی نے امام مظلوم سے اپنا خواب سنا۔ فوراً اس نے کلمۂ اسلام پڑھا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ پس اس صاحب ایمان نے تلوار و خنجر لے کر سپاہ عمر سعد کی طرف رخ کیا۔ چند افراد کو واصل جہنم کیا۔ اس لشکر بے دین نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اور تلواروں تیروں سے اس پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جب وہ جوان نصرانی گھوڑے سے زمین پر گرا اس نے گوشۂ چشم سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور اس کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل گاہ میں امام حسین علیہ السّلام پر لشکر اعداء کا ہجوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا شیعۃ الآل و ارباب الوجد و الملال استشعروا اشعار الاحزان و افیضوا الدموع المقرحۃ للاجفان فانھا ھی المصیبۃ الکبریٰ و الوقعۃ الختمیۃ العظمیٰ و عزّوا نبیکم المصطفیٰ و امامکم الوصی المرتضیٰ و سیدتکم الزھراء و بعدہ الذریّۃ التی بکی الملائکۃ السماء و اھزلۃ العرش الملک الاعلیٰ قائلین یا سیدنا و سید الانبیاء ھذا سبطک منبوذ بالعراء ھذا سبطک محزوز الرّاسی من القفاء ھذا جزاؤکَ یا رسول اللہ اجرک فی الرسالۃ۔

اما بعد!

جب امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جیسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر ولد الحرام اس وقت امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت الحرم میں صدائے گریہ وبکا بلند ہوئی۔ شیث ابن ربعی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بدبخت ان بیکس وبے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک خموش ہو گیا۔

صاحبان مقاتل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو۔ پس حملوا علیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر ولد الحرام نے آپ کو دشنام دیں۔ ابو الجنوق ملعون نے امامؑ مظلوم کی پیشانیٔ مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابو ایوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانۂ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اسقدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوت امامت کوئی طاقت بشری متحمّل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح۔ جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت خنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولد الحرام نے اپ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعۃ بن شریک نے آپ کا دست مبارک

قطع کیا۔ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے درپے حملے کئے۔ آپ وا محمداہ وعلیاہ وا فاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

علی الدنیا بعدك العفایا ابا عبد اللہ

جنگ خندق میں خوّات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی بیہوشی

اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفّار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسولؐ کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے انحضرتؐ بایں وجہ متفکّر وپریشان تھے جناب سلمانؓ فارسی آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دُور دُور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضور اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دُور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفّار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

لشکر کفّار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اسے موالیان امام حسینؑ۔ حضرت سید الشہداء نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحابؓ کو حکم دیا کہ خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق کھودی۔ اور امام حسینؑ کے خیام ایک قلعہ متصوّر ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر باطل اور لشکر حق کے درمیان حد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ شوال ۵ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خوات بن جبیر بھی شامل تھے۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی زوجہ افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا کہ خواتؓ گہری نیند سو رہا ہے جگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار زوجہ نے کہا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے سامان افطار موجود ہے وہ خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا اور رسولؐ سے غذا نہیں کھائی ہے اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا ابھی روزہ پر روزہ رکھ لیا جب سپیدئ سحر نمودار ہوئی اٹھا دوگانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا اور مشغول کار ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر غلبہ کیا کہ وہ غش کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی اور آپ بہ نفس نفیس اس کے سرہانے تشریف لائے اس کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ افطار نہیں کیا تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرتؐ اُس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

فوراً جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (سورۃ البقرآیت ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی دھاری آسمان پر تمہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواتؓ کی بیہوشی خدا اور رسولؐ کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعدہٗ منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب ہائے رمضان المبارک میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعدہٗ خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو منسوخ کر دیا اور سورۃ البقر کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے لباس ہیں اور مردان کا لباس ہیں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقعی خوات بن جبیرؓ کی غشی بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رضائے خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا، حضرت خامس آل عبا سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام علیہ السّلام جبھی گھوڑے سے زمین کربلا پر گرنے کے بعد زخمی

جب امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر ولد الحرام اس وقت امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت الحرم میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوئی۔ شیث ابن ربعی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بدبخت ان بیکس و بے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک خموش ہو گیا۔

صاحبان مقاتل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو۔ پس حملوا علیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر ولد الحرام نے آپ کو دشنام دیں۔ ابو الحنوق ملعون نے امامؑ مظلوم کی پیشانیٔ مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابو ایوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانۂ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اسقدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوت امامت کوئی طاقت بشری متحمّل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت خنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعہ بن شریک نے آپ کا دست مبارک

قطع کیا۔ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے در پے حملے کئے۔ آپ وامحمداہ و علیاہ و افاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

علی الدنیا بعدک العفایا ابا عبد اللہ

جنگ خندق میں خوّات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی بیہوشی

اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفّار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسولؐ کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے انحضرتؐ بایں وجہ متفکّر و پریشان تھے جناب سلمانؓ فارسی آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دُور دُور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضور اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دُور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفّار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

لشکر کفار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اے موالیان امام حسینؑ۔ حضرت سید الشہداءؑ نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحابؓ کو حکم دیا کہ خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق کھودی۔ اور امام حسینؑ کے خیام ایک قلعہ متصوّر ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر باطل اور لشکر حق کے درمیان حد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ شوال ۵ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خوات بن جبیر بھی شامل تھے۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی زوجہ افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا کہ خوات گہری نیند سو رہا ہے جگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار زوجہ نے کہا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے سامان افطار موجود ہے وہ خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا اور رسولؐ سے غذا نہیں کھائی ہے اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا لہٰذا روزہ پر روزہ رکھ لیا جب سپیدۂ سحر نمودار ہوئی اٹھا دوگانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا اور مشغول کار ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر غلبہ کیا کہ وہ غش کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی اور آپ بہ نفس نفیس اس کے سرہانے تشریف لائے اس کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے روزہ افطار نہیں کیا تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرتؐ اس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

فوراً جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (سورۃ البقر آیت ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی دھاری آسمان پر تمہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواتؓ کی بیہوشی خدا اور رسولؐ کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعدہٗ منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب ہائے رمضان المبارک میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعدہٗ خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو منسوخ کر دیا اور سورۃ البقر کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے لباس ہیں اور مردان کا لباس ہیں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقعی خواتؓ بن جبیرؓ کی غشی بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رضائے خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا حضرت خامس آل عبا سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام علیہ السلام جب گھوڑے سے زمین کربلا پر گرنے کے بعد زخمی

حالت میں بیہوش ہوئے ہیں۔ امام عالیمقام کی بیہوشی بھی عجیب مرتبہ رکھتی ہے امام حسین علیہ السلام کی یہ بیہوشی نہ صرف ملّت اسلامیہ کے لیے بشارت ہے بلکہ اس بیہوشی میں حیات اسلام مضمر ہے۔

ع اسلام زندہ ہوگیا بس کربلا کے بعد

امام حسینؑ نے اسلام کو زندۂ جاوید بنادیا۔ اور اس بیہوشی کا عوض بارگاہ خداوندی سے یہ عطا ہوا ہے کہ آپ کی شفاعت عنداللہ مقبول ہے۔ آپ کی بیہوشی کے متعلق۔

ابی مخنف اپنے مقتل میں لکھتا ہے کہ وخر صریعا مغشیا علیہ وبقی مکبوبا علی وجھہ ثلاث ساعۃ۔ کہ امام حسین علیہ السلام تین ساعت تک بیہوش رہے۔ اس بیہوشی میں نہ اپنی فکر نہ اپنے اہل وعیال کی فکر۔ صرف توجہ الی اللہ تھی مرحوم علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ حالت غشی میں انسان اپنی ذات اور غیر چیزوں سے غافل ہوتا ہے لیکن اس حالت غشی میں امام عالیمقام غافل نہ تھے بلکہ مثل مغشی علیہ (یعنی کہ جس پر حالتِ غش طاری ہو) اپنا چہرہ مبارک خاک پر رکھے ہوئے تھے اور گوشۂ چشم سے بسوئے آسمان دیکھ رہے تھے۔ اور راز ونیاز کے طریقہ پر فرما رہے تھے کہ میں خدایا میں نے تیری بلاؤں پر صبر کیا ہے اور تیری قضا وقدر یعنی تیرے احکام پر راضی ہوں (قضا اس حکم کو کہتے ہیں کہ جو مخلوق میں دفعتاً جاری ہوا) اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور تو فریاد کرنے والوں کا مددگار ہے واحسرتا اس وقت رسولؐ خدا کہاں تھے کہ امام حسین علیہ السلام بیہوشی کی حالت میں خاک وخون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑے تھے کہ شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ

علی القوم الظالمین۔

اختلافِ اقوال دربارۂ قتل حضرت سیّد الشہداء علیہ السّلام

روز عاشوراء سلطان دین ودنیا حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام خاک کربلا پر بیہوش پڑے ہوئے تھے تو بروایت لہوف۔ عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ایک سردار کی طرف رخ کیا اور کہا۔ ویحک انزل الی الحسین وارحہ۔ کہ وائے ہو تجھ پر اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر۔ اور حسینؑ کو ان زخموں سے راحت دے یعنی قتل کر۔ وہ شخص گھوڑے سے اترا یعنی پیادہ ہوا خولی بدبخت ملعون نے پیش دستی کی کہ امام حسینؑ کو قتل کرے کہ اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہوگیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے گوشۂ چشم سے خُولی کی طرف دیکھا۔ اور اس کے جسم ناپاک میں لرزہ پیدا ہوگیا اور وہ آپ کو قتل نہ کرسکا۔ اور اپنے لشکر میں واپس چلا گیا۔ کتاب تبر المذاب میں ہے کہ خُولی کے جسم نجس میں جب لرزہ پیدا ہوگیا اور وہ واپس چلا گیا تو شمر ولد الحرام نے اس کو دیکھا تو کہنے لگا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو لرزہ بر اندام ہے اور قتل کرنے سے باز رہا۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ اس وقت کہ جب امام حسین علیہ السّلام غشی کی حالت میں تھے روح پرواز کرگئی تھی بعدہٗ چالیس سوار امام مظلوم کے قتل کے ارادے سے لشکر عمر ابن سعد سے نکلے اور ہر ایک نے چاہا کہ سر مبارک امام حسینؑ قطع کرے۔ ان لوگوں میں شیث بن ربعی ملعون بھی تھا جب کہ وہ نزدیک پہنچا تو

حضرت میں ابھی رمق جان باقی تھی آپ نے گوشۂ چشم سے اس کی طرف دیکھا۔ اور وہ کانپ گیا اور قتل سے باز رہا اور لشکر میں واپس چلا گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ سنان ابن انس نے قتل کرنے کی طرف رجوع کیا۔ اور شیث بن ربعی سے کہا کہ میں نہ سمجھ سکا کہ تو نے حسینؑ کو کیوں قتل نہ کیا اور تو نے اپنی قوم کو بدنہاد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے تلوار دے میں ذبح کروں گا۔ شیث بن ربعی اور سنان بن انس ملعون دونوں قتل گاہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے کہ امام حسینؑ نے آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا۔ اور شیث بن ربعی کے جسم نجس میں لرزہ پیدا گیا اور وہ وہاں سے واپس آگیا۔ اس وقت سنان بن انس نے واپس پہنچ کر عمر بن سعد ملعون سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور کہا اے عمر تو چاہتا ہے کہ روز محشر میرا گریبان ہو اور پیغمبر خدا کا دست مبارک ہو لیکن سیّد مرحوم کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اس وقت جب کہ وہ حضرتؑ کے سامنے آیا کہ تلوار آپ کے گلوئے مبارک پر پھیرے اور ذبح کرے۔ کہنے لگا کہ میں تمہارا سر قطع کروں گا حالانکہ جانتا ہوں کہ تم فرزند رسولؐ خدا ہو بعض اہل سیر و تواریخ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کے سر مبارک کو نظر بن خرشہ ملعون نے کاٹا ہے۔ لیکن یہ سارے اختلافات ایک طرف فی الواقعی امام حسینؑ کا قاتل شمر ولد الحرام ہے کہ جس نے امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک جدا کیا ہے۔ حضرت نے اس وقت پانی مانگا مگر اس ملعون نے پانی نہ دیا۔ کہنے لگا کہ اے حسینؑ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساقی کوثر ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں منادی نے پکارا قتل الحسینؑ بکربلا ذبح الحسینؑ بکربلا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

روایات دربارۂ قتل امام حسین علیہ السّلام باجماع

کتاب نوادر میں علی ابن اسباط روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ کان ابی مریضا یوم قتل ابوہ و کان فی الخیمۃ۔ یعنی کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں جد نامدار امام زین العابدین بیمار تھے اور خیمہ میں تھے۔ میرے پدر بزرگوار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کنت اری موالینا کیف یختلفون مع الحسین و یبغون الماء۔ میں دیکھتا ہوں کہ شیعان و غلامان کو لے کر پدرم امام حسینؑ پانی لینے کے لیے گئے۔ چنانچہ پانی کی خاطر جانے آنے میں لشکر عمر بن سعد ملعون حائل ہوا اور انجام کار شہادت ہوا۔ ولقد قتلوہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ان یقتل بہا الکلاب۔ اور اس طرح گھیر کر قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے حالانکہ مسلمانوں نے نواسۂ رسولؐ خدا کو اسی طرح شہید کیا۔ بعدہ فرمایا لقد قتل ابی السیف والسنان والحجارۃ والخشب والعصا ولقد اوطؤہ الخیل بعد ذلک۔ کہ ہمارے پدر مظلوم کو تلوار سنان۔ تیر۔ پتھر۔ لکڑیاں وغیرہ سب کچھ مارے گئے اور بعدہ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے یعنی کہ لاش پائمال ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ کو لشکر اعداء نے گرفتار کر لیا اور شہید کر دیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السّلام کے خطبات سے کہ جو آپ نے کوفہ میں دیئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ میرے پدر بزرگوار کو صبر کے ساتھ قتل کیا ہے یعنی کہ گھیر ڈال کر شہید کیا۔ اُم کلثوم فرماتی ہیں اے اہل کوفہ قتلتم اخی صبرًا یعنی اے اہل کوفہ تم نے میرے بھائی کو گھیر کر قتل کیا ہے کتاب ریاض میں علامہ فرماتے ہیں

کہ معنیٰ قتل صبراً ای حسا و قال لاتقتلوا الحیوان بالصبر۔ کتاب مجمع البحرین میں ہے کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ عن قتل شیئ من الد و اب صبراً۔ یعنی کہ حیوانات میں سے کسی حیوان کو از روئے صبر یعنی گھیر کر قتل نہ کرو کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اس زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ جانور کسی جگہ بند کر دیا پھر اس کو لکڑی وغیرہ سے خوب مارتے اور جب وہ نیم مردہ ہو جاتا تو اس کو قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم گوسفند کو ذبح کرو یا اونٹ کو نحر کرو تو پہلے اس کو پانی پلاؤ پھر اس کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دو اور پھر امامؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کو گھیر کر قتل کیا۔ (از مترجم حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السّلام کا شہید ہونے سے قبل حملے کرنا تواترات میں سے ہے زخمی حالت میں گھوڑے سے گرنا ثابت ہے اور قاتلان امام حسینؑ میں کئی اشخاص کے نام بھی وارد ہوئے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ شمر ولدالحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے اور سر مبارک جدا کیا ہے پس جناب سید سجاد علیہ السّلام اور جناب اُمِ کلثوم سلام اللہ علیہما کے ایسا فرمانے کی کہ حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے توجیہہ یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون کا تمام لشکر ہی قتل امام حسینؑ کے لیے کربلا میں جمع ہوا تھا پس آپ کا شہید ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے گھیر کر قتل کیا ہو)

مرحوم سید بن طاؤسؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ہلال بن رافع کہتا ہے کہ انی لواقف مع اصحاب عمر بن سعد اذ صرخ صارخ ابشرایھا الامیر فھذا شمرؑ قد قتل الحسین ہلال بن رافع کہتے ہیں کہ میں لشکر عمر بن سعد میں کھڑا تھا۔ کہ میں نے شور و غل کی آواز سنی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اے امیر

تجھے مبارک ہو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا۔ میں چونکہ اس سے بے خبر تھا صفوں کو چیرتا ہوا قتل گاہ امام حسینؑ تک پہنچا۔ اور حضرت کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ لیکن یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد تھی آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ حضرت امام حسینؑ نے خود جان دی ہے ایسا نورانی چہرہ جب کہ وقت جان کندنی حسینؑ کا چہرہ تھا کبھی کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھا۔ نور جمال سے سارا مقتل منور تھا اور اس وقت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے۔ مگر کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا۔ ان ملعونوں نے پانی کے جواب میں یہ کہا تھا معاذاللہ تم آب گرم پیو گے۔ جس پر امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں اپنے نانا رسولِ خدا اور اپنے بابا علی مرتضیٰ سے آب کوثر پیوں گا لشکر بے دین نے جب یہ جواب سنا تو سب کے سب غیض و غضب میں آ گئے۔ ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ وہ سب کے سب حسینؑ ابن علیؑ پر ٹوٹ پڑے فغضبوا باجمعھم کان اللہ لم یجعل فی قلب احد منھم من الرحمۃ شیئا۔ میں نے اس وقت اس قوم بدنہاد کی بیرحمی پر سخت تعجب کیا۔ اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب اس قوم جفاکار میں نہیں ٹھہروں گا۔

بروایت اہل بیتؑ کی موجودگی میں سرِ مبارک امام حسینؑ کا قطع ہونا

جب امام حسین علیہ السّلام ملاعین کے جور و ستم سے بحالت زخمی گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر قرار لیا۔ سر مبارک خاک پر تھا اور لبوں پر مناجات تھی۔ ذوالجناح آپ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ اور دشمنوں کو دور کر رہا تھا۔ کبھی حضرت

کے نزدیک آتا اور قدموں کو چومتا۔ کبھی ھیمہ کرتا۔ کبھی آپ کے سرہانے کھڑا ہو جاتا۔ اور بزبان حال کہتا تھا ؎

زجائی خیز کہ زخم تنت فراوانست — برہنہ جسم تو در آفتاب سوزانست
زجائی خیز بَرم سوئے خیمہ پیکر تو — کہ انتظار تو دارد سکینہؑ دختر تو
زجائی برخیز کہ ترسم مقابل زینبؑ — بجسم زار تو تازند کوفیاں مرکب
زجائی خیز رُخ از خون دیدہ ہا تر کن — کفن بکشتہ زار علی اکبرؑ کن
زبعد این ہمہ خدمت کمر آبرو دارم — زحضرت تو ہمیں من یک آرزو دارم

کہ بار دیگرم از مہر غمگسار شوی
زجائی خیز و برپشت من سوار شوی

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ ذوالجناح نے بزبان حال امام مظلوم سے خطاب کیا اے مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیئے کہ آپ کے جسم مبارک پر کثرت سے زخم ہیں۔ اور آپ کا جسم مبارک دھوپ میں پڑا ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیئے کہ میں آپ کو سوئے خیمہ لیجاؤں کہ آپ کی پیاری بیٹی سکینہؑ آپ کے انتظار میں ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ اٹھیئے مجھے خوف ہے کہ زینبؑ خاتون کے سامنے کوفیوں کے گھوڑے آپ کی لاش کو پائمال نہ کردیں۔ اے مولیٰ اٹھیئے اور اپنی آنکھوں کو خون سے تر کیجئے اور علی اکبرؑ کے کفن کا انتظام کیجئے۔ ان تمام باتوں کے بعد میری ایک آرزو بھی آپ سے ہے وہ یہ کہ اکبر تبہ مجھ غمگسار کو موقعہ عطا کیجئے اور میری پشت پر سوار ہوجیئے۔

ذوالجناح جب مایوس ہوگیا کہ اب حسین مظلوم خیمہ تک نہیں جا سکتے۔ تو خود در خیمہ پر پہنچا اور ھیمہ کیا اہلحرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی تو سب درِ خیمہ

پر جمع ہوگئے۔ دیکھا کہ خالی ذوالجناح ہے ام کلثومؑ فریاد کرنے لگیں ذوالجناح میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا۔ اور پھر تمام اہلحرم نے سوائے سید سجادؑ، ذوالجناح کے ساتھ مقتل کا رخ کیا۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں واسرع فرسك۔ شیخ خلیعی کہتے ہیں کہ وقت ذبح امام مظلوم تمام مخدرات اہلبیت موجود تھیں۔ اور جناب زینبؑ خاتون نے جب بھائی کے لاشہ پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست و پا گھوڑوں کے سموں سے پائمال ہوگئے ہیں دل سے آہ کھینچی اور امام مظلومؑ کو مخاطب کرکے فرمایا ؎

اخی ھل للسبایا من ولی
اخی ھل للیتامی من کفیل

یعنی اے بھائی اب ہم اسیروں اور یتیموں کا کون ولی و کفیل ہے۔ اور یہ کہہ کر بھائی کی لاش پر گرا دیا اور بین فریاد کی۔ نوحہ پڑھا پھر بھائی کے خون میں انگلی تر کرکے کہا ؎

الا یا ام قومی واسعدینی
علی نکبات دھری واندبی لی

یعنی اے مادر گرامیقدر ذرا قبر سے باہر نکلئے کربلا آئیے اور یہ روز بد دیکھئے کہ آپ کی بیٹی لاش برادر پر نوحہ کر رہی ہے صاحب مفتاح البکا لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے آپ کو اپنی ٹھوکر مار کر برادر سے جدا کیا۔ وہ مظلومہ فرماتی ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ بھائی کے بدلے مجھے قتل کردے لیکن اس ظالم نے رحم نہ کیا بلکہ اہلحرم کو تازیانہ مار کر لاش امام حسین علیہ السلام سے دور کیا۔

الشیخ الدرمکیؒ فرماتے ہیں ؎

فاقبلت زینب تقول لہ یاشمر یاشمر خل سیدنا

یاشمر نفدیہ بالنفوس فان قتلتہ فالمصاب یقتلنا

یعنی دختر امیر عرب نے باچشم گریاں شمر سے فرمایا اے شمر حسینؑ کو مت قتل کر بلکہ حسینؑ کے بدلے مجھے قتل کر دے کہ میں بہشت میں حسینؑ کے ساتھ رہوں لیکن شمر ملعون نے تازیانہ مار کر بی بی زینبؑ اور اہلحرم کو لاشِ مظلوم سے جدا کیا۔

حضرت میر سید شریف کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

فرزت من خلل الستور نوادیا

یمسین من خجل علی استحیا

کہ جب امام مظلوم کا گھوڑا در خیام اہلبیتؑ پر پہنچا تو تمام مخدرات خیموں سے باہر نکل آئیں۔ اور سب نے قتل گاہ کا رخ کیا۔ اور شمر ملعون سے التماس کیا کہ خدارا قتل کرنے میں جلدی نہ کر اے شمر یہ فرزند رسولؐ خدا ہے فرزند علیؑ مرتضیٰ ہے یہ فاطمہ زہرا کا نور نظر ہے۔ اے شمر اس کے عوض ہمیں قتل کر دے۔ اے ظالم شاید کہ حسینؑ حالت غشی سے ہوش میں آجائیں لیکن اس ملعون نے تمام عورات اور بچوں کے سامنے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ اہلحرم دیکھتے اور نوحہ کرتے رہے اور شمر ولد الحرام امام مظلوم کو ذبح کرتا رہا۔ زیارت ناحیۂ مقدسہ میں ہے کہ والشمر لعنہ

جالس علی صدرك مولع سيفه علی نحرك قابض علی شيبتك بيده ذابح لك بمهنده وقد سكنت حواسك وخفيت انفاسك ورفع علی القنا راسك وسبي اهلك كالعبيد وصفدوا في الحديد فوق اقتاب المطيات

تلفح وجوههم حر الهاجرات يساقون في البراري والفلوات ايديهم مغلولة الی الاعناق يطاف بهم في الاسواق فالويل للعصاة الفساق۔

بقول جمہور اہل خبر و سیر ایسا ہے کہ اس وقت اہلحرم خیمہ کو واپس چلے گئے تھے۔ کس طرح واپس ہوئے اور ان پر کیا گزری۔ صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ جب اہلحرم قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حالت زار دیکھ کر آپ کی حیات سے ہو گئے تو خیمے میں واپس آ گئے۔ لیکن شمر ولد الحرام نے تازیانوں کے ذریعہ اہلحرم اور عورتوں کو مقتل سے جانے پر مجبور کیا ہے۔ پھر شمر ولد الحرام امام حسینؑ کو ذبح کرنے کے لیے آیا اور آپ کے سینۂ اقدس پر موزہ پہنے ہو قدم رکھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو میرے خون ناحق میں کیوں ہاتھ رنگتا ہے اس نے کہا کہ یزید سے انعام ملے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے انعام دنیوی بہتر ہے یا شفاعت آخرت۔ اس بدنہاد نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے پانی پلا دے اور پھر ذبح کرنا۔ لیکن اس ملعون نے پانی نہیں پلایا۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شمر اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا لے کہ میرے نانا نے فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل مبروص ہوگا اس نے چہرہ اپنا کھولا آپ نے دیکھا تو وہ مبروص تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ صورت میں کتّے سے ملتا جلتا تھا۔ اور اس کے بال خنزیر (سور) کی مانند ہوں گے جب شمر نے سُنا تو کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم مجھے کتّے اور سور سے تشبیہ دیتے ہو۔ لاذبحنک من القفا۔ کہ بخدا میں اسی دم تمہیں پس گردن سے ذبح کروں گا پس اس نے امام مظلوم کو ذبح کیا پس اے شیعو غم امام حسینؑ میں ماتم کرو۔ گریہ کرو

نوحہ پڑھو ـ

الغریزان درغم سبط نبی افغان کنید
سینہ را از سوز شاہ کربلا بریان کنید
از پی آن تشنہ لب برخاک بیزید اشک چشم
درمیان گریہ یاد آنگل خنداں کنید

یعنی کہ اے شیعو غم سبط نبیؐ میں گریہ و زاری کرو۔ اپنے سینوں کو سوز فراق شاہ شہداء میں جلاؤ اور اس تشنہ لب کے لیے اشک بہاؤ اور رو رو کر اس مظلوم کی یاد تازہ کرو۔ خود امام مظلوم نے فرمایا ہے کہ اے شیعو تم جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھو۔

تحقیقات دربارۂ قطعِ سرِ مطہّر امام حسین علیہ السّلام

کتاب الریاض میں ریاض الشہادۃ کے حوالہ سے وارد ہوا ہے کہ انہ لما کان صلوات اللہ علیہ عہد مع رب الارباب اذا اصاب اول قطرۃ من دم حلقہ الارض ان یتجاوز عن سیئات شیعتہ و محبیہ و اشھد بذلک رسول اللہ و جبرئیل الخ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا عالم ذر ہی میں روز ازل رب الارباب خدائے تعالیٰ سے یہ عہد باندھا تھا۔ کہ جیسے ہی میرے خون کا ایک قطرہ میرے گلے سے نکلے اور زمین پر گرے گناہان شیعہ اور محبوں کی خطاؤں کو معاف کر دے خداوند عالم چونکہ کریم مطلق ہے وہ مومنین کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں بخشدے گا۔ اور اس عہد و میثاق پر رسولؐ خدا بہ نفس نفیس اور جبرئیل امین گواہ

ہوئے ہیں اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام نے آپ کے سینۂ پاک پر قدم رکھا اور سر مبارک قطع کرنے میں مشغول ہوا۔ اس وقت آپ کی توجہ حضرت ایزد کی طرف ہوئی۔ اور بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ اللھم انی قد وفیت بعھدی و انت قد عھدت لی ذلک فانت اولی بالوفا بما عھدت لی۔ یعنی کہ آپؑ نے فرمایا اے خدائے حسینؑ کہ میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور میرے شیعوں کے گناہ بخشدے۔ فاذا ھتف ھاتف ونادی یاحسین طب نفسا فانا ایضًا قد وفینا بما عھدنا وتجاوزنا عن سیّئا اشیاعک لاجلک حتّٰی ترضی۔ اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے حسینؑ، اے سربلند صدق و صفا حسینؑ اے پیکر وفا حسینؑ اے شہید کرب وبلا حسینؑ۔ خاطر جمع رکھ کہ میں اپنا عہد وفا کروں گا۔ اور تیرے شیعو اور محبّو کے گناہ معاف کردوں گا۔ میں تجھ سے راضی اور تو مجھ سے راضی ہے اس وقت شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک قطع کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ شمر ملعون نے خنجر سے سر مبارک قطع کیا یا تلوار سے سر مبارک کاٹا۔ روایات میں ہے کہ شمر نے امام حسینؑ کو اس طرح ذبح کیا جیسے گوسفند کو ذبح کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ پس گردن سے ذبح کیا۔ حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی علیہ السّلام کے کلام مقدس یعنی زیارت ناحیہ میں یہ فقرات وارد ہوئے ہیں کہ والشمر لعنہ جالس علی صدرک ومولع سیفہ علی نحرک قابض علی شیبک بیدہ ذابح لک بمھندہ۔ یعنی کہ شمر ملعون حضرت امام حسینؑ کے سینۂ اقدس پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے آپ کو ذبح کیا۔ دوسری روایت امام رضا علیہ السّلام کی طرف منسوب ہے کہ آپؑ نے ریان شبیب

سے فرمایا کہ اے ریان تو حسینؑ مظلوم پر گریہ کر فانہ ذبح کما یذبح الکبش ـــــ کہ ہمارے جد بزرگوار حسین مظلوم مثل گوسفند ذبح کیا ہے۔

اور پس گردن سے ذبح کرنے کے سلسلہ میں روایت ہے کہ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور لوط بن یحیٰی نے اپنے مقتل میں اور صاحب تبر مذاب تے اپنی کتاب میں اور بھی بعض اشخاص نے لکھا ہے کہ فاکبۃ علی وجھہ وقطع راسہ۔ کہ شمر ولد الحرام نے حضرت کو اس طرح لٹایا کہ جیسے سجدہ کی حالت میں کوئی انسان ہوتا ہے اور پھر آپ کا سر مبارک قطع کیا اور خصوصاً حضرت زینبؑ خاتون کا مدینہ پہنچ کر جدّ امجد رسولؐ خدا کی قبر مبارک پر یہ فرمانا کہ یا جداہ ھذا حسینک مجزوز الراس من القفا۔ یعنی کہ اے نانا یہ حسینؑ ہیں کہ جنہیں پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ اور سید سجاد علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ انا ابن المجزوز الراس من القفا۔ یعنی کہ اس کا فرزند ہوں جو پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ پس امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ صاحب کتاب ریاض لکھتے ہیں کہ شمر لعین آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھا اور سر مبارک قطع کرنا شروع اور جب گردن سے سر جدا ہوگیا تو پھر باقی رگوں کو پس گردن سے کاٹا اور سر مبارک جدا کیا۔ اس وقت ندائے غیبی آئی۔ یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (سورۃ الفجر آیت ۲۷) یعنی اے اطمینان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے راضی۔ شمر نے سر مبارک قطع کرنے کے بعد نیزہ پر سر بلند کیا اس وقت اس لشکر بیدین نے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔

سیدرضیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں۔

اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب عذاب نازل ہوگا۔ حضرت صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد میں سے ایک شخص شور مچانے لگا لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے شور مچانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے بچشم خود ابھی دیکھا کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور ایک نگاہ قہر لشکر پر ڈالی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے لوگوں نے اس سے کہا کہ تو دیوانہ ہوگیا ہے۔ راوی نے حضرت صادق آل محمدؐ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ صیحہ کرنے والا اور نالہ کرنے والا کون تھا آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل امین تھے کہ جو حسینؑ مظلوم پر گریہ کناں تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قتلِ امام حسین علیہ السّلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات پر اثر

جو کچھ کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام قتل کر دیئے گئے تو ہاتف غیبی نے ندا دی قتل الحسینؑ بکربلا۔ ذبح الحسینؑ بکربلا۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں وجائت جاریۃ من ناحیۃ خیمۃ الحسین فقال رجل یا امۃ اللہ سیدتک قد قتل۔ کہ ایک کنیز خیمہ سے نکلی تو اس سے ایک شخص نے کہا اے کنیز خدا تمہارے سید قتل ہو گئے۔ اس کنیز کو اہلحرم کی مخدرات نے بغرض آگہی حالات سید الشہداء باہر بھیجا تھا۔ کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے اس نے کہا کہ

خبرامام حسینؑ کی خاطر مقتل جاری ہوں تو اس نے کہا کہ اے کنیز حسینؑ قتل ہو گئے۔ جب اس کنیز نے خیمہ میں خبر دی تو سب سے پہلے حضرت زینبؑ خیمہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ ذوالجناح درخیمہ پر کھڑا ہے زین خالی ہے باگیں کٹی ہوئی ہیں۔ اہلحرم نے ذوالجناح کے گرد جمع ہو کر نوحہ وزاری کی اور تمام کائنات عالم حسینؑ کے غم میں غمگسار تھی تمطرالسماء دما و ۔ ما دًا ۔ اس وقت آسمانؑ خون اور راکھ برسے سورج مثل خون سرخ ہو رہا تھا جب حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کا سر مبارک قطع ہو گیا۔ اور نیزہ پر بلند کیا گیا اس وقت ایک ساعت تک لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ موت کے مونہہ میں ہیں اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ تھا فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں دریائے فرات میں تلاطم تھا۔

میثم تمار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ روز عاشوراء محرم میں نے آسمان سے خون برستا دیکھا بعدہٗ معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت حسین سیدالشہداء قتل ہوئے تھے۔ شیخ بھائی نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار کو مسجد کوفہ میں ایک عقیق ملا جو خون کی طرح سرخ تھا۔ اور اس پر تحریر تھا کہ میں ایک موتی تھا کہ جو روز تزویج علی المرتضیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نثار کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب روز عاشورا خون حلق امام حسینؑ زمین پر گرا رنگ مثل خون سرخ ہو گیا۔ اسی شب جناب ام المومنین ام سلمہ نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا تشریف لائے ہیں اور پریشان ہیں اور گرد کپڑوں پر پڑی ہے۔ اور وہ مٹی جو رسولؐ خدا نے ہمیں دی تھی جب اسے دیکھا تو اس میں خون تازہ جوش زن تھا۔ اس وقت زنان ہاشمیہ اور مدینہ کی عورات جمع ہوئیں اور ماتم سیدالشہداء کیا نوحہ و بکا اور گریہ زاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور

پھر قبر رسولؐ خدا پر ماتم کیا۔

روح حضرت سیّدالشہداء علیہ السّلام کا عرش خدا کی طرف عروج

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مطہر تن سے جدا ہو گیا اور امام مظلوم کر دیئے گئے۔ تو فرشتے آپ کی روح مطہر کو آسمانوں پر لے گئے بلکہ آپ کا جسد چاک چاک بھی فرشتے آسمان پر لے گئے ہیں فلما عرج بروحہ صلوات اللہ علیہ الی السموات انقلب الحال علی اھلھا کہ جب آپ کی روح پُرفتوح آسمانوں پر پہنچی تو ہر ایک آسمان کے فرشتے گریہ وزاری کرنے لگے۔ اور نالۂ وزاری کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک آسمان پر ستّر ہزار فرشتوں نے استقبال کیا اور گریہ وزاری کی۔ اور روز قیامت تک یہ فرشتے حضرت امام حسینؑ پر گریہ وزاری کریں گے فلما بلغ الی العرش المجید اخذت قوامہ فی الرعدۃ الشدیدۃ۔ جب کہ روح مطہر امام حسینؑ عرش خدا پر پہنچی ستونہائے عرش خدا متزلزل ہو گئے۔ یعنی کہ عرش خدا نے اس طرح اظہار غم کیا۔ خداوند ذوالجلال والاکرام نے روح پُرفتوح کو مورد الطاف و عنایات بنایا۔ اور اسی طرح امام حسینؑ کے جسد پارہ پارہ کی ملائکہ نے زیارت کی اور پھر وہ جسد مبارک زمین کربلا پر واپس لایا گیا۔ اور تین دن کے بعد سپرد خاک کیا گیا کہ جہاں اب قبر مبارک امام حسین واقع ہے اور مرکز زیارت اہل ایمان ہے۔ حضرت امام العصر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ملائکہ قبر رسولؐ خدا پر نازل ہوا اور آپ کو ان کے فرزند حسین مظلوم کا

پر سر دیا۔ اور پھر یہی فرشتے قبر سیدہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر گئے اور ماتم حسینؑ کیا اس طرح قبر امیرالمومنین پر ماتم کیا۔ پس زمین و آسمانوں میں ماتم حسینؑ برپا ہوا۔ اے شیعو تم بھی غم امام حسین علیہ السّلام میں گریہ و بکا کرو۔ روز عاشورا، محرم گریبان چاک کرو۔ برہنہ سر ہو جاؤ۔ اور شایانہ امور ترک کر دو۔ امام حسینؑ کی یاد میں فاقہ کرو پیاسے رہو۔ اور بعد ہنگام عصر۔ امام حسینؑ کی پیاس یاد کرتے ہوئے پانی پیو۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

لشکر عمر ابن سعد کا لباسِ حضرت امام حسینؑ کو غارت کرنا اور احوالِ ذوالجناح

بعد قتل امام حسین علیہ السّلام گرد و غبار ختم ہوا۔ تو عمر ابن سعد ملعون کے لشکریوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے لباس کو لوٹنا شروع کیا۔ ہم اس مقام پر صرف یہ ایک روایت سپرد قرطاس کرتے ہیں وسلبوا جمیع ما کان علیہ حتی سراویلہ۔ اعداء دین نے تمام لباس لوٹ لیا یہاں تک کہ پائجامہ بھی چاک چاک کر ڈالا۔ آپ کا جامہ "ثوب عتیق" کے نام سے مشہور و معروف ہے ثوب کہتے ہیں جامہ، لباس کو اور عتیق کے معنی ہیں پرانا"۔ بحیر بن عمر ملعون نے زیر جامہ اتارنا چاہا پس جیسے ہی اس نے گستاخی کی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے یعنی خشک ہو گئے اور وہ زیر جامہ نہ اتار سکا۔ یہ کہنہ لباس آنحضرتؑ نے وقت رخصت آخر پہنا تھا۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یہ لباس بہت زیادہ بوسیدہ تھا جگہ جگہ سے چاک چاک تھا۔ امام مظلوم کا عمامہ اخنس بن مرثد ملعون نے لوٹا۔ (ملاحظہ

ہو کتاب لہوف) اور بحار میں ہے کہ آپ کی قبائے مبارک جعونہ بن حویہ ملعون نے اتار لی۔ مالک بن نسر ملعون نے آپ کی زرہ، اسود بن خالد ملعون نے آپ کے نعلین اتار لئے۔ اسود بن حنظلہ ملعون نے آپ کی تلوار اور بحر بن کعب تمیمی ملعون نے اوپر کا لباس اتار لیا۔ بروایت مرحوم السیّد۔ عمر ابن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السّلام کی زرہ لوگوں کو دکھائی جو طلائی تھی یعنی سونے کی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرہ بیدامن تھی۔ ان غارتگروں میں آخری شخص بجدل بن سلیم ملعون تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ لشکر والے قتل گاہ کی طرف جاتے ہیں واپس آتے ہیں تو عمر بن سعد بدنہاد انہیں انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ بجدل بن سلیم بھی لالچ میں آ کر یا اس خیال سے کہ عبیداللہ ابن زیاد کی نظروں میں ممتاز ہوگا۔ یہ حرامزادہ مقتل میں پہنچا دیکھا کہ امام حسین علیہ السّلام کی لاش بے لباس پڑی ہے۔ اس کو کوئی لباس اتارنے کے لیے نہیں ملا تو مایوس ہو کر واپس ہو رہا تھا کہ اس ظالم کی نظر امام مظلوم کے دست مبارک پر پڑی آپ کی انگشت مبارک میں انگشتری تھی اس نے چاہا کہ انگشتری اتارے مگر وہ نہ اتار سکا۔

اس حرام زادہ نے تلوار سے انگشت مبارک قطع کی اور انگشتری اتار لی زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علی الاصبع المقطوع۔ کہ سلام ہو اس پر کہ جس کی انگشت مبارک قطع کی گئی۔ وارد ہوا ہے کہ جب روز قیامت برپا ہو گا تو جبرئیل امین اپنے سر پر ایک طبق لیے ہوں گے اور اس میں امام حسین علیہ السّلام کی وہ انگشت مبارک ہوگی۔

علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب لشکر عمر ابن سعد سامان لاش امام حسین علیہ السّلام لوٹنے میں مشغول تھا تو اس وقت ذوالجناح۔ آپ کی لاش مبارک

سے دور کھڑا تھا۔ اور کبھی کبھی لاش کے گرد طواف کرتا تھا۔ اور لشکر کے لوگ اس کو گرفتار نہ کر سکے کیونکہ ذوالجناح آپ کی میراث میں سے ایک تھا۔ مگر کوئی میراث نبوت کو نہیں لے سکتا۔ لباس وعمامہ وتلوار، انگشتری وغیرہ جو اعداء دین نے غارت کیں از قسم میراث نہیں ہیں۔ ذوالجناح امام حسین علیہ السّلام زخم خوردہ، پیاسا کھڑا تھا۔ صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ ذوالجناح کو قرار نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اکثر ظالموں کو زخمی کیا۔ اس پر دشمنوں کی نظر تھی۔ شیخ دُریکیؒ کہتے ہیں کہ ذوالجناح کی آنکھوں سے اشک جاری تھے ؎

یھفی لہ والشمر یقطع راسہ — وخیوا الھمہ تجری علی اغضانہ

والمھر یندبہ ویلمر نحرہ — ویعود عادی السرج فی بیدانہ

یعنی اندوہ وافسوس ہے مجھ پر کہ شمر ملعون نے میرے سامنے میرے راکب کا سر قطع کیا اور دوسرے گھوڑوں نے میرے سوار کی لاش مطہر پر قدم رکھے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ ذوالجناح کو پکڑ لیا جائے کیونکہ یہ گھوڑا رسول اللہ کے گھوڑوں میں سے ایک ہے جو کوئی ذوالجناح کو پکڑنے آتا تو ذوالجناح اُسے دانتوں سے کاٹتا۔ کبھی دولتّی مارتا۔ پھر عمر بن سعد ملعون نے زیادہ تعداد میں لوگ بھیجے کہ ذوالجناح کو پکڑ سکیں۔ آخرکار ذوالجناح نے پھر خیام اہلبیتؑ کا رخ کیا۔ اور در خیمہ پر پہنچ کر صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر جمع ہو گئے۔ سکینہ خاتون بابا بابا کہہ کر فریاد کر رہی تھیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب امالی میں تحریر کرتے ہیں کہ ام کلثومؑ نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور گریہ وزاری کیا۔ ذوالجناح کے گریہ وزاری پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ صاحب کتاب الرّیاض فرماتے ہیں کہ ذوالجناح صیحہ کرتا ہوا زمین پر گرا اور اس نے اپنی جان دیدی۔ محمد ابن ابی طالب

کتاب مناقب میں درج کرتے ہیں کہ انہ دمی بنفسہ علی الارض وجعل یصھل ویضرب براسہ علی الارض عند الخیمۃ حتی مات۔ کہ وہ سر پٹک پٹک خیمہ کے سامنے ہی مر گیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ابو المؤید خوارزمی نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ ذوالجناح صحرا کی طرف چلا گیا اور کسی کو اس کا نشان نہیں ملا۔

دربندی لکھتے ہیں کہ ذوالجناح پر شہربانو دختر یزدجرد زوجۂ امام حسین علیہ السّلام سوار ہوئیں اور ذوالجناح اور شہر لئے کی طرف چلا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے، ابی مخنف نے عبداللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ذوالجناح نے لوگوں کو حضرت امام حسینؑ سے دور کیا۔ خیمہ اہلحرم پر پہنچا اور وہاں سے نہر فرات پر پہنچا اور داخل نہر ہوا اور نمعلوم کہاں چلا گیا اس کے بعد کی خبر نہیں۔ بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ ذوالجناح کربلا سے مدینہ منورہ میں مقابل مسجد نبویؐ لایا گیا اور خبر قتل امام حسینؑ آنحضرتؐ کو پہنچائی۔ اور اب ذوالجناح حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں موجود ہے۔

تاراجی خیام اہلبیتؑ

صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ جب اعداء دین حضرت امام حسین علیہ السّلام کی لاش مطہر سے لباس وغیرہ لوٹ چکے تو ان ظالموں نے خیام اہلبیت کا رخ کیا۔ اور اثاثۂ اہلبیت لوٹا۔ اس وقت اہلحرم میں ایک قیامت برپا تھی۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ قال حمید بن مسلم فواللہ لقد کنت اری المرأۃ من نسائہ وبناتہ واھلہ تنازع ثوبھا وعن ظھرھا حتی تغلب علیہ فذھب بہ عنھا۔

یعنی حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب کسی عورت یا دختر کی طرف چادریں چھیننے کے لیے ظالم ہاتھ بڑھاتے تو وہ از خود چادریں۔ زیور وغیرہ اتار کر زمین پر پھینک دیتی تھیں۔ تاکہ کوئی نامحرم ہاتھ نہ لگا سکے۔ اس بے کسی میں یہ پردہ کی شان تھی۔ واحسرتا کوئی اس وقت ان بیکس بیبیوں کا مددگار نہ تھا کہ ان ظالموں کو دور کرے ؎

زینبؑ آنخوغا چو دید از ہر طرف	کرد از سوز دلش رو بر نجف
گفت ای حلّال مشکلہا علیؑ	ای چراغ جملہ دلہا علیؑ
ہر کہ در تنگی علیؑ گفت اے پدر	دست او بگرفتی از ہر رہگذر
ماکہ در بند بلائیم یا علیؑ	جملہ اولاد شمائیم یا علیؑ

از نجف تا کربلا پر دور نیست
آمدن بہر تو نامقدور نیست

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینبؑ بیکس نے جب یہ غارت گری دیکھی نہ کوئی مونس تھا نہ غمخوار نہ عباسؑ نہ علیؑ اکبر نہ عون و محمدؑ نہ اصحاب حسینؑ، ایک مرتبہ نجف کی طرف رخ کیا اور پکار کے فرمایا اے مشکل کشائے عالم علیؑ ولی (میری تصنیف مشکل کشاء عالم ملاحظہ ہو) مدد کو آئیے۔ ہماری دست گیری کیجئے۔ تنگی میں مدد کیجئے آپ کی اولاد بلاؤں میں مبتلا ہے کربلا سے نجف دور نہیں اور آپ کے لیے یہاں پہنچنا آپ کے اختیار سے باہر نہیں ہے۔ ہائے بابا ہمارے خیموں میں آگ لگ رہی ہے۔ ہماری چادریں اتار لی ہیں شمر ستمگر سکینہ کو طمانچہ مار دیا ہے۔ اس وقت اہلحرم میں شور فغان واہ برپا تھا کتاب لہوف میں ہے کہ جب اس قوم بے حیا نے خیام اہلبیت رسولؐ کو لوٹا تو ایک ظالم دوسرے پر لوٹنے میں سبقت

کر رہا تھا۔ کوئی چادر اتار رہا تھا تو کوئی مقنعہ، کوئی سکینہ کے گوشوارے اتار رہا تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب لوٹ مار زوروں پر تھی تو ایک عورت نے آل بکر بن وائل کو جو لشکر عمر ابن سعد ملعون میں تھے غیرت دلائی چنانچہ وہ لوگ حمایت اہلحرم میں تلواریں کھینچے ہوئے آئے اور شمر ولدالحرام کو لوٹ مار سے روکا۔ اور کہنے لگے اے مسلمانوں یہ تمہارے پیغمبرؐ کی اولاد ہیں تم ان کو غارت کر رہے ہو ان کے خیموں کو تاراج کر رہے ہو۔ اس وقت اس زن نیک خو کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ فاخذھا زوجھا وردھا الی رحلہ یعنی کہ اس ضعیفہ کا شوہر آیا اور اس کو خیمہ میں لے گیا۔

محمد بن ابی طالب تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر بے دین تاراجی خیام کے لیے آیا تو شمر ملعون ان کے ساتھ تھا۔ اوران بیرحموں نے شمر کے حکم پر آل رسولؐ کی چادریں۔ گوشوارے اور زیور چھین لیے۔ خیموں میں آگ لگا دی۔ بچوں، عورتوں کو تازیانے لگائے۔

الشیخ حُرّ عاملی فرماتے ہیں کہ جب لشکر اعداء بقصد غارتگری خیام آیا تو حضرت زینبؑ خاتون نے عمر ابن سعد ملعون کو پیغام بھیجا کہ ہمیں لوٹنے میں جلدی نہ کر اگر سامان۔ زیورات لباس وغیرہ ہی لوٹنا مدنظر ہے تو ہم تمام اسباب خود جمع کر کے دیدیں گے۔ قبل اس کے کہ نامحرم ہمارے خیموں میں داخل ہوں اور ہمیں ہاتھ لگائیں حضرت زینبؑ خاتون نے تمام مخدرات سے فرمایا کہ سب سامان جمع کر دو۔ سب نے اپنا اپنا زیور اتارا۔ چادریں جمع کیں اور حضرت زینبؑ خاتون نے ایک خیمہ میں ان چیزوں کو جمع کر دیا اور لشکر اعداء نے لوٹنا شروع کیا جس کے ہاتھ جو چیز لگی وہ لے گیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے قال زینبؑ بنت علیؑ کنت فی ذلک الوقت

واقعہ فی الخیمۃ اذ دخل رجل ازرق العینین فاخذ ما کان فی الخیمۃ
حضرت علیا زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں خیام کے صدر دروازے پر کھڑی
تھی کہ ایک نامرد ظالم نیلی آنکھوں والا خیمہ میں آیا۔ جو کچھ خیمہ میں تھا تاراج کیا۔
اس وقت میرا برادر زادہ سید سجادؑ خیمہ میں بیماری کی حالت میں تھا کہ اس
ملعون نے بیمار کو بیدار کیا اور اس کو زمین پر ڈال دیا اور بستر کھینچ لیا۔ میرے سر سے
چادر اور گوشوارے چھین لیے اور وہ ملعون بچوں کو تازیانے لگا رہا تھا۔ واہ محمداہ
کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں کتب فقہ میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو
تازیانہ مارے تو خداوند عالم روز جزا اس کو تازیانہ آتش اس کے بدن پر مارے
گا۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم عادل ہے ایک تازیانہ لگتے ہی خدا پر انتقام لینا واجب
ہے۔ واہ مصیبتاہ۔ ظالموں نے اہل حرم اور بچوں کو کسقدر تازیانے لگائے ہوں
گے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں کہ وقت تاراجی خیام
ایک شخص آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایک بلند نیزہ اس کے پاس تھا۔ اور وہ
ظالم بچوں اور عورتوں کو نیزہ مارتا اور ہمارے خیموں کو لوٹ رہا تھا۔ وسیعلم
الذین ظلموا آل محمد۔

خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دربارۂ فضیلت جہاد اور حالت سید سجاد وقت تاراجی خیام

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے زمانے میں معاویہ دوستداران
علی مرتضیٰ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہا تھا آنجنابؑ ایک روز منبر پر تشریف لے

گئے اور ترغیب و تحریص جہاد دلائی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایھا الناس فان
الجھاد باب من ابواب الجنۃ فتحہا اللہ لخاصۃ اولیاء وھو لباس
التقوی ودرع اللہ الحصینۃ والجنۃ الوثیقۃ فمن ترکہ رغبۃ
عنہ البسہ اللہ ثوب الذل وشملۃ البلاء ودیث بالصغار والقمائۃ
وضرب علی قلبہ بالاسھاب وادیل الحق منہ تبضییع
الجھاد وسیم الخسف ومنع النصف۔
ماحصل مضمون یہ ہے کہ لوگو جاننا چاہیئے آگاہ رہو کہ جہاد سے درہا بہشت بندے
پر کھل جاتے ہیں۔ جہاد لباس تقویٰ ہے۔ جو مومن کے لیے ضروری ہے۔ جہاد
زرہ ہے جو بلاؤں سے محفوظ رکھتی ہے جہاد مقام محمود ہے، جہاد بہشت
موعود ہے۔ جو لوگ جہاد سے فرار کرتے ہیں ان کے لیے ترک جہاد سے ذلت
کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتے ہیں۔ اور ان پر بلائیں
اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ پس حق کے لیے جہاد کرو۔ الا وانی قد دعوتکم
الی قتال ھؤلاء القوم لیلا ونہارا وقلت لکم اغزوھم
قبل ان یغزوکم فواللہ ما غزی قوم قط فی عقر
دارھم الا ذلوا فتواکلتم وتخاذلتم حتی شنت علیکم
الغارات وملکت علیکم الاوطان۔ اے گروہ مردم میں نے چند مرتبہ تم کو آگاہ
کیا ہے کہ اس قوم سے جنگ کرو۔ رات دن کہتا ہوں کہ اس قوم سے جنگ کرو
لیکن تم عذر پیش کرتے رہتے ہو۔ اور ذلت تم پر غالب آرہی ہے۔ جہاد میں اسقدر
کوتاہی جس کے سبب تمہاری املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ تمہارا وطن تباہ ہو رہا
ہے اور اب ایسا ہے کہ معاویہ نے کثیر لشکر بھیجدیا ہے۔ اس نے حسان بن حسان

نائب الحکومۃ کو قتل کر دیا ہے اور ہماری سرحدات پر لشکر جمع کر دیا ہے اور اب یہ خبر پہنچی ہے کہ معاویہ نے ایک زن مسلمہ کے گھر سامان جنگ جمع کیا ہے اور اس نے ایک زن یہودیہ کہ جو اسلام کی پناہ میں ہے کے مکان کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے زیورات اور سامان خانہ کو لوٹ لیا ہے اور اس زنِ یہودیہ کو گھر سے نکال دیا ہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو اس زن مسلمہ کہ جس کے مکان پر سامان حرب جمع کیا ہے اور زن یہودیہ کی حمایت کرتا۔ اے کاش علیؑ زندہ نہ ہوتا کہ مجھے یہ سننا پڑا کہ میری دولت و حکومت میں ایسی بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ مولا علی سے خطاب کروں۔ مولا۔ ذرا کربلا میں آیئے اور دیکھئے کہ لشکر عمر ابن سعد ملعون مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور آپ کی اولاد کے خیموں کو لوٹ رہا ہے کوئی شخص اہلحرم کے سروں سے چادریں چھین رہا ہے کوئی گوشوارے اتار رہا ہے کوئی سید سجادؑ کا بستر کھینچ رہا ہے۔ اور زینبؑ خاتون فریاد کر رہی ہیں اتسلب بنات رسول اللہ وانتم تنظرون اے مسلمانوں تم اہلبیتؑ رسولؐ کی چادریں چھین رہے ہو۔ رسول زادیاں استغاثہ بلند کر رہی تھیں مگر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہ تھا۔ کوئی بی بی کہہ رہی تھی ؎

اے علیؑ اکبر برادر جان من

در کجائی بشنوی افغان من

یعنی کہ اے علی اکبر برادر من کہاں ہو میری فغان و نالہ تو سنو یعنی میری مدد کو پہنچو۔ فقہ جعفریہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی برادر مومن کو جو فقیر و تنگدست ہو لباس پہنائے یا تنگی میں اس کی معاشی امداد کرے۔ تو خداوند عالم سات ہزار فرشتے اس پر موکل کرتا ہے کہ جو اس کی طرف سے اس کے گناہوں کے لیے استغفار کرتے

ہیں۔ لیکن واحسرتا ابن سعد کے لشکریوں نے اہلحرم کا لباس لوٹ لیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حتی قطعت اذن ام کلثوم لحلقۃ۔ کہ ظالم نے گوشوارہ کان سے چھینا اور کان کی لو شگافتہ ہو گئی۔ واحسرتاہ صاحب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ شمر ملعون جب غارت گری سے فارغ ہوا تو اس نے حضرت سید سجاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے اس بے حیا کے پاس آکر کہا کہ اگر سجادؑ کو قتل کرنا ہی منظور ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے۔ شمر ولد الحرام کا ظلم دیکھ کر اہلحرم میں شور فغان بلند ہوا۔ تو ناگاہ عمر بن سعد دور سے آتا ہوا نظر آیا وہ مردود حضرت امام حسینؑ کی زرہ پہنے ہوا تھا۔ اہلحرم نے دیکھا تو نالہ و بکا میں شدت پیدا ہو گئی۔ عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اے ظالم آخر اولاد علیؑ کو قتل کرنے کی کوئی حد بھی ہے۔ اس نے لشکریوں سے کہا کہ کوئی شخص اس بیمار کو اذیت نہ پہنچائے پس شمر ولد الحرام آپ کو قتل کرنے سے باز رہا۔ لیکن کہنے لگا کہ آخر کار اس کو عمر ابن سعد کیوں قتل نہیں کرتا۔ اس کو آگاہ کیا کہ اس کو دربار ابن زیاد میں زندہ پیش کرتا ہے۔ پھر شمر ملعون نے حکم دیا کہ خیام اہلحرم کو آگ لگا دی جائے چنانچہ خیموں کو آگ لگا دی اور فخرجن حواسر مسلبات حافیات باکیات۔ تمام مخدرات اور بچے سراسیمہ حالت میں خیموں میں جاتی ہے اور کبھی خیمہ سے باہر نکل آتی ہے اور پھر جاتی ہے میں نے اس سے دریافت کیا اے مخدومہ کیا خیمہ میں تمہارا کوئی سامان رہ گیا ہے فرمایا کہ خیمہ میں میرا بھائی حسینؑ کی نشانی میرا بھتیجا سید سجاد بیماری کے حال میں بستر پڑا ہے اسے لینے جاتی ہوں غرضکہ جناب زینبؑ خاتون سید سجاد کو لے کر باہر نکلیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

سرہاء شہداء کے ساتھ اہلحرم کا مقتل سے گزرنا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے بعد تاراجی خیام اہلبیتؑ یہ حکم دیا کہ وقت روانگی سرہاء شہداء علیہم السلام جب مقتل سے اہلحرم گزریں تو ان کو وہاں لاشوں پر نہ جلنے دیا جائے۔ کیونکہ آہ و بکا بلند ہو گی جب زینب خاتون کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان ظالموں کو قسم دلائی اور فرمایا کہ خدارا ہمیں ہمارے عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے لے چلو تاکہ ہم پھر ایک بار کا دیدار کر لیں ؎

ما بدل حسرت دیدار شہیدان داریم
دم آخر ہوس روے جوانان داریم

یعنی کہ ہمارے دلوں میں حسرت ہے کہ ہم آخری بار اپنے شہیدوں کی زیارت کر لیں۔ پس اجازت ملی اور اہلحرم لاش ہا شہداء پر پہنچے آگے آگے زینب خاتون تھیں اور اہلحرم، مخدرات بچے سب ساتھ ساتھ تھے ماتم کرتے ہوئے لاشوں پر پہنچے۔ آنسوؤں کی صورت میں خون جگر بہاتے ہوئے مقتل میں قدم رکھا ناگاہ حضرت زینبؑ خاتون کی نظر حسینؑ کے جسد پارہ پارہ پر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے روتے ہوئے بھائی کی لاش پر گرا دیا۔ مرحوم سید فرماتے ہیں آپ نے اس وقت مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا جداہ یا محمداہ صلی علیک ملیک السماء ھذا الحسین مرمل بالدماء مقطع الاعضاء۔

اے جد نامدار اے محمد مصطفیٰؐ آپ پر ملائکہ سموات نے نماز پڑھی آپ کا یہ حسینؑ خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے نہ گور و کفن ہے نہ ہی دفن کیا گیا ہے اور اے نانا آپؐ کی نواسیاں قیدی بنائی گئی ہیں ھٰذا الحسین بالعراء تسفی علیہ الصبا قتیل اولاد البغاء۔ یعنی کہ یہ حسین دریاء خون میں تیر رہا ہے جنگل میں پڑا ہوا ہے یا حزناہ یا کرباہ الیوم مات جدی رسول اللہ۔ واحسرتاہ، وامصیبتاہ آج گویا ہمارے نانا رسولؐ خدا شہید ہو گئے پھر آپ نے از روے حسرت فرمایا۔ یا اصحاب محمداہ ھولاء ذریۃ المصطفیٰ یساقون سوق السبایا۔ فرماتی ہیں کہ اصحاب پیغمبرؐ خدا کو نہیں مانتے کہ ذریت رسولؐ خدا کو اسیروں کی طرح لیے جا رہے ہو پھر آپ نے لاش برادر کو مخاطب کر کے کہا ہائے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ زینبؑ اس جگہ کا بوسہ لے سکے ہاء برادر تو زخموں سے چور چور ہے اور میں تجھے بے کفن چھوڑ کر جا رہی ہوں ؎

برخیز ز خواب خوش برادر	کاایں دشت بلا نہ جای خوابست
برخیز کہ شمر را سوئ شام	بر بردن کودکان شتابست
برخیز کہ شور محشر آمد	روز از شب من سیہ تر آمد
لیلیٰ بسراغ اکبر آمد	در نالہ و نوحہ چوں ربابست
رفتیم ز کوے تو بصد آہ	باما زرہ کرم تو اے شاہؑ

یک چند قدم بیا بہمراہ
ہمراہی بیکسان ثواب است

ان اشعار میں فارسی شاعر نے بزبان حال حضرت زینب خاتون کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ زینب خاتون نے لاش امام مظلوم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بھائی جان اس

خواب خوش سے بیدار ہوجیئے اٹھیئے ۔ اٹھیئے کہ یہ دشت بلا سونے کی جگہ نہیں ہے ۔ اے برادر اٹھیئے اٹھیئے کہ شمر ملعون سوئے شام بچوں کو بڑی تیزی سے لیجا رہا ہے ۔ یعنی کہ بچے شتران بے کجاوہ سے گرتے ہیں اور آغوش موت میں چلے جاتے ہیں ۔ اے برادر اٹھیئے اٹھیئے کہ شور قیامت برپا ہے اور راتوں سے زیادہ دن ہم پر سخت گزر رہے ہیں ۔ ام لیلیٰ علی اکبرؑ نور نظر کی تلاش میں مقتل میں آئی ہے نوحہ کر رہی ہے اے برادر من ہم تیرے کوچہ سے رخصت ہو رہے ہیں ، بصد آہ و بکا جا رہے ہیں ۔ ان اشعار میں شاعر نے جو درد بھر دیا ہے ہر صاحب دل اس کا اندازہ کر سکتا ہے ۔

راوی کہتا ہے کہ دست دشمن سب ہی زینبؑ خاتون کا نوحہ سن کر رو رہے تھے غرض کہ ۔

روز شہادت شہ بطحا بشام شد	بر اہلبیتؑ غمزدہ صبح قیامؐ شد
آہ ز دمیکہ قافلۂ تشنہ حجاز	از کربلا روانہ سوئے شہر شام شد
ناگہ گزر ز خیل اسیران بے پناہ	بر قتلگاہ سبط رسول انام شد
از آنزمان بیکس و اطفال بے پدر	بر دور نعش پاک حسینؑ اژدھام کرد
بر سر برہنہ دخترک ماہ پارہ	در طوف جسم کشتۂ عالیمقام شد

کائی تشنہ لب برادر بیجان برابرم
بنگر بخواہرت کہ اسیر ظلاّم شد

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت زینبؑ بیکس نے فرمایا ۔ کہ شاہ بطحا کی شہادت کا روز ختم ہوگیا اور اہلبیت پر صبح اسیری آگئی ۔ واحسرتاہ کہ کوئی دم میں اب ہم کربلا سے شام روانہ ہوں گے ۔ ناگاہ اہلحرم کا قافلہ قتل گاہ شاہ شہیداں سے گزرا ۔ اس وقت

شاہ مظلوم کی لاش کے گرد اژدھام ہوگیا ۔ مخدّرات سر برہنہ تھیں ۔ اور لاش مطہر کا طواف کر رہی تھیں زینبؑ خاتون نے صیحہ کیا اور چرخ گردوں سے آواز آئی کہ زمانہ کا ظلم حد کو پہنچ گیا پھر آپ نے لاش برادر سے خطاب کیا اے برادر بیجان برابر ۔ ذرا دیکھئے کہ تیری بہن اسیر ظلم ہو کر جا رہی ہے روایات معتبرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام شب یازدہم محرّم کو اہلبیتؑ کربلا میں رہے اس شب کو خیام اہلبیت تاراج کئے گئے ۔ اعداء دین نے آل رسولؐ کے خیموں کو آگ لگادی اور گیارہویں محرّم کو بعد وقت ظہر اسیروں کا قافلہ کوفہ کو روانہ ہوا ۔ جب قافلہ روانہ ہوا اور بیکسوں نے شہیدوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا تو بیبیوں نے اونٹوں سے گرادیا اور گریہ وزاری کرنے لگیں ۔ مرحوم سید فرماتے ہیں اور زیارت ناحیہ میں ہے کہ اہلبیتؑ نے شہیدوں کی لاشوں کو وداع کیا ۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اہلحرم دو مرتبہ قتلگاہ میں آئے ہیں ایک مرتبہ اس وقت کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں اور گیارہویں محرّم کو بعد وقت ظہر لاشوں پر پہنچے ہیں ۔

زینبؑ چون دید پیکری اندر میان خون
چون آسمان و زخم تن از انجمش فزون

یعنی اس وقت جناب زینبؑ نے لاش برادر پر نگاہ کی دیکھا کہ لاش حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہے اور آپ کے جسم مبارک پر ستاروں سے زیادہ زخم ہیں ایک آہ سرد کھینچی اور بی بی نے صیحہ کیا اور لاش امام کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا ءانت اخی کیا تو ہی میرا بھائی ہے تو ہی میری ماں کا فرزند ہے تو ہی میرے بابا کا نور نظر ہے ۔ ایک ساعت پہلے تو خیمہ میں تھا اور اب خاک کربلا پہ سو رہا ہے ۔ پھر زینبؑ خاتون بھائی کی لاش کے نزدیک بیٹھ گئیں ۔ شیعو اس وقت زینب بیکس کی کیا حالت ہو

گی۔ اور جب تک زینب خاتون نے دوسری مخدرات کو اجازت نہ دی کوئی بی بی لاش حسینؑ کے پاس نہیں بیٹھی۔ تمام عورات حلقہ بنائے کھڑی رہیں۔ اس وقت زینب خاتون نے تیروں پتھروں سے لاش مطہر کو علیحدہ کیا۔ اور گلوے بریدہ کے بوسے لیے۔ اور فرمایا اے بھائی مجھ پر سخت گراں ہے کہ تیری لاش زمین پر پڑی ہے اور تیرا سر نیزہ پر بلند ہے۔ ہائے حسینؑ کہہ کر لاشہ سے اُٹھیں۔ اور فرما رہی تھیں۔ لیتنی کنت قبل ھذا الیوم عمیا۔ اے کاش میری آج کے دن آنکھیں نہ ہوتیں اور میں اپنے ماں جائے کو خاک پر سوتا نہ دیکھتی۔

صاحب فوادح حسینیہ لکھتے ہیں کہ جب مخدرات۔ حضرت زینبؑ کے فرمانے پر متفرق ہو گئیں۔ جدا جدا ہو گئیں تو ہر ایک بی بی اپنے جوان کی لاش پر پہنچی جناب سکینہ خاتون لاش پدر سے لپٹی ہوئی بین کر رہی تھیں ہر ایک بی بی اپنے اپنے وارث کی لاش پر رو رہی تھی کہ شمر ولد الحرام نے ان کو تازیانہ مار مار کر لاشوں سے جدا کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی لاش مطہرؑ کی نگہبانی کے لیے شیر کا آنا

بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام یہ شور و غل برپا ہوا کہ عمر ابن سعد کا حکم ہے کہ لاش امام حسین علیہ السّلام پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اور لاش مبارک پائمال کر دی جائے۔ اس آواز کو سن کر اہلحرم میں برپا ہو گئی۔ علامہ مجلسیؒ روایت کرتے ہیں۔ عن ادریس بن عبداللہ قال لما قتل الحسین ارادوا القوم ان یوطئوہ الخیل۔ یعنی ادریس بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام شہید ہو

گئے۔ لشکر عمر ابن سعد نے چاہا کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپاں کریں۔ اس وقت جناب فضہ کنیز جناب فاطمہؑ زہرا نے زینبؑ خاتون سے عرض کیا کہ اے مخدرۂ کہ حضرت رسولؐ خدا نے جب سفینہ غلام آزاد کیا تو اس وقت ان کی کشتی دریا میں تھی اور ایک جزیرہ میں ٹھہری۔ اس جزیرہ میں ایک شیر رہتا تھا۔ وہ سفینہ پر حملہ آور ہوا تو میں نے اس شیر کو مخاطب کر کے کہا یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ کہ اے شیر میں آزاد کردۂ رسولؐ خدا ہوں مجھے اذیت نہ دے۔ فھمھم بین یدیہ حتی اوقعہ بین الطریق جیسے ہی شیر نے نام مبارک رسولؐ خدا سنا فوراً راستہ سے ہٹ اور ہلاک کرنے سے باز رہا۔ اور ہمہمہ کر کے اشارہ کیا اور راستہ تک پہنچا دیا پھر فضہ نے کہا کہ اے زینب خاتون میں نے سُنا ہے کہ حوالی کربلا میں ایک شیر رہتا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں جا کر شیر کو آواز دوں۔ اور اس دلدوز واقعہ کی اطلاع دوں۔ شاید کہ شیر حفاظت لاش امام مظلوم کر سکے۔ جناب زینبؑ خاتون نے فضہ کو اجازت دی اور فضہ نے صحرا کا رخ کیا اور نمعلوم کسقدر مسافت طے کی اور کس طرف گئیں بہرحال شیر تک پہنچیں۔ شیر نے دیکھ کر چھنگاڑ ماری مگر فضہ نے باآواز بلند فرمایا کہ ابا الحارث اتدری ما یریدون ان یعملوا غداً بابی عبد اللہ۔ اے شیر کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ لشکر اعداء سلطان دین و دنیا۔ سبط رسولؐ خدا حسین ابن فاطمہؑ کی لاش کو پائمال کرنا چاہتا ہے جیسے شیر نے فضہ سے یہ سُنا قتلگاہ کی طرف چلا۔ لاش امام مظلوم کے نزدیک پہنچا اور بحسرت نظر ڈالی۔ حتی وضع یدیہ علی جد الحسین کہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لاش مطہر کو لے لیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وجعل یمرغ وجھہ بدم الحسین ویبکی علی الصباح۔ کہ اس حیوان نے خون امام حسینؑ سے پیشانی رنگیں کی اور روتا رہا کہ واقبلت الخیل فلما نظروا الیہ قال لھم عمر بن سعد فتنۃ لا تثیروھا

یعنی کہ جب کوئی لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر لاشِ امام حسین علیہ السّلام کو پائمال کرنے آئے دیکھا کہ شیر موجود ہے گھوڑے وہاں نہ ٹھہر سکے اور بے قابو ہو کر بھاگ نکلے سواروں نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ جب اس واقعہ کی عمر بن سعد ملعون کو خبر ہوئی تو کہنے لگا کہ اس کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے یہ ایک فتنہ ہے۔ فضہؑ نے شیر کے آنے کی خبر جناب زینبؑ کو سنائی اور اس طرح لاشِ مطہر پائمال ہونے سے محفوظ رہی۔

"تصرف محمدؐ و آلِ محمدؐ زندہ باد"

تحقیقات اہلِ تواریخ و شعراء دربارۂ پائمالی لاش ہائے شہداء

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ مجلسی قدس سرہٗ نے جو حدیث از ادریس نقل کی ہے خود ان کو اس پر اعتماد نہیں ہے خصوصاً اس بات پر کہ گھوڑے جسدِ امام پر نہیں دوڑ سکتے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی لاشِ مطہر پائمال سمِ اسپان ہوئی ہے (از مترجم اس روایت میں چونکہ شیر کا آنا مسلّم امر ہے اور کوئی حیوان یا انسان شیر کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس اس موقعہ پر پائمالی لاشِ مطہر کا نہ ہونا یقینی امر ہے۔ لیکن اس چیز کا سہارا لے کر کہ گھوڑے لاشِ مبارک پر دوڑ سکتے ہیں اور مافوق العادت ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہے کیونکہ لاشِ امام حسینؑ کا پائمال ہونا انتہائی ہتک کا باعث ہے جو تقدیسِ امامت کے خلاف ہے)۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ پائمالی لاشِ امام حسین علیہ السّلام پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا۔

قتل جدی بالسیف والسنان و بالحجارۃ والخشب والعصا ولقد اوطئوہ الخیل۔ یعنی کہ ہمارے جدِ امجد حسینؑ مظلوم تلوار، سنان، پتھر، عصا سے قتل ہوئے اور بعدہٗ گھوڑے لاشِ مبارک پر دوڑائے گئے۔

علی ابن اسباط کتاب نوادر میں حضرت صادق علیہ السّلام اور امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں لقد قتلوہ قتلۃ نھی رسول اللہ اور اسی میں فرمایا کہ ولقد اوطئوہ الخیل بعد ذٰلک۔ کہ آپ کی لاشِ مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

حضرت امام العصر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ قطول الخیول بحوا فرھا وتعلوک الطغاۃ ببواترھا۔ ان ارشادات معصومین سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاشِ مطہر پائمال سُمِ اسپان ہوئی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب مکّہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا وکانی باوصالی تقطعھا عسلان الفلوات۔ یعنی کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے اعضاء و جوارح کو شرّی گھوڑے پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں لفظ علان وارد ہوا ہے فیروز آبادی کتاب قاموس میں لفظ علان کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عسل الذئب او الفرس یعنی کہ علان سے مراد بھیڑیئے یا گھوڑے ہیں۔ اور عَسَل اس گھوڑے کو کہتے ہیں کہ جو اپنا سر ہلاتا رہے۔ ہاتھوں کو بلند کرلے اور سوار کو اچھی طرح نہ بیٹھنے دے۔ پس یہ بھی دلیل ہے کہ لاشِ مطہر پر گھوڑے دوڑاتے گئے ہیں (از مترجم۔ اگر بغائر دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ بھیڑیے وغیرہ یعنی درندے لاشِ امام کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ ہی کوئی روایت ایسی پائی جاتی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ درندے لاشِ امام حسینؑ پر معاذ اللہ اپنی طبعی ہوس پورا کرنے آئے ہوں۔ بلکہ آئمہ معصومین کی

حیات میں اکثر واقعات ایسے ملتے ہیں کہ درندوں نے اطاعت امام کرتے ہوئے قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں اور کسی قسم کی گزند نہیں پہنچا سکتے ہیں لہٰذا بعد شہادت گھوڑوں کا لاش مطہر پر دوڑنا غور طلب ہے اس کی یہ ایک توجیح ہو سکتی ہے کہ گرگ یعنی بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے افواج کوفہ وشام مراد ہو۔ اور چونکہ کوفیوں اور شامیوں نے امام حسینؑ اور آپ کے یاور وانصار اقرباء کو شہید کیا ہے پس اس صفت درندگی کے اعتبار سے بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے قاتلان امام حسینؑ مراد ہیں۔

جناب فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام کہ جن کا عقد کربلا میں حضرت قاسم بن حسنؑ کے ساتھ ہوا ہے فرماتی ہیں کہ میں روز عاشورا ہنگام عصر خیام کے صدر دروازہ پر کھڑی تھی مقتل کی طرف رخ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے بابا کی لاش دوسرے شہداء کے ساتھ مقتل میں اس طرح پڑی ہے جیسے قربانی کے گوسفند ہوں۔ والخیول علی اجسادھم بحول۔ گھوڑے لاش ہاء شہداء پر دوڑائے جا رہے ہیں۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ثم نادیٰ عمر بن سعد فی اصحابہ من ینتدب الحسین فیوطئوا الخیل ظہرہ فانتدب منہم عشرۃ فداسو الحسین بحوافر خیلھم حتی رضوا صدرہ وظہرہ ۔ اور

شیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ ثم ان عمر بن سعد نادیٰ باصحابہ من ینتدر الحسین فیوطئ ظہرہ وصدرہ بفرسہ فابتدر من القوم عشرۃ منھم اسحٰق حیوۃ الحضرمی ۔ اور

محمد ابن شہر آشوب مناقب میں فرماتے ہیں کہ فانتدب عشرۃ فوطؤہ بخیولھم۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ بعد سلب الحرم

ونادی فی اصحابہ من ینتدب الحسینؑ فیوطئہ وصدرہ بفرسہ فانتدب عشرۃ فداسو الحسین حتی رضوا ظھرہ وصدرہ ۔

ان سب علماء کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے ہیں۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بیس گھوڑے سوار آئے اور لاش مطہر امام پر گھوڑے دوڑا دیئے جس سے آپ کا سینہ مبارکہ چور چور ہو گیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ پائمالی لاش ہاء شہداء کا ابن زیاد ملعون عمر بن سعد کو حکم دیا تھا کہ قتل حسینؑ کے بعد لاش ہاء شہداء پائمال کر دی جائیں۔

علاوہ ازیں۔ فصحائے عرب اور شعراء حضرات نے اپنے اپنے منظوم کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ان شعراء کرام کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

ابن ابی الحدید، شیخ راشد حریری، شیخ ابن حماد، شیخ فلیعی، شیخ محمد بن السمین، شیخ محمد بن النفیح، شیخ مغامس، شیخ صالح بن عبدالوہاب، شیخ نعمان، شیخ محمد سلیعی شیخ محمود بن طریح، شیخ سیف بن عمیرۃ، اور بھی اکثر شعراء کرام ہیں کہ جنہوں نے حال پائمال لاش ہاء شہداء لکھا ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد مرحوم نے کتاب ریاض الاحزان میں دونوں نظریوں یعنی گھوڑے دوڑانے اور گھوڑے نہ دوڑانے کو جمع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ روز عاشورا بعد عصر۔ شیر کی آمد کی وجہ سے لاش مبارک پائمال سے محفوظ رہی ہو اور گیارہویں محرم کو بعد ظہر جب عمر بن سعد کے لشکر نے اپنے کشتوں کو دفن کیا تو حکم دیا کہ لاش ہاء شہداء مع لاش امام حسینؑ سپرد سم اسپان کر دی جائے۔ گیارہویں محرم کو یہ واقعہ اس لیے بھی قرین عقل ہے کہ

فضہؑ جب شیر کو بلانے گئی ہیں تو کہا تھا یریدون غداان یعملوا۔ کہ لشکر اعداء کا ارادہ ہے کہ کل (دو امحرم کو) لاش ہائے شہداء پائمال کریں۔ شیر روز عاشورا محرم بعد عصر آیا اور شب بھر لاشِ امام حسینؑ پر پہرہ دیا۔ اور پائمالی سے بچایا۔

(از مترجم۔ جناب فضہؑ کا شیر کو حراست کے لیے بلانا ثابت ہے ایسا نہیں ہے کہ شیر آئے اور چلا جائے تقاضائے واقعہ یہ ہے کہ جب تک خطرہ برقرار ہے حفاظت لازمی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک لاش شہداء دفن نہیں ہوئے ہیں شیر کی موجودگی یقینی ہے)

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے معجزات

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب عمّار یاسر صحابیٔ رسولؐ خدا نقل کرتے ہیں کہ میں ایک ہزار خادموں کے ہمراہ خدمت حضرت امیرالمومنین میں حاضر تھا۔ اس وقت ہم صفینؔ روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے اثنائے سفر میں عجیب وغریب خوارق عادات یعنی معجزات مشاہدہ کئے۔ میں نے دیکھا کہ ہم ایک جزیرہ پر پہنچے اور اسے عبور کیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ مقدمہ لشکر امیرالمومنین یعنی دستہ ہراول درہم برہم ہو گیا اور ایک شور و غوغا بلند ہوا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کیا یا امیرالمؤمنین یہاں جنگل میں ایک شیر رہتا ہے وہ لشکر کی طرف آرہا ہے۔ جس کی وجہ سے بے چینی پھیل گئی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو راہ دیدو تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس غرض سے آرہا ہے۔ اصحاب نے اس کو راستہ دے دیا جب وہ شیر حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے دلدل کے قدموں پر اس نے اپنی پیشانی ملی اور اسقدر گریہ کیا کہ اس کی آنکھوں سے

سیل اشک رواں ہو گیا۔ اور پھر اس نے حضرت سے اپنا حال بیان کیا۔ چونکہ امام کی شان یہ ہے کہ حیوانات کی زبان بھی جانتا ہو۔ امیرالمومنین اس کی باتیں سماعت فرماتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری حاجت پوری ہوگی۔ پھر وہ شیر چلا گیا۔ اور جزیرہ میں جاکر ٹھہر گیا۔ اصحاب نے سوال کیا یا امیرالمومنین یہ شیر کس لیے آیا تھا کیا عرض کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیر مدنی ہے کہ اب اس کچھار میں رہتا ہے۔ اس نے خدا سے درخواست کی تھی کہ مجھے زیارت امیرالمومنین نصیب ہو۔ ہاتف غیبی نے اس کو خبر دی کہ اے شیر ولیٔ کردگار اسد اللہ حیدر کرّار اس جزیرہ کی طرف آرہے ہیں تو جا اور ان سے مشرف ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ اب زندگانی دنیا سے سیر ہو چکا ہے اسے جلد موت آجائے آپ نے فرمایا کہ اب اس کی موت نزدیک ہے۔ پھر آپ نے جویرۃ بن مسہر العبدی کو جو آپ کے موذن تھے حکم دیا کہ میری طرف سے نیابت کرو اس نے سوال کیا مولیٰ کس امر میں نیابت کا حکم ہے فرمایا کہ اس شیر کے عقب میں جاؤ اور دیکھو اور اس کے ہاتھ پاؤں روبقبلہ کرو۔ اور اس کو قبر میں دفن کرو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں بحکم جناب امیرالمومنین شیر کے عقب میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ شیر تل سے نکلا اور روبقبلہ ہاتھ پاؤں دراز کئے۔ اور جان دیدی۔ میں نے شیر کے لیے قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔ اس وقت ایک آوازِ غیبی آئی کہ جویرہ اپنے سرہانے کی طرف دیکھو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خود حضرت امیرالمومنینؑ علیہ السّلام موجود ہیں۔ اور آپ نے شیر کی قبر پر مٹی ڈالی اور زار زار گریہ فرمایا۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مولیٰ آپ اس حیوان کے لیے گریہ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اے جویرہ علیؑ کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ شیر جو تمام درندوں کا سردار ہے برہنہ پڑا رہے۔ میں نے تجھے اس کو سپرد خاک کرنے کا حکم

دیا اور میں بھی یہاں آگیا۔ لیکن اسے جویرہ بنی امیہ کے لوگ حسینؑ کو قتل کریں گے اور تین دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی۔ ملقا ثلاثا بلا غسل ولا کفن۔

کبوتروں کا خبر شہادت امام حسین علیہ السّلام منتشر کرنا

مرغان کربلا زغم ماتم حسینؑ
خون برلب فرات زمنقار ریختند

جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہو چکے تو کائنات میں غم کی گھٹا چھا گئی۔ اس وقت کبوتران سفید ہوا میں نمودار ہوئے اور انہوں نے خون امام حسینؑ سے اپنے پروں کو رنگین کیا۔ اور ہوا میں پرواز کیا۔ ان کبوتروں میں سے ایک کی نگاہ دوسرے کبوتروں کے گروہ پر پڑی جو کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اس کبوتر نے نوحہ پڑھا ویلکم اتشتغلون بالملاهی و ذکرالدنیا والمناهی والحسین فی ارض کربلا فی هذا الحر ملقی علی الرمضا ظام مذبوح و دمہ مسفوح۔ یعنی کہ وای ہو تم پر کہ تم آب و دانہ میں مشغول ہو۔ حالانکہ حسینؑ فرزند رسول خدا تین دن کا بھوکا یہاں خاک و خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑا ہے۔ اور میں اس کے خون میں اپنے بال و پر رنگین کئے ہوں یہ سن کر ایک مرتبہ تمام پرندوں نے آہ و فغان بلند کی۔ اور وہ سب پرندے پرواز کرتے ہوئے کربلا پہنچے جیسے کہ وار قتلگاہ پہنچے حسینؑ مظلوم کے جسد مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا۔ وهو جثة

بلا راس لا غسل ولا کفن علیہ قد سفت السواء فی مرضوض قد هشمت الخیل بحوا فرها۔ جسد بے سر، عریان سینہ شکستہ حالت میں پڑا ہے لیکن ایک نور آپ کے جسد مبارکہ سے ظاہر ہو رہا ہے جس سے سارا مقتل منور ہے۔ کبوتروں نے بال و پر رنگین بخون حسینؑ کئے اور اطراف کربلا اڑ گئے ایک کبوتر مدینہ منورہ پہنچا اور رسولؐ خدا کے روضہ پر پہنچ کر بلند آواز کے ساتھ فریاد کی کہ یا رسول اللہ قتل الحسین بکربلا۔ اس کبوتر کی آواز سن کر اور کبوتر جمع ہو گئے۔ اور پھر وہ کبوتر جناب فاطمہ صغریٰ کی پشت بام پر بیٹھا۔ اور صیحہ کیا۔ جب فاطمہ صغریٰ نے آواز سنی تو آپ حجرے سے باہر نکلیں دیکھا کہ کبوتر کے پروں سے خون ٹپک رہا ہے فرمایا کہ آہ تیرے میں پردیسیوں کی خیر ہو۔ اس کبوتر نے فریاد کی اور کہا قتل الحسینؑ بکربلا۔

خون امام حسینؑ کے قطرہ سے یہودی لڑکی کا بینا ہونا

کتاب کنز الغرائب، روضۃ الشہداء اور دوسری بعض کتب میں ہے کان فی المدینۃ رجل یهودی له بنت زمنا عمیا طرشا مشلولۃ والجذم قد احاط ببدنها۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی تھا اس کی ایک لڑکی تھی جو آنکھوں سے اندھی یعنی کور چشم، اس کے پاؤں شل ہو گئے تھے۔ برص و جذام میں مبتلا تھی وہ مرد یہودی شہر سے باہر رہتا تھا اور وہاں پر اس دختر کی دیکھ بھال کرتا تھا اب وہ کھانا اس کو فراہم کرتا تھا ایک روز اتفاقاً وہ

لڑکی تنہا تھی اور اپنے مکان کے باغیچہ میں کھڑی تھی کہ ایک درخت پر ایک پرند خون آلودہ آکر بیٹھا۔ اس کبوتر کے بال و پر سے قطرۂ خون گرا اور وہ قطرہ اس نابینا لڑکی کی آنکھ میں گرا فوراً ہی اس کی آنکھ روشن ہو گئی۔ پھر دوسرا قطرہ گرا۔ اس طرح قطرات گرے اور وہ لڑکی اس خون کو ملتی گئی اور جذام و برص و شل وغیرہ سب ختم ہو گئے اور لڑکی از سرِ نو جوان و صحت مند ہو گئی کہ اس کا والد آگیا۔ دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے اس نے کہا اے عورت تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ اے بابا میں آپ کی وہی دختر علیل ہوں مگر اب صحیح و سالم ہوں۔ یہودی حیران رہ گیا اور کہنے لگا اے بیٹی یہ کیا ماجرا ہے تجھے کیونکر یہ دولت صحت ملی۔ اس نے کہا بابا جان میں اس درخت کے سایہ میں کھڑی تھی کہ ایک کبوتر گریہ کناں اس درخت پر آکر بیٹھا اس کے بال و پر خون میں رنگے ہوئے تھے اس کی آواز ایسی تھی جیسے کسی کی روتے ہوئے آواز نکلتی ہے اس کے بال و پر سے خون کا ایک قطرہ میری آنکھ میں گرا اور بینائی آگئی۔ اسی طرح جب کوئی قطرہ گرتا میں اسے اپنے جسم پر ملتی اور صحت ہوتی چلی گئی۔ ؎

ندانم اینچہ خونی ہست کائے مرغ ۔ بال و پر خود کرد است رنگیں

یقین دانم خدا را خلق کشتند ۔ بخون آغشتہ ثار اللہ کردند

یعنی کہ نہ معلوم اس پرند کے بال پر کس کا خون ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ خدا کو مخلوق نے قتل کر ڈالا ہے اور یہ اس کے خون کا اثر ہے کہ مجھے صحت ہو گئی۔ یہودی نے اس کبوتر کو دیکھا اور سوال کیا کہ اے کبوتر یہ کس بزرگ ہستی کا خون ہے کہ جس میں تو نے اپنے بال و پر رنگین کئے ہیں۔ بقدرت خدا کبوتر ہوا کہ اے یہودی کہ یہ خون حسین ابن علیؑ ہے حسینؑ کربلا میں شہید کر دیئے گئے اور میں ان کے خون میں غلطان

ہو کر خبر شہادت دینے مدینہ آیا ہوں پس امام حسینؑ کے خون میں شفا ہے تربت پاک میں شفا ہے۔

محرّم کی گیارہویں شب کے حالات

امشب شب غریبیٔ اولا مصطفیٰ است

زینبؑ اسیر شمر و حسینؑ سر ز تن جدا است

یعنی کہ شب یازدہم اولاد مصطفیٰ کے لیے عجیب شب ہے۔ اس شب میں زینبؑ خاتون اسیر ظلم ستمگار میں اور سر امام مظلومؑ تن سے جدا ہے۔ السیّد اپنی کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ چوں شمر زن واطفال اور ایک بیمار سیدِ سجادؑ کی نگرانی کرنے والی زینبؑ خاتون ہیں۔

امشب شب غریب غریبان کربلا است

طفلان غریب و زینبؑ بے خانماں غریب

نالیم اے خدا یکد ام آشنا

زین العباد خستہ دل و ناتوان غریب

سوزیم از غریبیٔ خود با از اینکہ ماند

نعش حسینؑ غریب و سرش بر سنان غریب

در قتلگہ فتادہ غریب اینہمہ جوان

ما در میان این ہمہ نامحرمان غریب

فارسی شاعر نے گیارہویں محرم کی شب کو بیکسوں کی ان الفاظ میں نقشہ کشی کی ہے کہ شب مسافران کربلا پر عجیب گزری ہے۔ نعش حسینؑ مقتل میں سر حسینؑ سنان پر

ہے اور زینب جلے ہوئے خیمہ میں سوگوار ہے اور مقتل میں جوانان ہاشمیہ کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ہم نامحرموں کے درمیان اسیر ہیں۔ فاطمہ کبریٰ بنت امام حسینؑ کا یہ عالم ہے کہ کبھی گریہؑ وزاری اور کبھی غش ہو جاتا ہے زینب بیکس کا یہ حال ہے ؎

ہمی درغم زینبؑ داغ دیدہ
کہ پشتش زمرگ برادر خمیدہ

کہ زینبؑ خریں داغ اٹھائے ہوئے ہیں اور بھائی کے مرنے سے کمر خمیدہ ہو گئی ہے۔ بعض کتب متاخرین بحر المصائب میں ہے کہ گیارہویں شب محرم زینبؑ خاتون نے فضہؑ سے کہا کہ ہمیں حسینؑ کے بچوں کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بچوں کو جمع کیا اور فضہؑ کی سپرد فرمایا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ دو بچے گم ہیں پس جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے اس جنگل میں بچوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کبھی خیام میں دیکھا کبھی مقتل میں تلاش کیا۔ ناگاہ زینبؑ خاتون نے دو انسانی سایہ دیکھے کہ وہ خیام کی طرف آرہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہاں حرم حسینؑ بیکسی کی حالت میں پڑے ہیں یہاں کیا رکھا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میری ماں فاطمہ زہراؑ ہیں اور میرے بابا علی مرتضیٰؑ ہیں پس وہ غائب ہو گئے۔ غرض کہ جناب زینبؑ وام کلثومؑ دونوں بچوں کی تلاش میں سرگرداں تھیں کہ ایک خاردار درخت کے تلے دونوں بچوں کو دیکھا جب ان کے نزدیک پہنچیں تو ان کو مردہ پایا۔ لاشوں کو اٹھایا اور مقتل میں رکھ دیا۔

حکایت جمّال ملعون

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں، اور شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور صاحب

تاج الملوک نے تحریر کیا ہے کہ اہل حجاز میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں قضاء حاجت کے لیے بعض کوچہ ہا مدینہ میں پھر رہا تھا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ان کا غلام ان کے ساتھ ساتھ تھا کیونکہ ان دونوں میں وہ نابینا ہو گئے تھے۔ وہ بزرگوار زار زار رو رہے تھے میں نے سلام کیا اور سبب گریہ دریافت کیا۔ میں نے کہا خدانخواستہ فقر و پریشانی کی وجہ سے گریہ ہے یا کوئی اور وجہ ہے فرمایا کہ ان میں سے ایک وجہ بھی نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے میرے غلام نے کہا کہ میں نے ایک قبیح صورت شخص دیکھا۔ میں نے غلام سے سوال کیا کہ وہ مرد تھا یا کہ عورت۔ غلام نے کہا کہ مرد تھا وجهه كانه قالب قار وشعره كانما مسه نار وعيناهما زادت عليها الاحمرا ء ويداها كانهما قطعا بمنشار یعنی اے آقا یہ شخص روسیاہ تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آگ سے چہرہ جھلسا ہوا ہے آنکھیں سرخ تھیں اور ہاتھ خشک کئے تھے۔ میں نے غلام سے کہا کہ اس کو میرے پاس لے آ۔ غلام گیا اور اس روسیاہ کو اپنے ہمراہ میرے پاس لایا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ اے مرد تو کون ہے۔ کیا اہل کوفہ سے ہے۔ پھر میں نے اس کی روسیاہی اور قبیح صورت ہونے کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا اے جابرؓ تم مجھے نہیں جانتے البتہ میں تمہیں جانتا ہوں تم جابر بن عبد اللہ انصاری ہو۔ پھر اس نے اپنا نام بتلایا کہ میں بریدہ ابن وابل ہوں كنت جمالا لابى عبد الله الحسين کہ میرا نام بریدہ ہے اور میں وابل کا فرزند ہوں اور میں حسین ابن علیؑ کا جمّال تھا اور سفر میں ہمراہ تھا پس جیسے ہی جابرؓ نے نام حسینؑ سنا بیساختہ رونے لگے۔ پھر وہ ملعون کہنے لگا کہ اے جابرؓ ان هواى قد اغلبتنى واعانه شقوتى۔ وہ مردود کہتا ہے کہ مجھ پر ہوائے نفسانی غالب آئی اور خدا نے اس عذاب میں مبتلا

کیا۔ حالانکہ امام عالیمقام دورانِ سفر میرے ساتھ مہربانی پیش آتے رہے ہیں۔
کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اثنائے سفر کسی منزل میں شلوار اتاری۔ اور میری سپرد کی۔ فرایت تکۃ کانت اھداھا الیہ ملک فارس حین تزوجا بنتہ۔ شہربانو۔ میں نے دیکھا کہ اس شلوار میں ایک ازار بند زر دوزی کا کام دار ہے کہ جسے آپ کی زوجہ شہربانو کو ان کے والد بادشاہ یزدجرد نے دیا تھا۔ اور اس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ویغشی لہا الابصار حسنا و ذونقا وتشرق اشراقا کبدر تہللا میں نے ہرچند کہ اس ازار بند کا حضرت سے سوال کروں مگر آپ کی ہیبت مانع رہی۔ پھر چاہا کہ کسی طرح اس کو چرا لوں لیکن ایسا نہ کر سکا۔ یہاں تک ہم کربلا پہنچے اور شب عاشوراء محرم کو امام حسینؑ نے سب خادموں کو آزاد کر دیا اور خلعت وغیرہ سے نوازا۔ اس وقت میرے دل میں اس ازار بند کے حاصل کرنے کی آرزو تھی مگر پوری نہ ہو سکی کتاب تاج الملوک میں ہے کہ میں نے کربلا سے مشرق کی طرف ایک گودی میں قیام کیا یہاں تک کہ روزِ عاشورا ختم ہوا اور شامِ غریباں نمودار ہوئی۔ گیارہویں شب کی تاریکی نے دنیا کو ڈھانپ لیا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کی لاش زمین پر پڑی ہے ؎

میگذشتم درمیان قتلگاہ — دیدم افتادہ بروی خاک شاہؑ
سر جدا در خاک و خون غلطیدہ بود — جسم صد چاک بریگ آسودہ بود

میرا گزر قتلگاہ میں ہوا دیکھا کہ لاش امام عالیمقام خاک پر پڑی ہے میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ وہ ازار بند شلوار میں موجود ہے۔ میں نے چاہا کہ وہ ازار بند شلوار سے نکال لوں پس جیسے ہی میں نے شلوار کو ہاتھ لگایا اور گرہ کھولنے کی کوشش کی۔ ناگاہ حضرت

نے دست راست سے ایسا طمانچہ رسید کیا۔ یہ اس کا اثر ہے اور وہ شخص عذاب میں مبتلا ہے۔

کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ اس ملعون نے آپ کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی قطع کی اور انگشتری اتار لی۔ علامہ مجلسی بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جمّال ملعون نے آپ کے دو دست ہاء مبارک قطع کر دیئے۔

اس وقت گویا یہ آواز آئی ؎

ساربانا دست من دست خداست
دست حق را قطع کردن کی رواست
ساربانا دست من دست خدائی اکبرست
بوسہ گاہ حضرت پیغمبر است
جبرئیل امین دست را بوسیدہ است
مادرم زہراؑ بر رخ مالیدہ است

یعنی کہ اے جمّال ملعون۔ میرے ہاتھ۔ خدا کے ہاتھ ہیں اور دست ہائے خدا قطع کرنا کب جائز ہے میرے ہاتھ رسول خدا نے چومے ہیں اور میری ماں فاطمہؑ زہرا نے ان ہاتھوں پر اپنے رخسار مس کیے ہیں۔ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں فرمایا ہے کہ جمّال ملعون نے امام مظلوم کے دونوں ہاتھ قطع کیے اس وقت آسمان سے ایک سخت آواز آئی اور لرزہ پیدا ہو گیا اور فی الفور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

جمّال ملعون کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ نور کی مانند کوئی سواری آسمان سے نازل ہوئی اور قتلگاہ پر اتری جس کے چاروں طرف فرشتے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ

سواری سے یہ بزرگوار اترے یعنی کہ پیغمبر خدا، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسن مجتبےٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ اس وقت رسول خدا نے کوفہ کی سمت دیکھا اور دست مبارک دراز کیا تو آپ کے ہاتھ پر سر مبارک امام حسین آگیا اور جسد مبارک سے ملحق ہوگیا۔ اور آپ نے نانا کو سلام کیا السلام علیک یا جداہ۔ آنحضرتؐ نے جواب سلام دیا وعلیک السلام یاقرۃ عینی۔ بعدہ امیرالمومنین علیہ السلام سامنے آئے اور فرمایا واحسرتاہ اے فرزند تجھے امت نے ذبح کر ڈالا پھر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حسینؑ کی بلائیں لیں اور فریاد کی واحسرتاہ اے فرزند تو خاک وخون میں غلطاں پڑا ہے۔ نہ گور وکفن ہے نہ تجھے دفن کیا ہے۔ شیخ طریحی تحریر کرتے ہیں امام حسینؑ نے عرض کیا اے نانا، اے بابا اور اے مادر گرامی اے بھائی حسن مجتبیٰ میرے سارے جوانان قتل کر دیئے گئے۔ ہمارے خیام غارت کر دیئے۔ مال ومتاع لوٹ لیا۔ اس وقت سیدۂ عالم باذن رسول خدا خون حسینؑ اپنے چہرہ پر ملا۔ پھر جبرئیل امین آئے اور تعزیت ادا کی جمال کہتا ہے کہ پس اس وقت حضرت رسول خدا میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے ملعون تو نے میرے فرزند کے ساتھ بے مروتی کا ثبوت دیا ہے اور ایسا ظلم کیا ہے کہ دونوں ہاتھ قطع کیے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول خدا نے میرے حق میں نفرین کی اور بدبختی نے مجھے گھیر لیا اور اب معذب صورت میں موجود ہوں۔

آنحضرتؐ اور انبیاء ومرسلینؑ کا قتلگاہ میں وارد ہونا

کتاب انوار نعمانیہ اور کتاب تظلم الزہراء میں طرماح بن عدی سے روایت ہے

وہ کہتا ہے۔ کنت فی واقعۃ کربلا وقد وقع فی ضربات وطعنات فاثخنتنی بالجراح۔ یعنی کہ میں واقعہ کربلا میں موجود تھا۔ اور ہمرکاب حضرت سید الشہداء علیہ السلام تھا کہ زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور اسی حالت میں پڑا تھا کہ میں نے جاگتے ہوئے یعنی بہوش دیکھا کہ تقریباً آدمی سفید لباس پہنے ہوئے قتلگاہ میں وارد ہوئے جن سے مشک وعنبر کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی میں نے خیال کیا شاید ابن زیاد ملعون ہوگا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اشخاص لاش سید الشہداء میں پہنچے ان میں سے ایک بزرگ نے اپنا دست مبارک کوفہ کی سمت بلند کیا۔ اور امام حسینؑ سر بریدہ دست مبارک میں آگیا۔ ان بزرگ نے وہ سر مطہر جسد امام حسینؑ سے ملحق کیا۔ اور امام حسینؑ زندہ ہوگئے۔ اور گریہ فرماتے ہوئے ان بزرگ سے اپنی مصیبتیں بیان کیں۔ ان بزرگوار نے فرمایا۔ یاولدی قتلوک اتراھم ما عرفوک ومن شرب الماء منعوک وما اشد جراتہم علی اللہ۔ یعنی کہ اے حسینؑ اے میرے فرزند تجھے اس قوم نے قتل کیا تجھے اس نے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری حرمت نہ کی۔ تجھ پر پانی بند کیا۔ تیری جراحتوں کا اجر اللہ پر ہے۔ پھر ان بزرگ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ جو ہمراہ نازل ہوئے تھے ارشاد فرمایا۔ یا ابا آدمؑ یا ابا اسمٰعیل یا اخا موسٰیؑ یا اخا عیسٰیؑ ماترون ماصنعت الطغاۃ بولدی۔ یعنی اے ابا کرام آدمؑ واسمٰعیلؑ اور اے برادران موسیٰؑ وعیسیٰؑ آیا دیکھتے ہو کہ اس قوم جفا شعار میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے لا انا لہم الشفاعتی۔ میں ہرگز خدا سے ان کی شفاعت نہیں کروں گا۔ سب پیغمبران نے حسینؑ بن فاطمہؑ پر گریہ فرمایا۔ طرماح بن عدی کہتا ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ یہ بزرگوار حضرت رسولؐ خدا ہیں۔

کتاب الانوار میں ہے کہ فجعلوا یبکون ویغرون النبی زمانا طویلا۔ میں نے دیکھا کہ تمام پیغمبران گریہ فرما رہے ہیں۔ اور رسولؐ خدا کی خدمت اقدس میں تعزیت ادا کر رہے ہیں وھو صلی اللہ علیہ وآلہ یحثوا التراب علی راسہ وشیبہ الطاھرۃ۔ کہ پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک بیٹھی خاک سارے انبیاء کی ریش ہاء مبارک اور سروں پر ڈالتے ہیں جو کہ انتہائی تعزیت کی نشانی ہے اور امام حسینؑ خود واقعاتِ کربلا بیان فرما رہے ہیں (از مترجم گویا امام حسینؑ خود بہ نفس نفیس ذاکر واقعات مصائب ہیں اور سامعین میں نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ اور انبیاء و مرسلین اور فرشتے شامل ہیں) یہاں تک کہ آنحضرتؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ بعدہٗ عالم ارواح کو سب چلے گئے۔

خواب جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الشیخ طریحی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ ایک روز آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حجرہ میں تشریف فرما تھیں۔ اس زمانہ میں امام حسین علیہ السلام کمسن تھے اور آپ کی عمر شریف تین سال تھی کہ خانہ ام سلمہؓ میں تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا فرمایا۔ مرحبا بقرۃ عینی مرحبا بثمرۃ فوادی یعنی کہ اے نور چشم اے سرور دل وجان مرحبا۔ آؤ آؤ اے حسینؑ سردار جنت آؤ۔ امام حسینؑ نزدیک پہنچے آنحضرتؐ نے اپنی گود میں لے لیا۔ پھر امام حسینؑ آپ کے سینہ پُر نور پر بیٹھ گئے ام سلمہؓ نے ان کو سینے سے اتارنا چاہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ جدا نہ کرو۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں

نے سبب حزن و ملال و گریہ دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ مٹی دی ہے یہ مٹی کربلا میں تربت حسینؑ کی ہے کہ جہاں حسین قتل ہوگا اور دفن کیا جائے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے وہ مٹی ام سلمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اس کو حفاظت کے ساتھ رکھو۔ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ قتل ہو گیا۔ جناب ام سلمہؓ ہر روز اس مٹی کو دیکھا کرتی تھیں پس جب رسولؐ خدا اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسن مجتبےٰؑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور امام حسینؑ نے سفر عراق اختیار کیا۔ یہاں تک کہ محرم کی دسویں تاریخ نمودار ہوئی۔ اور میں نے ہنگام عصر اس مٹی پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ مٹی خون ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا سبط رسول الثقلین حسین بن فاطمہؑ شہید ہو گیا۔ تمام دن و رات گریہ و زاری میں گزرا۔ پھر میں نے کسی شب عالم خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں۔ ریش مبارک پر گرد پڑی ہے رخسارۂ مبارک آنسوؤں سے تر ہیں۔ سر مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے رسولؐ خدا سے دریافت کیا کہ کس واسطے آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ام سلمہؓ میرا حسینؑ قتل ہو گیا میں کربلا سے آ رہا ہوں میں نے قبر حسینؑ کھودی ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوئی اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں میں نے فریاد کی فواللہ قتل الحسینؑ۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اسی روز کبوتر اپنے بال و پر خون امام حسینؑ میں رنگین کر کے خانہ صغریٰ پر وارد ہوا اور اس نے میحہ کر کے قتل حسینؑ کی خبر دی ہے۔ اور مدینہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا ہے۔

فرزندانِ مسلمؑ کی شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ دہلی کہتا ہے لما قتل الحسین بن علی بکربلا ھرب غلامان من عسکر عبید اللہ زیاد۔ کہ جب حضرت امام حسینؑ کربلا میں روز عاشورا شہید ہو گئے۔ اور آپ کے اہلحرم اسیر ہو گئے تو حضرت جعفر طیار کے دو فرزند لشکر عمر ابن سعد ملعون سے بھاگ نکلے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیمؑ دوسرے کا نام محمدؑ تھا اس وقت کہ جب لشکر اعداء لوٹ مار اور غارت گری میں تھا یہ دونوں طفل سات آٹھ سالہ تھے اور یہ لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ وہاں سے نکلے اور صحراء کا رخ کیا۔ قضارا کوفہ پہنچ گئے۔ ایک کنوئیں ایک عورت پانی بھر رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ دو چاند سے طفل سو رہے ہیں یا بیہوش ہیں۔ یہ حیرت میں رہ گئی کہ کون ہیں اس ضعیفہ پاس جا کر ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ یہاں کیسے آئے ہو۔ بچوں نے لرزتے ہوئے جواب دیا کہ ہم اولاد جعفر طیارؑ ہیں۔ ہم سلطان دین و دنیا امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں تھے۔ حسینؑ شہید ہو گئے اور جب ظالموں نے خیام کو برباد و تاراج کیا تو ہم لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ موقعہ پا کر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور یہاں کوفہ میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ ضعیفہ متاثر ہوئی اور بچوں کو اپنے گھر لے آئی ایک روز وہ دونوں تو تنہا نماز شب سے فارغ ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ اے بھائی جان اب ہماری زندگی کی یہ آخری شب ہے

اس کے بعد معلوم ہمیں صبح دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔

شمر ولد الحرام یا خولی ملعون کا سرِ اطہرؑ امام حسین علیہ السّلام کوفہ لے جانا

جب روز عاشوراء ہنگام عصر امام حسین علیہ السّلام شہید ہو گئے تو آپ کا سر مبارک جسد اطہر سے جدا کیا گیا اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے کہ سر امام حسینؑ کو ابن زیاد بد نہاد کو ہدیہ کیا جائے اور ہم اہلحرم حسینؑ کو قیدی بنا کر عقب میں پہنچیں گے۔ صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں۔ لما حمل الشمر راس الحسینؑ جعلہ فی مخلاۃ وذھب بہ الی منزلہ۔ کہ شمر نے سر مبارک جدا کرنے کے بعد اسے مخلات میں رکھا (مخلات کہتے ہیں وہ توبڑہ کہ جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر چڑھا دیتے ہیں رواحسرتاہ) اور سر مبارک کو اولاً اپنی منزل میں لے گیا۔ اور بعدہٗ کوفہ روانہ ہوا۔ بعض کتب میں وارد ہوا ہے کہ وعلقہ علی فرسہ کہ سر مطہرؑ کو اپنے گھوڑے کی گردن میں اویزاں کیا۔ اور بڑی تیزی کے ساتھ کوفہ روانہ ہوا۔ کربلا سے کوفہ کوئی دس فرسخ کی مسافت پر ہے اس ملعون نے بڑی تیزی کے ساتھ مسافت طے کی۔ روایت ہے کہ جسقدر وہ ملعون تیزی کے ساتھ گھوڑے کو دوڑاتا اسیقدر ہوا تاریک ہوتی جاتی تھی۔ تاریکی فضاء راہ کوفہ پر چھائی ہوئی تھی کہ سر مطہرؑ سے آواز آئی کہ اے ملعون تو نے سر کو جسم مبارک سے جدا کیا۔ امام حسینؑ کے سر مبارک نے فرمایا یا شمر یا شقی الاشقیاء یا عدو اللہ و رسولہ فرقت بین راسی وجدی فرق اللہ بین لحمک وعظمک وجعلک نکالا للعلمین۔ اے دشمن خدا اور رسولؐ تو نے سر او جسم کے

درمیان جدائی ڈال دی خدا تیرے گوشت اور تیری استخوان میں جدائی ڈالے۔ شرح شافیہ میں مذکور ہے کہ حمیرا نامی شخص کہتا ہے کہ میں اس روز شمرؒ کے ساتھ ساتھ ہمسفر تھا۔ اور میں نے سر امام حسینؑ سے وہ آواز سنی کہ جو ذکر کی گئی ہے۔ شمر ملعون نے فرفع اللعین سوطا کان معہ بید ولم یزل یضرب الراس (وا مصیبتا ہ) کہ اس ملعون نے سر مبارک پر تازیانہ مارا اس وقت سر مبارک سے آواز آئی لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ صاحب تبر مذاب نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جب شمر ملعون سر امام حسینؑ علیہ السّلام کو اپنے گھر لایا ہے کیونکہ اس وقت وہ ابن زیاد کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پس شمر ولد الحرام نے وجعلہ علی اجانۃ کہ سر مبارک کو مٹی کے مرتبان میں رکھا۔ اور اس پر سرپوش رکھدیا اور وہ ملعون سو گیا۔ اس کی زوجہ شب کو اٹھی فرأت نورا ساطعا الی السماء دیکھا کہ ایک نور اس جگہ سے آسمان تک ظاہر ہو رہا ہے۔ اور آواز گریہ و بکا اس مرتبان کے پاس سے آ رہی ہے جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کے لیے رو رہی ہے۔ وہ ضعیفہ شمر ولد الحرام کے پاس آئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر دریافت کیا کہ اس میں کس کا سر ہے اس ولد الحرام نے کہا کہ (معاذاللہ) ایک خارجی کا سر ہے۔ اس ضعیفہ نے نام دریافت کیا تو کہا کہ حسین ابن علیؑ پس جیسے ہی ضعیفہ نے امام حسین ابن علیؑ سنا۔ ایک چیخ ماری اور روتے روتے بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہا اے یہودی تو نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا۔ پھر اس مومنہ نے دوسری عورات کو خبر دی اور بلایا کہ اس غریب پر گریہ کریں اور ماتم حسینؑ کریں۔ جب آخر شب وہ ضعیفہ سو گئی خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان کا صحن وسیع ہو گیا ملائکہ نازل ہو رہے ہیں جو بصورت مرغان سفید ہیں یعنی سفید پرندوں کی صورت میں ہیں۔ پھر جناب فاطمہ زہراؑ

جناب مریمؑ ایک غرفہ سے نکلیں اور ان کے درمیان حضرت پیغمبرؐ خدا بھی ہیں۔ اور سر مطہر کے نزدیک پہنچ کر رونے لگیں۔ فاطمہؑ زہرا میرے نزدیک آئیں اور فرمایا اے ضعیفہ کوئی حاجت ہو تو بیان کر کیونکہ تو نے میرے فرزند کے سر پاک کا احترام کیا ہے اس پر گریہ و بکا کیا ہے میں تجھے بہشت کی بشارت دیتی ہوں تو اٹھ اور دیکھ کہ شمر بھی بیدار ہو چکا ہے۔ وہ ضعیفہ خواب سے بیدار ہوئی۔ اس عورت نے رونا پیٹنا شروع کیا اور سر مبارک اپنے رکھا اس عورت نے شمر لعین سے کہا اب میں تیری زوجیت میں رہنا پسند نہیں کرتی تو مجھے طلاق دیدے۔ اس ملعون نے طلاق دے دی۔ شمر نے اس عورت سے کہا کہ سر امام حسینؑ مجھے دیدے مگر عورت نے سر دینے سے انکار کیا اور شمر ولد الحرام نے اس عورت کو اسقدر اذیت پہنچائی کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئی اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔

السیّد کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ ثم ان عمر بن سعد بعث براس الحسین فی ذلک الیوم وھو یوم عاشوراء مع خولی بن یزید الاصبحی وحمید بن مسلم الازدی الی عبید اللہ بن زیاد۔ یعنی کہ عمر بن سعد ملعون نے سر امام حسینؑ خولی کو دیا۔ اور کوفہ روانہ کیا حمید بن مسلم نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور باقی شہداء کے سرہاء مبارک شمر بن ذی الجوشن ملعون لے کر گیا ہے۔ اس کے ہمراہ قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج ملعون بھی گئے ہیں باقی قافلہ گیارہویں محرم کو بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا ہے۔

شیخؒ نے اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ سر امام حسینؑ کو کوفہ لے کر خولی ملعون گیا ہے۔ ایسا ہی محمد ابن ابی طالب نے کتاب مناقب میں لکھا ہے

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب و ابن نما لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عمر بن سعد لما دفع الراس الی الخولی الاصبحی لیحمله الی ابن زیاد اقبل به خولی لیلا فوجد باب القصر مغلقا فاتی به الی منزله۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک لے کر کوفہ پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قصر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا در قصر خراب بند ہو چکا تھا وہ خانہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو تنور میں رکھدیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جاکر سوگیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضرمیہ تھا۔ حجرۂ خضرمیہ کہ اس کا نام غوار خاتون تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کہ اے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سر فرزند پیغمبرؐ فدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں صبح دم ابن زیاد کو پیش کروں گا اور انعام حاصل کروں گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو کہنے لگی وائے ہو تجھ پر سر بریدۂ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام ملے میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ و زاری شروع کی۔ اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس کے کمرہ میں بستر پر سو گیا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضرمیہ نے کہا واللہ انظر الی نور ساطع مثل العمود یسطع من الاجانة التی فیها راس الحسین علیہ السلام نحو السماء۔ یکایک میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کرنے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ صبح ہونے تک اس تنور سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہی۔ اور وہ قرآن خوانی اس پر آیت پر ختم ہوئی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ------- الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دینوری میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ عمر ابن سعد نے خولی اصبحی کو طلب کیا اور خولی اصبحی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور ابن زیاد کو پیش کرے وہ بدبخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور در قصر ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زوجہ مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب اہلبیت ہے اس نے سر امام حسینؑ کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور خود حجرہ میں جاکر آرام کرنے لگا اس ضعیفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سوگیا۔ اس مومنہ نے دیکھا کہ اس کا صحن مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ باورچی خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا موہنہ کھولا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسین ایها الشهید ایها المظلوم قتلوک وما عرفوک ومن شرب الماء منعوک۔ یعنی اے میرے

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب و ابن نما لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عمر بن سعد لما دفع الراس الی الخولی الاصبحی لیحملہ الی ابن زیاد اقبل بہ خولی لیلا فوجد باب القصر مغلقا فاتی بہ الی منزلہ۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک لے کر کوفہ پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قصر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا در قصر خراب بند ہو چکا تھا وہ خانہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو تنور میں رکھدیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جا کر سو گیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضرمیہ تھا۔ حجرۂ خضرمیہ کہ اس کا نام عوار تھا تو ن تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کہ اے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سر فرزند پیغمبرؐ خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں صبح دم ابن زیاد کو پیش کروں گا اور انعام حاصل کروں گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو کہنے لگی وائے ہو تجھ پر سر بریدۂ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام ملے میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ و زاری شروع کی۔ اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس کے کمرہ میں بستر پر [illegible]یا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضرمیہ نے کہا واللہ انظر الی نور ساطع مثل العمود یسطع من الاجانۃ التی فیہا راس الحسین علیہ السلام۔ بخدا یگانہ میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کرنے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ صبح ہونے تک اس تنور سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہی۔ اور وہ قرآن خوانی اس پر آیت پر ختم ہوئی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ------ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دینوری میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ عمر ابن سعد نے خولی اصبحی کو طلب کیا اور خولی اصبحی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور ابن زیاد کو پیش کرے وہ بدبخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور در قصر ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زوجہ مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب اہلبیت ہے اس نے سر امام حسینؑ کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور خود حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگا اس ضعیفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سو گیا۔ اس مومنہ نے دیکھا کہ اس کا صحن مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ باورچی خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا موہنہ کھولا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسینؑ ایہا الشہید ایہا المظلوم قتلوک وما عرفوک ومن شرب الماء منعوک۔ یعنی اے میرے

فرزند حسینؑ تجھے مظلوم بنا کر شہید کیا اور تجھ پر پانی بند کر دیا۔ شہید ثالث علیہ الرحمۃ کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ خولی کی زوجہ نے دیکھا کہ ان خاتون نے سر مطہر کو اپنے زانو پر رکھا اور اپنے مقنعہ کے گوشے سے نمک و خون کو صاف کیا۔ اور فرمایا۔ ضاقت علیک الارض برحبھا۔ کہ اے بیٹا حسینؑ زمین خدا تیرے لیے تنگ ہوگئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ وہ عورت جب ہوش میں آئی تو تنور کے پاس گئی دیکھا کہ اس میں سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے۔ پھر بیہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں آواز سنی کہ اے ضعیفہ تو نے سیدۂ عالم خدیجۃ الکبریٰ۔ مریم و آسیہ کو دیکھا۔ وہ ضعیفہ اٹھی اور سر مطہر کو دھویا اور گرد و خاک دور کی۔ التماس دعا برائے مولف کتاب و مترجم۔

خولی ملعون اصبحی کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا

جب گیارہویں محرم کی صبح نمودار ہوئی۔ اہلحرم کا نہ کوئی مونس و غمخوار تھا اور نہ کوئی یاور و ناصر تھا علی اکبرؑ نہ عباس نہ عون و محمد نہ قاسم سب ہی گلے کٹائے مقتل میں سو رہے تھے۔ اور ادھر خولی ملعون خواب سے بیدار ہوا۔ تنور کے پاس آیا۔ سر مطہر کو باہر نکالا۔ اور ایک طبق میں سر مبارک رکھا۔ اور دار الامارہ کی طرف چلا۔ در قصر پر پہنچا اس وقت عبید اللہ بن زیاد بدنہاد تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ خولی سر امام حسینؑ لے کر حاضر دربار ہوا۔ اور ابن زیاد ملعون کے خادم طلائی طشت لے کر آئے اس میں سر امام مظلوم شہید کربلا رکھا اور ابن زیاد کو ہدیہ کیا۔ اس ملعون نے اشارہ کیا کہ سر حسینؑ کی تخت پر رکھو۔ تاکہ میں سر حسینؑ سے باتیں کروں۔ خولی ملعون نے سر مبارک تخت پر رکھا اور سامنے کھڑے ہو کر کہا ایھا الامیر اعطی الجائزہ کہ امیر اب

تو انعام عطا کر طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ خولی نے اس وقت جب کہ انعام طلب کیا تو کہا کہ میں نے بہترین نسب والے شخص کو قتل کیا ہے۔ علامہ کتاب الریاض میں لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون فارغ ہوا تو خادم سے کہا کہ سر حسینؑ لاؤ۔ اس وقت اس ظالم و بیدین کے پاس ایک چوبدستی تھی جو وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور ایک تلوار بھی اس کے پاس تھی۔ سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا تو اس ولد الحرام نے اس چوب دستی سے بے ادبی کی اور لب ہائے مبارک کھول کر وہ چوب دستی دندان مبارک پر لگائی۔

شیخ صدوق نے بھی امالی میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ شیخ مفیدؒ نے کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ زید ابن ارقم صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس ابن زیاد میں موجود تھے۔ وہ عربی و مدنی اور بزرگ صحابی تھے۔ جب اس صحابی رسولؐ نے اس حرامزادے کی یہ جرأت دیکھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اے ابن زیاد ملعون واللہ الذی لا الہ الا ھو خدائے وحدہ لاشریک لہ کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لبوں کے بوسے لیتے تھے۔ اور تو بے ادبی کر رہا ہے یہ کہہ کر آپ باآواز بلند گریہ کرنے لگے۔ ابن زیاد ملعون نے اس وقت کوئی تعرض نہیں کیا۔ کتاب عمدۃ المطالب میں ہے کہ زید بن ارقم گریاں و نالہ کناں قصر ابن زیاد سے اٹھ آئے اور اہل کوفہ سے کہا وائے ہو تم پر کہ حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا اور ابن زیاد یہ گستاخی کر رہا ہے کہ آپ کے لبائے مبارک پر چوب دستی لگا رہا ہے۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از سعید بن معاذ و عمرو بن سہیل سے کہ جو اس

وقت ابن زیاد میں موجود تھے نقل کرتے ہیں کہ ابن زیاد سر مطہر امام حسینؑ سے بےادبی کرتا رہا۔ شیخ صدوق نے امالی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں بھی لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے نیک خوئی اور ایسا خوب تر حسن نہیں دیکھا جیسا کہ سر حسینؑ ابن علیؑ میں ہیں۔ اس وقت انس بن مالک کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن زیاد رسولؐ خدا بھی اسی شکل و شمائل کے تھے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا بہت خوب اے امیر۔ کیا خوب تو نے شبیہ رسولؐ خدا کے لبہائے مبارک پر چوب دستی لگائی ہے گویا کہ ابن رسولؐ خدا کے ساتھ بےادبی کر رہا ہے ابن زیاد بےادبانہ گفتگو کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ سر امام حسینؑ نے آنکھیں کھولیں اور اس مردود کو از روے غضب دیکھا۔ اس وقت اس ملعون پر ہیبت طاری ہو گئی۔ جسم نجس میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے معین الدین ابوالمفاخر سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے ایک قطرۂ خون اس کی ران پر گرا۔ اس کا گرنا تھا کہ اس بدنہاد کی ران میں سوراخ ہو گیا۔ اور اس حرامزادے کی ران میں اسقدر سوزش اور تکلیف ہوئی کہ وہ مضطر و پریشان ہو گیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت دربار ابن زیاد میں موجود تھا کہ جب اس ملعون نے سر امام حسینؑ سے بےادبی کی تو میں نے دیکھا۔ رایت نارا قد خرجت من القصر کادت محرقة میں نے دیکھا کہ آگ نے اس کے دو قصر سے آئی نزدیک تھا کہ آگ قصر کو خاکستر بنا دے بعض دوسری روایت میں ہے کہ آگ نے نصف قصر کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس وقت وہ ولد الحرام قصر سے دوسری جگہ منتقل ہو گیا کتاب بحار میں عبدالملک بن کردوس سے روایت وارد ہوئی ہے کہ ابن زیاد آگ دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ اور آستین چڑھالی یہاں تک کہ آگ ختم ہو گئی۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے دربان کیا تو نے وہ آگ دیکھی ہے۔ اس نے کہا کہ بےشک میں نے وہ آگ دیکھی ہے ابن زیاد نے کہا کہ اس کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ شرح شافیہ میں ہے کہ جب سر مطہر امام حسینؑ دربار میں لایا گیا اور ابن زیاد کو پیش کیا گیا اس نے سر مبارک سے بےادبی کی اس وقت آگ نمودار ہوا اور ابن زیاد اس آگ کو دیکھ کر خائف ہوا اور قصر سے چلا گیا۔ اس وقت آپ کے سر مطہر سے آواز آئی آپ نے فرمایا۔ این تھرب من النار یا ملعون لئن عجزت منك فی الدنیا فانها فی الآخرة منواك - یعنی اے ملعون کہاں بھاگ کر جائے گا اگر آگ سے اس دنیا میں بھاگ سکتا ہے تو آخرت میں آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا جو کہ تیرا ٹھکانا ہے۔

صاحب تہذیب لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون کی ماں کو اس آگ اور بیٹے کی اس گستاخانہ حرکات کا علم ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے بھاگ گیا ہے۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہے رنگ فق ہو گیا ہے مرجانہ والدۂ ابن زیاد نے کہا اے بدنہاد کہ پسر رسولؐ خدا کو قتل کیا اور خوشیاں منا رہا ہے تف ہے تجھ پر۔ زن زانیہ بھی اس کے ان افعال شنیعہ سے بیزار تھی سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

لشکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم سرہاء شہداء

صاحب کتاب الریاض تحریر فرماتے ہیں۔ لما اصبح عمر بن سعد لعنہ فی کربلا

بخیلہ ودجلہ وانصارہ واعوانہ وشمر وسنان یعنی کہ جب صبح گیارہویں محرّم نمودار ہوئی تو عمر بن سعد ملعون خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور اپنے خیمہ کے صدر دروازہ پر اپنے انصار و اعوان ویاور ومددگار شمر وسنان وغیرہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا۔ ادھر اس کا لشکر خوشیاں منارہا تھا اور اُدھر یہ عالم کہ ؎

ہمہ آغشتہ درخون شاہ لشکر

حریم شہ اسیر قوم کافر

کہ مقتل میں سیدالشہداء اور تمام لشکر حق خاک وخون میں غلطاں پڑا ہوا ہے اور اہلحرم شاہ مظلوم اسیر ہوچکے ہیں کہ عمر ابن سعد نے حکم دیا کہ شہداء کے سرہائے بریدہ حاضر کئے جائیں شہداء کے سرہاء مبارک جسد سے جدا کرکے پیش کئے گئے کتاب لہوف میں ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کو طلب کرکے کہا کہ سرہائے شہداء کوفہ لیجاؤ۔ اور امیر کوفہ ابن زیاد ملعون کو ہدیہ کرو۔ اور اس کے عوض اس سے زر ومال حاصل کرو۔ اس پر قبائل کوفہ کے مختلف لوگ کہنے لگے کہ ہم بھی رئیس وسردار قبائل میں ہمیں بھی یہ شرف ملے کہ سرہاء شہداء ابن زیاد کو پیش کروں عمر ابن سعد ملعون نے ان کی بات قبول کرلی۔ اور سروں کو تقسیم کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی تحریر کرتے ہیں کہ سرہائے بریدہ اٹھتّر تھے جنہیں مختلف قبیلوں کے سرداروں کو دیا کہ وہ ابن زیاد کے دربار میں تقرب حاصل کرسکیں۔ قبیلہ کندہ کو تیرہ سرہائے شہداء دے گئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ گروہ ہوازن کو بارہ سرہائے شہداء دیئے ان کا سردار شمر ذی الجوشن ملعون تھا قبیلہ بنی تمیم کو سترہ سرہائے شہداء دیئے اور دوسرے لشکری لوگوں کو تیرہ سرہائے شہداء دیئے اور تمام سرداروں نے سرہاء شہداء نیزوں پر بلند کئے اور کوفہ کو روانہ ہوئے۔ راوی حضرات

لکھتے ہیں کہ عمر بن سعد ملعون نے گیارہویں محرّم کی دوپہر تک کربلا میں قیام کیا اور بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا۔ اس مردود نے اس لیے دوپہر تک قیام کیا کہ اولاً سرہائے شہداء تقسیم کیے۔ دوم اپنے لشکر کے کشتہ ہاء جس کو سپرد خاک کیا تیسرے شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کا انتظام کیا یہ بھی روایت ہے کہ اس بدنہاد نے ازرق کو دفن کیا اور لاش حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کنارہ نہر پڑی رہی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ فجمع قتلاء فصلی علیھم ودفنھم وترك الحسین واصحابہ منبذین وارد ہوا ہے کہ ایک گروہ از بنی ریاح آیا اور عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ حُر بن یزید ریاحی ہمارا قرابتدار ہے۔ اس کی لاش ہمیں دی جائے کہ اسے دفن کریں ابن سعد نے ان کو لاش حر دفن کرنے کی اجازت دی۔ لیکن لاش ہاء شہداء کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ لاش ہاء شہداء پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ واحسرتاہ واہ مصیبتاہ۔

عمر بن سعد ملعون اور لشکر یزیدین کی کربلا سے روانگی اور اسیریٔ اہلحرم

روایات معتبرہ سے واضح ہوتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے مع لشکر کوفہ روانہ ہوا۔ لشکر میں صدائے بلند ہورہی تھی اور اہلحرم حسینؑ کہ جن میں چونسٹھ مخدّرات اور بچے شامل تھے اور ایک سیّد سجادؑ دھوپ میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور فریاد آہ وبکا بلند ہورہی تھی۔ اور جناب زینبؑ خاتون مقتل کی طرف رخ کرکے فرمارہی تھیں بھیّا حسینؑ اب زینبؑ اسیر ظلم

ہے اور تم مقتل میں سو رہے ہو۔ اس اثنا میں ساربان لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتاہ قد بدوا الاجمال وارتحلوا والراس یقدمھم والرمح مشھود۔ اے پھوپھی اماں ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا امام زین العابدینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلنا ایسا نہ ہو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور ہمیں علیؑ و نبیؐ سے شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ محملیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مخدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملاعین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہائے شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ رواں ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؑ نہر کی طرف گئیں دیکھا کہ ام کلثومؑ لاش حضرت عباس علمدار پر گریہ فرما رہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشاء و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوفہ جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اے شیعو۔ کون سوار کراتا نہ عباسؑ ہیں نہ علیؑ اکبر نہ قاسمؑ ہیں نہ عونؑ و محمدؑ، نامحرم ان کو

سوار نہیں کرا سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسول میں ہمیں کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ ایسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ تنہا رہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آکر اپنی بیکس بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بدنہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چار و ناچار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سکینہ بنت الحسین کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے ؎

بابا بنگر سوز دل و چشم پرآبم
از کوئے تو عازم بسوئے شام خرابم

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالار قافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ پس گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جزائری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے یزید پلید سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدّہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا دریافت

ہے اور تم مقتل میں سو رہے ہو۔ اس اثنار میں ساربان لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتاہ فدبوا الاجمال وارتحلوا والراس یقدمھم والرمح مشھود۔ اے پھوپھی اماں ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا امام زین العابدینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلنا ایسا نہ ہو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور ہمیں علیؑ و نبیؐ سے شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ محملیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مخدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملاعین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہائے شہدار زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ رواں ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؑ نہر کی طرف گئیں دیکھا کہ ام کلثومؑ لاش حضرت عباس علمدار پر گریہ فرما رہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشار و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوفہ جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اے شیعو۔ کون سوار کراتا نہ عباسؑ ہیں نہ علی اکبرؑ نہ قاسمؑ ہیں نہ عون و محمد، نامحرم ان کو

سوار نہیں کرا سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسول ہیں ہمیں کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ اسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ تنہا رہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آ کر اپنی بیکس بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بدنہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چار و ناچار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سکینہ بنت الحسین کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے ے

بابا بنگر سوز دل و چشم پر آبم
از کوئے تو عازم بسوئے شام خرابم

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالار قافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ پس گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جزائری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے یزید پلید سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا دریافت

کیا۔ میں نے بیان کیا پس آپ نے مجھ سے میرے بیمار بھائی کی علالت کا حال دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا اے دادی صاحبہ۔ کیا حال پوچھتی ہو۔ بھائی سجادؑ بیمار تھے اور اکثر ان ملعونوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اے دادی صاحبہ اگر تم موجود ہوتیں تو دیکھتیں کہ بیمار کو کس طرح اونٹ پر سوار کیا ہے اور کس طرح ان کو طوق و سلاسل پہنائے ہیں۔ اور اے جدہ محترمہ دو وقت ایسے گزرے ہیں کہ بھائی سجادؑ پر گریہ بشدت طاری ہوا ہے۔ ایک اس وقت کہ جب آپ نے بابا کا سر نیزہ پر دیکھا دوسرے اس وقت کہ جب آپ نے پھوپھی زینبؑ و ام کلثومؑ اور مخدرات کو برہنہ سر دیکھا۔ پس جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ نے آہ سرد کھینچی اور زار و قطار رونے لگیں اور فرمایا بس اے بیٹی سکینہؑ بس، اب سیدہ میں طاقت نہیں ہے کہ مصائب کا حال سن سکے۔

اسیر ہو کر اہلحرمؑ کا مقتل شہداء سے گزرتے ہوئے گریہ و زاری کرنا

دربندی اسرار الشہادۃ میں احمد کوفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس روز مدینہ میں تھا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق اختیار کیا اور مدینہ سے ہجرت کی اس وقت آپ کے اہلحرم جس شان و شوکت اور عزو جلال کے ساتھ شتران محمل پر سوار کئے گئے ہیں وہ تمام مناظر میری نگاہ میں تھے کہ حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبر، جناب قاسم پردہ داری کا اہتمام فرمارہے تھے اور حضرت زینبؑ کو خود حضرت امام حسینؑ نے شتر محمل کشیدہ پر سوار کیا تھا" واحسرتا" مدینہ میں یہ

شان زینب تھی اور کربلا میں جب اہلحرم اسیر ہوئے ہیں تو یہ شان تھی کہ ؎

شامیاں بستند بازو زینبؑ و کلثوم را
اے فلک آن ابتدا و این انتہائے اہلبیتؑ

روایت ہے کہ محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر اہلبیت اسیر ہو کر شتران بے کجاوہ پر سوار ہوئے اور لشکر عمر ابن سعد نے بڑے ظلم و ستم کے ساتھ اہلحرم کو سوار کیا۔ اور جب کربلا سے یہ قافلہ قیدیوں کی صورت میں کوفہ کے لیے روانہ ہوا۔ تو قافلہ کے آگے آگے شہیدوں کے سرہا مبارکہ تھے جو نیزوں پر بلند تھے ایک نیزہ طویل پر امام حسینؑ کا سر بلند تھا۔ اور قافلہ کے عقب میں لشکر بے دین طبل و نقارہ بجا رہے تھے اس طرح یہ قافلہ روانہ ہوا۔

صاحب کتاب الریاض تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر اعداء اہلحرم کو اسیر کر کے مقتل شہداء کی طرف سے گزرے جب مخدرات نے اپنے عزیزوں کی لاشیں دیکھیں تو سواریوں سے لاشوں پر گرلدیا۔ اور گریہ و بکا اور ماتم و شیون کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں ؎

ناله ہائے اہل بیتؑ دربدر — ناله ہاء کودگان بے پدر
چوں رواں شد کاروان آشک واہ — آمد آن سیل سیہ تا قتلگاہ
ہر طرف افتادہ سرو قامتی — سبزہ خطی لالہ روئی آیتی
ہر کہ چشمش بر علی اکبر فتاد — خواست تا از پا فتد از سر فتاد
ہر کہ اورا باتن عریان بدید — پیرہن را بدامان بر درید
قاسمؑ داماد اندر آفتاب — خفتہ دست و پا بخون خود خضاب
آہ کز عباسؑ افتادم جدا — من کجا آن دست و آن پیکر کجا

این سپه سیلی پی دری زنند
کعب نی بروئے کعب نی زنند

یعنی کہ جب آل اطہار کا گزر مقتل سے ہوا اور مخدرات اور بچوں کی نظر لاشہائے شہداء پر پڑی سب نے سواری سے لاشوں پر گرا دیا۔ اس وقت مقتل شور و فغان کے نالہ بلند تھے۔ اور جب بیبیوں کی نگاہ جوانان رعنا پر پڑیں۔ جگر تھام کے بیٹھ گئیں۔ کسی نے علی اکبرؑ کی لاش پر نوحہ کہا کسی نے عباس علمدار کی لاش پر بین کئے۔ اور کسی نے قاسم گلگوں قبا کی لاش پر گریہ وزاری کیا۔ زینبؑ خاتون حسینؑ کی لاش پر روتی رہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے جفاکاروں نے ان بیکس بیبیوں کو تازیانوں کے ذریعہ لاشوں سے جدا کیا۔

کامل الزیارت میں وارد ہوا ہے اور ایسا ہی قدامہ نے اپنے پدر زائدہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے زائدہ کہ جب اعداء ہمیں اسیر کر کے قتلگاہ شہیداں میں لے گئے اور ہم نے بابا اور بھائیوں کو لاشیں دیکھیں اور کسی نے انہیں دفن بھی نہیں کیا تو قریب تھا کہ اس صدمہ سے میری روح مفارقت کر جائے۔ اس وقت میری پھوپھی زینبؑ نے جب میری یہ حالت دیکھی میری طرف دیکھ کر فرمایا اے حسینؑ کی نشانی اے جد و پدر کی یادگار اے اسیروں کے قافلہ سالار تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اسقدر گریہ و بکا۔ میں نے کہا پھوپھی اماں میں کیونکر روؤں کہ میرے سامنے بھائیوں۔ اور بابا کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں خوناک و خون میں غلطاں ہیں نہ کسی کو کفن میسر ہے اور نہ قبر۔ اس پر جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی کی نشانی فو اللہ ان ذلک لعہد من رسول اللہ الی جدک وابیک وعمک خدا کی قسم اے سجادؑ تمہارے جد اور پدر اور عم نامدار کے درمیان عہد ہو چکا ہے کہ

حسینؑ کربلا میں شہید ہوں گے بے گور و کفن پڑے ہوں گے کہ خداوند عالم ایک گروہ کو دفن و کفن شہداء پر مامور کرے گا جو اس گروہ بیدین سے نہیں ہوں گے بلکہ وہ ہمارے محب ہوں گے۔ وہ یہاں آئیں گے۔ لاشوں کو جمع کریں گے۔ اور شہداء کو سپرد خاک کریں گے اور اے بیٹا یہ تمہارے بابا کی قبر کی جگہ ہے اور یہاں قبر پر قبہ بنایا جائے گا تاکہ شیعہ اور محب لوگ زیارت کے لیے آئیں۔ اور بارگاہ حسینی کبھی بوسیدہ نہ ہوگی۔ ہمہ وقت زیارت کرنے والوں کا ہجوم رہے گا۔ سید سجادؑ نے آپ سے فرمایا کہ پھوپھی اماں اس خبر کا ماخذ بیان کیجئے۔ تو حضرت علیا زینبؑ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اُمّ ایمن سے یہ حدیث مروی ہے کہ جو میں نے تم سے بیان کی اگر خدانخواستہ سجادؑ زندہ نہ رہتے تو چونکہ امام قطب زمان ہوتا ہے کائنات باقی نہ رہتی۔ زینبؑ خاتون یہ حدیث بیان کر رہی تھیں اور نیزہ پر سر امام حسینؑ تلاوت قرآن کر رہا تھا۔

جبرئیل امین کا صحیفہ سماویہ لے کر خدمت رسول خدا میں حاضر ہونا

چونکہ امامت لازمہ نبوت ہے پس ائمہ معصومینؑ کے لیے صحیفہ سماوی اور دستور العمل خداوندی کا ہونا ضروری ہے تاکہ آئمہؑ اس کے مطابق عمل کریں تا اینکہ دنیا سے رخصت ہوں اور اپنے بعد ہونے والے امام کو سپرد کریں۔ چنانچہ جبرئیل امین وقت آخر حضرت رسول خدا کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ وصیت نامہ ہے جو آپ اپنے اہلبیتؑ کو سپرد کریں تاکہ وہ آپ کے بعد اُس پر

عمل پیرا ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے جبرئیل میرے اہلبیت کون ہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ تمہارے چچا زاد امیرالمومنین علی ابن ابی طالب تمہارے اہلبیتؑ میں داخل ہیں (از مترجم آنحضرتؐ نے تو خود اپنے اہلبیتؑ کا بار بار تعارف کرایا ہے اس جگہ امت کو تاکیدی درس دینے کے لیے جبرئیل سے خطاب و تعین اہلبیت کی گئی ہے) اور حضرت علیؑ کے بعد ان کی اولاد سے گیارہ امام ہوں گے۔ وہی ائمہ دین ہیں اور یہ وصیت نامہ یکے بعد دیگرے ان میں منتقل ہوتا رہے گا چنانچہ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو یہ وصیت نامہ عطا کیا۔ اور امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ سپرد کیا اور امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام زین العابدین کو سپرد کیا۔ اس طرح اب یہ وصیت نامہ حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہ کے پاس ہے۔ جب امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام زین العابدین کو سپرد کیا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ (یا علی ابن الحسین اطرق واصمت والزم بیتك واعبد ربك حتی یاتیك الیقین۔) اے علی پسر من میرے قتل ہونے کے بعد خاموش رہنا، راضی برضائے الٰہی رہنا۔ اور جسقدر بلائیں آئیں ان پر صبر کرنا۔ اور جب قید شام سے رہا کر مدینہ پہنچو تو گوشہ نشینی اختیار کرنا اور عبادت الٰہی کرنا یہاں تک کہ تیرا وقت رحلت آئے۔ چنانچہ سید سجادؑ نے اپنی زبان مبارک سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی کہ جو اس سے منافی ہوتی شمر ولد الحرام نے آپ کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت زینبؑ نے حمایت سجادؑ میں گفتگو کی اور شمر ولد الحرام قتل کرنے سے باز رہا۔ یہاں تک کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کوئی حدیث بیان کی تو اس طرح کہ۔ حدثتنی عمتی زینبؑ۔ کہ میری پھوپھی زینبؑ خاتون نے بیان کیا (از مترجم)

سبحان اللہ بی بی زینبؑ خاتون کی امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک یہ منزلت ہے کہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی زینبؑ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ نہ ہو زینبؑ بنت علی و فاطمہؑ عالمہ غیر معلّمہ ہیں۔

شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ زین العابدین خاموش ہی رہا کرتے تھے۔ طوق و زنجیر پہن لیا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ مقتل میں جب امام حسینؑ کے جسد صد پارہ کو دیکھا اور جناب زینبؑ نے گریہ و زاری سے روکا اور فرمایا کہ اے سجادؑ تم حجّت خدا ہو۔ آپ نے صرف اسقدر فرمایا کہ پھوپھی اماں بابا بھی تو حجت خدا ہیں مگر وا حسرتا قوم جفا کار نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد ملعون نے سید سجاد کے سامنے اپنے دربار میں حضرت عُلیا زینب خاتون کی شان میں ناروا الفاظ کہے تو سید سجادؑ نے فرمایا۔ یابن مرجانة کم تهتك حرمة عمی زینب بین من یعرفها و من لم یعرفها۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد تو کس واسطے ناروا الفاظ کہہ رہا ہے میری پھوپھی زینبؑ خاتون کے مرتبہ کو اکثر تیرے درباری جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے۔ اور شہر شام میں بھی آپ نے خطاب فرمایا ہے۔

اقاد ذلیلا فی دمشق کانّنی
من الزنج عبد غاب عنه نصیروا

عزلت نشینی کی مدح و تعریف

ابنائے زمانہ کی صحبت سے عزلت نشینی اختیار کرنا مستحسن فعل ہے۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ربیع بن خثیم ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی گزارتا تھا۔

اگر کسی کو اس کا نفع اور فائدہ معلوم ہو جائے تو وہ ضرور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دے گا۔ گوشہ نشینی سے ترک دنیا اور ترک احباب مراد نہیں ہے بلکہ مکروہات زمانہ سے دور رہنا۔ صحبت صالحہ اختیار کرنا۔ روح گوشہ نشینی ہے۔ ابو بریدہؓ اسلمیؓ جو کہ اصحاب آنحضرتؐ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور پُرنور کی صحبت اختیار کی اور اس منبع علم و حکمت و عرفان سے اپنی زندگی کے نقش و نگار سنوارے اور جب سرور انبیاءؐ نے دنیا سے کوچ فرمایا تو منبر و محراب خالی دیکھ کر شام میں عزلت نشینی اختیار کی۔ معاویہ نے ہر چند چاہا کہ ابو بریدہؓ اسلمیؓ اس کی مجلس و محفل میں آئیں مگر ابو بریدہ نے کوئی توجہ نہیں دی اور عزلت نشینی ہی میں رہے جب معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ یزید پلید جانشین ہوا تو اس نے تحفہ و ہدایا بھیجے مگر آپ نے قبول نہ کئے اور گوشہ نشین رہے۔ یہاں تک اہلبیتؑ رسولؐ اسیر ہو کر وارد شام ہوئے آپ کا غلام کسی ضرورت سے باہر نکلا۔ جب اس نے دیکھا کہ آل رسولؐ قیدی بنا کر لائے گئے ہیں روتا ہوا واپس آیا اور بریدہؓ اسلمیؓ سے واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ سبط رسول الثقلین امام حسینؑ کا سر بریدہ شام میں لایا گیا ہے اور ان کے اہلحرم علی و فاطمہؑ کی بیٹیاں اسیر ہو کر آئی ہیں۔ اور امام زین العابدینؑ طوق و زنجیر پہنے ہوئے ہیں جب ابو بریدہؓ اسلمی نے یہ سنا تو عمامہ سر سے پھینک دیا۔ اور اسقدر سر و سینہ پیٹا کہ بیہوش ہو گئے اور کہا اے غلام مجھے دربار یزید میں لے چل۔ غلام ان کو دربار میں لایا۔ یہ اس وقت پہنچے کہ سر مطہر امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا۔ اور یزید ملعون چوب دستی سے لب ہائے مبارک اور دندان مبارک سے بے ادبی کر رہا تھا یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فرمایا اے یزید یہ وہ لب ہیں کہ رسولؐ خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل شہداءؑ سے گزرنا

جب اہلحرم قیدی ہو کر کربلا سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو اوّل قتلگاہ شہداء کی طرف سے گزرے ہر ایک بی بی نے اونٹ سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ ام لیلیٰ علی اکبر کی لاش پر ام فروہ قاسمؑ کی لاش پر اور ام کلثوم جناب عباسؑ کی لاش پر پہنچیں اور ماتم کیا۔ اور لاش امام حسینؑ پر زینبؑ خاتون اور سکینہ روتی رہیں۔

کتاب منتخب اور کتاب بحار میں ہے کہ بنی اسد کے قبیلہ کے ایک شخص نے کہا کنت زارعا علی نهر العلقمی ۔ یعنی کہ میں نہر کے کنارے زراعت کرتا تھا۔ جب لشکر عمر ابن سعد چلا گیا اور میدان کربلا ان کافروں سے خالی ہو گیا تو میں نے عجیب و غریب امور دیکھے مشک و عنبر کی خوشبو آ رہی تھی میں نے دیکھا کہ جب آفتاب غروب کر گیا۔ تو قبلہ کی سمت سے ایک شیر آیا۔ ہمہمہ کرتا ہوا یعنی چھنگارتا ہوا میں خوف زدہ ہو کر کسی جگہ چھپ گیا۔ جب صبح ہوئی میں نے دیکھا۔ کہ وہ شیر جس راستے سے آیا تھا واپس چلا گیا میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ معاذ اللہ خارجی تھے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ اور میں عجیب و غریب آثار و علامات دیکھ رہا ہوں کہ ایسی باتیں کبھی دیکھی نہیں ہیں میں نے قسم کھائی کہ آج شب کو میں جاگتا رہوں گا کہ دیکھوں شیر لاشہائے مقتولین کے ساتھ کیا کرتا ہے جب آفتاب غروب کر گیا اور شب ہو گئی۔ پھر وہی شیر قبلہ کی طرف

سے نمودار ہوا۔ میں اسے دیکھ کر کانپنے لگا۔ اور میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شیر آدم خور ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے کھا جائے میں نے اسی اثناء میں دیکھا کہ وہ شیر لاشہائے مقتولین کے درمیان گیا۔ اور ایک لاش کو جو مثل آفتاب نورانی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کے درمیاں لے لیا۔ مجھے پھر یہی خیال ہوا کہ شیر اس لاش کو کھائے گا لیکن اس نے خون لاش مطہر اپنے ماتھے پر لگایا۔ نالہ و ہمہمہ۔ اور لاش کے گرد طواف کرنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ شب کا کچھ حصہ گزرا۔ اس وقت کچھ شمع سارے مقتل میں روشن ہو گئیں اور گریہ وزاری اور نوحہ کی آوازیں آنے لگیں میرا دل اس پُردرد نوحوں کو سن کر بیتاب ہو گیا اور دل پر غم واندوہ کی گھٹا چھا گئی۔ پھر آواز آئی ہائے حسینؑ، خیال کیا کہ ان نوحہ گروں کو دیکھوں کہ کون ہیں جو اس طرح روپیٹ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ نوحہ گر غائب ہو گئے۔ میں نے باآواز بلند کہا خدارا بتلاؤ کہ یہ مقتول کون بزرگ ہے۔ تو جواب سنا کہ یہ حسین ابن علیؑ ہیں جو راہ خدا میں شہید ہوتے ہیں اور شیر جو تو نے دیکھا شاہ نجف، شیر خدا علی ابن ابی طالب ہیں جو اپنے فرزند کی لاش پر تشریف لائے ہیں ۔

یااسد الرحمٰن یا شختہ النخیف ۔ جزاء وصبرا للحسینؑ قتیل

فداك ددحی یاحسین وعترتی ۔ وانت عفیر فی التراب جدیل

وجسمك عریان طریح علی الثریٰ ۔ علیہ خیول الظالمین تجول

یہ حکایت صحیح اور موثقہ ہے اور اس کو مولف کتاب کے والد ماجد مرحوم نے اپنی کتاب ریاض میں تفصیلاً درج کیا ہے۔

کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا

الشیخ مفید کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ بنی اسد نے شہداء کربلا کو دفن کیا ہے دوسرے ارباب مقاتل بھی اسی چیز کے قائل ہیں۔ روضۃ الشہداء، طبری اور کامل السقیفہ اور مقتل ابی مخنف اور کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں بھی ایسا ہی مذکور ہوا ہے کہ شہداء کربلا کو بنی اسد کے لوگوں نے دفن کیا ہے۔ اور کسی نے یہ نہیں لکھا کہ وقت دفن شہداء حضرت سید سجادؑ آئے ہیں لیکن ہم شیعۂ امامیہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام ارباب خبر و حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متولی امر امامؑ از غسل وکفن ودفن وحنوط بغیر از امامؑ کوئی دوسرا شخص انجام نہیں دے سکتا۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے کہ بنی اسد کے لوگوں نے شہداء کو دفن کیا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بظاہر ایسا ہے کہ بنی اسد نے امام حسینؑ کی لاش مطہر کو دفن کیا ہے مگر باطناً امامؑ کو امامؑ ہی دفن کر سکتا ہے کہ نہ کہ غیر امام۔ پس زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز بوقت دفن کربلا تشریف لانا اور اپنے پدر بزرگوار کو دفن کرنا صحیح و درست ہے حضرت امام علیؑ الرضا علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے ایک مجمع میں فرمایا ہے کہ ہمارے جد امام زین العابدین بظاہر قید تھے لشکر عمر ابن سعد آپ کو اسیر کر کے شام لے جا رہے تھے کہ آپ باعجاز امامت محققی انداز میں اس وقت کربلا تشریف لائے کہ جب قبیلہ بنی اسد کے لوگ شہداء کی لاش ہائے مبارکہ کو سپرد خاک کر رہے تھے۔ بعدہٗ امام زین العابدینؑ واپس چلے گئے۔ اسی طرح باعجاز ہیں اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر کی نماز جنازہ انجام دہی غسل و

کفن کے لیے آیا تھا نماز پڑھی اور چلا گیا۔ اور امام محمد تقی نے امام رضاؑ کو اسی طرح تشریف لا کر غسل و کفن دیا نماز پڑھائی اور آپ چلے گئے۔

اب ہم ایک مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ لا یلی امر الامام الا الامام یعنی کہ امامؑ کو امامؑ ہی کی غسل و کفن دفن و حنوط وغیرہ کے کام انجام دے سکتا ہے نہ کہ غیر امامؑ۔ پس حضرت حجۃ اللہ تعالیٰ فرجہ کو غسل کون دے گا اور کون نماز پڑھے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ بعد ظہور امام العصر علیہ السلام رجعت فرمائیں گے اور آپ ہی تجہیز و تکفین و تدفین انجام دیں گے۔ بہر حال جس وقت بنی اسد تدفین شہداء میں مشغول تھے حضرت امام زین العابدین تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کو دفن کیا۔ اور باقی ماندہ شہداء علیہم السلام کو پہچان پہچان کر آپ نے بنی اسد کو حکم دفن دیا ہے ورنہ شہداء کو بنی اسد نہیں پہچان سکتے تھے کہ یہ کس شہید کی لاش ہے اور یہ کس شہید کی لاش ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین ہر ایک شہید کی لاش کو پہچانتے تھے اور حکم دفن دیتے تھے یہاں تک کہ آپ نے امام حسین کو دفن کیا اور پائیں پا حضرت امام حسینؑ۔ جناب علی اکبر کو دفن کیا یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اب تربت امام حسینؑ موجود ہے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ قبر امام حسین علیہ السلام اور گنج شہیدان کی وسیع قبر خود حضرت رسولؐ خدا نے تیار کی ہے چنانچہ کتاب منتخب المراثی اور کتاب الارشاد میں ہے کہ ام المومنین ام سلمہؑ نے محرم کی گیارہویں شب کو خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپ گریان و محزون گرد و غبار میں اٹے ہوئے تشریف لائے ہیں ریش مبارک پر آنسو ٹپک رہے میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا یا حضرت گریہ کیوں فرما رہے ہیں اور کہاں تشریف لے گئے تھے تو ارشاد فرمایا۔

ما زلت اللیلۃ احضر القبور للحسین و اصحابہ کہ میں اس شب کربلا میں حسینؑ اور ان کے اصحاب کی قبریں کھودنے میں مشغول رہا۔ تمام شہداء ایک ہی قبر میں آرام فرمائیں البتہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی قبر مبارک کنار راہ غاضریہ ہے۔ آپ کی قبر مبارک علیحدہ اس لیے ہے کہ آپ کی لاش مبارک اسقدر ٹکڑے ٹکڑے تھی کہ امام حسینؑ لاش برادر اٹھا نہ سکے پس آپ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا کہ جہاں اب روضۂ مبارکہ ہے اور ایسا بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت عباس طویل القامت تھے مگر و احسرتاہ آپ کی قبر مبارک آپ کے جسد مبارک کی مناسبت سے چھوٹی ہے قلم میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا سبب تحریر کر سکوں کیونکہ آپ کا بدن مبارک ٹکڑے ٹکڑے تھا کہ جنہیں جمع کر کے دفن کیا گیا ہے۔

تحقیقات دربارۂ دفن حضرت سید الشہداء علیہ السلام

علامہ مجلسی کتاب بحار جلد عاشر (دسویں جلد) میں میسرۃ بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے جد نامدار حسینؑ علیہ السلام وارد کربلائے معلیٰ ہوئے ہیں تو آپ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں بزرگان بنی ہاشم کو بھی مخاطب فرمایا ہے مضمون خط یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسین بن علی الی محمد بن الحنفیہ و من قبلہ من بنی ہاشم اما بعد فکان الدنیا لم تکن و کان الآخرۃ لم تزل والسلام

جس وقت میں نے آپ بنامہ مدینہ ارسال کیا ہے چاروں طرف ناکہ بندی تھی۔ اور

آپ کا محاصرہ بھی ہو چکا تھا چار ہزار کوفہ گھیر اڈالے ہوئے تھے اس وقت امام حسینؑ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ زمین کربلا پر قبروں کے واسطے جگہ ہونی چاہیئے۔ چنانچہ امام حسینؑ نے زمین کربلا کے مالکوں کو جو غاضریہ کے رہنے والے تھے طلب فرمایا۔ چار در چار فرسخ زمین کربلا ساٹھ ہزار تومان میں ان سے خرید کی۔ اور پھر اس کو وقف کر دیا۔ اور اس زمین خرید کردہ کی تولیت بنی اسد کے نام قرار دی اور چند شرائط مقرر کیے ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس دن گزرنے کے بعد ہمارے اجساد پاکیزہ کو اس زمین میں دفن کر دینا اور جب ہمارے شیعہ دور نزدیک سے ہماری قبور کی زیارت کے لیے آئیں۔ تو ان کا استقبال کرنا اور ان کو ٹھہرنے کے لیے جگہ دینا تین دن تک ان کی مہمانی کرنا چنانچہ بعد دفن شہداء قبیلۂ بنی اسد نے ان امور کو انجام دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ امام علیہ السلام سے رخصت ہو گئے اور یہاں دسویں محرم کو امام حسینؑ اور تمام عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور لشکر عمر بن سعد ملعون سے کربلا خالی ہو گیا۔ لیکن لاش ہاء شہداء ریگ گرم پر پڑے رہے ؎

چون دو روز از قتل شاہ دین گزشت
باخبر گشتند اہل کوہ و دشت

یعنی کہ جب قتل سید الشہداءؑ کو دو روز گزر گئے تو تمام ان لوگوں کو جو کربلا کے آس پاس دور و نزدیک رہتے تھے۔ یا پہاڑوں پر اور صحرا میں رہتے تھے خبر شہادت معلوم ہو گئی۔ اور بنی اسد کی عورتوں نے لاش ہاء مبارکہ کو بے غسل و کفن پڑا ہوا دیکھا تو اپنے مردوں کو غیرت دلائی۔ کہ فرزند رسولؐ خدا بے گور و بے کفن پڑا ہے اور جب کہ تم لوگوں نے بیع زمین کے وقت لاشوں کو دفن کرنے کی شرط

بھی قبول کی تھی مگر اب خاموش بیٹھے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم خدا و رسولؐ سے نہیں ڈرتے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں عبید اللہ ابن زیاد سے ڈر لگتا ہے کہ اگر اس کو خبر ہو گئی تو ہمیں قتل کرا دے گا۔ لیکن جب عورات بنی اسد نے شور و غوغا کیا تو مردان بنی اسد دفن کرنے کی نیت سے کربلا پہنچے۔ گروہ بنی اسد مقتل میں حیران و پریشان کھڑا تھا کہ ان اجساد مطہرہ کو جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہیں کیونکر دفن کریں اور کس طرح انہیں سپرد خاک کریں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی لاش ہے اور یہ کس کی لاش ہے۔ وہ ابھی سرگردان و پریشان تھے کہ ایک سوار عالیقدر وہاں نمودار ہوا۔ اس نے شہیدوں کے لاش ہاء مبارک پر نظر ڈالی ؎

بسان حضرت یعقوب نالہ سر میکرد — کہ او پسر پسر و او پدر پدر میکرد
بسر عمامہ سبزی و لیک ژولیدہ — بسان چشم غزالان سیاہ پوشیدہ

یعنی کہ وہ سوار نمودار ہوا اور جیسے ہی مقتل میں قدم رکھا۔ مثل یعقوبؑ نالہ کیا۔ یعقوب پسر پسر کہتے تھے اور یہ پدر پدر کہہ رہے تھے۔ سبز عمامہ سر مبارک پر مگر پریشان و درہم و برہم۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے جب بنی اسد نے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ کون ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کو نہیں پہچانتے فرمایا ؎

گفت من این کشتہ ہا را سر بسر
می شناسم چون پدر ہا را پسر

فرمایا کہ میں ان شہداء کو اس طرح جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں جیسے باپ کو اولاد پہچانتی ہے۔ بنی اسد سمجھ گئے کہ یہ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ ہیں پس وہ لوگ تدفین و تکفین کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ہر ایک کی لاش کو اٹھا کر لاتے اور سید سجادؑ

اس کو پہچان کر دفن کرنے کا حکم دیتے تھے کہ وہ لوگ ایک لاشہ اٹھا کر لائے ۔

پس برآوردند از خون پیکری ہمچو گل صد پارہ جسم بے سری
زد بسر گفت این علی اکبر است این شبیہ حضرت پیغمبرؐ است

یعنی کہ وہ لوگ ایسی لاش اٹھا کر لائے جو پارہ پارہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی علی اکبرؑ ہمشکل پیغمبرؐ ہیں۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ وحضروا للشهداء من اهل بيته واصحابه الذين صرعوا حوله ما يلي رجل الحيان وجمعوهم ودفنوهم جميعًا یعنی تمام شہداء کے لیے کہ جو اصحاب و اہلبیت سے تھے امام حسینؑ کی قبر مبارک اطراف میں پڑے ہوئے تھے قبر تیار کر کے ان پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا جو کہ اب گنج شہیداں کے نام سے معروف و مشہور ہے و دفنوا الحسينؑ حيث قبره الأن ۔

ناگہان شد بانگ واویلا بلند از تمام آنگروہ مستمند
پیکرے دیدند افتادہ بخاک قطعہ قطعہ پارہ پارہ چاک چاک

ناگہان ان کی نظر ایک ایسی لاش مطہر پڑی کہ جو ٹکڑے ٹکڑے تھی اس وقت ایک شور بکا بلند ہوا امام زین العابدینؑ سے سوال کیا اے آقا یہ کس کی لاش مبارک ہے اس وقت امام زین العابدینؑ نے اس لاش مطہر پر گرا دیا۔ اور زخمہائے مبارک کو بوسہ دینا شروع کیا آپ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

ؔ

از تربت تو رو بسفر دارم اے پدر از خون دل دو دیدہ تر دارم اے پدر
آہ فغان کہ رفتم و فرصت نداد شمر کز آفتاب نعش تو بردارم اے پدر

اکنوں بیامدم کہ کنم دفن پیکرت
بر خاک جسم پاک تو بسپارم اے پدر

یعنی کہ اے بابا جان اب آپ کی تربت سے میں جدا ہونے والا ہوں۔ سفر شام پیش نظر ہے واحسرتاہ کہ شمر ملعون نے مجھے فرصت نہ دی کہ آپ کے جسم مبارک کو دھوپ سے بچاؤں اور اے بابا اب میں آپ کو سپرد خاک کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور آپ نے لاش مطہر کو دفن کیا۔ اور فرمایا کہ ؎

غیر من لائق نباشد این مقام
لا یلی امر الامام الا الامام

یعنی کہ میرا غیر یعنی جو امامؑ نہ ہو امام کو دفن نہیں کر سکتا امام کو امامؑ ہی غسل و کفن و حنوط دے سکتا ہے اور دفن کر سکتا ہے۔ پس آپ نے نماز پڑھ کر جسد مطہرہ امام حسینؑ کو قبر مبارک میں دفن کیا اور یہی وہ قبر مبارک تھی کہ جسے حضرت رسولؐ خدا نے تیار کیا تھا آپ نے شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کو بھی آپ کے پائیں پا دفن کیا کیونکہ امام حسینؑ نے وصیت فرمائی تھی اور پھر آپ نے قبر مبارک پر تحریر کیا هذا قبر حسين بن علیؑ ابن ابی طالبؑ بعدہ گنج شہیداں تیار ہوا اور تمام شہداء دفن کیے گئے اور حضرت عباس علمدار علیہ السلام کنار نہر علقمہ دفن ہوئے ہیں اس طرح کہ آپ کے دست ہائے بریدہ عبا کے دامن میں رکھے اور دفنوا علی العباس بن علی بن ابی طالب فی موضعہ الذی قتل فیہ علی طریق الغاضریۃ ۔ یعنی کہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو اسی جگہ دفن کیا کہ جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر کنار نہر علقمہ گرے تھے۔

اہلبیتؑ اطہار کا کوفہ میں داخلہ، پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم

جب عمر ابن سعد ملعون نے محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے بطرف کوفہ کوچ کیا۔ اور اہلحرم کا قافلہ اسیر ہوکر کوفہ پہنچا بیرون شہر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ساتھ منزل کی اور ابن زیاد ملعون کو اطلاع دی کہ شہداء کے سرہاء مبارکہ اور اہلحرم حسین ابن علیؑ اسیر ہوکر وارد کوفہ ہوگئے ہیں دربار میں حاضری کی اجازت دی جائے ؎

رسید پیک بشارت بسوی ابن زیاد — کہ ای امیر حسینؑ کشتہ شد بشارت باد
بہ تیغ لشکر بالشکرش فنا گشتند — ہمہ ذبیحہ میدان کربلا گشتند
رسن بگردن کلثومؑ بازوے زینبؑ — فگندہ ایم بصد خواری وہزار تعب
بقید سلسلۂ یتیم پاے زین العباد — زدیم کوس بنام یزید و ابن زیاد
بزرگ و کوچک اہل حریم شاہ حجاز — نشاندہ بر انواق بہار و جہاز

رساندہ ایم نیزدیک کوفہ خوار و اسیر
کنوں چہ حکم در ورود شہر امیر

یعنی کہ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو خوشخبری قاصد کے ذریعہ پہنچائی کہ حسینؑ قتل ہوگئے تجھ کو مبارک ہو۔ ہمارے لشکر نے لشکر حسینؑ کو فنا کر دیا۔ سب کے سب کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ زینبؑ و ام کلثوم اسیر ہوکر آئی ہیں۔ سید سجادؑ کے پاء مبارک میں زنجیر ہے۔ اور ہم نے یزید و ابن زیاد کے نام کا ڈنکہ بجا دیا ہے شتران بے کجاوہ پر اہلحرم کو لایا گیا ہے۔ اب ہمیں حکم ملے کہ دربار میں اسیروں کو لے کر حاضر ہوں۔

لما جاء الرسول وبشرہ بالما مول امر اللعین بدق البشائر وضرب الطبول

جب عمر ابن سعد ملعون کا قاصد اس کا پیغام لے کر داخل دربار ابن زیاد بدنہاد ہوا۔ تو اس مردود نے حکم دیا کہ طبل فتح و ظفر بجائے جائیں اور یہ حکم جاری کیا کہ کوئی شخص آلات حرب لے کر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور اہلحرمؑ کو برہنہ سر داخل دربار کیا جائے۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ شہر بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ دربار آراستہ کیا گیا اور تماشائی کوفہ کے گلی کوچوں میں جمع ہوگئے۔ کوٹھوں کوٹھوں عورتیں موجود تھیں کہ آل رسولؐ کا تماشہ دیکھیں۔ لیکن جب زنان کوفہ نے سنا کہ حسینؑ قتل ہوگئے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوگئیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں خولی بیدین لعین پہنچا۔ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا وہ ملعون اس نیزہ کو لیے ہوئے تھے اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے سر امام حسینؑ پر نظر ڈالی۔ سوز قلب کے ساتھ فرمایا کہ اے برادر بجان برابر تمہارا سر نیزہ پر ہے اور میرا سر کھلا ہوا ہے اور اے بھائی جان یہ وہ کوفہ ہے کہ جہاں زینبؑ شہزادی کہلاتی تھی۔ اب میں اور مخدرات کنیزوں کی طرح اسیر ہوکر کوفہ آئے ہیں کوئی زینبؑ بیکس کا حال نہیں پوچھتا۔ خلق خدا تماشائی ہی ہوئی ہے۔ اس وقت اہلبیت کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی کہ جب عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ سروں کو ترتیب وار لے جائیں۔ آگے آگے سر امام حسینؑ اور اس کے عقب میں شہداء کربلا کے سرہاء مبارکہ ہوں۔ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ سر امام حسینؑ نیزہ پر مثل چاند چمک رہا تھا اور شہداء کے سر ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ چاند کے گرد ستارے ہوں۔ اور اہلحرم کنیزوں اور اسیروں کی شتران بے کجاوہ پر سوار تھے۔ ثم ساروا بھم علی اسوأ الحال حتی قربوا الکوفۃ۔ پھر گروہ اشرار بڑی ذلت و خواری کے ساتھ اہلحرم کو لے کر داخل ہوئے اور تماشائیوں سے گلی کوچہ بھر گئے۔ اور منادی کہہ رہا تھا ھذا راس الحسین کہ یہ

حسینؑ کا سر ہے۔ لوگوں نے سر امام حسینؑ کے گرد ہجوم کر لیا تھا۔ اور جب لوگوں کی نگاہیں اسیروں کے قافلہ پر پڑیں تو زنان و مردان کوفہ ان کے حال زار پر رونے لگے۔ قاسم بن اصبغ مجاشعی کہتا ہے کہ میں اس وقت تماشائیوں میں موجود تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک سواری نمودار ہوئی سر پُرخون گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا۔ وہ سر کسی جوان کا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سوار کہ جس کے گھوڑے کی گردن میں سر پاک تھا۔ کبھی گھوڑے کو دوڑاتا کبھی گھوڑے کو اس کے پیروں کے بل اٹھاتا تو سر مبارک بھی کبھی زمین پر لگتا اور کبھی بلند ہوتا پھر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عباس بن علیؑ کا سر مبارک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سر محمد بن عباسؑ کا تھا۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کو مطلع کیا گیا کہ ہجوم بہت زیادہ ہے اہلحرم کی حفاظت کے لیے اپنی سپاہ بھیجے ایسا نہ ہو کہ لوگ اہلحرم کے قافلہ کو آزاد کرا لیں۔ یہ بھی ایک مؤثق اور معتبر خبر ہے کہ جب حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے شہادت پائی تو آپ نے اپنی بیٹی زینبؑ خاتون سے فرمایا تھا کہ اے زینبؑ تو ایک دن کوفہ میں اسیر ہوگی اس وقت صبر کرنا اور صبر جمیل کرنا۔ غرض کہ ابن زیاد ملعون نے اپنے خادموں کو بھیجا کہ مجمع عام سے اہلحرم کی حفاظت کریں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اس وقت ام کلثومؑ نے ابن زیاد کے حاجب یعنی حافظ سے کہا۔ ویلک هذاه الف درهم خذها۔ کہ یہ ہزار درہم لے اور سر ہائے شہداء ہم سے دور لیجا تاکہ لوگ سروں کی طرف دیکھیں اور ہم پر نامحرموں کی نظر نہ پڑے۔ اس حاجب نے وہ درہم لے لیے اور سروں کو اہلحرم سے دور کر دیا۔ جب وہ حاجب گھر گیا اور اس نے درہم دیکھے تو وہ سیاہ رنگ کے پتھروں میں بدل گئے تھے اور ان پر ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون اور دوسری طرف وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون۔ تحریر تھا غرض کہ اسیروں کا داخلہ

شہر کوفہ میں ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کے سر بُریدہ کا نیزہ پر قرآن پڑھنا

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ قال سهل الشهرزوری كنت قد اقبلت فی السنة اريد الحج الى بيت الله۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے اس سال حج خانہ خدا کے ارادہ سے سفر اختیار کیا تھا کہ وارد کوفہ ہوا۔ دیکھا کہ تمام بازار اور دوکانیں بند ہیں اور مردم گروہ در گروہ تماشائی کی صورت میں موجود ہیں میں نے ایک مرد بزرگ و سن رسیدہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ کچھ لوگ خوش ہیں اور بعض لوگ رو رہے ہیں۔ وہ مرد پیر مجھے ایک طرف لے گیا۔ اور بکی بکاءً عالیًا۔ کہ وہ بآواز بلند رونے لگا اور کہا اے سردار آج ہمارے لیے کوئی عید نہیں ہے نہ کوئی خوشی ہے لیکن گریہ اس لیے ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ شہید کر دیئے گئے۔ کربلا میں حسینؑ قتل ہوگئے اور یہ ان کے اہلبیتؑ ہیں جو اسیر ہو کر یہاں آئے ہیں۔ سہل کہتے ہیں کہ ابھی اس مرد پیر کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ حتى سمعت البوقات والرايات تخفقت والاعلام قد نشرت۔ کہ صدائے بوق (بٹری کرنا ہے کہ جس سے مہیب آواز نکلے) سنی اور مختلف علم نگاہ سے گزرے۔ طبل جنگ، فتح و ظفر کے نقارہ بج رہے تھے۔ ناگاہ میری نظر ایک طویل نیزہ پر پڑی اس پر امام حسینؑ کا سر بریدہ نصب تھا۔ واذا براس الحسين قد اقبل به على رمح وقد لاحت شواربه والنور يسطع منه۔ یعنی کہ اس سر بریدہ سے جو نیزہ پر تھا

تھا ایک نور لب ہائے مبارک سے ساطع ہو رہا تھا واخجلۃ الاسلام جاء وابراسک یا بن بنت محمدؐ۔ سہل کہتے ہیں کہ اس سر بریدہ کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہوا اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا خیال کہ ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد کے آدمی مجھے گرفتار کرلیں ناگاہ دیکھا کہ اسیران آل محمدؐ ظاہر ہوئے ویقدمھا علی بن الحسین۔ ان کے آگے آگے امام زین العابدینؑ تھے جو سالار قافلہ اسیران بنے ہوئے تھے اور طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے۔ اور ان کے عقب میں ام کلثوم بنت علیؑ تھیں جو اہل کوفہ سے خطاب کر رہی تھیں۔ یا اھل الکوفۃ نحن سبایا الحسینؑ فغضوا ابصارکم عنا وعن النظر الینا کرلے اہل کوفہ ہم حسینؑ کے اہلبیتؑ ہیں اور اسیر ہیں اپنی آنکھوں کو بند کرلو۔ ہمارا تماشا نہ بناؤ ہمیں نہ دیکھو مگر وہ بے حیا قوم آپ کے فرمانے پر تماشہ سے باز نہیں آئی۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا۔ معاشر الناس اما تستحیون من اللہ ورسولہ ومن علی المرتضیٰ وفاطمۃ الزھراء فغضوا ابصارکم عن النظر الیھن۔ اے قوم بے حیا و بے شرم خدا اور رسولؐ سے شرم کرو۔ خوف خدا و رسولؐ کرو کہ تم علی و فاطمہؑ کو آزار پہنچا رہے ہو کہ ان کے اولاد کا اسقدر تماشا دیکھ رہے ہو اس خطاب پُر عتاب سے کوفیوں نے اسیران حرم کو دیکھنا بند کر دیا ے

این بانگ داری کاروان است — یا زینبؑ زار در فغانست
خورشید بنوک نیزہ رفتہ — یا راس حسینؑ بر سنانست
رعداست بنالہ یا کہ لیلیٰ — در ماتم اکبرؑ جوان ست
از ابر بہار ژالہ ریزد
یا چشم سکینہؑ خونچکان ست

یعنی کہ نیزہ پر سر امام حسینؑ ہے یا سورج تابندہ ہے۔ ام لیلیٰ ماتم علی اکبرؑ میں نوحہ کناں

ہیں سکینہ خاتون کی آنکھوں سے خون آنسو بن کر برس رہا ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ شہداء کے سرہائے مبارک دروازہ بنی خزیمہ تک پہنچے وہاں پر ایک مدت تک ٹھہرے رہے۔ سر امام مظلوم نیزۂ طویل پر تھا میں نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ لب ہائے مبارک کو جنبش ہو رہی ہے۔ جب میں نے کان لگا کر آواز سُنی تو معلوم ہوا کہ سر بریدۂ امام حسینؑ قرآن مجید کی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور جب سر امام مظلوم اس آیت پر پہنچا اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا سہل کہتے ہیں کہ مجھ پر شدید گریہ طاری ہوا اور سر مطہر کی طرف دیکھ کر عرض کیا مولا آپ کا کام تو عجیب و عظیم تر ہے اور میں بیہوش ہوگیا اور جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ سر امام نے سورہ کہف تمام کر دی تھی۔

کوفہ میں اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات

جب اہلبیتؑ اطہار کوفہ میں داخل ہوئے تو تماشائیوں کی کثرت کی وجہ سے راستے بند ہوگئے تھے چنانچہ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ وقد ملئت شوارعھا وسککھا وزقاتھا من الرجال والنسون والشیوخ والشبان والصبیۃ والصبیان فمنھم باك ومنتحب ومنھم ضاحك وطرب۔ کہ اسقدر ہجوم تھا کہ راستے مسدود ہوگئے تھے۔ ہر سن و سال کے لوگ مرد و عورت موجود تھے کچھ ان میں ایسے تھے کہ اہلبیتؑ کی حالت دیکھ کر رو رہے تھے اور کچھ لوگ ہنس رہے تھے اور خوشیاں منا رہے تھے علامہ مرحوم نے بعض کتب کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ سہل شہرزوری ایک شخص نے کہ جو اسدی کے نام سے مشہور تھا نقل کیا ہے کہ میں ۶۱ھ میں کوفہ میں تھا کہ لشکر ابن زیاد بدنہاد کربلا سے واپس کوفہ پہنچا۔ اور

اسیران آلِ محمدؐ بھی اسی لشکر کے ساتھ وارد کوفہ ہوئے۔ میں کسی مرد پیر سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں تو اس پیر نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ سر فرزند پیغمبرؐ نیزہ پر بلند ہے۔ پھر اس نے عورات اہلحرمؑ کا تعارف کرایا۔ اور کہا کہ یہ بیمار جو سالار قافلہ ہے طوق و زنجیر میں گرفتار ہے علی ابن الحسینؑ ہے۔ میں نے جب اس بیمار پر نظر کی تو گریہ گلوگیر ہو گیا۔ ایک اونٹ پر زینبؑ خاتون اور سکینہؑ بنتؑ الحسین سوار تھیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے اہل کوفہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ہم آل رسولؐ ہیں ہم نبی زادیاں ہیں

علامہ کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں کوٹھوں پر عورات کوفہ بیٹھی ہوئی اسیران کربلا کا تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ ایک ضعیفہ ناقل ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک بی بی بیٹھی ہیں اور ان کی گود میں ایک بچی بیٹھی ہوئی ہے جو پریشان حال ہے اور اس کی زبان پر ہاہ پدر ہا پدر جاری ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا مِن اَیِّ الْاُسَارٰی اَنْتُنَّ کہ تم کہاں کے اسیر ہو۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ یہ کیا سوال ہے اس نے کہا میں نے ایسے قیدی نہیں دیکھے جیسے کہ تم لوگ ہو۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ نحن بنات رسولؐ اللہ و بنات نساء الحسین اے ضعیفہ ہم دختران رسولؐ خدا ہیں پیغمبرؐ خدا کے قریبی ہیں ؎

ما آل رسول مصطفائیم افتادہ بورطہ جفائیم
پروردہ دامن بتولیم امروز اسیر و مبتلائیم

یعنی کہ اے ضعیفہ ہم آل رسولؐ مصطفےٰ ہیں (صلو علیہ وآلہ) اور آج کل ہم کوفیوں کی جفا و ستم سے ہلاکت میں ہیں ہم بتول عذرا کے دامن میں پلے ہیں، اور آج اسیر محن

ہیں۔ پس جیسے ہی اس مومنہ نے سنا اپنے موہنہ پر طمانچہ لگائے اور رونے لگی وا مصیبتاہ آل رسول کجا اور اسیری کجا۔ وہ ضعیفہ کوٹھے سے نیچے اتری اور اپنے اہل خانہ کو سارا واقعہ سنایا۔ اور کہا تم گھروں میں ہو اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں قیدی بنی ہوئی ہیں لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اس ضعیفہ کا نام بھی زینبؑ تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کوفہ میں تھے تو آپ کے ایک غلام کی یہ ضعیفہ بانوئے حرم تھی۔ ضعیفہ بڑی جلدی کے ساتھ چادر اوڑھ کر گھر سے باہر آئی اور چادریں اہلحرم کو دیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کیا یہ چادریں بطور صدقہ ہیں اور صدقہ ہم پر حرام ہے اس ضعیفہ نے کہا کہ بطور ہدیہ پیش کر رہی ہوں جناب زینبؑ نے وہ چادریں اور مقنع قبول کیا۔ اس وقت زجر بن قیس ملعون و حرام زادہ اس مومنہ کو دیکھ رہا تھا کہ اس عورت نے چادریں دی ہیں اس بدبخت نے اس مومنہ کو سخت و سست الفاظ کہے وہ چادریں چھین لیں اور وہ مومنہ اپنے گھر چلی گئی الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جب اہلحرم اسیر ہو کر کوفہ پہنچے ہیں تو سب عورت مرد مل کر چونسٹھ سے لے کر چوراسی تک وارد ہوئی ہے۔ چوراسی تھی۔ اور سرہائے شہداء جو نیزوں پر بلند تھے وہ پچاس یا ستر تک بتلائے جاتے ہیں۔

کتاب لہوف میں ہے کہ اسیران اہلبیتؑ میں مردوں میں سے علی ابن الحسینؑ یعنی امام زین العابدینؑ اور حسن بن الحسن مثنیٰؑ اور ان کے علاوہ زید، عمرو بن الحسنؑ بھی ہمراہ تھے اور علامہ مرحوم کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن الحسین اور محمد باقر علیہ السلام بھی تھے۔ جب کوفہ کے لوگوں نے اسیروں کو دیکھا تو ہر طرف سے گریہ و بکا کی صدائیں بلند ہو گئیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اب تم روتے ہو اور تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ کے لوگ اہلبیتؑ کی معرفت نہیں

رکھتے اب معلوم ہوا تو گریہ وزاری کرنے لگے۔

فتوح بن اعثم کوفی اور ترجمہ ابو الفتوح میں وارد ہوا ہے کہ وہ لوگ کہ جو اسیران آل محمدؐ کے ساتھ کربلا سے واپس آئے ہیں اور ان کے نام بیان کئے ہیں وہ اس جماعت میں شامل تھے کہ کربلا سے چلتے ہوئے نادم و پشیمان تھے اور اپنے افعال پر شرمندگی محسوس کرتے تھے اور راستہ بھر گریہ کرتے تھے۔ ویظھرون التاسف والندامة۔ چنانچہ علی ابن الحسین علیہ السلام جب کہ علیل تھے فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں نے میرے پدر بزرگوار۔ چچاؤں اور بھائیوں کو قتل کیا ہے اور اب ہم پر یہ لوگ گریہ کرتے ہیں۔

شہر کوفہ میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ

علامہ مجلسیؒ باسناد خود از شیخ مفید روایت کی ہے کہ لما اقبل بالنسوة الی الکوفة علی الجمال بغیر وطاء جعل نساء الکوفة یبکین۔ فرماتے ہیں کہ زنان کوفہ نے جب اہل حرم کو شتران بے کجاوہ پر دیکھا گریہ وزاری شروع کی۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے ان کی آواز گریہ و بکا سنی تو آپ نے فرمایا کہ یہ عورات کوفہ ہم پر گریہ کر رہی ہیں اور ان ہی کے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے۔ شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب سید سجادؑ کو طوق و سلاسل سے زیادہ تکلیف پہنچی تو حضرت زینبؑ نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا یا قوم واللہ نحن عترة رسول اللہ فاکرموا الاجل رسول اللہ یعنی کہ اے کوفہ کے مرد و زن ہم تو آل رسول میں ہمارا اکرام و احترام سب پر واجب ہے کچھ اس ہیبت کی صورت میں فرمایا کہ تمام شور و غل ختم ہو گیا اور لوگ متوجہ ہو گئے غرضکہ آپ نے خطبہ شروع کیا اور اہل کوفہ

کو سخت ترین نصیحت آپ کی فصاحت و بلاغت کو سن کر لوگ سمجھے کہ علی مرتضیٰ کلام کر رہے ہیں۔ ؎

تکلّم کرد تش را ہر کہ دیدی فاش میگفتی
لسان حیدری گویا کہ در طی لسان دار

یعنی کہ آپ کے خطبہ کو سن کر یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ زبان حیدر سے خطبہ ادا ہو رہا ہے چنانچہ فقالت الحمد للہ والصلوٰة علی ابی رسول اللہ اما بعد یا اھل الکوفة یا اھل الختل والخذل فلا رقات العبرة ولا ھدات الرقة فانما مثلکم کالتی نقضت غزلھا من بعد قوة انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم الا وھل فیکم الا الصلف والزف خوارون فی اللقاء عاجزون عن الاعداء ناکثون للبیعة مضیعون للذمة فبئس ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم وفی العذاب انتم خالدون۔

پس جب آپ کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو مرد و زن میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب علیا زینبؑ نے فرمایا کہ۔ اتبکون ای واللہ فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا ولقد فزتم بعارھا وشنارھا ولن تغسلوا رنما عنکم ابدا۔ یعنی کہ اب گریہ کرتے ہو پس بہت زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔ یہاں تک کہ تم ننگ و عار میں مبتلا ہو۔ اور یہ دھبہ تمہارے دامن سے نہیں دُور ہو گا خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔ فسلیل خاتم الرسالة وسید شباب اھل الجنة وملاذ خیرتکم ومفزع نازلتکم وامارة محجتکم ومدرجة حجتکم خذلتم وقتلتم۔ یعنی کہ خاتم المرسلین کے فرزند سردار جوانان جنان جو کہ تمام بلاؤں میں سپر تھے اور تمہارے

لیے بلندی کا نشان اور سبب کشادگی رزق تھے۔ ان کو تم نے ذلیل کر دیا اور ان کو قتل کر دیا۔ الا شاما تدرون فتعسا و نکسا و لقد خاب السعی و تبت الایدی و خسرت الصفقة و بؤتم بغضب من اللہ و ضربت علیہم الذلة والمسکنة۔ حضرت زینبؑ خاتون کی تمام فرمائشیں حق اور صادق ثابت ہوئیں۔ ان لوگوں نے اپنی جانیں اور ایمان خطرے میں ڈال دیا اور اب گریہ کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا یا اھل الکوفة اتدرون ای کبد لرسول اللہ فریتم و ای دم لہ سفکتم و ای کریمة سبیتم لقد شیئا اذا تکاد السموت یتفطرن و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا۔ آیا جانتے ہو کہ تم نے فرزند رسولؐ خدا حسینؑ ابن فاطمہؑ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور ان کے اہلحرم کو قید کر کے یہاں لائے ہو کہ تماشہ دیکھو نزدیک ہے کہ آسمان نیلگوں پھٹ جائے۔ پہاڑ شگافتہ ہو جائیں مخلوق خدا عذاب میں مبتلا ہو۔ افعجبتم ان قطرت السماء دما و لعذاب الاخرة اخزی فلا یستخفنکم المھل فانہ لا یحفزہ البدار ولا تخاف علیہم فوت الثار کلا ان ربک بھا لمرصاد۔ جناب علیا مخدرہ زینبؑ خاتون کا کلام جب یہاں تک پہنچا راوی کہتا ہے کہ تمام لوگ حیرت میں گم ہو گئے تھے۔ فرایت الناس حیاری قد ردوا ایدیہم الی افواھھم۔ تمام لوگ انگشت حیرت موہنہ میں رکھے ہوئے تھے۔ و رایت شیخا و قد بکی حتی اخضب لحیہ۔ تمام بزرگ لوگ سن رسیدہ آدمی اسقدر روئے کہ ہر ایک کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور روتے روتے کہا۔ کھولکم خیر الکھول و نسلکم اذا عد نسل لا یخیب ولا یخزی۔ یعنی لوگ کہنے لگے اے خاتون ہاشمیہ تمہارے بزرگ تمام عالمین میں بزرگ ہیں

اور سب پیروں سے افضل ہیں۔ اور تمہاری اولاد کا شمار عام لوگوں کی اولاد میں نہیں ہے اور تم لوگ ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوں گے عزت تمہارے زیر قدم ہے مولف کتاب کہتے ہیں کہ اس وقت شمر ولد الحرام نے ان لوگوں سے کہا کہ جو سرہائے شہداء نیزوں پر لیے ہوئے تھے کہ سر لے کر اونٹوں کے نزدیک پہنچیں اور خصوصاً سر امام حسینؑ جس نیزہ پر بلند تھا اس کو حضرت زینبؑ کے اونٹ کی برابر لائے اور آپ کی نظر سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑی بیساختہ خطبہ ختم کر دیا۔ اور آپ خاموش ہو گئیں آپ کے اس خطبہ کو مرحوم سید نے اور شیخ طبرسی نے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت سید سجادؑ نے بھی خطبہ ارشاد فرمایا ہے اس خطبۂ مخدرہ کے بعد ابن زیاد ملعون نے اہلحرم کو زندان میں بھیج دیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب اہلحرم زندان میں بھیج دیئے گئے۔ تو زنان کوفہ نے صف ماتم امام حسینؑ بچھائی۔ بال پریشان کر دیئے۔ سینہ کوبی کی۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ ابو عبداللہ اسدی ان دنوں میں کوفہ میں تھے انہوں نے کسی مرد بزرگ سے پوچھا کہ یہ گریہ و زاری کس لیے ہے اس شیخ نے کہا کہ حسین بن علی قتل کر دیئے گئے ان کا سر کوفہ میں آیا ہے اور یہ ماتم حسینؑ ہو رہا ہے ؎

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

یعنی کہ حسینؑ عالم غربت میں قتل کر دیئے گئے ان کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا اب لاش مطہر زمین کربلا پر خاک و خون میں غلطان پڑی ہے اور سر کوفہ میں ہے

روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا

مسلم جصّاص (گچکار۔ چونہ وغیرہ عمارت کے لیے بنانے والا) کہتا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے مجھے دارالامرہ کی مرمت رنگ وروغن پر مامور کیا۔ کیونکہ میں کوفہ میں معماری کا کام انجام دیا کرتا تھا۔ اس وقت کہ جب قصر ابن زیاد پر گچکاری کر رہا تھا۔ فاذا بالزعقات قد ارتفعت من جنبات الکوفہ کہ میں نے دیکھا کہ اطراف و جوانب کوفہ سے طرح طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ طبل و ناقوس کی آوازیں آئیں جس جگہ میں گچکاری کر رہا تھا۔ خادم نے کہا کہ ایک خارجی (معاذ اللہ) نے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ میں نے دریافت کیا وہ خارجی کون تھا اس نے کہا حسین ابن علیؑ۔ پس جیسے ہی میں نے سُنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے ہیں افسوس کرنے لگا اور موہنہ پر طمانچہ لگائے اور کہنے لگا کاش میں گچکار نہ ہوتا اور قصر ملعون کی مرمت نہ کرتا۔ کاش میرے ہاتھ شل ہو جاتے۔ میں قصر سے اترا اور باہر آیا کناسہ پہنچا تو وہاں ایک اژدہام تھا اور سب لوگ اسیروں کی آمد کے منتظر تھے۔ دراین اثنا دیکھا کہ چالیس اونٹ قصر کے نزدیک زیر دیوار پہنچے اور ان پر اولاد علیؑ و فاطمہؑ قیدی بنے ہوئے سوار تھے۔ مسلم جصّاص کہتا ہے کہ ہر ایک اونٹ ایک دوسرے کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔

اذا قبلت نحو اربعین شقۃ تحمل علی اربعین جملا فیھا الحرم والنساء واولاد فاطمۃ علیھا السلام۔ وامصیبتاہ قریب چالیس اونٹ بغیر کجاوہ تھے کہ جن پر اہلحرم حسینؑ سوار تھے۔ ناگاہ میری نظر حضرت امام زین العابدین پر پڑی دیکھا کہ آپ طوق زنجیر میں جکڑے ہوئے اور بعض اعضاء امام زخمی ہیں۔ مسلم گچکار کہتا ہے کہ آپ کی زبان پر کبھی آہ جاری ہوتی تھی اور کبھی شکر خدا فرماتے تھے۔ میں

نے اس وقت کہا اے بدترین امت اے کوفیو۔ تم نے بہترین لوگوں کو اسیر بنایا ہے اس وقت وصار اھل الکوفۃ یناولون الاطفال الذین علی المحامل بعض التمر والخبز والجوز۔ میں نے اہل کوفہ کو دیکھا کہ وہ اطفال خورد سال پر خرمے اور روٹی کے ٹکڑے اور اخروٹ وغیرہ پھینک رہے ہیں اس وقت جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اے اھل الکوفۃ ان الصدقۃ علینا حرام۔ کہ ہم پر صدقہ حرام ہے ہم آل رسولؐ ہیں اور آپ بچوں سے وہ ٹکڑے اور خرمے وغیرہ لے کر پھینک دیتی تھیں۔ مسلم گچکار کہتا ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے اہل کوفہ خطاب فرمایا لوگوں کا شور و غل ختم ہو گیا۔ اس وقت اہلحرم کے اونٹوں کے نزدیک سرہا شہداء لائے گئے اور سب سے آگے سر بریدۂ امام حسین تھا۔ جب وہ ملعون نیزہ کو حرکت دیتے تھے تو سر مبارک بھی حرکت میں آتا تھا۔ اس وقت زینبؑ خاتون نے چوب محمل پر اپنا سر مار کر زخمی کر لیا

اسیران اہلبیتؑ اطہار اور زندان کوفہ

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں ابن نعیم سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قال حدثنی حاجب عبید اللہ بن زیاد۔ کہ ابن زیاد کے پہرہ دار و محافظ نے بیان کیا کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسیروں کو زندان میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان میں پہنچایا گیا۔ ثم امر بعلی ابن الحسین نغل وحمل مع النسوۃ والسبایا الی السجن۔ حکم ابن زیاد ہوا کہ زین العابدینؑ کی زنجیر و طوق پہنا دو گنا دیا جائے اور تمام عورات و بچوں کو زندان میں مقید کر دیا جائے۔ اسیر زندان کوفہ میں بھیجے گئے۔ اسیروں نے جب زندان دیکھا تو شور گریہ

بلند ہوا خدا جانے کہ وہ زندان تھا یا کوئی بوسیدہ مکان تھا اتنا پتہ چلتا ہے کہ جو زندان کے نگہبان تھے وہ اسیروں کو باہر نکلنے یا ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت کرتے تھے۔ ان کا رویہ اسیروں کے ساتھ نہایت سخت اور بیرحمانہ تھا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ فلما جلست زینب بنت علی فی المجلس وحولها النساء والبنات والیتام بحالة تقشعر منه الجلود بل یذوب الحجر الجلمود۔ یعنی کہ زینبؑ خاتون بنت علی مرتضیٰ جب قید خانہ کوفہ میں پہنچیں تو تمام اہل حرم کو جمع کیا۔ یتیموں اور مخدرات کو پاس بٹھایا۔ اور تنگی قید خانہ سے متاثر ہو کر آہ موزاں جگر سے کھینچی۔ تاریکی زندان سے دل گھبرایا ہوا کربلا میں خیموں میں تاریکی کا منظر نگاہ کے سامنے آگیا۔ آپ نے اس وقت اپنی بہن ام کلثومؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بہن یہ روز سیاہ بھی دیکھنا مقدر ہوا ہے واغربتاہ واحسیناہ۔ صدائے پُر درد بلند ہونے لگی۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں جب کہ اہل حرم زندان کوفہ میں تھے۔ عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے جناب ام کلثوم کی طرف قاصد بھیجا اور یہ پیغام پہنچایا کہ امیر کوفہ کہتا ہے۔ الحمد للہ الذی قتل رجالکم فکیف یرون ما فعل بکم۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ اے ام کلثومؑ تمہارے مرد قتل کر دیئے گئے۔ اور خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ جناب ام کلثومؑ نے جواباً فرمایا کہ اے قاصد ابن زیاد ملعون سے کہو اعد لجدہ جوابا فانہ خصمک غدا۔ یعنی کہ اے ابن زیاد بدنہاد حضرت رسولؐ خدا کو جواب دینے کے لیے تیار رہ کہ آنحضرتؐ قیامت میں انتقام لیں گے اس دشمنی کا جس کا تو نے حسینؑ کو قتل کر کے ثبوت دیا ہے۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین علیہ السلام کا ابن زیاد سے صلہ نہ ملنا

جب ابن زیاد بدنہاد نے اہلبیتؑ اطہار کو زندان کوفہ میں بھیج دیا۔ عمر ابن سعد ملعون انتہائی غرور و تکبر کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کی خدمت میں حاضر دربار ہوا اور اس بدبخت نے ابن زیاد کی تعریف و مدح سرائی کی۔ لیکن ابن زیاد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کی خدمات کو سراہا۔ اور عمر ابن سعد ملعون اپنی مراد کو نہیں پہنچا۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں اور شیخ فخر الدین منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام۔ ابن زیاد اور عمر ابن سعد ملعون کے درمیان جب ملاقات ہوتی ہے تو ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ ائتنی بکتاب الذی کتبته الیک فی معنی قتل الحسین وملک الری۔ یعنی ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ وہ تحریر کہ جو میں نے تجھے قتل حسینؑ کے بارے میں لکھی تھی۔ پیش کرو۔ عمر ابن سعد نے کہا واللہ انہ قد ضاع۔ کہ بخدا کہ وہ تحریر ضائع ہو گئی ہے اور اب میرے پاس نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ وہ تحریر تو ضرور حاضر کرنا پڑے گی بغیر اس کے کوئی بات قابل شنوائی نہیں ہے۔ اور اس کے بغیر میں تجھے کوئی جائزہ نہیں دوں گا۔ میں نے جب تجھے کربلا بھیجا ہے کہ حسینؑ سے محاربہ کرے جنگ کرے تو اس وقت تو نے جنگ کرنے میں تساہل برتا اور حسینؑ کو مراعات دی ہیں۔

ابن زیاد ملعون نے اس سے کہا کیا تو نے یہ اشعار بار بار نہیں پڑھے ہیں ؎

فواللہ ما ادری وانی لصادق افکرنی امری علی خطرین
ءاترک ملک الری والری منیتی ام ارجع ماثوما بقتل حسین

عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ بے شک میں نے تجھے اس فعل شنیع تو بیخ کی تھی اور تجھے نصیحت کی تھی کہ قتل حسینؑ سے باز رہے۔ اگر میرا باپ بھی اس کے لیے اشارہ کرتا تو بھی میں ہرگز امام حسینؑ کو قتل نہ کرتا حالانکہ میں حقوق پدر ادا کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔ لیکن میں کرتا جب کہ تو نے میری نصیحت پر کان نہ دھرے۔ ابن زیاد ملعون نے کہا کذبت یا لکع یعنی اے بن سعد تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے کوئی نصیحت نہیں کی بلکہ تو قتل حسینؑ کے لیے برضا و رغبت گیا تھا۔ جب عمر ابن سعد نے ابن زیاد کی گفتگو سن تو کہنے لگا کہ میں نے قطع رحم کیا اور نافرمانی خدا اور رسولؐ کی۔ اور دربار ابن زیاد ملعون سے ناکام اٹھ کر چلا آیا۔ اور خود کہنے لگا ذلک ھو الخسران المبین۔ یہ شعر اس ملعون کے حسب حال ہے ؎

حب الذی قتل الحسین من الخسارۃ والندامۃ
ان الشفیع لدی الالہ خصیمہ یوم القیامۃ

یعنی کہ قتل امام حسین علیہ السّلام قاتل کے حق خسارہ فی الدنیا والاخرۃ۔ لعنت دنیا میں اور آخرت میں عذاب دائمی ہے۔

قیدخانہ سے اہلبیتؑ اطہار کی دربار ابن زیاد میں طلبی

مروی ہے کہ محرم کی بارہویں شب آل رسولؐ نے زندان کوفہ میں گزاری لما اصبح عبید اللہ ابن زیاد لعنہ جلس فی تجبرہ وتفرعنہ کالشدد واجتمع علیہ اھل الالحاد من الامراء والقواد بالباب من الشرطیہ والجند ثم خلق کثیر وحجفل عظیم۔ یعنی کہ جب ابن زیاد نے صبح کی محرم کی اور بارہویں تاریخ افق عالم پر نمودار ہو تو ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ قیدخانہ سے آل رسولؐ کو دربار میں پیش کیا جائے ابن زیاد بڑے غرور و تکبر کے ساتھ ثانیؑ فرعون بنا ہوا تھا۔ گرد و پیش دربار میں اشرار جمع تھے ابن زیاد ملعون نے حکم دیا۔ فامر اللعین فی النشاتین باحضار راس الحسین فی طشت من اللجین۔ یعنی کہ اس نے حکم دیا کہ ایک طشت طلاء میں سر فرزند رسولؐ خدا دربار میں میرے سامنے پیش کیا جائے۔ فاحضرہ عندہ وسائر الرؤس منصوبۃ علی الاخشاب بالباب۔ پس سر سلطان الشہداء طشت طلاء میں لایا گیا۔ اور باقی سرہائے شہداء نیزوں پر بلند کر کے لائے گئے۔ ثم امر حضار الاساری ذکورا واناثا من السجن فی المجلس۔ پھر بحکم ابن زیاد بد نہاد قیدخانے سے اسیران اہلبیت مرد و عورت سب بلائے گئے۔ دربار میں پیش ہوئے تمام الحرم ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ تھے جیسے زنجیر کی کڑیاں آپس میں مسلسل ہوتی ہیں فمناسب فی حق الامام المسبحون المشحون قولہ تعالیٰ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ امام زین العابدینؑ علیہ السّلام کے نزدیک زندان کوفہ

دربار ابن زیاد سے بہتر تھا۔ لیکن بادلِ نخواستہ اہلبیتؑ اطہار اور امام علیہ السّلام دربار میں آئے۔ فجاءھم علی حالۃ من تصورھا تفتت الاکباد و تفت فی الاعضاد۔

س

اے سپہرِ واژگوں از دورِ بیداد تو داد
دختر زہراؑ کجا و مجلس زیادؑ
دختران زہرا زہرا تمامی بی حجاب
بستہ بر رخسارہا گیسوان خود نقاب
زینبؑ گیسو پریشان درمیانِ دختران
ہمچو ماہ منخسف اندر میان اختران
درمیان بنشستہ آن مظلومہ پُرشور و شین
زیرِ لب آہستہ گفتی واحسینم واحسینؑ

یعنی کہ اے آسمان برگشتہ تیرے دور میں یہ بیداد کہ دختر زہراؑ زینبؑ خاتون دربار ابن زیاد ملعون میں موجود ہیں۔ کجا دختر فاطمہؑ اور کجا دربار بدنہاد۔ تمام مخدرات اور فاطمہؑ کی بیٹیاں بے پردہ تھیں اور ان کے چہروں پر ان کے گیسو پردہ کر رہے تھے اور زینبؑ خاتون ان مخدرات پردہ نشین کے درمیان اس طرح تھیں جیسے ستاروں میں گہن میں آیا ہوا چاند ہو۔ اور مظلومہ بہن کے لبوں پر کبھی ہائے حسینؑ اور کبھی ہائے میرے حسینؑ جاری تھا فادخلوھم علیہ والراس بین یدیہ واقفوھم اجمع لدیہ اس حالت میں اسیر دربار میں لائے گئے۔ اور ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کئے گئے کہ مردان اسیر سب نگاہ نیچی کئے ہوئے تھے اور کم سن لڑکیاں لرزہ براندام تھیں مخدرات کے بال پریشان تھے۔ ایک عورت دوسری عورت سے ملی ہوئی تھی

فاطرق عندہ رجالھم واستترت نساءھم بعضھن بالشعور المنثور۔ کہ دختران علی و فاطمہؑ اور امام حسینؑ کی بیٹیاں نامحرموں کے درمیان بے پردہ کھڑی تھیں۔ اور جلاد تلواریں لیے احاطہ کئے ہوئے تھے۔ دربار میں ہر ایک کو آنے کی اجازت تھی اسی لیے عام لوگ کثیر تعداد میں جمع تھے امام زین العابدین علیہ السّلام نے ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ستقف و تقفون و نسئل و تسئلون وانتم لا تعدون ولا تردون رسول اللہ کہ تمہارے سامنے ہم کھڑے ہوئے ہیں اس طرح جیسا کہ تم نے چاہا۔ بعض لوگ روز جزا حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور جس طرح تم ہم سے سوال کرتے ہو اسی طرح ہم تم سے سوال کریں گے اس روز تمہارا کوئی عذر کارگر نہ ہوگا۔ آخر تم رسولؐ خدا کے سامنے کیا جواب دو گے۔ ابن زیاد بدنہاد نے سنا اور کچھ جواب نہ دیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاما زینب الکبری دوسری مخدرات اسیروں سے الگ کھڑی ہوئیں اس وقت بعض کنیزیں ہی ان کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھیں۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ فدخلت زینب اخت الحسین فی جملھم متنکرۃ وعلیھا ارذل ثیابھا فمضت حتی جلست ناحیۃ من القصر وحفت بھا اماءھا جناب زینبؑ خاتون بادلِ نخواستہ داخل مجلس ہوئیں مگر اس طرح کہ کوئی آپ کو نہ پہچان سکا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے کہ جو دوسری عورتوں سے الگ بیٹھی ہے۔ مگر کسی نے ابن زیاد کو کوئی جواب نہ دیا اس نے دو تین مرتبہ دریافت کیا تو ایک کنیز نے کہا کہ ھذہ زینب بنت فاطمۃ بنت رسول اللہ ابن زیاد ملعون نے یہ سن کر کہا۔ الحمد للہ الذی فضحکم وقتلکم وکذب احدوثتکم۔ کہ اے زینبؑ میں شکر خدا اور اس کی حمد ادا کرتا ہوں کہ خدا نے تم پر

لوگوں کو ہنسنے والا قرار دیا یعنی کہ معاذ اللہ تم کو ذلیل کیا۔ تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ اور تمہارا کذب وجھوٹ سب پر ظاہر ہوگیا۔ جناب علیا زینبؑ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی اکرمنا بہ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ و الہ و طہرنا من الرجس تطھیرا انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر وھو غیرنا کہ میں خدائے بزرگ و برتر کی حمد ادا کرتی ہوں کہ اس نے ہمیں اپنے پیغمبرؐ کی ذریت میں قرار دے کر شرف عظیم عطا کیا ہمیں پاک کیا اور ایسا پاک جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور اے ابن زیاد فاسق و فاجر ہی رسوا ہوا کرتا ہے۔ اور وہ ہمارا غیر ہے یعنی کہ وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ تو ہے۔

شاعر فارسی نے بزبان حال اس طرح گفتگو سے زینبؑ خاتون کو پیش کیا ہے۔

ے

ما شفیع گناہ خلقانیم ! ما عزیز خدائے سبحانیم
نام ما ابتدائی ہر نام است اوّل آغاز و آخر انجام است
ہم بما زندہ ہر کجا نام است از در ما است ہر کجا نانی است
دستگیر جہانیاں مائیم قاسم رزق بندگان مائیم
دور از رجس وپاک از علیم کاشف الضُّر عالم الغیبم
آن توی فاسق ای زنازادہ دین بدنیای خویشتن دادہ
فاجر مستحق نار توئی
دور از فیض کردگار توئی

خلاصہ معنوی یہ ہے کہ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ ہم مخلوق کے لیے شفیع روز جزا ہیں۔ اور خدائے سبحان کے نزدیک بزرگ تر مخلوق ہیں۔ ہمارے نام سے ابتداء اور ہمارے نام پر اختتام ہے، ہم باقی ہیں تو زمانہ باقی ہے اور ہمارے ہی در سے

رزق سب کو ملتا ہے۔ ہم زمانہ والوں کے مددگار ہیں۔ ہر قسم کے رجس پلیدگی اور عیوب سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ لوگوں کے دکھ دور کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں خدا نے علم غیب عطا کیا ہے۔ اور اے ابن زیاد تو فاسق و فاجر ہے۔ تو نے دین کو دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تو رحمت خداوندی سے دور ہے۔ یعنی کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہے۔ ابن زیاد ملعون نے کہا اے زینبؑ خدا نے تیرے بھائی اور قرابتداروں کے ساتھ کیا کیا۔ کہ وہ سب قتل ہوگئے۔ اور ذلیل و خوار ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے اقربا نے شہادت قبول کی ہے۔ قتل ہو کر صداقت وحق کو زندہ کر دیا ہے۔ اور ایک دن آئے گا کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں تو اور ہم دونوں ہوں گے اور خدا تجھ سے جواب طلب کرے گا۔ کتاب لہوف میں ہے کہ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے پسر مرجانہ اے ابن زیاد یہ کلام سن کر سخت غصہ میں آگیا۔ اور بعض سخت سُست الفاظ کہے۔ عمرو بن حریث کہ جو داروغہ دربار تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر تخت کے نزدیک آیا اور کہا ایھا الامیر انھا امراۃ والمراۃ لاتواخذ بشیئ من منطقھا۔ اے امیر ابن زیاد ملعون کہ تو اس عورت کی باتوں کا کب تک جواب دیتا رہے گا جب کہ یہ بیکس و لاچار بھی ہے۔ ابن زیاد مردود یہ سن کر خاموش ہوگیا۔

اور اُدھر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس سے فرمایا کہ قال لابن زیاد کم تھتك عمتی بین من یعرفھا ومن لا یعرفھا۔ یعنی اے ابن زیاد تو کب تک ہماری پھوپھی کی شان میں گستاخانہ کلام رہے گا خصوصاً ان لوگوں میں کہ جو آپ کی معرفت رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں بھی جو آپ کو نہیں پہچانتے ہیں۔ قطع اللہ یدیك و رجلیك۔ خدا تیرے دست و پا قطع کرے ابن زیاد آپ

کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ تو کون ہے۔ فرمایا کہ انا علی ابن الحسین کہ میں حسینؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ اس ملعون نے آپ سے کہا کہ لوگوں نے حسینؑ کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے ان کو قتل کیا ہے۔ اس پر حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ یعنی کہ اے ابن زیاد جاننا چاہیئے کہ خدا قابض روح علی اکبر خداوند عالم ہے لیکن قاتل منقذ بن مرۃ گبر دغا ہے یہ سن کر ابن زیاد غضب آلود ہوا۔ اور کہا اے فرزند حسینؑ تمہاری اسقدر جرأت کہ میرے سامنے مجھے نفرین کر رہے ہو اور ابن زیاد ملعون نے جلاد سے کہا کہ اس کے ہاتھ پیر قطع کر دے پس جیسے ہی حضرت زینبؑ نے اس مردود کا یہ کلام سنا سید سجادؑ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور بغل میں لے لیا اور فرمایا کہ اے ابن زیاد ملعون فتعلقت بہ زینب عمتہ حسبک من دمائنا اے بے حیا اس کے قتل سے باز رہ کہ ہمارے مردوں میں ہمارا یہ بھتیجہ ہی باقی ہے۔ اور اگر تجھے قتل ہی کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کرا دے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابن زیاد قتل ہونا تو ہماری عادت اور شہادت ہمارا شیوہ ہے یہ سن کر اس مردود نے قتل امام زین العابدین کا ارادہ ترک کر دیا۔

بعض کتب مقاتل میں وارد ہوا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مختارؒ کو قید خانہ سے لایا جائے اور دربار میں حاضر کیا جائے۔ مختارؒ کو دربار میں لایا گیا۔ ہم نے واقعہ مختارؒ کو تفصیلاً علیحدہ سپرد قرطاس کیا ہے۔ سردست اسیقدر لکھنا مطلوب ہے کہ جب مختار دربار میں پہنچے تو مختارؒ نے اہلحرم کو دیکھا تو نزدیک تھا کہ روح ان کے جسم سے نکل جائے مختارؒ نے حضرت سید سجادؑ کی طرف دیکھا اور کہا اے پابند طوق و سلاسل اور اے طوفان بلائے کربلا کے نوحؑ میں خود زنجیر پہنے ہوئے ہوں ورنہ آپ کے قدموں پر آنکھیں ملتا۔ ابن زیاد نے مختارؒ کو پھر قید خانہ بھیج

دیا۔ اور اس نے آل رسولؐ کو بھی زندان میں بھیج دیا کہ جہاں وہ قید کے لیے تھے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کوفہ کی بعض عورات آئی تھیں اور حسین غریب کا پرسہ اہلحرم کو دیتی تھیں۔

سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام کی شہر کوفہ میں تشہیر

مرحوم سید کتاب لہوف میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیران کربلا کو زندان کوفہ میں بھیج دیا تو یہ حکم دیا کہ امام حسینؑ کا سر بریدہ کوچہ بکوچہ اور شارع عام پر تشہیر کیا جائے گا کہ کوفہ والوں کو معلوم ہو جائے کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ نمعلوم سر بریدہ کی کس طرح تشہیر کی گئی۔ دست بدست یا نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کا سر مبارک ایک طویل نیزہ پر بلند تھا اس نیزہ کو ابن زیاد کے غلام گلی کوچہ لے جاتے تھے۔ اور لوگ معاذ اللہ فرزند رسولؐ کے قتل کا تماشہ دیکھتے تھے۔ اور ایسا ہی واقعہ ابن وکیدہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

مقتل ابی مخنف میں مسطور ہے کہ ابن زیاد ملعون نے عمرو بن جابر مخزومی سے کہا کہ سر حسینؑ کوفہ کے بازاروں میں پھراؤ۔ چنانچہ اس نے تشہیر کیا۔

شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے کہ جس روز ابن زیاد نے حکم تشہیر سر بریدہ دیا ہے اس کے دوسرے روز جب کہ اس کی مجلس برخاست ہو گئی تو اس نے سر امام حسینؑ گلی کوچوں اور بازاروں اور شارع عام پر پھرانے کے لیے خادموں کو دیا اور سر مبارک کی تشہیر کی گئی۔ وامصیبتاہ سر امام حسینؑ کہاں اور کوچہ و بازار میں تشہیر کہاں یہ وارد ہوا ہے کہ اس وقت اسقدر کثیر لوگ تماشائی جمع تھے کہ راستے مسدود ہو گئے تھے اور گزرنا مشکل تھا۔ مصنف کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

فخرجت فی خلال ذلک من دور الکوفۃ واسواقھا وقبائلھا من الناس مائۃ الف
یعنی کہ اس وقت کہ سر سلطان دین امام مظلوم کوچہ و بازار اور اطراف شہر میں تشہیر
کیا جا رہا تھا تو تقریباً صد ہزار یعنی ایک لاکھ تماشائی جمع ہو گئے تھے۔ اور سر مبارک
کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ فمنھم من خرج للفرحۃ والسرور ومنھم
من خرج مع الویل والثبور یعنی کہ اس گروہ میں بعض سیر و تفریح کے لیے اپنے گھروں
سے نکل کر جمع ہوئے تھے اور بعض سر مبارک کو دیکھ کر گریہ و زاری کر رہے تھے۔
لیکن کسی کو ابن زیاد کے ظلم و ستم کو دیکھ کر حمایت سر امام مظلوم کرنے کی جرأت نہیں
ہوتی تھی سب خموش اور گریہ کناں تھے اور ان پر خوف عظیم طاری تھا۔

سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام کا متعدّد مقامات پر کلام کرنا

جب سر امام حسین علیہ السّلام کوفہ شہر کے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرایا جا
رہا تھا۔ تو زید ابن ارقم کے مکان کے پاس سے سر مطہر گزرا۔ شیخ مفیدؒ تحریر فرماتے
ہیں کہ زید ابن ارقم اس وقت اپنے مکان کے ایک بیرونی طرف کے دریچہ میں بیٹھے تھے۔
اور باہر کی جانب نظر تھی دیکھا کہ ایک طویل نیزہ پر ایک سر بریدہ نصب ہے۔ جب
سر بریدہ ان کے مکان کے نزدیک پہنچا تو انہوں نے بغور دیکھا کہ یہ سر امام حسینؑ ہے
نیچے اترے نیزہ کے نزدیک گئے تو لب ہائے مبارک میں جنبش دیکھی اور پھر سر بریدہ نے
سورۃ کہف کی اس آیت کی تلاوت کی۔ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم
کانوا من ایاتنا عجبا۔ یعنی کہ امام حسینؑ نے اس آیت کی تلاوت کر کے

یہ ظاہر کیا کہ میرا امر (کلام) اصحاب کہف و رقیم سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے
زید ابن ارقم نے جب یہ سنا تو کہا اے فرزند رسولؐ خدا بے شک آپ کا امر عجیب و
غریب ہے زید ابن ارقم نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا اور گریہ طاری ہو گیا۔
سر بریدۂ امام حسینؑ علیہ السّلام کے کلام کرنے کے بارے میں مؤلف کتاب
تحریر فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ سر امام حسینؑ جسد مبارک سے جدا تھا۔
روح مبارکہ پرواز کر چکی تھی۔ پھر آپ نے کلام کس طرح کیا۔ موصوف خود ہی جواب
تحریر فرماتے ہیں کہ کلام کرنے کے دو طریقہ میں ایک تو یہی طریقہ کہ جس طرح ایک
زندہ آدمی کلام کرتا ہے اور دوسرے شیخ و تقدیس خدا ہر ایک شئی بجا لاتی ہے
ما من شئی الا یسبح بحمدہ۔ اس کلام کرنے میں بے جان چیزیں بھی شامل
ہیں۔ بہر حال امام حسینؑ کے سر بریدہ نے کلام کیا۔ حروف مخارج کے ساتھ ادا کئے۔
ایسا اس لیے ممکن ہے کہ خداوند عالم نے نفوس ناطقہ کاملۂ نبی و وصی نبی کو تصرّف
کرنے کا حق عطا کیا ہے مقصد یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک کا کلام کرنا بطور معجزہ
ہے۔ یہ کلام کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوہ طور پر شجر سے آواز آ رہی تھی (از مترجم
آیہ مبارکہ ثم اورثنا الکتاب الذین الخ کے تحت آئمہ ھُدیٰ وارث کتاب اللہ ہیں اور
وارث وہی ہوا کرتا ہے کہ جو ورثہ پر حق تصرّف رکھتا ہو نہ کہ الفاظ کا محتاج ہو۔
پس سر مطہر امام حسینؑ نے وارث کتاب اللہ ہونے کی صورت میں تلاوت کلام مجید
کی۔ اور مختلف موقعوں پر حسب ضرورت کلام کرنا ہادیٔ کُل ہونے کی بنا پر یقینی
خبر ہے ہماری تصنیف معرفت امام مبین اور یادگار مجلسیں ملاحظہ ہوں) کتاب
مناقب العداع شرح شافیہ میں بلال بن معاویہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ
جس وقت سر امام حسینؑ ابن زیاد ملعون کو پیش کیا گیا ہے اور اس کو نیزہ سے اتارا

گیا ہے تو اس وقت ابن زیاد کے سامنے سر مطہر نے فرمایا۔ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون۔ اور دوسری مرتبہ ابن زیاد کے سامنے سر مطہر پھر گویا ہوا اس وقت کہ جب اس مردود نے چوب دستی لبہائے مبارک پر رکھی اور گستاخی کی اس وقت دربار میں آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ ابن زیاد خوف کی وجہ سے بھاگ گیا تو سر مطہر نے فرمایا این تهرب یا عدو اللہ من النار۔ اسے دشمن خدا کب تک آگ سے بھاگے گا۔ آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا۔ ایسا ہی تذکرہ شرح شافیہ میں بھی ہے۔ کامل السقیفہ میں ہے کہ جب وقت تشہیر اژدھام ہو گیا تو آپ کے سر مبارک نے سورۃ کہف کی مذکور آیات کی تلاوت کے بعد اس مقام پر پہنچ کر کلام ختم کیا۔ انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدى فلم یزدهم ذلك الا الضلال

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر مطہر ایک درخت میں آویزاں کیا گیا لوگ تماشہ کے لیے جمع ہو گئے تو سر مطہر نے فرمایا کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر شام کے دروازہ پر سر مبارک لٹکایا گیا تو سر بریدہ نے فرمایا لا قوۃ الا باللہ۔ فاضل رضی قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند بتول میں یا سناد خود حارث بن وکید کی روایت ہے حارث بن وکید کہتا ہے کہ میں کوفہ میں ان تماشائیوں میں موجود تھا کہ جو سر مطہر امام حسینؑ کی تشہیر میں تھے۔ ناگہاں میں نے دیکھا کہ لبوں کو جنبش ہوئی اور فرمایا کہ یا ابن وکید انا معاشر الائمة احیاء عند ربنا یرزقون۔ یعنی کہ ہم گروہ آئمہ ھدیٰ خدا کے نزدیک زندہ و پائندہ ہیں اور خدا سے روزی پاتے ہیں۔ حارث بن وکید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کلام سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ میں سر مطہر کو چوری کر دوں کیونکہ ابن زیاد کے آدمیوں سے زبردستی حاصل نہیں کر سکتا۔ سر مبارک چرا لوں اور جسد مبارک سے ملحق

کر کے کربلا میں دفن کروں تاکہ سر مبارک اس ہتک آمیز تشہیر سے محفوظ رہے یہ خیال گزرا ہی تھا کہ سر مبارک سے آواز آئی۔ یا ابن وکید لیس لك الى ذلك سبيل سفكهم دمى عند الله اعظم۔ یعنی کہ اسے حارث بن وکید ایسا نہ کرو کیونکہ میرا خون بہانا خدا کے نزدیک عظیم تر ہے۔ من یسیرهم ایای فذرهم فسوف یعلمون۔ میرا سر کوچہ و بازار میں پھرایا جانا بہت جلد رنگ لائے گا کیونکہ اس کی جزا خدا پر ہے۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

بعد قتل سید الشہداء ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور عبداللہ بن عفیف کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابن زیاد بدنہاد نے اسیران کربلا کو اپنے دربار سے زندان کوفہ میں بھیج دیا تھا جو کہ مسجد کوفہ کے پہلو میں تھا۔ اور دوسرے روز اس ملعون نے سر مطہر امام حسین علیہ السلام کو شہر کوفہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں تشہیر بھی کیا۔ اور اس نے خود بڑی تمکنت و شوکت کے ساتھ مسجد کوفہ کا رخ کیا۔ اور اس کے عقب میں درباری لوگ بھی مسجد میں آئے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ بدنہاد منبر مسجد کوفہ پر گیا۔ اور خطبہ شروع کیا۔ وقال الحمد لله الذى اظهر الحق واهله ونصر امير المؤمنين (معاذ اللہ) يزيد وحزبه وقتل الكذاب (معاذ اللہ) ابن الكذاب وشيعته۔ یعنی کہ حمد و ثنا خدا کیلئے ہے کہ جس نے امیر شام یزید پلید کو فتح عطا کی اور معاذ اللہ کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ایک شیعہ عبداللہ بن عفیف

اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عفیف شیعان علیؑ مرتضیٰ سے تھے اور ان کا شمار عابد و زاہد لوگوں ہوتا تھا۔ مطیع حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے۔ اور جنگ صفین میں امیرالمومنین کے ہمرکاب تھے۔ آپ یک چشم تھے۔ آپ کی آنکھ جنگ جمل میں جاتی رہی تھی اور ہمہ وقت مسجد کوفہ میں مشغول عبادت رہتے تھے جب آپ نے ابن زیاد ملعون کی زبان نفاق سے یہ الفاظ سنے تو آپ کو تاب ضبط باقی نرمی اور فرمایا اے ولدالزّنا۔ اے کذّاب ابن کذّاب تجھے کس نے امیر کوفہ بنایا ہے۔ تو ایمان کا دعویدار ہے اور اولاد پیغمبرؐ خدا کو قتل کیا ہے۔ اے بے حیا منبر سے اتر اس وقت ابن زیاد ملعون بہت زیادہ غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ نابینا کون ہے کہ جو اس طرح مجھ سے کلام کر رہا ہے عبداللہ بن عفیف نے خود جواب دیا کہ میں عبداللہ بن عفیف ہوں اور میں تجھ سے کلام کر رہا ہوں تو نے خاندان رسولؐ خدا کو غارت و برباد کر دیا۔ اور اس ظلم و ستم پر تو دعویٰ اسلام کرتا ہے ؎

کجا از تو اسلام دارد خبر تفو بر تو و دینت ای بے پدر
حسین نور چشم رسولؐ خداست فروزندۂ محفل مصطفیٰؐ است

یعنی کہ اے ابن زیاد تجھے اسلام کی کیا خبر تجھ پر اور تیرے دین پر تف ہے حسینؑ نور چشم رسول خدا اور ان کی محفل کے شب چراغ ہیں واغوثا واین اولاد المھاجرین والانصار اے اولاد مہاجرین وانصار مدد کو آؤ ؎

کجا اند اولاد انصار دین برآئند شمشیر کین از نیام
ہمارہ بر این خیرہ جنگ آورند جہاں را برا او تار و تنگ آورند

یعنی کہ انصار زادے کہاں ہیں تلواریں نیام سے نکالیں۔ اور اس بدنہاد سے

مقبول ترین جنگ کریں۔ اور اس پر زندگی تنگ کر دیں۔ بروایتے ابی مخنف عبداللہ بن عفیف نے کہا فض اللہ فاك ولعن اللہ اباءك وعبديك اخزاك۔ یعنی خدا تیری زبان بند کرے۔ اے بدنہاد اما کفاك قتل الحسین علی سبه علی المنبر۔ تجھے قتل حسینؑ کافی نہیں ہے کہ اب تو منبر پر جا کر آل رسولؐ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ عبداللہ کو گرفتار کر لو لیکن روساء کوفہ مانع ہوئے اور ان کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ ابن زیاد پھر خطبہ نہ دے سکا اور غضب کی حالت میں منبر سے اُتر آیا۔ اور یہ حکم دیا کہ اس کور چشم کو میرے پاس دربار میں لایا جائے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب وہ مردود دربار میں پہنچا تو اس نے اراکین دربار سے ان کی شکایت کی۔ اور اراکین نے ابن زیاد کو زیادہ بھڑکایا اس نے محمد بن اشعث و عمرو بن حجاج اور شیث کو بلایا اور کہا کہ تم اس کور چشم کے گھر جاؤ اور گرفتار کر کے یہاں لاؤ اور عبداللہ کا مکان گرا دیا عبداللہ بن عفیف کے ایک دختر تھی جو فریاد کر رہی تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ ؎

ظالما تا کی جفائے بے حساب
کردی از کین خانۂ ما را خراب

یعنی کہ اے ابن زیاد ستم شعار یہ بے پناہ جفائیں تو نے ہمارا مکان خراب و تباہ کر دیا عبداللہ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ اے بیٹی تم دیکھتی ہو کہ یہ ظالم لوگ کس طرف سے حملہ کرتے ہیں اور مجھے میری تلوار دیدو غرض کہ قدرے ہنگامہ کے بعد عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد ملعون کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس محب آل اطہار کو سولی دیدی۔ ان کے قبیلہ والے ان کی لاش لے گئے اور غسل و کفن کے بعد دفن کر دیا۔

ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خبر قتل امام حسین دینا

قال السید قال الراوی وکتب عبید اللہ ابن زیاد الی یزید بن معاویۃ بخبرہ بقتل الحسین وخبر اہل بیتہ ۔

مرحوم سید فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے اہلحرم کو مقید کرنے اور سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام کو تشہیر کرنے کے بعد یزید ملعون کو نامہ ارسال کیا جس میں خبر قتل امام حسینؑ اور تشہیر سر مبارک اور اسیری اہلبیتؑ کا ذکر تھا ؎

نمی دانی چہ بیدادی من بیداد گر کردم
چہ ہا در کربلا عترت خیر البشر کردم

ابن زیاد نے یزید کو تحریر کیا کہ اے یزید تجھے کیا معلوم کہ مجھ بیداد گر نے عترت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسقدر بیداد کی ہے اور کربلا میں ان پر کیا گذری ہے ؎

چو نصرت یافتم بدشمن تو با دل خرم
چراغان این ولایت را از ان فتح و ظفر کردم

میں نے جیسے ہی تمہارے دشمن حسین ابن علیؑ پر فتح پائی تو میں نے فتح و کامرانی کی خوشی میں اپنی مملکت میں چراغان کیا ۔ (وا مصیبتاہ چراغ نبوی گل کردیا اور کوفہ و شام میں چراغان ہوا)

جب یزید بن معاویہ کو ابن زیاد کا مکتوب ملا ۔ خط پڑھا ۔ درباریوں سے کہنے لگا کہ حسینؑ ابن علیؑ قتل ہوگئے ۔ یزید یہ جانتا تھا کہ حسین ابن فاطمہؑ ۔ نواسہ رسولؐ خدا ہیں مسلمانوں کی حرمت اور عزت برقرار ہے ممکن ہے کہ مسلمانوں پر یہ غم گراں گذرے اس نے اموی سیاست کو بروئے کار لاتے ہوئے

کہا کہ ان مرجانہ فعل کذا و کذا ۔ کہ ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد نے ایسا ایسا کیا یعنی حسینؑ اور اصحاب و اولاد حسینؑ کو تہ تیغ کردیا ۔ میں ابن زیاد کے اس فعل سے خوش نہیں ہوں ۔ میں نے ابن زیاد سے قتل حسینؑ کے لیے نہیں کہا تھا صرف اسقدر اس سے کہا تھا کہ حسینؑ مسلمانوں کو حدود اسلامیہ سے دور کر رہے ہیں اور علیحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ مثل دوسرے مسلمانوں کے سر نیچا کرلیں یعنی میری بیعت کرلیں لیکن ابن مرجانہ نے ان کو قتل کردیا ۔ ان کے اہلحرم کو اسیر کیا ہے یہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے اپنی ذاتی خباثت طبع کا ثبوت دیا ہے میں اس کے اس فعل کو قبیح سمجھتا ہوں ۔ اس طرح یزید نے قتل حسینؑ کے تاثرات کو جو مسلمانوں پر ہونا ضروری تھے سرد کردیا ۔ لیکن جب یزید ملعون نے ابن زیاد کو اس کے خط کا جواب تحریر کیا تو وہ اس کے برعکس تھا ۔ مضمون جواب یہ ہے کہ اے ابن زیاد تیرا خط مجھے ملا ۔ جو میرے دل کی تسکین کا باعث ہوا ۔ تجھ کو آفرین ہے کہ تو آل سفیان کا حق ادا کردیا اور ان کے بزرگوں کے خون کا بدلہ حسین ابن علیؑ سے خوب لے لیا نسل علیؑ کو تباہ و برباد کردیا ۔ تجھے چاہیے کہ سرہا شہداء اور سر حسین ابن علیؑ اور اسیران کربلا کو حفاظت تمام میرے پاس بھیج دے ایسا نہ ہو کہ اہل عراق جو حسینؑ کے طرفدار ہیں راستہ میں اسیروں کو رہا کرالیں اور سرہا شہداء حاصل کرلیں ۔ میرا لشکر تیری مدد کے لیے موجود ہے ؎

بگو بہ لشکر ما کای سیاہ خون آشام — برا اہلبیتؑ حسینؑ از عراق تا در شام
بجان من کہ دمی خوبی و وفا میکند — بحز ستم نہ پسندید و جز جفا میکند

زکوفہ تا بدمشق آب نان نشان یکسر
دہید آب ز اشک غذا از خون جگر

یعنی کہ میری فوج خون آشام سے کہے کہ اہلبیتؑ حسینؑ پر کوفہ سے در شام تک پہنچتے ہوئے ظلم و ستم سے کام لے بجائے پانی وہ اشک بہائیں اور بجائے غذا وہ خون جگر پئیں۔ (یہ ہے یزید ملعون کی دلی کیفیت) چنانچہ ابن زیاد کو یزید کا خط ملا۔ ابن زیاد نے اہلحرم اور سرہائے شہداء دمشق روانہ کئے۔

قال السید فی اللهوف فاستدعی ابن زیاد بمحضرة بن ثعلبة العابدی فسلم الیہ الرؤس والاسری والنساء فسار بهم محضرة الی الشام کما یسار بسبایا الکفار یتصفح وجوههن اهل الاقطار واویلا من خذلة الاسلام وخجلة المسلمین من صنع المعاندین بصاحب الدین واہ مصیبتاہ۔ اس عبارت جانسوز و جگر گداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے خبر قتل امام حسینؑ فرزند فاطمہؑ کا نامہ یزید ملعون کو ارسال کیا اُس نے حکم دیا کہ امرہ بتسییر الروس والقتلی والاساری الی الشام مستعجلا۔ یعنی کہ ابن زیاد ملعون کو یزید نے تحریر کیا کہ سرہائے شہداء اور اسیروں کو کوفہ سے شام بھیج دیئے اور راستہ میں ان کی کڑی نگرانی کی جائے تاکہ محبان حسینؑ مقاتلہ کر کے ان کو آزاد نہ کرائیں۔ جب یزید پلید کا خط ابن زیاد بد نہاد کو ملا۔ اس کو فکر لاحق ہوئی کہ سرہائے شہداء اور اہلحرم کو دمشق روانہ کرے چنانچہ شتران بے کجاوہ بڑی بیرحمی کے ساتھ روانہ کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے سر مبارک کو کوفہ میں تشہیر کرا چکا تو سر بریدہ امام حسینؑ کو زحر بن قیس لعنۃ اللہ کی سپرد کیا۔ اور اسیروں کو سرہائے بریدہ کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔ اور ان کے ساتھ اہل کوفہ کی ایک جماعت برائے حفاظت روانہ کی۔ ان میں ابا بردہ بن عوف ازدی اور طارق ابن ابی طبیان ملعون تھے جو شام تک

ہمراہ رہے اس طرح یہ قافلہ دروازہ دمشق پر پہنچا کہ سید سجادؑ سالار قافلہ تھے گلے میں طوق اور زنجیریں پہنے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ اہلحرم کے اونٹ تھے شمر ولد الحرام بھی ساتھ ساتھ تھا راستہ بھر یہ ملعون قافلہ کو بڑی تیزی سے لے گیا یہاں تک بچے اونٹوں سے گر جاتے تھے اور یہ ملعون ان کو نہیں اٹھاتے تھے نہ معلوم کس قدر بچے شہید ہوئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ولم یکن علی ابن الحسین یکلم احدا من القوم فی الطریق بکلمة حتی بلغوا بدمشق یعنی کہ جب شامی لوگ اونٹوں کو تیز چلاتے تو دوران راہ سید سجادؑ نے کسی شتربان یا شامی فوج کے آدمی سے کوئی شکایت نہیں کی۔ یہاں تک یہ لٹا ہوا قافلہ وارد در شہر دمشق ہوا۔ پس جیسے ہی قافلہ اور شہیدوں کے سر پہنچے ہزاروں لوگ تماشہ کے لیے نکل آئے بلکہ ان لوگوں کی تعداد ایک لاکھ تک روایت کی گئی ہے جو سب کے سب دشمنان آل نبی و آل علیؑ تھے۔ جب سید سجادؑ نے تماشائیوں کی بھیڑ دیکھی تو ہمارے غیور امامؑ نے صرف اتنا فرمایا فیا لیت ولم الد حیا۔ یعنی کہ اے کاش میری ماں مجھے جنم نہ دیتی اور میں یہ روز شوم نہ دیکھتا۔ اے غیرت دار و امام زین العابدین علیہ السلام کے یہ الفاظ زندگی بھر رونے کے لیے کافی ہیں۔

تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسین علیہ السلام مدینہ میں یزید نے بھیجی یا ابن زیاد

ابن نما علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے اس کو امام حسینؑ کے

قتل ہونے کی اور اسیران کربلا کے کوفہ پہنچنے کی خبر یزید کو بھیجی تو اُس نے عمرو بن سعید والیٔ مدینہ کو اپنی فتح و ظفر اور امام حسینؑ کے شہید ہونے کی خبر دی۔ اور دو قاصد ایک مخرز بن حریث بن کلبی جو گروہ بنی عدی بن حباب و یکی دیگر از قبیلۂ نیرا کو مقرر کیا اور وہ دونوں یزید کا خط لے کر والی مدینہ کے پاس پہنچے۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ یہ دونوں شخص مدینہ وارد ہوئے کہ اولاد عبد المطلب میں سے ایک عورت نے کہ جسے بعض لوگوں نے دختر عقیل بتلایا ہے خبر قتل امام حسینؑ سنی ناشرۃ شعرھا واضعۃ مکھا علی راسھا۔ عورات ہاشمیہ بال پریشان کئے ہوئے آئیں اور اس شخص سے کہا کہ تو پیغمبرؐ خدا کو کیا جواب دے گا کہ جب حضور سوال کریں گے کہ میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا ماذا تقولون اذ قال --- الخ الابیات مرحوم السیدؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے یزید کو نامہ لکھا اور براہ مدینہ قاصد بھیجا تاکہ اولاً مدینہ والوں کو خبر قتل حسین ابن علی ہو جائے ابن زیاد ملعون کے نامہ کا حال بزبان شاعر ملاحظہ فرمائیے۔

ے

کہ ای والی ولایت راکن آباد ۔۔ بہ بند آئین و بشنو این خبر شاد

کہ چون آمد حسینؑ با نوجوانان ۔۔ بریدم از گلویش آب و هم نان

بہ نصف روز در صحرائی پُر تاب ۔۔ نمودیم سر جدا از اصحاب و احباب

حسین را در غریبی سر بریدم ۔۔ تن پاکش بخاک و خون کشیدم

خبر میدہم بزنہائی مدینہ ۔۔ بخون غلطیدہ شد باب سکینہؑ

بگو زینب براشتر شد سوارہ ۔۔ دریدہ گوشش بہر گوشوارہ

سر سجیدہ جوان از تن جدا شد ۔۔ بگو این ظلم ہا در کربلا شد

ماحصل یہ ہے کہ اے والی ریاست یعنی اے یزید بن معاویہ تیری سلطنت آباد رہے تجھے یہ خبر بصد خوشی سناتا ہوں کہ حسین کربلا میں اپنے عزیزوں، اولاد اور اصحاب کے ساتھ مارے گئے۔ ان کا سر جدا کیا گیا اور لاش خاک و خون میں غلطان پڑی ہے زنان مدینہ کو خبر دیتا ہوں کہ سکینہ کے پدر بزرگوار خون میں غلطان پڑے ہیں زینبؑ اور اہلحرم شتران بے کجاوہ پر سوار ہو کر دمشق کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور حسینؑ پر سارے مظالم کربلا میں ہوئے ہیں۔

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے عبد الملک ابن ابی الحرث السلمیؒ سے کہا کہ تو مدینہ جا اور خبر فتح و ظفر یزید اہل مدینہ کو سنا۔ عبد الملک کہتا ہے کہ میں فرکبت راحلتی وسرت المدینۃ۔ کہ میں اپنے شتر پر بیٹھ کر مدینہ روانہ ہو گیا جب میں مدینہ پہنچا اور مردان قریش نے مجھے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ قاصد ہے سوال کیا ما الخبر۔ کہاں سے آنا ہوا اور کوئی خبر خوشگوار لایا ہے۔ اُس نے کہا الخبر عند الامیر۔ خبر والی مدینہ کے لیے ہے۔ اگر سنا چاہتے ہو تو اس کے پاس چلو۔ یہ سن کر مرد قریش نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون قتل واللہ الحسین کہ بخدا حسینؑ قتل ہو گئے۔ وہ قاصد کوفہ عمرو بن سعید والی مدینہ کے پاس پہنچا سلام کہا۔ والی مدینہ نے پوچھا ماوراک۔ یعنی کہ میرے لیے کیا خبر لایا ہے اس بدبخت نے کہا کہ ایسی خبر کہ تو اس سے خوش ہو گا یہ کہہ کر اس ملعون نے کہا قتل الحسینؑ بن علیؑ کہ حسین ابن علیؑ قتل ہو گئے جیسے والیٔ مدینہ نے سنا خوش ہو گیا اور حکم دیا اُخرج فناد بقتلہ۔ باہر جا۔ کوچہ و بازاروں میں منادی کر کہ حسین قتل ہو گئے تاکہ اہل مدینہ کو خبر ہو سے

حسینؑ در کربلا با نوجوانان ۔۔ میان خاک و خون افتادہ عریان

کہ حسینؑ کربلا میں اپنے جوانوں کے ساتھ قتل ہو گئے اور ان سب کی لاشیں خاک و خون میں غلطان پڑی ہیں۔ عبدالملک کہتا ہے کہ اس وقت جب میں نے قتل حسینؑ کی خبر دی تو شہر مدینہ میں ایک شور و غل برپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ اور بنی ہاشم میں قیامت خیز گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور عورات اور مرد روتے ہوئے روضۂ رسولؐ خدا پر پہنچے اور حرم رسولؐ خدا میں ماتم حسینؑ ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں والی مدینہ کے پاس واپس آیا تو وہ بدبخت ہنس رہا تھا۔ پھر وہ منبر پر آیا اور قتل امام حسینؑ کے اعلان کی تصدیق کی۔ اظہار خوشی و سُرور کیا اور یزید ملعون کے حق میں دعا دی۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا۔ انها لدمة بدمة وصدمة بصدمة كم خطبة بعد خطبة وموعظة بعد موعظة حكمة بالغة فما تغني النذر۔ یعنی کہ عمرو بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا اے مردمان مدینہ کوئی افسوس نہیں ہے اس کام پر جو واقع ہوا یعنی شہادت حسینؑ پر جو واقع ہوئی یہ مصیبت بدر کا بدل ہے یعنی بدر بھی قتل ہوئے تھے کس قدر صدمہ اٹھائے۔ خطبہ و وعظ بیان کئے اور بیان کرتے ہیں لیکن قضا و قدر کے سامنے سب مجبور ہیں۔ والله لوددت ان راسه في بدنه وروحه في جسده احيانا كان يسبنا ونمدحه ويقطعنا ونصله كعادتنا وعادته ولم يكن الامر ما كان۔ یعنی بخدا مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ سر بدن حسینؑ ہیں اور روح ان کے جسم میں ہوتی مگر ان کے زمانہ میں لوگ (اہل مدینہ) ہم پر لعنت کرتے تھے اور ہم ان کی مدح کرتے تھے چنانچہ ہمارا شیوہ اور ان کا شیوہ زندہ و باقی ہے۔ اب ہم اس کے قتل پر راضی ہیں اور

اس کا کام یہاں تک پہنچ گیا ولكن كيف نصنع بمن سل سيفه يريد قتلنا الا ان يد فعه عن انفسنا۔ لیکن ہم کیا کریں کہ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے اپنی تلوار کھینچ لے اور ہم پر وار کرے تو ہم پر واجب ہے کہ اس کا دفاع کریں اور اس کو اپنی جان سے دور کریں۔ فقال عبد الله بن السائب یعنی عبداللہ بن سائب نے کہا جو کہ ان کے درمیان تھا کہ اے عمرو بن سعید خدارا انصاف سے کام لے۔ لو كانت فاطمة حية فرات رأس الحسين لبكت عليه یعنی کہ اگر فاطمہ بنت رسولؐ خدا زندہ ہوتیں اور سر بریدہ حسینؑ دیکھتیں تو کیا گریہ نہ کرتیں۔ اس پر عمرو بن سعید ملعون نے ترش رو ہو کر کہا کہ خموش ہو جا۔ کہ ہم فاطمہؑ سے بہ نسبت تیرے زیادہ قریب ہیں فاطمہؑ کے پدر بزرگوار ہمارے عم محترم ہیں۔ فاطمہؑ کے شوہر ہمارے بھائی ہیں۔ اور ان کے پسر ہمارے پسر ہیں۔ ہاں اگر فاطمہؑ ہوتیں گریہ کرتیں۔ اور قاتل کے حق میں کلام بد نہ کرتیں۔ اس وقت کہ جب عمرو ملعون منبر سے ابھی اترا بھی نہ تھا کہ خبر قتل امام حسینؑ پورے مدینہ میں پھیل چکی تھی گھر گھر ماتم حسینؑ ہو رہا تھا۔ گلی کوچہ اور بازاروں میں واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ لوگوں نے اپنے گریبان چاک کئے ہوئے تھے سروں پر خاک ڈالی تھی رو رہے تھے منہ پر طمانچے لگا رہے تھے۔ زنان مدینہ روتی ہوئی گھروں سے نکل آئی تھیں۔ خصوصاً مرد و زن بنی ہاشم نوحہ کناں تھے ام البنین زوجۂ علی اپنے بیٹوں کے غم میں نوحہ کر رہی تھیں۔ غرض کہ بنی ہاشم کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں صف عزاء امام حسینؑ برپا نہ ہو۔

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روز جب شب ہوئی تو ہاتف غیبی کی آواز اہل مدینہ نے سنی کہ وہ کہہ رہا تھا ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا — ابشرو بالعذاب والتنکیل

کل اھل السماء یدعوا علیکم — من نبی وملئکۃ وقبیل

قد لعنتم علی لسان ابن داؤد — وموسی وصاحب الانجیل

اے حسین علیہ السّلام کے قاتلو تم کو عذاب خدا کی بشارت ہو۔ تم بمطابق قتل امام حسینؑ عذاب ہوگا یعنی ہر ایک ظلم کے بدلے عذاب ہوگا۔ تمام اہل سموات، ملائکہ اور ان کی قبیل کے فرشتے۔ سب ہی تم کو عذاب کی دعوت دیتے ہیں سلیمان پیغمبرؑ ابن داؤد اور موسیٰؑ صاحب انجیل تم پر لعنت کرتے ہیں۔ غرض کہ اس روز مدینہ میں کہرام برپا تھا۔ خبر شہادت امام حسینؑ سن کر مدینہ میں گھر گھر صف عزا بچھ گئی گویا عزاداری امام مظلوم قائم ہوگئی جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ مدینہ کے گھروں میں بالخصوص خانۂ جناب ام البنین رؑ عزاخانہ بنا ہوا تھا۔ اقامت العزا فی دار ام المؤمنین زوجۃ امیر المؤمنین دوسرا عزاخانہ جناب امام حسینؑ کا ذاتی مکان تھا کہ جہاں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ رہتی تھیں۔ زنان ہاشمیہ آئیں اور فاطمہؑ صغریٰ کو پرسا دیتی تھیں۔

جناب محمد حنفیہ کے گھر بھی صف عزا بچھی ہوتی تھی۔ مردان و جوانان ہاشمی آتے تھے اور آپ کو حسینؑ مظلوم کا پرسہ دیتے تھے۔

بزبان حال ان کا یہ نوحہ تھا ؎

الا یا رسول اللہ یا خیر مرسل — حسینک مقتول ونسلک ضائع

ذراریک قد سبقوا الاساری بذلۃ — ولیس لھم بین الخلائق شافع

یعنی کہ اے سید المرسلین اے رسولؐ اللہ آپ کا حسینؑ قتل ہوگیا۔ آپ کی نسل ضائع و برباد ہوگئی۔ آپ کی ذریت قیدی بنائی گئی ہے۔ کبھی ہاشمی لوگ قبر نبیؐ پر

کبھی قبر فاطمہؑ پر اور کبھی قبر امام حسن مجتبےؑ پر گریہ وزاری کرتے تھے۔ خصوصاً قبر زہراؑ پر ایک ہجوم عام نوحہ کناں تھا۔ قبر مبارک پر ماتم ہو رہا تھا۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں خصائص ابی ربیعہ نامی سے نقل کرتے ہیں کہ فضاء ہوا میں یہ آواز بلند تھی کہ لوگوں نے سنی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے ؎

یا من یقول بفضل آل محمد — بلغ رسالتھا بغیر توانی

قتلت شرار بنی امیۃ سیدا — خیر البریۃ ماجدا ذاشانی

ماحصل یہ ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ آل محمدؐ کا فضل و کرم ہے کہ رسالت کی تبلیغ بغیر طاقت و توانائی۔ بنی امیہؑ کے شریروں نے سید و سردار اسلام کو قتل کردیا۔ اولادہ سید خیر البریہ تھا کہ اس جیسا کوئی اور نہ تھا۔

عبداللہ بن جعفر طیارؑ کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا

قال المفید علیہ الرحمۃ کہ جب مدینہ میں عمرو بن سعید والیٔ مدینہ نے نامۂ یزید ملنے پر خبر قتل امام حسین اہل مدینہ کو سنائی تو مردمان مدینہ جوق در جوق واحسیناہ کہتے ہوئے جمع ہوگئے۔ اس وقت عبداللہ جعفر کا ایک غلام کہ جس کا نام ابو السلاسل تھا اسے فرزندان عبداللہ جعفر کی شہادت کی خبر ملی وہ عبداللہ جعفر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے آقا ابھی ابھی یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے دونوں فرزند کربلا میں شہید ہوگئے۔ جناب عبداللہ جعفر نے سنا تو کلمۂ استرجاع زبان پر جاری فرمایا۔ یعنی کہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان سے کہا غلام کہنے لگا کہ۔

هذا ما لقينا من الحسين بن علی کہ بچوں کی شہادت حسین ابن علیؑ کی وجہ سے ہوئی ہے پس جیسے ہی اس غلام سے آپ نے یہ سنا تو اپنی نعلین اتار کر اسے اس قدر ماریں کہ وہ بے ہوش ہوگیا آپ نے پھر فرمایا۔ یا بن الخنا المثل الحسين تقتول هذا۔ کہ تو حسین ابن علیؑ کے بارے میں ایسا ایسا کہتا ہے میں اگر کربلا میں موجود ہوتا تو بخدا حسینؑ ابن علیؑ کے ہمرکاب ہو کر جام شہادت پیتا۔ اور شہید ہونے میں سبقت کرتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے دو فرزندؑ حسینؑ کے فرزند علی اکبرؑ پر قربان ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ان لوگوں سے کہ جو وہاں موجود تھے خطاب کرتے ہوئے کہا الحمد لله عز علی بمصرع الحسين الا اكن واسيت حسينا يدى فقد واسينا ولدى

یعنی کہ اگر میں کربلا میں نہ تھا تو کیا مضائقہ میں نے اپنے دو بیٹے حسین ابن علیؑ پر قربان کر دیئے اور میں نبی و علیؑ سے سرخرو ہوں۔

بحکم یزید۔ مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات کی بربادی

مؤلف کتاب کے والد مرحومؒ کتاب الریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں قتل حسینؑ و اصحابہ کی خبر کے منتشر ہونے کے چند دن بعد یزید نے والی مدینہ عمرو بن سعید کو حکم دیا کہ مدینہ میں اہلبیت اطہار کے مکانوں کو غارت و برباد کر دیا جائے چنانچہ والی مدینہ نے یزید کے اس حکم پر عمل کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

یثرب برباد رفت بہ تعمیر خاک شام   بطحی خراب شد بہ تمنا ملک ری

یعنی کہ مدینہ برباد ہوگیا اور اس کی خاک سے شام کی تعمیر ہوئی۔ اور مکہ معظمہ پسر سعد کی تمنائے رے کی خاطر خراب و برباد ہوگیا۔

دعبل خزاعی کہتا ہے کہ ؎

بكيت لرسم الدار من عرفات   و اجريت دمع العين من عبرات

مدارس آيات خلت من بلاوة   ومنزل وحی مقفر العرصات

جعفر بن محمد ابن نما علیہ الرحمۃ نے عمر بن علی سے نقل کیا ہے کہ ان المختار ارسل الی علی بن الحسین عشرین الف دینار فقبلها و بنی منها دار عقیل بن ابی طالب۔ کہ مختارؒ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو بیس ہزار دینار بھیجے جنہیں امام زین العابدین علیہ السّلام نے قبول کر لیا۔ اور اپنے و اولاد عقیل کے مکانات کی تجدید کی۔ یعنی مکانات بنوائے اور مرمت کرائی۔ ابن حماد علیہ الرحمۃ نے بھی ان ابیات میں اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

وقفت علی ابیاتهم فرايتها   خرابا اراتها مغنا الجو بلقعا

وان لهم فی عرصة الطف وقعة   تكاد له الاطوار وان تتزعزعا

جناب ام المومنین ام سلمہؓ کو قتل حسینؑ کی خبر ملنا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روز شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام سے ہی علامات اور نشانیاں جگہ بجگہ ظاہر ہونے لگی تھی۔ مثل اس کے کہ آفتاب کو گہن لگنا۔ سرخ ہو جاتا۔ آسمان سے خون کا برسنا ندائے آسمانی، اور غیبی آواز کا سنا۔ خواب ام سلمہؓ، جو مٹی آنحضرتؐ نے ان کو دی تھی اس کا روز عاشورا سرخ و خون ہو جانا۔ ہرن کے بچہ کا عبداللہ ابن عباس کے ہاتھ خون ہو جانا۔

اور کبوتر کا خون آلودہ مکان فاطمہ صغریٰ پر آکر صیحہ کرنا۔ اور شخص غریب یعنی اجنبی کا مسجد نبویؐ کے صدر دروازہ پر قتل الحسینؑ کی آواز بلند کرنا ابن زیاد کا والیٔ مدینہ کو خبر شہادت حسینؑ دینا۔ علاوہ ازیں والیٔ مدینہ کا اہل مدینہ کو خبر قتل حسینؑ دینا۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں کہ جن سے یقین ہو گیا تھا کہ امام حسین کربلا میں شہید ہو گئے ہیں

علامہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں کہ مسند ابن حنبل اور سہل کی سند سے کہ سہل کہتا ہے کہ جیسے ہی جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا کو امام حسینؑ کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے اہل عراق پر لعنت کی کہ عراقیوں نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا ام المومنین نے فرمایا کہ خدا ان کو ذلیل و خوار کرے ان لوگوں نے حرمت نبی اکرم برباد کر دی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں کسی نے ایک دیگ حلوا نذر کی۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ علیؑ و حسن و حسینؑ کو بلاؤ۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو حجرۂ ام سلمہؓ جنت الفردوس بن گیا میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے حسنین خوش اطوار کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا۔ اور دائیں بائیں جانب علیؑ و فاطمہؑ رونق افروز ہوئے۔ اور ام سلمہؓ کہتی ہیں۔

قالت ام سلمہؓ فاجتذب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من تحتی کسائی خیبریا کان بساطلنا۔ یعنی کہ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے ہاتھ بڑھایا۔ کساء خیبری کو اوڑھا اور اس میں علی و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کو لے لیا۔ اور پھر آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ یہ ہے حسینؑ کی منزلت کہ آپ خامس آل عبا ہیں اب ہم حدیث شریف کساء کو سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

حدیث شریف کساء اور فضیلت پنجتنؑ پاک

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ خبر قتل حسین مظلوم ملنے پر آپ نے قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کی اور فضیلت امام حسینؑ بعنوان حدیث کساء بیان کی۔ فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدا نے کساء خیبر اپنے جسم مبارک پر ڈالی اور اسی چادر میں علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا اور بعدہٗ خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ اے خدائے علیم و حکیم یہ میرے اہلبیتؑ ہیں یعنی ان کے علاوہ کوئی اہلبیت نبوت نہیں ہے تو ان سے رجس کو دور رکھ اور ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

ؔ

خدایا جہان پادشاہی تراست ز ما خدمت آید خدای تراست
پناہ و بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
مرا ہست این حاجت از تو بدست بر آری تو این حاجتی را کہ ہست
خدایا تو این اہلبیت را کہ ہستند حاضر بزیر کساء
ز ہر رجس کن پاک پاکیزہ دار
توئی مقتدر ای جہاں کردگار

ماحصل یہ ہے کہ اے خداوند عالم تو ہی مالک و خالق مختار مطلق ہے تیری ہی حکومت ہے امر تیرے ہی لیے ہے۔ دنیا فانی ہے اور تو باقی ہے باقی رہے گا حیٔ لایموت ہے۔ میری تجھ سے اے خداوند عالم یہ حاجت ہے اور حاجت روائی تیرے ہاتھ ہے۔ میری حاجت یہ ہے کہ زیر کساء

علی و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ یہ ہی میرے اہلبیتؑ ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا میرا اہلبیتؑ نہیں ہے تو ان سے رجس کو دور رکھو اور ان کو ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا۔ پاک رکھنے کا کیونکہ تو ہی صاحب اقتدار و اختیار ہے۔

جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا یارسولؐ اللہ مجھے بھی اجازت دیجئے کہ شریک کساء ہو جاؤں۔ فرمایا اے ام سلمہؓ تم خیر پر ہو مگر تمہاری جگہ یہ کساء نہیں ہے شہر ابن آشوب فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں خدمت ام سلمہؓ میں حاضر تھا اذ دخلت امراۃ صارحۃ۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت روتی پیٹتی دروازے سے آتی اور کہا وا ویلا قتل الحسینؑ کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ ام سلمہؓ نے یہ خبر سن کر بآواز بلند گریہ فرمایا۔ یہاں کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔

حدیث کساء مشہور و معروف ہے۔ شیخ فریدالدین طریحی نجفی علیہ الرحمۃ نے کتاب منتخب میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس حدیث کی صحت و استنادی صورت کو تسلیم کیا ہے یہ حدیث مبارکہ معصومہؑ آخرالزمان بنت رسولؐ خدا سے مروی ہے کہ روی عن فاطمۃ الزھراء قالت دخل علی ابی رسول اللہ فی بعض الایام فقال یا فاطمۃ انی لاجد فی بدنی ضعفاً۔ یعنی جناب سیدہ طاہرہ صدیقہ کبریٰ فاطمہؑ زہرا فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پدر بزرگوار میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نور نظر میں اپنے بدن میں ضعف یعنی کمزوری محسوس کر رہا ہوں (از مترجم (علماء حضرات نے ضعف سے

کمزوری مراد لی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضعف از قسم کمزوری و بیماری نہ تھا بلکہ آثار وحی نمودار ہو رہے تھے۔ وحی ربانی منتظر تھی کہ آپؐ کے ساتھ علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ چادر میں داخل ہوں اور آیہ تطہیر مدح کرتی ہو نازل ہو) فقال یا فاطمۃ ایتینی بالکساء الیمانی فغطینی بہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی چادر یمنی لا کر مجھے اڑھا دو۔ فغطیتہ بہ میں نے حسب فرمان پدر بزرگوار آپ کو یمنی چادر اڑھا دی وصرت انظر الیہ واذا وجہہ یتلألأ کانہ البدر فی تمامہ۔ میں آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگی کہ آپ کا چہرہ مبارک نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا کہ چودھویں رات کا چاند ہے (از مترجم۔ اذا وجہہ یتلألأ کانہ البدر فی لیلۃ تمامہ۔ یعنی کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا چودھویں رات کا چاند ہے جو تمام و کمال کے درجہ پر ہوتا ہے۔ اگر ضعف بمعنی کمزوری طبع ہے تو تمام و کمال سے تشبیہ کیسی؟ پس ہمارے نظریہ کے بموجب ضعف سے مراد آثار وحی ہیں کہ جن میں منزلت وحی ربانی ایک قسم کا غط ہوتا ہے یعنی کہ ضعف)

فما کانت الا ساعۃ واذا بولدی الحسن قد اقبل کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میرا بیٹا حسن آگیا۔ وقال السلام علیک یا اماہ فقلت وعلیک السلام یا قرۃ عینی وثمرۃ فؤادی فقال لی یا اماہ انی اشم عندک رائحۃ طیبۃ کانھا رائحۃ جدی رسول اللہ۔ مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا اور کہا اے میرے نور نظر اے میرے میوۂ دل خدا تمہیں زندہ و سلامت رکھے پھر امام حسنؑ نے اے اماں جان میں آپ کے پاس ایسی پاک و پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں کہ وہ میرے جد نامدار

کی خوشبو ہے قالت نعم ان جدك نائم تحت الکساء میں نے کہا کہ ہاں تمہارے نانا کساء یمانی اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ فاقبل الحسن نحو الکساء۔ پس امام حسنؑ قریب گئے وقال السلام علیك یا جداہ السلام علیك یا رسول اللہ اتاذن لی ان ادخل تحت الکساء اور آنحضرتؐ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کساء یمانی میں داخل ہو جاؤں۔ فقال لہ قد اذنت لك۔ فرمایا کہ ہاں تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو۔

فدخل معہ۔ پس امام حسنؑ داخل کساء ہو گئے۔ فلما کان الاساعۃ و اذا بالحسین قد اقبل۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرا فرزند حسینؑ آگیا۔ وقال السلام علیك یا اماہ انی اشم عندك رائحۃ طیبۃ کانہا رائحۃ جدی رسول اللہ۔ مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا پھر حسینؑ نے کہا اے اماں جان میں آپ کے پاس ایسی نفیس خوشبو محسوس کر رہا ہوں گویا کہ وہ خوشبوئے جدّ محترم ہے۔ فقالت یابنی ان جدك واخاك تحت الکساء۔ میں نے کہا کہ بے شک تمہارے نانا اور تمہارے بھائی اس کملی کے نیچے آرام کر رہے ہیں پس شاہباز بلند پرواز اوج شہادت یعنی حسینؑ نے چادر کساء کی طرف رخ کیا۔ فقال السلام علیك یا جداہ السلام علیك یا من اختارہ اللہ اتاذن لی ان اکون معك۔

پس امام حسینؑ نزدیک گئے سلام عرض کیا اور عرض کیا آیا مجھے اجازت ہے کہ آپ دونوں کے ساتھ میں بھی داخل ہو جاؤں۔ فقال لہ قد اذنت لك یا حسین جناب رسول خداؐ نے فرمایا اے میرے فرزند اے سربلند صفۂ صدق و صفا حسینؑ اے پابند رشتۂ مہر و وفا حسینؑ اے وارث تاج شفاعت آؤ تم بھی داخل

کساء یمانی ہو جاؤ۔

فدخل معہ حسینؑ گئے اور داخل کساء ہو گئے۔ فاقبل عند ذٰلك ابوالحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام وقال السلام علیك یا بنت رسول اللہ فقالت وعلیك السلام فقال انی اشم رائحۃ اخی وابن عمی رسول اللہ کہ حسینؑ کے بعد ابوالحسن علی ابن ابی طالب آگئے سب مجھے دختر رسولؐ خدا کہہ کر سلام کیا۔ میں نے بھی ابوالحسن کہہ کر جواب سلام دیا۔ پھر جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے سیدہ میں اس وقت تمہارے گھر میں اپنے ابن عم رسولؐ خدا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں فقالت ہاھو مع ولدیك تحت الکساء میں نے عرض کیا بے شک تمہارے دونوں بیٹے اور میرے والد بزرگوار چادر یمانی اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ فاقبل علی نحو الکساء۔ پس ولی کائنات، شریک کار رسالت مشکل کشاء علی ولی کساء کی طرف آئے اور سلام کیا وقال السلام علیك یا رسول اللہ اتاذن لی ان اکون معکم تحت الکساء، امیرالمومنینؑ نے سلام کرنے کے بعد داخل کساء ہونے کی اجازت مانگی قال لہ وعلیك السلام یا اخی قد اذنت لك۔ کہ اے برادر بجان برابر تم پر میرا سلام ہو تمہیں اجازت ہے کہ چادر یمانی میں آجاؤ۔ فدخل علی علیہ السلام تحت الکساء، علی مرتضیٰ علیہ السلام بھی داخل کساء ہو گئے۔ ثم اتت فاطمۃ وقالت السلام علیك یا ابتاہ السلام علیك یا رسول اللہ امیرالمومنین کے بعد میں بھی کساء یمانی کے نزدیک آئی اور میں نے اپنے پدر بزرگوار کو سلام اور عرض کیا۔

اتاذن لی ان ادخل معکم تحت الکساء، آیا مجھے بھی داخل کساء ہونے کی اجازت ہے قال قد اذنت لك فدخلت فاطمۃ معہم۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ہاں اے

نور نظر تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو جاؤ پس میں بھی داخل کساء یمانی ہو گئی۔ فلما اکتملنا خمسة النجبا تحت الکساء قال اللہ تعالیٰ عز و جل۔ یعنی کہ جب یہ پانچوں تن چادر یمانی میں جمع ہو گئے۔ تو خداوند عالم نے ملائکہ سموات سے بصورت ایجاد کلام مباہات فرمایا۔ یا ملائکتی و سکان سمواتی انی خلقت سماء مبنیة و لا ارضا مدحیة ولا قمرا منیرا ولا شمسا مضیة ولا فلکا یدور ولا بحرا یجری ولا فلکا یسری الا فی محبة ہؤلاء الخمسة الذین ہم تحت الکساء۔ یعنی خدائے تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتو اور اے میرے آسمانوں کے رہنے والو۔ میرا آسمان کو خلق کرنا۔ زمین کا فرش بچھانا۔ چاند کو منور کرنا سورج کو روشنی دینا۔ گھومتے ہوئے فلک قائم کرنا۔ دریاؤں میں پانی جاری کرنا۔ ان میں کشتیوں کو رواں کرنا یہ سب کچھ ان پانچوں ہستیوں کی محبت کی وجہ سے ہے۔ (یعنی کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خدا بھی ان کو دوست رکھتا ہے اور ان کی تخلیق کی غایت یہ ہے کہ دیندار لوگ ان کو دوست رکھیں۔ فقال الامین جبرئیل یارب ومن تحت الکساء۔ یعنی جبرئیل امیں نے عرض کیا پروردگارا یہ مقدس ہستیاں ہیں کون فقال اہل بیت النبوة ومعدن الرسالة وہم فاطمة وابوہا وبعلہا و بنوہا۔ کہ خطاب خداوند عالم ہوا اے جبرئیلؑ وہ نبوت کا خاندان، رسالت کی کان یعنی فاطمہؑ زہرا اور اُس کے پدر بزرگوار محمدؐ مصطفٰے اور اُس کے شوہر عالیقدر علی مرتضٰی اور اس کے دونوں برخوردار حسنین خوش کردار ہیں ان میں ایک حسنؑ ہے جو مظہر محسن ہے اور دوسرا حسینؑ ہیں جو قدیم الاحسان ہیں

فقال جبرئیل اتأذن لی ان اہبط الی الارض لاکون معہم سادسا کہ جبرئیل امین نے عرض کیا اے پروردگار عالم کیا مجھے اجازت ہے کہ میں زمین پر نازل ہو کر ان پانچوں حضرات کے ساتھ داخل کساء ہو کر چھٹا ہو جاؤں۔ فقال اللہ قد اذنت فہبط الامین جبرئیل خداوند عالم نے جبرئیل کو اجازت دی اور جبرئیل امین پرواز کر کے زمین پر نازل ہوئے۔ و قال السلام علیک یا رسول اللہ العلی الاعلی یقرئک السلام و یخصک بالتحیة والکرام۔ اور رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچ کر فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر آپ کو سلام کہتا ہے اور تحیّہ واکرام کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے ویقول اللہ عزتی وجلالی ما خلقت سماء مبنیة ولا ارضا مدحیة ولا قمرا منیرا ولا شمسا مضیة ولا بحرا یجری ولا فلکا یدور ولا فلکا یسری الا لاجلکم قد اذن اللہ لی ان ادخل معکم تحت ہذا الکساء فہل تأذن لی انت یا رسول اللہ۔ یعنی کہ اللہ اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آسمانوں کو پیدا کیا، زمین کو فرش بنانا۔ چاند کو نورانیت بخشی۔ سورج کو روشنی عطا کی گردش کرنے والے آسمان کو قائم کیا۔ سمندروں کو جولانیاں عطا کیں۔ کشتی کو ان میں رواں کیا یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے محض تمہاری خاطر سے اور تمہاری محبت کی وجہ سے کیا ہے پھر جبرئیل امین نے عرض کیا کہ مجھے خداوند عالم نے تو داخل کساء ہونے کی اجازت دیدی ہے تو کیا آپ بھی اجازت رحمت فرماتے ہیں۔

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ میں نے تالیفات فاضل کاشفی ملّا حسین علیہ الرحمۃ

مطالعہ کیا۔ جس میں جبرئیل امین اور آنحضرتؐ کے مابین یہ گفتگو درج ہے کہ جبرئیل امین نے عرض کیا یارسول اللہ خدا نے تو اجازت دیدی ہے کہ میں داخل کساء ہو جاؤں کیا آپ کی طرف سے بھی اجازت ہے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے اخی جبرئیل تم محرمِ عباء یمانی نہیں ہو کیونکہ جو بھی اس عباء میں ہے وہ محنت و رنج کا نشانہ بنے گا۔ علیؑ شریک کساء میں ضرب تلوار سے شہید ہوں گے حسنؑ شریک ہیں زہر الماس سے جگر پارہ پارہ ہوگا حسینؑ شریک ہیں۔ کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوں گے۔ فاطمہ مرکز عصمت ہیں۔ پہلوی فاطمہؑ زخمی ہوگا اور فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوں گیں۔ جبرئیل اس نے عرض کیا یارسول اللہ کہ میں ان بلاکشیدگان سے زیادہ قریب ہوں۔ میں نے سیدہ عالم کے عوض چکیاں پیسی ہیں۔ میں علیؑ کے لیے آب کوثر لے کر آیا ہوں میں نے حسینؑ کا گہوارہ جھلایا ہے۔ پس میں بھی حق دار ہوں کہ مجھے اجازت ملے تاکہ میں داخل کساء یمانی ہو سکوں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ فقال قد اذنت لك فدخل جبرئیل معهم تحت الکساء۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل تمہیں اجازت ہے پس جبرئیل امین بھی کسائے یمانی میں داخل ہو گئے کیونکہ خدا و رسولؐ کی طرف سے اجازت مل گئی تھی۔ وقال لهم ان الله عزوجل اوحی الیکم یقول انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرًا کہ خداوند عالم صرف یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم کو رجس سے دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ فقال علی بن ابی طالبؑ یا رسول الله صلی الله علیه وآله اخبرنی ما لجلوسنا هذا تحت الکساء من الفضل عند الله

امیر المومنینؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ کہ ہمیں یہ تو بتائیے کہ ہم سب کا اس چادر کے نیچے بیٹھے رہنا، اس چادر کے نیچے جمع ہونا۔ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک کیا مرتبہ رکھتا ہے۔ فقال النبی صلی الله علیه وآله والذی بعثنی بالحق نبیا واصطفانی بالرسالة نجیا ما ذکر خبرنا هذا فی محفل من محافل الارض وفیه جمع من شیعتنا ومحبینا الا ونزلت علیهم الرحمة وحفت بهم الملائكة واستغفرت لهم الی ان یتفرقوا— آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے برحق نبی بنایا۔ اور رسالت کے لیے چن کر نجات دہندہ عالم قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث جس کسی ایسی محفل میں بیان کی جائے کہ جہاں ہمارے شیعہ اور محب موجود ہوں تو ان سب پر خدا کی رحمت نازل ہو گی۔ ان کو فرشتگاں رحمت ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ اور جب تک وہ مجمع متفرق نہ ہوگا برابر فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ فقال علیؑ والله فزنا وفازت شیعتنا ورب الکعبة جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم اب تو ہم بھی اور ہمارے شیعہ کامیاب ہو گئے۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وآله والذی بعثنی بالحق نبیا واصطفانی بالرسالة نجیا ما ذکر خبرنا فی محفل من محافل اهل الارض وفیه جمع من شیعتنا وفیهم مهموم الا فرج الله همه ولا مغموم الا وکشف الله غمه ولا طالب حاجة الا وقضی الله حاجته۔ جناب رسالتمآب صلعم نے مکرر فرمایا کہ اے علیؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا اور رسالت

کے لیے چن کر نجات دہندہ جن وانس قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث اہل زمین کی جس شیعہ محفل میں یا ہمارے دوستوں میں پڑھی جائے گی ان میں جو متفکر ہو گا تو اللہ اس کی فکر دور کر دے گا۔ اور جو غمگین ہو گا خداوند عالم اس کا غم دور کر دے گا۔ اور جو حاجت ہو گی خدائے تعالیٰ اس حاجت پر لائے گا۔ اللھم صل علی محمد وآل محمد۔ فقال علی علیہ السلام اذاً واللہ فزنا سعدنا وکذٰلک شیعتنا فازوا وسعدوا فی الدنیا والاخرۃ۔ یعنی امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم کامیاب ہو گئے اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہو گئے دنیا و آخرت میں۔

اللھم اجعلنی من شیعتھم و محبیھم بحقھم امین۔

مؤلف کتاب ھٰذا میرزا صدر الدین واعظ القزوینی اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ حدیث کساء سید الاحادیث ہے اس میں خصوصاً سیدۂ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی منزلت مضمر ہے سیدۂ عالم ملائک اعلیٰ میں بھی معروف ہیں۔ آپ کے شوہر علی مرتضیٰ آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کی مثل کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ دستور زمانہ ہے کہ کبھی تعارف شہر کا نام لے کر کرایا جاتا ہے کبھی خاندان کا نام لیا جاتا ہے اگر باپ مشہور و معروف ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں کا فرزند ہے۔ لیکن حدیث کساء میں خود خداوند عالم نے اپنے ملائکہ میں جب صاحبان حدیث کساء کا تعارف کرایا ہے تو فاطمہؑ زہرا کو مرکز تعارف قرار دیا ہے کہ ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا کہ فاطمہؑ میں اور ان کے پدر رسول ذیلقدر اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ اور ان کے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ (از مترجم ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا۔ یعنی کہ فاطمہؑ ہیں بعدہٗ نام نہیں لیکن ضمیریں فاطمہؑ زہرا کی طرف راجع ہیں

یعنی کہ فاطمہؑ کے والد ماجد، یعنی کہ فاطمہؑ کے شوہر عالیقدر، یعنی کہ فاطمہؑ کے دونوں فرزند اس طرح پانچ جگہ نام فاطمہؑ زہرا آیا ہے پس فاطمہؑ زہرا مرکز عصمت ہیں) اے شیعو جو پاک بی بی مرکز عصمت و طہارت ہو۔ جس کے متعلق آنحضرت نے فرمایا ہے فاطمۃ بضعۃ منی کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے امت رسولؐ خدا نے اس کی قدر و منزلت کو بھلا دیا۔ بعد وفات رسولؐ خدا آپ پر کچھ ایسے مصائب پڑے کہ فرماتی ہیں کہ مجھ پر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دونوں پر ایسے مصائب پڑتے تو مثل شب تار تاریک ہو جائے آپ کا پہلو شکستہ ہوا۔ شکم مبارک میں محسن شہید ہوئے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

واقعۂ مباہلہ اور حقانیت پنجتنؑ پاک

جیسا کہ حدیث کساء کے عنوان میں ذکر کیا جا چکا کہ آیۂ تطہیر میں پنجتن پاک شریک ہیں اور اس میں لفظ اَہْلَ الْبَیْتِ جو ایک جگہ وارد ہوا ہے مگر اس کا مصداق پنجتن پاک، یعنی نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسن اور حسینؑ ہیں۔ اسی طرح مباہلہ میں بھی یہی پنجتن پاک نصارائے نجران کے مقابلہ میں گئے ہیں اور اسلام کی حقانیت و صداقت کو واضح کیا ہے۔ واقعہ مباہلہ ۲۴ ذی الحجہ ۹ھ کو ہوا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۲۵ ذی الحجہ کو منعقد ہوا ہے۔ لفظ مباہلہ مشتق ہے بَہْلاً سے۔ اور بہلہ بمعنی لعن و نفرین ہیں۔ اور مباہلہ میں دونوں طرف سے لعن و نفرین کا حق حاصل ہے لیکن جو حق پر نہ ہو گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور آخرت میں مستحق لعن ہے۔ آنحضرتؐ اور نصارائے نجران میں یہ وعدہ تھا کہ مقررہ دن پر ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعن و نفرین کرے گا اور طلب عذاب کرے گا اگرچہ آنحضرتؐ اور نبی نجران

عیسائیوں کے درمیان مباہلہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ تاہم اس واقعہ کی تصویر کشی حسب ذیل ہے:۔

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصارائے نجران کو دعوت اسلام دی نجران علاقۂ یمن میں سے ہے چنانچہ نجرانیوں نے تحقیق حالات اسلام اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک منتخب وفد بھیجا۔ اس وفد کا سردار عاقب نامی عیسائی تھا۔ جو تمام نصرانیوں میں بزرگ قوم تھا عالم انجیل تھا۔ دوسرے شخص شریک وفد ابوالحارث نامی تھا یہ بھی نصاریٰ کا پیشوا تھا۔ اسی کو بعض علماء اسقف کہتے ہیں۔ اسقف بمعنی عالم ہے چنانچہ جاثلیق وقسیس ومطران ان لوگوں کے القابات ہیں جو علماء نصاریٰ کو دیئے گئے ہیں۔ جب نبی نجران کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں مدینہ حاضر ہوا۔ اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اسقف نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ عیسیٰؑ ابن مریم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ عبد خدا اور اس کی مخلوق ہیں نہ کہ خالق، خداوند عالم نے ان کو برگزیدہ قرار دیا ہے۔ رسول بنایا ہے۔ اسقف نے کہا کیا ان کا باپ تھا آپ نے فرمایا کہ ان کا کوئی باپ نہیں ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۵۹)

یعنی کہ خدا کے نزدیک تو جیسے عیسیٰ کی حالت ویسی ہی آدم کی حالت کہ ان کا مٹی سے پتلا بنایا اور کہا کہ ہو جا پس (فوراً ہی) وہ (انسان) ہو گیا۔ یعنی کہ اگر آدمؑ بغیر ماں باپ پیدا ہوئے ہیں تو عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر خدا آدم کو بغیر ماں

باپ پیدا کر سکتا ہے اور پیدا کیا ہے تو عیسیٰؑ کو بغیر باپ پیدا کرتے ہیں خدا عاجز نہیں ہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ جب طرفین میں گفتگو نے طول پکڑا۔ تو آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۶۱)

(جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰؑ کے بارے میں حجت کرے تو کہو (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔ ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب خدا کی بارگاہ گڑگڑا کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کیا۔ اور مباہلہ کرنا طے پا گیا۔ بروایتے اس روز پنجشنبہ (جمعرات) تھا۔ اور مباہلہ کی تاریخ ۲۴ ذی الحجہ یوم اتوار قرار پایا۔ اور آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کو مطلع کر دیا کہ مباہلہ میں چلنے کے لیے تیار رہیں چنانچہ آنحضرتؐ مسجد سے برآمد ہوئے جیسے افق کائنات پر آفتاب برآمد ہوتا ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے اس طرح چونکہ تثلیث کی تاریکی دور کرنے کے لیے آنحضرتؐ اپنی مسجد سے برآمد ہوئے۔ اور علی و فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے ساتھ لیا۔ اس طرح کہ سیدہ عالم کو اپنے عقب میں اور حسنؑ کو دائیں جانب اور حسینؑ کو بائیں جانب اور علی مرتضیٰ کو آگے آگے رکھا اور اس شان سے میدان مباہلہ میں تشریف لے گئے۔ نصاریٰ کے نزدیک پہنچے۔ اسقف نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اپنی اولاد کو لے کر آئے تو ہم ہرگز مباہلہ مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ اگر حق پر نہ ہوئے (معاذاللہ) تو وہ نفرین و لعن کو اپنی اولاد کے لیے قبول نہ کریں گے۔ اور اگر اصحاب و یاروں کو ساتھ لائے تو ہمیں پھر کوئی خوف و عذر کو ضرورت نہیں ہے ہم ان سے مباہلہ کریں گے۔ لیکن جب آنحضرتؐ اپنی اولاد کو لے کر مباہلہ کے میدان میں پہنچے تو اسقف نے سوال کیا کہ آپؐ کے ہمراہ آنے والے کون ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ میرے ساتھ میری بیٹی فاطمہؑ ہے اور اس کے شوہر علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور اس کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں یہ سن کر اسقف نے کہا کہ اے نصاریٰ اگر ان سے مباہلہ کیا اور ان ہستیوں نے ہم پر نفرین کی تو کوئی شخص از قوم نصاریٰ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ مباہلہ کی بجائے آپس میں مصالحت کر لی اور نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اسلام کو فتح ہوئی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حارث ابن علقمہ کہ جو قیس کہ جو دین عیسوی کا عالم تھا قدم آگے بڑھا اور جمال پیغمبرؐ، صورت حیدرؑ اور حسنینؑ کے نورانی چہرے دیکھے اور دیکھا کہ ایک خاتون چادر عصمت اوڑھے ہوئے ہے وہ مثل بید لرزنے لگا اور فوراً ہی اپنے وفد میں واپس ہوا اور کہا کہ اے میرے ساتھیو۔ میری بات پر کان دھرو گوش دل میرا سخن سنو۔ ان سے مباہلہ ترک کرو۔ بخدائے عظیم میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ ذوات مقدسہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ ہٹ جائے تو بے شک خدا ان کی دعا قبول کرے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کرے گا۔ اور اگر ان ہستیوں نے نصاریٰ پر نفرین و لعن کیا تو پھر روئے زمین پر کوئی نصاریٰ باقی نہ رہے گا یہ بہتر ہے کہ ان سے مباہلہ کی بجائے مصالحہ کر لیا جائے۔

اے دوستو۔ مباہلہ میں نصاریٰ نے پنجتن پاک کے چہرے دیکھ کر یہ یقین کر لیا کہ یہ لوگ خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جو خدا سے مانگیں وہ ان کو ملے گا۔ لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ ابوجہل نے جو سختی اختیار کی وہ سب پر ظاہر ہے۔ کوہ صفا پر آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ ماہ رمضان المبارک کی انیسویں شب حضرت علیؑ مرتضیٰ کو ابن ملجم نے ضرب لگائی جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ بعد وفات رسولؐ خدا زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السّلام کو زہر دے کر شہید کیا۔ اور امام حسینؑ کو کربلا میں ان کے اصحاب و انصار۔ عزیز و برادران اور اولاد کے ساتھ شہید کیا یہ سب مظالم مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئے۔ بہرحال جب نصاریٰ نے مباہلہ کی بجائے مصالحہ یعنی صلح کر لی تو جزیہ دینا قبول کیا کہ وہ ہر سال دو ہزار حُلّہ کہ ہر ایک حُلّہ (پوشاک) چالیس درم کا، تیس گھوڑے اور تیس زرہ، بطور جزیہ دینا قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر نصاریٰ مباہلہ کرتے تو خداوند عالم ان کو بندر اور سؤر کی شکلوں میں تبدیل کر دیتا غرض کہ مقابلہ میں پنجتن پاک کی صداقت اور حقانیت نے اسلام کو بچا لیا اور یہ اسلام کی شاندار فتح ہے۔

پنجتن پاک کی شیعوں اور محبوں کے حق میں دعائے مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہ زہراؑ

کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آئمہ معصومینؑ اپنے شیعوں اور محبوں کے

لیے برابر دعاء مغفرت کرتے رہتے تھے۔ مروی ہے کہ سیدہ عالمینؑ نے اپنے بابا سے عرض کیا کہ آپ کو اپنی امت کے گناہ گاروں کا ہمہ وقت خیال رہتا ہے لہٰذا آپ اپنے دوستوں اور علیؑ کے شیعوں کے لیے دعا فرمائیں۔ کیونکہ امت آپ کی دعاؤں کی محتاج و امیدوار ہے۔ آپ دوستوں کے لیے دعا فرمائیں ہم آمین کہیں گے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیئے اور خداوند عالم سے عرض کیا کہ پروردگار عالم جو شخص میرے اہلبیتؑ کو دوست رکھے اس کے گناہ بخشدے۔ اور ان کی حاجتیں برلا۔ جناب امیرالمومنینؑ۔ امام حسنؑ امام حسینؑ اور حضرت سیدہ عالمین نے آمین کہا اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو بندہ دوسرے بندہ کے حق میں آزار کن باتیں کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے اللهم اجعلنا من شيعتهم ومحبيهم امين يارب العالمين (برائے مولف کتاب ہٰذا مومنین دعاء مغفرت کریں)

کتاب کنز الواعظین میں کتاب تبر المذاب اور کتاب عقائق سے روایت ہے کہ بعد رحلت حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب فاطمہ زہراؑ بیمار ہوگئیں اور آپ کو فلاں فلاں کے ہاتھوں صدمات پہنچے جس کی وجہ سے آپ اپنے بابا کی جدائی پر رو رو کر آپ سے ان کی شکایت کرتی تھیں۔

جناب معصومۂ دو عالم آنحضرتؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں جب کبھی حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو دیدار رسولؐ خدا مطلوب ہوتا تو آپ سیدۂ عالم کو دیکھتے تھے۔ اور جناب سیدہ کی گفتگو سنتے اور تسکین قلب ایمان ہوتی۔ پس جب کہ سیدۂ عالم پر مرض نے زیادہ غلبہ کیا حضرت امیر

علیہ السلام نے ایک روز دیکھا کہ سیدہ بیماری کی حالت میں بستر پر آرام کر رہی ہیں جسم کمزور ہوگیا ہے اور آپ کے پاس آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ موجود ہیں۔ معصومہ کے سر مبارک کے نیچے پوست گوسفند تھی اور لحاف اُونی تھا۔ دوا اور غذاء فاطمہؑ حمد و شکر خداوندی تھی امیرالمومنین نے مزاج پرسی کی سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ میری خواہش ہے کہ میں ان دنوں میں دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور اے ابوالحسنؑ میری اپنے دونوں فرزندوں کے بارے میں یہ وصیت ہے کہ میرے بچوں پر نظر لطف و کرم رہنا۔ اور جب یہ دونوں فرزند میری قبر پر آنا چاہیں تو ان کو منع نہ کرنا۔ میری قبر پر قرآن پڑھتا۔ میں اگرچہ بچوں سے اور تم سے دُور رہوں گی۔ مگر میری روح۔ میرا دل بچوں میں رہے گا اے علیؑ میں تم سے راضی ہوں اور اے علیؑ میں نے تمہاری خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ فبکیٰ علی علیہ السلام وقال یا بنت المصطفیٰ و یا سیدة القادحی لروحك الفداء یا بنت البشیر النذیر ومن ارسل رحمة للعالمین۔ حضرت امیرالمومنین فاطمہ زہراؑ کی وصیتیں سن کر گریہ فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی محاسن شریف (یعنی ریش مبارک) آنسوؤں سے تر ہوگئی اور فرمایا اے بہترین نساء عالمین میں تجھ سے راضی اور خوشنود ہوں اور خدا و رسولؐ تجھ سے راضی و خوشنود ہیں۔ پھر سیدہ عالمؑ نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تم آپ مجھے غسل و کفن دینے سے فارغ ہوں اور مجھے قبر میں اُتاریں تو قارورہ یعنی ڈبہ اور شیشہ قبر میں رکھ دیں پس آپ نے فضہ سے فرمایا کہ دونوں چیزیں لاؤ فضہ نے حاضر کیں۔ فقال علی یا سیدة النساء ما الذی فی هذه القارورة

ھل ھو من ماء زمزم۔
حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے خاتون اس قارورہ میں کیا چیز ہے کیا یہ آبِ زمزم ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ اے علیؑ جو اشک میری آنکھوں سے خوفِ خدا میں رواں ہوئے ہیں وہ میں نے جمع کئے ہیں جو کہ اس قارورہ میں ہیں اور یہ روزِ حشر کے لیے جمع کئے ہیں یہ آبِ زمزم نہیں ہے اور اے علیؑ ان آنسوؤں کو میری قبر میں رکھ دینا۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار رسولؐ خدا سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ان الدمعة تطفی غضب الرب و ان القبر لا یکون روضة من ریاض الجنة الا ان یکون العبد قد بکیٰ من خیفة اللہ تعالیٰ وخوفاً من النار۔ یعنی کہ آنسو غضبِ خدا کو رحمت سے بدل دیتے ہیں اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اس وقت ہو گی کہ جب بندہ خوفِ خدا اور خوفِ جہنم میں آبدیدہ ہو۔ اے امیرالمومنین میں نے یہ آنسو خوفِ خدا میں اپنی آنکھوں سے برسائے ہیں اور جمع کئے۔ امیرالمومنین نے سنا اور گریہ فرمایا اور جب سیدہ عالم نے آپ کو گریہ کناں دیکھا تو فرمایا۔ لو بکی محزون فی امة لرحم اللہ تعالیٰ تلک الامة۔ یعنی کہ اے علیؑ اگر آپ میری محزون ہوئے ہیں اور آنسو گرائے ہیں تو خدا ان آنسوؤں کی برکت سے مجھ پر رحم کرے گا۔ کہ میں کنیزِ خدا اور دخترِ رسولؐ خدا ہوں اور تم ولیٔ کائنات ہو۔ اس وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ رونے لگے جناب امیرالمومنینؑ نے ان کو تلقینِ صبر فرمائی اور خموش کیا۔ ثم فتحت الحق۔ پس فاطمہ زہراؑ نے وہ قارورہ کھولا۔ اس میں ایک ٹکڑا حریرِ سبز تھا جس میں ایک کاغذ تھا۔ اور اس کاغذ سے ایک نورِ ساطع ہو رہا تھا۔ جناب امیرالمومنین نے فرمایا یا بنت خدیجة الکبریٰ ما ھذا۔ یہ کاغذ کیا ہے کہ

جس میں اس حقہ یعنی قارورہ کو پنہاں کیا ہے اور اسے تم اپنی قبر میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو۔ فرمایا کہ سفینة النجاة یعنی کہ یہ سفینۂ نجات ہے۔ یہ قارورہ اور اس میں جو کچھ ہے وہ امانت ربّ العزّت ہے حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے سیدہ وہ کیا امانت ہے۔ معصومۂ دو عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ لما زوجنی بک ابی اس زمانہ میں جب کہ آپ کے ساتھ میرے پدرِ عالیقدر نے مجھے تزویج کیا مجھ سے فرمایا اے بیٹی کہ خداوند عالم نے عرش کے نیچے شجرِ طوبیٰ کے سایہ میں تمہاری محفلِ عقد منعقد کی اور شجرِ طوبیٰ المنتہیٰ کہ جو وسطِ بہشت رعنا میں ہے اس وقت حوروں نے جواہر نثار کئے۔ وھی عندھم ذخیرة اور یہ وہی دُرہار جنتی اور جواہر ہیں۔ اور روزِ قیامت مومنین کو ہدیہ ہوں گے۔ اور شبِ عروسی جب آپ آئے تو میرے پاس دو پیراہن تھے۔ ایک لباس نَوا اور دوسرا کہنہ لباس تھا۔ کہ ایک سائل کی آواز میرے گوش زد ہوئی کہ وہ کہہ رہا تھا۔ یا اھل بیت النبوة و معدن الخیر والفتوة و ان کان عندکم قمیص خلق فانی بہ جدیرلا فی سائلہ فقیرة کہ اگر کوئی کہنہ ہو تو مجھ فقیر عورت کو دیا جائے۔ اے علیؑ میں نے اپنا کہنہ لباس اس فقیر عورت کو دینا پسند نہ کیا اور اپنا نیا لباس اس کو دے دیا۔ صبحِ عروسی کو میرے پدر بزرگوار تشریف لائے دیکھا کہ میں کہنہ لباس میں ہوں تو فرمایا اے بیٹی الیس لک قمیص جدید۔ یعنی اے بیٹی کیا تمہارے پاس نئی قمیص نہیں تھی۔ میں نے واقعہ سائل بیان کیا اور عرض کیا اے بابا جان میں نے سائل کو نئی قمیص بخشدی اور ایسا اس لیے کیا کہ جب میری ماں کی تزویج آپ سے ہوئی ایک روز سائل کے دروازے پر آیا۔ اس نے لباس کا سوال کیا۔ آپ

نے اپنا پیراہن اپنے جسم مبارک سے اتارا اور اس سائل کو دے دیا۔ پس میں نے آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی نئی قمیص سائل کو دے دی آنحضرتؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے پیار کیا اور اسی دوران جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کیا اے رسولؐ خدا حق تعالیٰ اسلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا اسلام فاطمہؑ کو بھی پہنچاؤ۔ اور اس کو مبارکباد دو اور اس سے کہو کہ جو کچھ مجھ سے مانگے گی وہ میں عطا کروں گا۔ اور بشرها انی احبها اور اس کو بشارت دو کہ میں اے فاطمہ تجھے دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے وہ پیغام ربانی مجھے سنایا۔ میں نے عرض کیا مجھے سوائے لقاء خدا یعنی رضاء خدا کچھ اور نہیں چاہیئے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی تم میری امت اور اپنے شیعوں کے لیے دعاء مغفرت کرو۔ میں نے دعا مغفرت کی۔ پھر جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور خدا کا پیغام پہنچایا۔ کہ خدا فرماتا ہے کہ اے میرے رسولؐ قد غفرت لعصاة امتك وشيعة علی ممن فی قلبه محبة من فاطمة ومحبة من ابيها وبعلها وولدها۔ کہ میں نے تمہاری امت اور علیؑ کے شیعوں کو بخش دیا ان لوگوں کو بھی بخش دیا کہ جو فاطمہؑ اور اس کے پدر بزرگوار اور اس کے شوہر نامدار اور اس کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہے میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ میں اپنے شیعوں کے لیے بخشش نامہ چاہتی ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ بہشت بریں سے ایک پارچۂ سبز و سفید لا۔ جبرئیلؑ اس پارچہ کو لائے اور قلم قدرت نے کتب علی نفسه الرحمة۔ جبرئیل و میکائیل گواہ بنے۔ اور پیغمبر اسلام نے اس کتبہ کو اس حصہ میں رکھا اور مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کی حفاظت کرو تا روز وفات آئے۔ فعليك بالوصية ان يوضع فی لحدك یعنی اے فاطمہؑ

وصیت کرکہ اس کو تیری قبر میں رکھا جائے۔ اور جب روز برپا ہو تو گنہگاران امت رحمت خدا سے مایوس نہ ہو۔ اور یہ نوشتہ وعدۂ الٰہی ہے جو روز قیامت پورا ہوگا پھر سیدہ عالمینؑ نے امیر المومنینؑ سے یہ وصیت بھی کی کہ اے علیؑ وقت غسل میرا جسم برہنہ نہ کرنا بلکہ پیراہن کے نیچے مجھے غسل دینا۔ حضرت فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوئیں اور امیر المومنین نے آپ کو غسل دیا مگر واحسرتا جب علیؑ غسل دے رہے تھے تو چیخ مار کر رونے لگے بسبب گریہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ فاطمہ کا پہلوئے شکستہ پر نظر پڑی واحسرتا دختر رسولؐ خدا کی امت نے کچھ قدر نہ کی۔

واقعہ غریبیہ۔ شیخ طریحی نجفی جو کہ مومنین و علماء حضرات میں مرد صالح مشہور و معروف تھے روایت کرتے ہیں کہ علماء صلحائے مومنین میں سے ایک بزرگ نے جناب سیدہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ حوران بہشتی اور اپنے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار علی مرتضیٰ اور اپنے برخوردار حسن مجتبےؑ کے ساتھ کربلا میں قبر امام حسین علیہ السلام پر موجود ہیں اور نوحہ و شیون فرما رہی ہیں۔ پس میں نے دیکھا کہ فاطمہؑ زہرا نے حضرت رسولؐ خدا کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابا یا رسول الله اما تنظر الی امتك۔ کہ اے بابا جان اے رسولؐ خدا آپ نے اپنی امت کی طرف کبھی نگاہ نہیں فرمائی اور نہ کبھی دیکھا کہ اس امت نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ قتلوه ظلمًا وعدوانًا یعنی کوئی اس طرح قتل نہیں کیا گیا جس طرح کہ حسینؑ قتل کئے گئے قتلوه ومن الماء منعوه وللمنايا والغصص جرعوه اسے قتل کیا اور پانی تک نہ دیا۔ واخر قتيلًا بكاه ربنا ما خلقتنا الا للبلاء۔ اے بابا جان میرا دل ان مظالم کو دیکھ

کر سوختہ ہو گیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ خدا نے ہمیں صرف بلاء و ابتلاء کے لیے خلق فرمایا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے بابا جان ذرا علیؑ مرتضیٰ کی طرف دیکھئے کہ اُمّت نے ان کو ماہ رمضان المبارک میں ضربت لگائی اور علیؑ کو شہید کیا۔ میرے دروازہ پر لوگ جمع ہو گئے اور احترام ختم کر دیا۔ میرے حسنؑ کو زہر دیا۔ میرے شکم میں محسن کو شہید کیا۔ "واحسرتاہ"۔ کانی لم اکن بضعۃ منک۔ گویا جیسے میں آپ کی پارۂ جگر ہی نہیں ہوں کیا آپ نے فرمایا تھا فاطمۃ بضعۃ منی اس کے باوجود انت تعلم ما صنع بی کسر اللعین ضلعی حتی مت اور میں جانتی ہوں کہ آپ کی امّت کے لوگوں نے مجھ پر کسقدر ظلم کئے ہیں۔ اور اے بابا جان و اعظم من ھذا منعونی من البکاء۔ اور حد ہو گئی کہ آپ کی رحلت کے بعد مجھے رونے بھی نہ دیا گیا اُمت نے اعتراض کیا یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ وہ سید جلیل بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرتؐ کی یہ حالت دیکھی کہ آنحضرتؐ نے باآواز بلند گریہ فرمایا۔ اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ واکرباہ لکربک یعنی اے فاطمہ آہ تیری مصیبتیں پھر آنحضرتؐ نے ان لوگوں کی طرف موہنہ کر کے فرمایا کہ جو وہاں موجود تھے۔ واعلیاہ واحمزتاہ واعباساہ واحسناہ وابا طالباہ قتل ولدی الحسین ما تحاضر بات ولم تحضرہ لبوث الغزوات

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

اے علیؑ، اے حمزہؑ، اے عباسؓ اے حسنؑ تم شیران بیشۂ شجاعت اس وقت نہ تھے کہ جب میرا حسینؑ قتل ہوا ہے۔ و قد قتلوا صغیرھم و کبیرھم

و ذبحوا رضیعھم و فطیمھم واستباحوا نساءھم و حریمھم۔ اطفال خورد سال۔ شیر خوار علیؑ اصغر، اور حسینؑ کے جوانوں اور بوڑھوں کو قتل کیا۔ اور میری حرمت نہ کی۔ وائے اس جماعت پر یہ کیونکہ میدان حشر میں میرے پاس آئے گی اور کیونکہ مجھے دیکھے گی کہ میری اولاد کو قتل بھی کیا اور مجھ سے شفاعت طلب ہیں۔ اے دوستو میری بیٹی فاطمہؑ قیامت میں وارد ہو گی اس وقت منادی ندا دے گا اے اہل محشر غضوا ابصارکم یعنی اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میری بیٹی فاطمہؑ آئی ہیں و تیابھا بدم الحسین مصبوغۃ ومعھما قمیص اخر ملطخ بالسم۔ اس کے ساتھ دو پیراہن ہوں گے۔ ایک پیرہن حسینؑ خون آلودہ ہو گا دوسرا پیراہن حسنؑ زہر آلودہ ہو گا اس وقت تمام اہل محشر میں شور گریہ و بکا بلند ہو گا (از مترجم۔ چونکہ شیعان و محبان امام حسینؑ دنیا میں بھی مجلس عزاء امام حسینؑ برپا کرتے رہیں اور گریہ و بکا کرتے ہیں اور چونکہ میدان حشر کو روز معاد کہتے ہیں پس مجلس عزا جو دنیا میں ہم برپا کرتے ہیں وہ میدان حشر میں بھی برپا ہو گی۔ اور شیعہ ہی گریہ و بکا کریں گے۔ جو لوگ یہاں رونے کے خلاف ہیں وہ وہاں بھی خموش رہیں گے) پس اس وقت فاطمہؑ زہرا ایک بلند گریہ فرمائیں گی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کریں گی۔ یا عدل یا حکیم احکم بینی و بین قاتل ولدی اے خدا اے عادل و احکم الحاکمین تو میرے اور قاتلان حسنؑ و حسینؑ کے درمیان فیصلہ کر خداوند عالم کی طرف سے جواب آئے گا کہ اے فاطمہؑ تو داخل بہشت ہو قاتلان کو میں ہرگز نہیں بخشوں گا ان کو داخل جہنم کروں گا۔ اس وقت فاطمہؑ عرض کریں گی کہ پروردگارا میں یہاں حسینؑ کو شہید ہونے کی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ خطاب قدرت

ہوگا اے فاطمہ ذرا نظر کرو اہل محشر پر اس وقت فاطمہؑ دیکھیں گی کہ حسینؑ کا سر بریدہ کٹا ہوا ہے اور حسینؑ آرہے ہیں اس وقت تمام محشر سے یہ حالت نہ دیکھی جائے گی۔ گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوں گیں۔ اور غم حسینؑ میں رونے والے داخل بہشت ہوں گے۔

شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا زندان کوفہ سے باہر آنا

یاشیعۃ الآل ویا ارباب الکمال ان اللہ بمنن السابقۃ و رحمۃ واسعۃ ۔ یعنی اے شیعان آل اطہار اور اے صاحبان کمال اللہ تعالیٰ نے تم کو مختص کیا ہے محبت اہلبیت طاہرین میں اور اپنی رحمت واسعہ کے لیے پس شیعہ السابقون السابقون اُولٰئِکَ المقربون کے مصداق ہیں اپنی غرض تخلیق کو پہچانتے ہوئے اپنے مدارج کو جو دوسری امتوں کے مقابلہ میں حاصل ہیں پہچاننا چاہیے کہ دوستی حضرات اہلبیتؑ طاہرین ہماری خلقت میں ودیعت کی گئی ہے اور ان کی اقتداء دلیل ایمان قرار دی گئی ہے۔

فانتم شیعتہم المخلصون واصحابہم المؤیدون الیکم نظر اشفقتہم ولکم حظ شفاعتہم منہم قرب وسیلتہم وفیہم الرحمۃ الموصولۃ ولدیہم الشفاعۃ المقبولۃ ولہم المقام المحمود وبیدہم مفتاح المقصود وعلیہم ورود کل مقبول ومردود ہم الصراط المستقیم والمسؤل عن النعیم فتنافسوا الی اقامۃ لوازم الولاء وسارعوا الی مراسم الماتم والعزاء وادامۃ النوح والبکاء علی خامس

اہل الکساء وانصروہ بالسنتکم وعیونکم بالغدو والرواح اذ فاتکم نصرۃ بالابدان والارواح فانہا احدی الوسیلتین للفوز بسعادۃ النشأتین من ولاء علی وعزاء الحسین۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعان اہلبیتؑ طاہرین عنداللہ مخلصین ہیں مستحق شفاعت ہیں۔ جو بھی اہلبیتؑ اطہار تک پہنچ گیا وہ مقبول خدا ور سولؐ ہے اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ صراط مستقیم سے منحرف ہے اور بروز قیامت وہ جوابدہ ہوگا۔ پس ولاء مرتضوی اور اہلبیت طاہرین کی مودت مقتضی ہے کہ عزاء حضرت سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام برپا کی جائے۔ مراسم عزاء ماتم کو برقرار رکھا جائے نوحہ وبکا غم امام حسینؑ کیا جائے شہیدان کربلا کی نصرت کی جائے یعنی کہ یالیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیما کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ اقامہ عزاء امام حسینؑ کی حفاظت کی جائے ایسا ہی ثواب ہے جیسا کہ ہمرکاب امام حسینؑ رہ کر جام شہادت پیا۔ یہیں سے سینہ کوبی اور زنجیر زنی بھی مستفاد ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ جب یزید پلید نے ابن زیاد بدنہاد کو نامہ لکھا کہ سرہائے شہداء کربلا اور اسیران اہلحرم کو بغیر کسی تاخیر کے شام بھیجدے۔ جب ابن زیاد ملعون کو یزید کا خط ملا تو اس نے فوراً ہی اہلحرم کو قید خانہ سے باہر لانے کا حکم دیا۔ اہلحرم زندان کوفہ سے نکلے۔ سرہائے شہداء اور اسیروں کو شام روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا۔ شتران بے کجاوہ لائے گئے۔ اور ان ظالموں نے کہا ایتہا الاساری قوموا وارتحلوا۔ اے اسیران کربلا اٹھو اور سوار ہو تاکہ بسوئے شام روانہ ہوں۔ اسیران کربلا کی اس وقت کی حالت کی منظر کشی حسب ذیل ہے۔

(۱) زنہادن زنجیر گیسو ! طفلان بستیدن سرہا بزانو
(۲) مردان خستہ مجموع بستہ ساعد بساعد باز بازو
(۳) بنشستہ از غم سر در گریبان ناگہ برآمد بانگ ہیاہو
(۴) کردند یکبار رو در خرابہ کوفی زیکسو شامی زیکسو
(۵) بگرفتہ با غیظ آن تیغ برکف آن یکہ بر پشت وآن یک بپہلو
(۶) از آنغریبان برشد بکیوان آواز یارب فریاد یاہو
(۷) از حال زار آنغم نصیبان جمازہ ہا را در گرد آن کو
(۸) از اشک حسرت خون تا بگردن وز خوی خجلت گل تا بزانو
(۹) چشم سکینہؑ در المیانہ فتاد ناگہ شمر بدخو
(۱۰) بانالہ بگرفت دامان زینبؑ گفتا امان است ازین جفا جو
(۱۱) عمہ رضایم مارا ببندند بازو ببازو گیسو بہ گیسو
(۱۲) اما نیفتد یک لحظہ چشم بر چشمہای شمر جفا جو
(۱۳) زیرا کہ دیدم باب مرا زد حکیمہ بسینہ پائی بہ پہلو
(۱۴) آنگاہ دیدم خصمابہ نشست آن گبر بیدین بر سینۂ او
(۱۵) برخاست آنکہ او سینہ وی اورا بخواری افگند بر رو
(۱۶) ببرید از خشم سر از قفایش
ایوای برمن ای حیف براو

وہ بیرحم یعنی کوفی وشامی لوگ اسیران کربلا کو زندان سے باہر لائے شتران بے کجاوہ لائے گئے اور اہلحرم ان پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل کوفہ تماشائیوں کی طرح جمع تھے۔ مرد و عورت اور بچے اسیروں کے دیکھنے میں مشغول تھے۔ اور ظلم

بالائے ظلم یہ تھا کہ کوفی لوگ خوشی ہو رہے تھے اور اسیروں پر ہنس رہے تھے۔ جب زینبؑ خاتون نے دیکھا تو آہ سرد بھری ؎

زینبؑ چو بدید خواری خویش افغان بکشید از دل ریش
گفت اے شہ کشور ولایت اے صاحب منبر ہدایت
از قبر نجف سری برون آر بنما نظرے زینبؑ زار
اے مادرم اے حمیدہ زہراؑ انداختہ از نظر تو مارا
ویران نہ چنان شد است کارم کآبادی خود امید دارم
صافی تن من چو در دگشتہ از ضرب سنگ خوردہ گشتہ
فرسودۂ تو شد است جانم از غم شدہ آب استخوانم
ای راحت جان من کجائی
در بردن جان من نیائی

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ جب شہزادی دین و دنیا حضرت زینبؑ خاتون نے کوفہ میں کہ جہاں شہزادی کہلاتی تھیں اپنی یہ ذلت و خواری دیکھی تو فغان کی اور زخمی دل سے آہ کھینچی۔ اور عالم تصوّر میں شاہ نجف اور اپنی ماں زہراؑ کو یاد کیا اور فریاد کی کہ اے دیکھئے کہ کیا کیا ظلم و ستم ہو رہے ہیں لوگ پتھر مار رہے ہیں لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اے اماں اے مروی ہے کہ ابن زیاد ملعون نے اسیران کربلا کو اونٹوں پر بلا کجاوہ و محمل سوار کیا۔ اور امام زین العابدین کو طوق و سلاسل کے ساتھ شام روانہ کیا۔

علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار اونٹوں پر سوار تھے نہ سروں پر مقنعہ نہ چادریں تھیں نہ کوئی خاص لباس تھا بلکہ اسیران اہلبیتؑ ترک و دیلم

کے قیدیوں کی طرح اسیر بنائے گئے تھے زبان پر ہائے حسینؑ تھا۔ کوفیوں نے عجیب ذلت و خواری کے ساتھ اہلحرم کو شام روانہ کیا۔

دختران علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا کوفہ سے دو مرتبہ باخفت نکلنا

کتاب ریاض میں ہے خرجت بنات علی اخوات الحسین عنوۃ و کرھا مرتین یعنی کہ دو مرتبہ دختران علیؑ و بتولؑ۔ جبراً و کرھاً کوفہ سے باہر آئی ہیں پہلی مرتبہ اس وقت کہ جب حضرت امیرالمومنین کی شہادت ہو گئی۔ تو زینبؑ و ام کلثوم حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہمراہ کوفہ سے نکلیں۔ اور مدینہ گئیں لیکن وقت روانگی۔ احترام و انتظام دیدنی تھا۔ دور باش کی صدائیں بلند تھیں کہ لوگو دور ہو جاؤ اب وارثان تطہیر سوار ہو رہی ہیں۔ بنی ہاشم پردہ کا اہتمام کر رہے تھے مگر پھر بھی کوفہ سے قہراً نکلنا تھا کہ امیرالمومنین کی شہادت ہو چکی تھی اور زمانہ کروٹ بدل چکا تھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان امام حسن مجتبےٰ علیہ السّلام سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ کوفہ والے حضرت امام حسنؑ کی شان میں نازیبا الفاظ کہہ رہے تھے لہٰذا امام حسنؑ کو ناگزیر تھا کہ کوفہ سے مدینہ ہجرت کر جائیں۔ ایسے عالم میں جب سیدانیوں نے کوفہ چھوڑا تو ایک طرف بابا کی قبر سے جدائی کا تصور دوسری طرف کوفہ والوں کی بیوفائی کا خیال نشتر کا کام کر رہا تھا۔ قال الراوی وھو عبداللہ بن جندب الازدی عن ابیہ جندب الازدی جو علی علیہ السّلام کے مخلصین میں سے تھے کہتے ہیں کہ اس روز کہ جب شہزادگان حسنؑ و حسینؑ کوفہ

چھوڑ رہے تھے اور عازم سفر مدینہ تھے۔ میں ان کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دور ہمراہ گیا۔ فلما جاوزنا دارالھند پس جب ہم دار ہند سے کچھ دور ہوئے دیکھا کہ شہزادۂ عالمین یعنی حسینؑ آہ سرد بھرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے اے کوفہ میں پھر دوسری مرتبہ اپنے سر کے ساتھ تیری طرف آؤں گا لیکن میرے اہلبیتؑ باحال پریشان ہو گئے چونکہ قضاء الٰہی نہیں بدلا کرتی ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کا سر بریدہ کوفہ میں آیا اور اہلحرم اسیر ہو کر کوفہ آئے۔ اس وقت بنات علی یندبنہ ویبکین علیہ۔ چنانچہ علیؑ کی بیٹیاں نوحہ زاری کرتی ہوئی آئیں۔ دوسری مرتبہ نبی زادیاں اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں جب شام جانے لگیں تو زندان سے نکلیں اور اسیر ہو کر شام کو روانہ ہوئیں اس وقت تماشائیوں کا ہجوم تھا اور زینبؑ و ام کلثومؑ کے لیے یہ خواری و ذلت سانحہ تھا۔

اسیران اہلبیتؑ اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی

شیخ طریحی نے اپنی کتاب منتخب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیروں کو شام بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اسیر زندان کوفہ سے باہر آئے اور ابن زیاد بدنہاد نے شمر ولدالحرام، شیث بن ربعی، اور عمرو بن الحجاج ملعون کو قافلہ کے ساتھ روانہ کیا۔ مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہوا دمشق پہنچا تو شمر ولدالحرام نے حکم دیا کہ ابن زیاد چاہتا ہے کہ شام کے ہر شہری کو چاہیئے کہ اہلحرم اور سرہائے شہداء کے داخل دمشق ہونے کی ایک دوسرے کو خبر کرے تاکہ اسیری اہلبیتؑ کی سب کو خبر ہو جائے۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ابن زیاد ملعون نے دو ہزار کی جمعیت شمر ولد الحرام اور عمر بن حجاج وغیرہ کے ساتھ روانہ کی تھی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ پانچ ہزار کی جمعیت تھی اور سر بریدۂ امام حسینؑ پر نگرانی کے لیے چالیس افراد مقرر کیے تھے۔ بعض کتب میں ہے کہ پچاس افراد مقرر کئے تھے اور سر مبارک ایک صندوق میں تھا، اور باقی شہداء کے سرہائے مبارک دوسرے صندوقوں میں بند تھے۔ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا تھا کہ سر امام حسینؑ راستہ میں نہ نکالا جائے بلکہ دمشق پہنچ کر سر حسینؑ نکالا جائے۔

شیخ فخر الدین کی کتاب منتخب، مقتل ابی مخنف، تبر مذاب وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب داخل دمشق ہوئے ہیں تو سید سجادؑ زنجیریں پہنے ہوئے تھے۔ اور اسیران بلا بے کجاوہ اونٹوں پر سوار تھے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں جیسے ہی دیکھا کہ اسیروں کا قافلہ اور سر بریدۂ امام حسینؑ شام روانہ ہونے والا ہے۔ جمعیت رائ علی الیسرۃ معہم۔ میں نے مصمم ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ شام جاؤں۔ میں نے ہزار دینار اور ہزار درہم جمع کئے اور اس قوم کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ کوفہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلی منزل قادسیہ ہے جہاں قافلہ والے منزل کرتے ہیں یعنی قیام کرتے ہیں۔ ہر شخص سایہ دار جگہ میں قیام کرتا ہے خیمہ نصب کئے جاتے ہیں مگر اسیران اہلبیتؑ زمین پر بیٹھے رہے نہ خیمہ۔ نہ سائبان۔ نہ ان کے سروں پر چادریں تھیں۔ اسیران حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے کوئی ماتمی حلقہ ہوتا ہے ان کے درمیان نوحہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

شیخ اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے اسیروں کے ہمراہ پہلی منزل میں قیام کیا تو سرہائے شہداء کو اپنے سامنے رکھا اور اسیروں کو ایک گوشہ

میں جگہ دی اور بروایت ہاتھ نمودار ہوا اور یہ اشعار خون سے دیوار پر رقم ہو گئے ؎

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب
فلا واللّٰہ لیس لھم شفیع وھم یوم القیمۃ فی العذاب

کیا وہ اُمت حسینؑ کے نانا سے شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے کہ جس نے حسینؑ کو قتل کیا۔ خدائے ذو الجلال کی قسم ایسے لوگوں کے لیے شفاعت رسولؐ خدا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ قاتلان حسینؑ کے لیے اور جو اس قتل پر راضی ہیں ان کے لیے قیامت میں دائمی عذاب ہے۔ وہ لوگ عذاب میں رہیں گے جب لشکر ابن زیاد نے یہ اشعار دست غیبی سے دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے تو لشکر والوں کو خوف محسوس ہوا۔ اور جب لشکر ابن زیاد اسیروں کا قافلہ کر پہلی منزل سے روانہ ہوا تو ہاتف غیبی کی یہ آواز سن (آواز آ رہی تھی مگر آواز دینے والا نظر نہیں آ رہا تھا) ؎

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعترتی وباھلی عند مفتقدی منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

علامہ مجلسیؒ نے ان اشعار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ اشعار منزل اوّل ہی میں لکھے ہوئے دیکھے گئے اور اس کے بعد ملائکہ کے نوحہ کی آواز سنی گئی کہ وہ نوحہ کر رہے تھے ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا ابشروا بالعذاب والتنکیل

یعنی اے قوم ناپکار تم نے حسینؑ کو قتل کیا۔ تم عذاب دردناک کی بشارت ہو۔

(از مترجم حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اس قسم کی غیبی اشعار لکھے ہوئے

دیکھتے گئے اور صدائیں سنی گئیں کہ جن میں انجام قاتلان امام حسینؑ کی خبر ہے۔ مگر پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ اگر توبہ کرلیں تو اُن کی نجات ہو سکتی ہے حالانکہ قتل امام وقوع پذیر ہوتے ہی قاتل عذاب کا مستحق ہے)

حکایت جناب فضہؑ اور غذاءِ بہشتی

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ارباب مقاتل نے کوئی ایسی خبر نہیں دی ہے کہ راہ شام میں کسی منزل میں بھی اہلبیتؑ طاہرین کو لشکرِ ابن زیاد نے غذا و طعام خاطر خواہ فراہم کیا ہو۔ اور اگر آب و غذا فراہم بھی کی ہے تو وہ کافی نہ تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے منہال بن عمرو کوفی سے فرمایا واللہ الی الاٰن ما شبعت بطونھن ولا اکسین رؤسھن یعنی کہ اسیروں کو شکم سیر ہو کر کھانا نہیں ملا۔ اور اہلبیتؑ نے اپنے سروں میں کنگی بھی نہیں کی ہے مگر یہ کہ فضہ کی درخواست پر غذاءِ بہشتی جو فضہ نے اہلبیتؑ طاہرین کے لیے پیش کی تھی۔ اس غذائے بہشتی کی حکایت یہ ہے کہ کتاب مصابیح القلوب میں ہے کہ شب ہائے رمضان المبارک میں سے ایک شب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مدعو کیا اور عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ روزہ افطار فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے شرف قبولیت بخشا اور وقت افطار تشریف لائے اور علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ دوسری شب مخدومہ کونین جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں دعوت افطار صوم دی آنحضرتؐ نے قبول فرمایا اور وقت افطار صوم تشریف لائے اور سب کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ اسی

طرح امام حسن مجتبےٰ اور امام حسینؑ نے آپ کو افطار صوم فرمایا۔ آج سیّدہ عالم کا گھر قابَ قوسین او ادنیٰ کا منظر پیش کر رہا تھا کہ شب معراج اللہ نے اپنے حبیبؐ کو بلایا اور یہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نے دعوت دی معراج میں رسولؐ خدا نے جنت کا سیب نوش فرمایا تو یہاں بھی جنت سے طعام آگیا ہوا یہ کہ حسنینؑ شریفین کے بعد فضہؑ کنیز فاطمہؑ زہرا نے دعوت افطار صوم دی مگر اس دعوت کا ذکر گھر میں نہیں کیا اور اُدھر آنحضرتؐ بھی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج آپ کی فضہ نے مدعو کیا تھا وہاں تشریف لے جائیے اللہ اکبر یہ ہے منزلت فضہؑ پس آنحضرتؐ تشریف لائے سیدہؑ عالم تعظیم بجا لائیں۔ علیؑ اور حسنینؑ ذوالقرنین سلام بجا لائے جناب سیدہؑ عالم نے بصد ادب عرض کیا بابا یہ آپ ہی کا گھر ہے مگر آج کس لیے تشریف لائے ہیں فرمایا کہ اے سیّدہ آج ہمیں تمہاری کنیز فضہ نے مدعو کیا ہے۔ سیدہؑ نے کچھ جواب نہ دیا اہلبیتؑ کے گھر آج افطار صوم کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا حضرت امیر المومنین نے فضہ سے فرمایا کہ اے فضہؑ تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی تاکہ کچھ انتظام ہو سکتا فضہؑ نے کہا اے امیر المومنین میں کنیز فاطمہؑ زہرا ہوں جو سیّدۃ نساء العالمین میں جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ خاتون جنت ہیں اللہ خود انتظام فرمائے گا یہ کہہ کر آپ حجرہ میں گئیں اور خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ میں نے تیرے حبیبؐ کو دعوت افطار صوم دی ہے اور میں تیرے نبیؐ کی بیٹی کی کنیز ہوں پس ابھی معروضہ فضہؑ ختم نہیں ہوا تھا کہ رضوان جنت طعام بہشتی لے کر نازل ہوا۔ فضہ وہ خوان نعمت بلکہ حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئیں کیونکہ آج فضہؑ کو اپنے مقدر پر ناز تھا کہ سیدہؑ

کی کنیز ہوں اور طعام جنت میری درخواست پر آ گیا۔ پنجتن پاک نے نوش فرمایا۔

جناب فضہؑ نے محرم کی گیارہویں شب یا سفر شام میں جب بچوں اور عورتوں کو بھوک و پیاس کی وجہ سے قریب بہ ہلاکت دیکھا تو آپ نے غم حسینؑ میں اشک ریزی کرتے ہوئے خدا سے عرض کیا پالنے والے تو علیم ہے کہ اہلحرم حسینؑ پر کیسی مصیبت کا وقت ہے۔ پالنے والے یہاں نہ پانی ہے اور نہ کھانا۔ ظالموں نے تیرے حبیبؐ کی عترت پر کھانا پانی بند کر دیا ہے پروردگارا ے

توئی یاری رس فریاد ہر کس　　بفریاد یتیمان حسینؑ رس
بحق این غریبان سر راہ　　بہ تسلیم اسیران دل آگاہ
بحق این زنان دل شکستہ　　بحق آن شہ درخون تشنہ
بہر طاعت کہ نزد تو ثواب ست　　بہر دعوت کہ پیشت مستجاب ست
من بیکس در این درگہ غبارم　　ازاین افزون دگر طاقت ندارم
کہ یتیم دختران شاہ مردان　　گرسنہ تشنہ ماندہ در بیابان
زجوع و در عطش آل پیغمبرؐ　　بمثل محتضر باشند یکسر
بانعام خود ای فرد یگانہ　　طعامی بہر ایشان کن روانہ
چو این خواہش برآورد از دل پاک　　بسان اشک خود غلطیدہ بر خاک
جبین بر خاک بودش تا کہ از غیب　　بیامد نعمتی از سر لاریب

ہمایوں سفرہ پر از ہمہ چیز
ظروف از ہر موائد بود لبریز

زجا برخاست فضہ با دل شاد　　بیامد خدمت بیمار سجادؑ
نہادہ آن سفرہ را در نزد آن شاہ　　بگفت ای نکتہ من کنت مولاہ
خلائق ریزہ خوار خوان جودت　　دو گیتی آفریدہ از وجودت
زمطبخ خانہ تان یعنی زجنت　　رسیدہ این غذا بی‌مزد و منت
چو آوردہ کنیز آستانست　　قبولش کن فدای جسم جانت
زچوی دیدہ زین العابدین اشک　　روان نمود بر رخسارہ چون اشک
بگفت ای فضہ فکر تازہ کردی　　بطفلان رحم بی اندازہ کردی
نہ من درماندہ بہر نان و آبم　　زبہر باب خود من دل کبابم
بزنجیر گلویم کن نظارہ　　بیا این حلقہ را بنما شمارہ
چو فضہ چشم بر زنجیر انداخت　　بہر حلقہ بہشت خرمی یافت
کہ در ہر جنتی چندین قصور است　　بہر قصری ہزاران قصر حور است
ببالای سر ہر حور رعنا　　بود خوانی پر از نعمت مہیا
ہمہ استادہ اندر انتظار اند　　کو تا گوید بیاید در جملہ آرند
چو فضہ دید این واپس روان شد　　زجان فضہ ہم تاب و توان شد
علی ابن الحسینؑ فرمودہ زاحسان　　بیا بردار ای فضہ تو این خوان
ببر نزدیک زینبؑ عمہ من　　جگر از خون لبالب عمہ من
بگو ای عمہ زین خوان خداداد　　بدہ برکس کہ میباید بادداد

بخوان این قصہ را ای صدر بیقدر
امام چار مین بدہد ترا اجر

ماحصل اشعار یہ ہے کہ فضہؑ نے بارگاہ خداوند عالم میں عرض کیا۔ پروردگارا تو ہی

فریادیوں کی فریاد سننے والا ہے حسین مظلوم کے یتیموں کی فریاد سن لے۔ تجھے ان غریبوں کا جو تیری راہ میں سفر شام طے کر رہے ہیں علم ہے اور تو ان اسیروں کے دل سے آگاہی رکھتا ہے یہ تیری اطاعت میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ان بیکس عورتوں کے حق کا واسطہ کو جو حسینؑ مظلوم کے سوگ میں بیٹھی ہیں۔ اطاعت گزار کو تیری بارگاہ سے ثواب ملتا ہے اور دعا تیری ہی جناب سے مستجاب ہوتی ہے میں اس سفر شام کی گرد و غبار میں مبتلا ہوں بیکس ہوں مسافر ہوں اور کوئی طاقت نہیں رکھتی ہوں میں دیکھ رہی ہوں کہ علی مرتضیٰ کی بیٹیاں بھوکی و پیاسی ہیں۔ ان پر بھوک و پیاس کی وجہ سے احتضار کا عالم جیسا طاری ہے تو اپنے لطف و کرم سے انعام عطا کر اور ان بیکسوں کے لیے طعام نازل فرما۔ پس جیسے ہی یہ خواہش جناب فضہ کے دل میں دعا بن کر آئی اور اس کی آنکھوں سے اشک زمین پر گرے۔ پیشانی جھکائی اور غیب سے نعمت کا نزول ہوا۔ اور مسافرت کا توشہ دان طعام گوناگون سے لبریز ہو گیا۔ فضہ خوشی خوشی حضرت سید سجادؑ کی خدمت میں وہ طعام بہشتی لے کر حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا اے مولا یہ طعام بہشتی حاضر ہے۔ اور اے مولا آپ ہی کی ذات اقدس کے صدقہ میں کائنات میں رزق جاری و ساری ہے۔ یہ طعام جنت مجھے کسی مزدوری کے عوض نہیں ملا ہے بلکہ یہ تو آپ ہی کے کرم کی ایک دلیل ہے۔ سید سجادؑ نے دیکھا مگر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا اے فضہ تم نے بچوں پر رحم کیا۔ لیکن اے فضہ ہم مجبور تو نہیں میں ذرا میری زنجیر کے حلقوں کو دیکھو۔ اب جو فضہ نے نظر کی دیکھا کہ ہر حلقۂ زنجیر میں قصر جنت حوریں نعمتیں تازہ تازہ میوے موجود ہیں پس جیسے ہی فضہ نے یہ نظارہ دیکھا فضہ حیران تھی کہ سید سجادؑ نے

فرمایا کہ اے فضہ حیران نہ ہو ہمیں تمہاری خاطر منظور ہے اپنے اس طعام بہشتی کو میری پھوپھی زینبؑ کے پاس لے جاؤ وہ سب میں تقسیم کریں گی۔ جناب زینب خاتون نے سب میں وہ طعام تقسیم کیا۔ گویا یہ پہلی نذر حسینؑ و شہیدان کربلا تھی جو راہ شام میں تقسیم ہوئے۔ صدر عالیقدر یعنی مؤلف کتاب نے یہ واقعہ نظم کیا ہے مرحوم کی دلی آواز ہے کہ اس کا صلہ ان کو حضرت امام چہارم زین العابدین علیہ السلام سے ملے گا اور مل کر رہے گا۔

واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ

اظہار

کوفہ سے شام روانہ ہونے کے بعد اسیروں کے قافلہ منزل بمنزل قیام کیا۔ پہلی منزل قادسیہ ہے کہ جہاں یہ قافلہ لشکر ابن زیاد کے ساتھ ٹھہرا۔ قال ابو مخنف واسار بالرؤس الی شرق الحصاصۃ ثم عبروا تکریت یعنی کہ حصاصہ کے مشرقی طرف اسیر اور سرہائے شہداء منزل قادسیہ سے روانہ ہوئے اور شہر تکریت کو پار کرنے والے تھے کہ عامل شہر کو نامہ لکھا کہ پوری شان و شوکت کے ساتھ ہمارے استقبال کو پہنچو اور طعام و غذا ہمراہ لاؤ۔ ہمارے ساتھ سرہائے شہداء کربلا اور امام حسینؑ کا سر بریدہ ہے اور ان کے اہل حرم اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں اور لوگوں میں یہ تاثر دیا کہ یہ سر مبارک معاذ اللہ ایک خارجی کا سر ہے۔ اتفاقاً اس مجمع میں ایک نصرانی شخص میں موجود تھا وہ ملت ترسا پر تھا مگر آئین مسیحا پر عمل پیرا تھا۔ کوفہ سے شہر کریت وارد ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ویلکم انی کنت فی الکوفۃ۔ کہ میں کوفہ میں تھا اور در کوفہ کے نزدیک

کھڑا تھا میں اس سر مبارک کے نام سے واقف نہ تھا مجھے بتلایا کہ یہ سر حسینؑ
ابن علیؑ ہے اور علی مدتوں تک کوفہ میں سلطنت رکھتے تھے۔ اس سر بریدہ کی
ماں فاطمہؑ زہرا ہیں جو کہ رسولؐ خدا کی دختر ہیں اس سر بریدہ کے نانا حضرت
محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس جیسے ہی اس جمعیت مردم نے
نصرانی سے یہ باتیں سنی تو بحر فکر میں ڈوب گئے اور سوچنے لگے کہ پھر یہ تو
خارجی کا سر نہیں ہے۔ پس اس نصرانی نے کریت شہر میں اپنے ناقوس بجائے۔
اور اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ یہ سر بریدہ رسول اسلام کے نواسہ کا ہے پھر ان
نصرانیوں نے قاتلان امام حسینؑ پر نفرین و لعنت کی۔ وہاں کے لوگ آمادہ شورش
ہوئے اور لشکر ابن زیاد شہر میں داخل نہ ہو سکا وہاں سے روانہ ہوئے اور
اعسا پہنچے مگر وہاں منزل نہیں کی اور روانہ ہوئے اور عروہ کی منزل کو بھی پار کرتے
ہوئے منزل صلتیا پہنچے یہاں بھی قیام نہیں کیا اور وادی النخلہ پہنچے اور ایک
رات یہاں پر بسر کی۔ واہ مصیبتاہ راستہ بھر کسی نے اسیروں کے حال زار پر
توجہ نہ کی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ جب لشکر والوں نے وادی النخلہ میں قیام کیا
فنزلوا لیلا فیھا ربانوا فسمعوا بکاء الحق علی الحسین ومن بطمئن الخدّ دوبقلن
اس وادی میں جنات کے نوحہ کی آواز سنی گئی۔ شیخ فخر الدین طریحی اپنی کتاب
منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ رات کو جب کہ اہلحرم وادی النخلہ میں تھے جنات
کی عورتوں کے نوحہ وزاری کی آواز سنی گئی۔ لیکن جب لشکر ابن زیاد نے یہ نوحہ
سنا تو فوراً وہاں سے کوچ کیا۔ اور پھر لشکر اور قافلہ ارمیا پہنچا۔ اور قدرے قیام
کرنے کے بعد لبنا پہنچا اس شہر کی آبادی قریب قریب اسقدر تھی کہ جتنی آبادی
مدینہ کی ہے۔ یہاں سے مرشاد پہنچے۔

شیخ طریحی لکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ کو مرشاد لے گئے۔ اور بقول ابی مخنف
اہلبیتؑ کو لبنا لے گئے بہر حال کوئی بھی منزل ہو اہلبیتؑ وہاں گئے۔ اس
شہر کی جمعیّت باہر نکل آئی۔ اور تمام مرد و زن بچے بوڑھے جوان باہر آ گئے
اور جب ان کی نظر سر مطہر امام حسین پر پڑی انہوں نے بلیساختہ قاتلان امام حسینؑ
پر لعنت کی۔ اور قاتلوں کو سخت و سست کہا اور امام مظلوم پر گریہ وزاری
کیا۔ اور کہنے لگے کہ یا قتلہ اولاد الانبیاء اخرجوا من بلدنا اے قاتلان اولاد
نبی ہمارے شہر سے نکل جاؤ جب لشکر بے حیا نے یہ سنا اس شہر کو تباہ برباد
کر دیا۔ اور رحلوا من لبنا اس جگہ سے کوچ کیا۔ وساروا حق وصلوا
الی نکحیلة لشکر ابن زیاد منزل کحیلہ پہنچا اور شہر کے رئیس کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ استقبال
کے لیے آئے اور طعام و غذا کا انتظام کرے اور کہا کہ ہم سر امام حسینؑ ساتھ
لائے ہیں۔ اور اب بسوئے شام جا رہے ہیں کہ یزید کو سر امام حسینؑ پیش کریں
چنانچہ عامل شہر نے ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کیا۔ شہر کو آراستہ کیا۔
لوگ چاروں طرف سے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن ہر ایک شخص آپس
میں ایک دوسرے سے دریافت کرتا تھا کہ یہ استقبال کیسا ہے کیا خبر ہے۔
لیکن حقائق پر پردہ ڈالا جاتا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ معاذ اللہ یہ ایک خارجی کا
سر ہے۔ اس گروہ مردماں میں ایک شخص نے کہا وائے ہو تم پر یہ خارجی کا سر نہیں
ہے بلکہ یہ تو حسین ابن علیؑ کا سر بریدہ ہے اس قوم جفاکار نے حسین کو کربلا
میں شہید کر دیا ہے اور اب سر حسینؑ لے کر شام جا رہے ہیں جب عام لوگوں
نے یہ سنا کہرام برپا ہو گیا واحسیناہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ گریہ وزاری کی
آواز فلک تک جانے لگی چنانچہ اس نہر کے چار ہزار سواروں نے آپس میں عہد

کیاکہ سپاہ ابن زیاد تو ہم قتل کریں گے اسیروں کو ان سے نجات دلائیں گے
اور سرہائے شہداء لے لیں گے۔ لیکن یہ خبر جاسوسوں کے ذریعہ لشکر ابن زیاد
کو ہوگئی کہ جماعت اوس و خزرج کے چار ہزار سوار عازم جنگ ہیں۔ اور
چاہتے ہیں کہ اسیروں کو رہا کرالیا جائے۔ چنانچہ لشکر ابن زیاد نے بڑی تیزی
کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور منزل جہنیہ پہنچے وہاں کے عامل کو اپنی آمد کی
خبر بھیجی۔ استقبال کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب شہر والوں کو معلوم ہوا کہ
اہلحرم حسینؑ کو قیدی بنا کر لائے ہیں اور سر امام حسینؑ بھی ہمراہ ہے کہ دربار یزید
میں پیش کریں۔ تیس ہزار کی جمعیت نے شور برپا کیا کہ اسیروں کو رہا کرائیں لیکن
لشکر ابن زیاد نے ان کے حملہ سے پہلے ہی وہاں سے کوچ کیا۔

مؤلف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ دو منزلوں کے ساتھ یعنی منزل
کحیلہ اور منزل جہنیہ کے ساتھ مشہور ہے بہر حال ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے
تو وہ کسی منزل میں پیش آیا ہو۔ روضۃ الشہداء میں اس واقعہ کو شہر موصل کا
بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ منزل موصل یہ ہے کہ جب لشکر ابن زیاد شہر موصل کے
نزدیک پہنچا اور حسب دستور وہاں کے عامل سے استقبال کی خواہش ظاہر کی
تو عامل شہر موصل نے عمائدین شہر کو جمع کیا اور واقعہ بیان کیا کہ لشکر ابن زیاد
سر بریدہ امام حسینؑ اور ان کے اہلحرم کو اسیر کرکے شام لے جارہے ہیں اور ہم سے
استقبال کے لیے کہا ہے لیکن اے موصل کے باشندوں ہم اصلاً الفصال کریں
گے اور نہ اپنے شہر سے نے دیں گے کیونکہ یہ کام ہمارے لیے قیامت تک
باعث ننگ و عار ہے۔ اس پر حاضرین نے کہا اے امیر تم کو خدائے تعالےٰ
خیر عطا کرے۔ لا زلت امیرا ناصحا مشفقا یعنی کہ اے امیر تم ہم پر ہمیشہ

مہربان رہے ہو۔ اور ہم آپ کی اطاعت کرتے رہیں۔ ہم نہ ان لوگوں استقبال
کریں گے اور نہ ہی لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر موصل سے گزرنے دیں گے۔ پس
عامل موصل نے لشکر ابن زیاد کو اپنے عوام کی طرف سے یہ پیغام بھیج دیا کہ ہم ہرگز
استقبال نہیں کریں گے اور نہ تم لوگوں کو ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت
ہے البتہ طعام و غذا ارسال ہے۔

غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات کا آنسو بہانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ شہر موصل کے باشندوں نے اپنے امیر کے ذریعہ لشکر
ابن زیاد کو پیغام بھیج دیا کہ ہم لوگ استقبال ہرگز نہیں کریں گے اور نہ ہمارے شہر
سے گزرنے کی اجازت ہے جب یہ پیغام لشکر ابن زیاد کو ملا تو وہ ملعون بہت
برہم ہوئے اور شہر موصل کے پشت کی جانب تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر
لشکریوں نے منزل کی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کو نیزہ سے اتارا۔ وہاں پر
ایک بڑا پتھر تھا اس پر سر مبارک سے ایک قطرۂ خون گرا اور پتھر میں جذب ہو
گیا۔ اور بعدہٗ ہر سال بروز عاشورا محرّم اس پتھر سے خون تازہ جوش زن ہوتا تھا
اس کی شہرت دور دور تک ہوئی اور محبان امام حسینؑ ہر سال زیارت کے لیے
آتے تھے ماتم حسینؑ ہوتا تھا۔ گریہ وزاری اور نوحہ و سینہ کوبی ہوتی تھی۔
عبدالملک مروان ملعون نے اپنے عہد حکومت میں اس پتھر کو وہاں سے دوسری
جگہ منتقل کرادیا۔ مگر پھر بھی مومنین کرام روز عاشورا محرّم اس جگہ جمع ہوتے تھے اور

عزاداری کے مراسم انجام دیتے تھے اہل موصل نے اس جگہ ایک قبہ تعمیر کیا اور اس جگہ کا نام مشہد النقطہ قرار دیا اور اس طرح موصل شہر میں عزاء سبط رسول الثقلین جاری ہوئی۔

مؤلف کتاب ھذا تحریر فرماتے ہیں کہ پتھر سے خون تازہ ظاہر ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے قزوین شہر کے نشیبی علاقہ میں ایک بہت پرانا درخت ہے کہ برسوں سے روز عاشوراء محرم بوقت ظہر اس درخت سے ایک نالہ کرنے کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی شاخوں سے خون تازہ ٹپکتا ہے یہ حالت گیارہویں شب محرم ختم ہوجاتی ہے قزوین اور اس کے چاروں طرف کے مومنین و مومنات جمع ہوتے ہیں اور حسینؑ غریب کی عزاداری کرتے ہیں۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر روم کے بعض علاقہ میں ایک شیر جو پتھر سے تراشا ہوا ہے اس شیر کی دونوں آنکھوں سے ہر سال روز عاشوراء محرم چشمہ آب رواں ہوتا ہے اور مومنین حضرت امام حسینؑ کی تشنگی یاد کر کے گریہ و ماتم کرتے ہیں قاتلان امام حسینؑ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ سلام اللہ علی الحسین واصحابہ لعنۃ اللہ علی قاتل الحسین واعدائہ۔ کتاب الریاض میں ہے کہ ایک مولائی اور محب اہلبیتؑ طاہرین کہتا ہے کہ میں شہر موصل میں تھا کہ ایک روز میں اپنی منزل سے باہر نکلا۔ فضاء شہر شور و غلغلہ سے پُر تھی۔ میں نے کسی سے سوال کیا کہ خیر تو ہے۔ اس نے کہا کہ امام حسینؑ کے اہل حرم کو لشکر ابن زیاد اسیر کر کے لایا ہے اور اسیروں کو لے کر دمشق جا رہا ہے۔ اسیروں کے ہمراہ شہداء کے سرہا مبارکہ بھی ہیں اور لشکر ابن زیاد ہمارے شہر سے گزرے گا وہ دوستدار اہلبیتؑ کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ جا کر دیکھو کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط۔ جیسے ہی میں لشکر

کی طرف گیا تو قیامت نگاہ کے سامنے آگئی مخدرات عصمت و طہارت برہنہ سر قیدی بنی ہوئی تھیں۔ اور حضرت امام زین العابدین طوق و زنجیر سے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ؎

سرہای شہیدان بسر نیزۂ اعدا ۔ خونین ہمہ چون دستہ گل باخط رعنا
پیوستہ زبان سینہ زنان بادل خونین ۔ بستہ بطنابی ہمہ چون عقد ثریا
بیمار بہ تن پیرہنی داشت ز آہن
اشکش بزمین میشد و آہش سوی بالا

شہیدان کربلا کے سرہا بریدہ نیزوں پہ بلند تھے۔ اور خون میں رنگے ہوئے تھے جیسے سرخ پھولوں کا گلدستہ ہوتا ہے۔ عورات اور بچے سینہ کوبی کر رہے تھے اور اسیروں کو طناب سے باندھا تھا۔ اور سید سجادؑ آہنی پیراہن میں تھے یعنی زنجیر، طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ آنسو زمین گر رہے تھے اور وہ سوزاں فلک پر جاری تھی اور لشکر کے لوگ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا۔ اور مجھے گریہ و بکا کرتے ہوئے نیند آگئی عالم خواب میں دیکھا کہ عورتوں کا ایک ہجوم ہے اور سر امام حسینؑ درمیان میں رکھا ہوا ہے کہ نورانی بی بی آئیں ان کے پاس دو حُلّہ تھے ایک سبز رنگ کا اور دوسرا خون آلود پیراہن حسینؑ تھا۔ تیروں سے چھلنی ہوگیا تھا۔ میں نے کسی کنیز سے سوال کیا کہ یہ کون بی بی ہیں اس نے کہا کہ یہ فاطمہ زہراؑ ہیں اور باقی دوسری خواتین انبیاء ہیں اور حوریں ہیں اور آپ فرما رہی ہیں ولدی الحسینؑ اے بیٹا حسینؑ تجھے اعداء دین نے قتل کر دیا۔ اور تیرا سر بریدہ شام لیجا رہے ہیں اس وقت گریہ و بکا کا ایک ایسا عالم تھا کہ زمین میں لرزہ تھا ؎

ہنوز فاطمہؑ اندر بہشت بادلِ خونین
برائے نور دو چشماں خود عزادار است

یعنی کہ خاتون جنت۔ جنت میں اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کی عزادار ہیں۔ پس اے شیعو تم بھی عزاداری امام حسین قائم کرو۔

شاعر علوی زادہ کا خواب میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا نوحہ سننا

مؤلف کتاب ھذا فرماتے ہیں کہ شاعر علوی زادہ کی خواب کا کتاب حدیقۃ الشہداء اور مخزن البکاء باختلاف جزئی ذکر کیا گیا ہے اور المخزن میں بھی مسطور ہے۔ علوی زادہ صاحب ایک معزز گھرانے کی فرد ہیں انہیں شروع جوانی ہی سے نوحہ و سلام اور مرثیہ سرائی کا شوق تھا گویا کہ علوی زادہ صاحب سرشار ولائے مرتضویؑ تھے۔ مجالس عزا میں پابندی اور شوق کے ساتھ شریک ہونا ان کا شعار تھا۔ ایک شب نوحہ خوانی اور گریہ و بکا کے بعد علوی زادہ صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشان سرسبز و شاداب پُر از میوہ جات باغ میں ہیں لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ باغ کس کا ہے۔ باغ میں ایک چھوٹی سی نہر جاری ہے اس کے نزدیک یہ بیٹھ گئے دیکھا کہ ایک خاتون نہایت جلیل القدر تشریف فرما ہیں آہ سوزاں بھر رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں میں ان سے مرعوب ہو کر ایک درخت کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ وہ مخدومہ فرما رہی تھیں کہ اے میرے فرزند تو نے اعداء دین پر اپنا حسب و نسب کیوں ظاہر نہیں کیا ہو سکتا ہے

ہے کہ اعداء دین پہچاننے کے بعد تجھے قتل نہ کرتے میں نے یہ سنا اور فوراً ہی ایک دوسری طرف سے آواز آئی کہ اے مادر گرامی میں نے ان پہ اپنا حسب و نسب ظاہر کیا میں نے کہا کہ میں پسر فاطمہؑ ہوں، میں پسر علی مرتضیٰ ہوں میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں۔ لیکن کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور اے اماں جان دشمنوں نے میری لاش پر گھوڑے دوڑا رہے۔ اس وقت جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خاتون مخدومہ فاطمہؑ زہرا ہیں جو میری بھی جدہ ہیں اور وہ حسینؑ ہیں جو جد ہیں۔ میں آگے بڑھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ اے فلاں شخص یہ حسینؑ ہے کہ جن کی تو عزاداری قائم کرتا ہے۔ نوحہ پڑھتا ہے گریہ و بکا کرتا ہے۔ تو نے میرا حق ادا کیا۔ خدا و رسول تجھ سے خوشنود ہیں اور اے علوی زادہ حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا۔ انگشتری کی خاطر انگشت مبارک کاٹی۔ پائمال سم اسپان کیا پس اس وقت پورا باغ۔ عزا خانہ سید الشہداء بنا ہوا تھا۔ میں نے پھر عرض کیا اے سیدہ عالمین اے جدہ ماجدہ میرے والد بزرگوار مشہور و معروف شاعر اہلبیتؑ تھے اور معائب اہلبیتؑ نظم کرتے تھے۔ آیا ان کی مدح اور نوحہ کہنا آپ نے قبول فرمایا ہے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ ہاں تیرا اور تیرے پدر کا کلام ہے۔ اس وقت سیدہ عالم نے مندرجہ ذیل اشعار مجھے تلقین کئے

بنت النبی رسول اللہ فاطمۃ ۔۔۔ بکت الا و احسینا ہ الا واو لدی
دتبہ دھجرت الغم ساھرۃ ۔۔۔ فراح عنی دخلی النار فی کبدی
ما ادر شمر ابعد السیف یذبحہ ۔۔۔ بارض الطفوف فی الرمضا فی کمدی
حسین ضاقت علیک الارض بجمعھا ۔۔۔ وجئت الی کربلا للذبح یا سندی
یا لیتنی کان شمر الرجس یذبحنی ۔۔۔ او یترک السبط احیا و ذاک مقصدی

از مؤلف کتاب ؎

خاتون جنان جناب زہرا   پارۂ جگر رسول بطحاء
بنشستہ بباغ درلب جُوی   میبود حسین تشنہ لب جوی
میگفت حسینم ای حسینم   ای میوۂ قلب نورِ عینیم
تابستر تو بخاک دیدم   من نیز ہمان زمین گزیدم
جسمت چو در آفتاب دیدم   سوزشں بدلِ خراب دیدم
ہر تیر کہ برسر تو آید   بر دیدۂ مادر تو آید
برگوی بزینبؑ غمینم   وآں دختر مضطر وحزینم
منزل بکدام خار دارد   بستر بکدام خارہ دارد

زارم زغمش عظیم زارم
ای وای کہ دست رس ندارم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ خاتون جنت جناب فاطمہؑ زہراؑ پارہ جگر رسولؐ خدا ایک باغ میں لب جو بیٹھی ہوئی حسینؑ کو رو رہی ہیں زبان پر ہائے حسینؑ ہائے حسین ہائے جاری ہے۔ فرماتی ہیں ہائے میرے میوہ دل اور میری آنکھوں کے نور۔ میں تیرا بستر خاک پر دیکھتی ہوں۔ تو نے اے حسینؑ زمین کو پسند کر لیا ہے اے حسینؑ تمہارا جسم نازنین دھوپ میں پڑا ہے اور میرا دل یہ دیکھ کر جل رہا ہے۔ ہر وہ تیر کہ جو دشمن کی طرف سے تجھ پر آیا وہ مجھ کو کھڑی ماں کی آنکھوں پہ لگا۔ اے حسینؑ میری پارۂ جگر زینبؑ بیکس سے کہنا کہ اے زینبؑ تیری منزل کہاں ہے۔ اور تیرا بستر تو پارہ پارہ ہو گیا ہے مجھے تیرا غم بہت زیادہ ہے مگر افسوس کہ میرا اس پر قابو نہیں کہ میں تیرا غم بانٹ رہی ہوں۔

منزل نصیبین اور ایک ملعون کا رسولؐ کی بے احترامی کرنا

روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ جب اہل موصل نے لشکر ابن زیاد ملعون کو اسیرانِ کو لے کر شام جاتے ہوئے اپنے شہر موصل سے گزرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو شمر ولدالحرام نے لشکر کے ساتھ بیرون شہر منزل کی۔ اور صبح کو وہاں سے نصیبین روانہ ہوا۔ سرہائے شہداء نیزوں پر بلند کیے۔ جب حضرت زینبؑ نے بھائیؑ کا سر دیکھا تو آہ سرد بھری اور نوحہ کیا۔ معین صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے کسی آدمی کو عامل شہر نصیبین کے پاس بھیجا۔ اس شخص کا نام مقصود بن الیاس تھا۔ کہ وہ حاکم نصیبین سے استقبال کرنے کے لیے کہے اور شہر کو آراستہ کرنے کے لیے شمر کا پیغام دے۔ وہ شخص حاکم سے ملا۔ مطلب بر آری ہوئی اور پورا شہر تماشائی بن کر جمع ہو گیا۔ اور اظہار نخوت کرنے لگا کہ بقدرت خدا آسمان سے بجلی گری کہ پورا نصف شہر جل کر خاکستر ہو گیا اور لوگ قہر الٰہی میں مبتلا ہو گئے شور و غل برپا ہوا۔ لشکر باطل بہت زیادہ شرمندہ ہوا۔ مگر پھر بھی لشکر شہر میں داخل ہوا اور عامل شہر سلیمان بن یوسف تھا اس سے ملاقات کی۔

سلیمان بن یوسف کے دو بھائی تھے ایک جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اور ان میں سے دوسرا بھائی حکومت شہر میں شریک تھا شہر نصیبین کے دو دروازے تھے ایک کا تعلق سلیمان بن یوسف سے تھا اور اس کے دوسرے بھائیوں کو جب لشکر ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو انھوں نے یہ

جھگڑا کھڑا کر دیا کہ لشکر ہمارے حصہ کے دروازے سے داخل ہو۔ اسی دوران آپس میں فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا اور دونوں طرف تلوار چلنے لگی۔ اسی ہنگامہ کے دوران سلیمان بن یوسف واردِ جہنم ہو گیا۔ اور شمر ملعون نے لشکر کو حکم دیا کہ حلب کو روانہ ہوں۔ کتاب کامل السقیفہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد نے راہ بہراہ اختیار کی۔ اور لشکر باطل میا فارقین کی طرف روانہ ہو گیا۔ لفظ میافارقین بفتح المیم ہے) کتاب قاموس میں ہے کہ یہ منزل شاہ حلب کے زیرِ حکومت نہ تھی۔ اور لشکر ابن زیاد اس خیال سے کہ شہیداں علیؑ راستہ میں حملہ نہ کریں۔ غیر معروف راستے اختیار کر رہا تھا بایں وجہ لشکر ابن زیاد کے حالات سفر ترتیب وار منزلوں کے حساب سے نہیں ہیں اور ارباب مقاتل ترتیب وار حالات قلمبند نہیں کر سکے۔ جیسا موقعہ ہوا راہ اختیار کر لی۔

چنانچہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون نے نصیبین سے منزل عین الوردہ کی راہ اختیار کی اور کنار نہر کو عبور کر کے ناصر جمان سے گزرتے ہوئے دوغان پہنچے مقتل ابی مخنف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عین الوردۃ کو چھوڑتے ہوئے قریب دعوات پہنچے اور والی دعوات سے استقبال و طعام و غذا کی فرمائش کی۔ اور وہاں کا حاکم شہریوں کے ساتھ استقبال کے لیے آیا۔ اور سپاہ شر دروازۂ اربعین سے داخل شہر ہوئی۔ اور پھر لشکر حلب شہر کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حلب کو اسیران اہلحرم کے لیے آراستہ کیا گیا تھا و اسرتاہ آل محمدؐ قیدی بنا کر داخل شہر ہوئے اور شہر سجاد ہوا تھا۔ سر بریدۂ امام حسینؑ رحبہ پر نصب کیا گیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جو محبان اہلبیتؑ طاہرین تھے وہ زار و قطار و رہے تھے مگر ان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور لشکر ابن زیاد

کا آدمی یہ منادی کر رہا تھا کہ معاذاللہ یہ خارجی کا سر ہے۔ کہ راس ھٰذا راس خارجی خرج بارض العراق علی یزید بن معاویہ۔ کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے یزید بن معاویہ پر خروج کیا تھا۔ جب یہ آواز حضرت زینبؑ خاتون کے گوش زد ہوئی تو اہلحرم میں شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر بریدۂ امام حسینؑ کو رحبہ میں نصب کیا گیا تھا جو کہ شہر حلب میں موجود ہے۔ لایجوز فیھا احد الا تقضی لہ حاجتہ یعنی کہ یہاں ہر ایک حاجتمند کی حاجتیں اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ لشکر ابن زیاد عیش و طرب میں تھا اور آل رسولؐ آہ و زاری میں مشغول تھے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے ایک عجیب و غریب واقعہ لکھا ہے کہ شمر ولد الحرام اسیران آلِ محمدؐ کو شام لے جاتے ہوئے حلب پہنچا حلب کے گرد و نواح میں ایک پہاڑ ہے اس پر آبادی بھی ہے اس آبادی کو پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس قریہ کا نام معمورہ ہے اس قریہ کا رئیس یہودی تھا اور رعایا بھی تمام تر یہودی تھی اور رئیس قریہ کا نام عزیز ابن ہارون تھا۔ یہ لوگ حریر و دیبا کا کام کرتے تھے۔ بھائی کا لباس دور دور تک مشہور تھا۔ جب لشکر ابن زیاد بدنہاد اسیروں اور شہداء کے سرہاء مبارکہ لے کر وہاں پہنچا تو ایک جگہ اسیروں کو ٹھہرایا۔ اور شہداء کے سروں کو کھلے میدان میں رکھنے کی بجائے صندوق میں رکھا۔ اس واقعہ کو لکھتے ہوئے معین الدین صاحب روضۃ الشہداء حکایت نقل کرتے ہیں کہ جناب شہربانو والدہ ماجدۂ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام بھی اسیروں میں تھیں۔ اور کہنے میں کہ اقوی خبر اس کے خلاف ہے۔ جس کا حسب موقعہ ذکر کیا جائے گا۔

واقعہ شیریں درراہ شام اور سر امام حسین علیہ السّلام کا اعجاز

جب لشکر ابن زیاد نے اسیروں کو حلب میں ٹھہرایا۔ تمام اسیر حضرت سید سجادؑ کے گرداگرد بیٹھے تھے اور سید سجاد ان کے درمیان میں طوق و زنجیر پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہر بانو کی ایک کنیز تھی جس کا نام شیریں تھا۔ لکھتے ہیں کہ جب حضرت شہر بانو اسیر ہو کر ایران سے مدینہ پہنچیں۔ تو ان کے ساتھ ایک سو کنیزیں اور بھی تھیں۔ حضرت شہر بانو نے پہلی ہی رات کی صبح کو پچاس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اور جب سید سجادؑ آپ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تو چالیس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اب ان کے پاس دس کنیزیں رہ گئی تھیں۔ ایک روز حضرت شہر بانو امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں تشریف فرما تھیں کہ شیریں آ گئی۔ امام حسین علیہ السّلام نے ازراہ خوش مزاجی فرمایا اے شہر بانو شیریں کسقدر شیریں ہے۔ جناب شہر بانو نے یہ خیال کیا کہ شاید حسین ابن علیؑ اس کی خواستگاری فرما رہے ہیں آپ نے شیریں کو آزاد کر دیا اور لباس فاخرہ پہنا کر امام حسینؑ کو ہبہ کر دیا۔ جب امام حسین علیہ السّلام نے یہ دیکھا تو فرمایا اے شہر بانو ہم نے بھی شیریں کو آزاد کیا۔ لیکن شیریں باوجودیکہ آزاد ہو گئی تھی مگر اس نے خانوادۂ نبوت کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور خدمت شہر بانو میں رہی۔ وہ وقت آیا کہ امام حسینؑ علیہ السّلام نے سفر عراق اختیار کیا وارد کربلا معلیٰ ہوئے۔ بعد شہادت امام عالیمقام شیریں نے بھی وہ تمام صدمات برداشت

کئے جو اہلحرم پر پڑے تھے۔ یہاں تک کہ کوہ حلب پر قافلہ اسیران آل محمدؐ پہنچا۔ شیریں ایک شب غم و رنج خوردہ قافلۂ اہلحرم سے نکلی اور کوہ حلب پر کسی سمت چلی گئی اور سر زانو پر رکھے روتی رہی۔ شیریں کو جناب شہر بانو نے یہاں پر یہ اجازت دیدی تھی کہ جہاں دل چاہے چلی جائے۔ شیریں نے جناب شہر بانو سے یہ عرض کیا تھا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس قریہ میں جا کر بطور کنیزی فروخت ہو جاؤں اور جو درہم و دینار ملیں گے ان سے چادریں خرید کر کے اہلحرم کے سروں پہ ڈالوں۔ جناب شہر بانو نے شیریں کو اجازت دی اور شیریں تاریکی شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہو گئی اور قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ آہستہ آہستہ قلعہ کے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ سب نے پہلے اس قلعہ کے رئیس عزیز بن ہرون نے کہا کہ کون ہے جو دروازہ پر دستک دے رہا۔ اس نے نرم لب و لہجہ سے بات کی تھی شیریں متعجب ہو گئی۔ شیریں کے کہنے پر عزیز ہارون نے دروازہ کھولا۔ سلام کیا شیریں نے جواب دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ کیف علمت انی شیریں۔ کہ اے بندۂ خدا تو نے کس طرح سمجھ لیا کہ میں شیریں ہوں۔ رات کا وقت ہے در قلعہ بند ہے اور تو نے یہ پہچان لیا کہ میں شیریں ہوں۔ عزیز نے کہا کہ اوّل شب جب میں سو رہا تھا خواب میں حضرت موسیٰ و ہارون کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں۔ سر و پا برہنہ ہیں اور رو رہے ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ہمارے سیّد و سردار آپ گریہ کناں کیوں ہیں۔ فرمایا کہ اے عزیز تو اب تک بے خبر ہے سبط رسول آخر الزمان شہید ہو گیا ان کا سر بریدہ اور ان کے اہلحرم قیدیوں کی طرح شام کو جا رہے ہیں لشکر ابن زیاد انہیں دمشق لے جا رہا ہے تاکہ دربار یزید میں پیش کیا جائے۔ خداوند عالم نے عالم ذر میں ہم سے عہد لیا تھا

کہ ہم فرزند رسولؐ خدا پر گریہ کریں۔ عزیز نے کہا کہ کوئی نشانی بتلائیے تاکہ میرے ایمان میں اضافہ ہو۔ تو مجھ سے خواب میں فرمایا کہ حسینؑ فرزند رسول آخرالزمان کی ایک کنیز شیریں نامی قلعہ کے دروازہ پر موجود کھڑی ہے۔ تو دروازہ کھول دے اور اس کو ہم نے تیری زوجہ قرار دیا۔ موسیٰ نے شیریں کا ایجاب بحق عزیز بن یوسف انجام دیا اور ہارون نے قبول فرمایا۔ اس طرح شیریں۔ عزیز بن یوسف کی زوجہ قرار پائی۔ اور عزیز مسلمان ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ اے عزیز اسیران آل محمدؐ کی خدمت میں جا اور اسلام لانے کی گواہی دے۔ اور سر بریدہ امام حسینؑ سے خطاب کرکے یہ کہو کہ السلام علی الراس المذبوح المقطوع فانہ یسمع صوتک و یجیب سلامک وھو علی الرمح المنصوب والدم من اوداجہ مسحوب جب وہ بزرگوار تیرا اسلام اور کلام سنیں گے تو جواب دیں گے۔ ان کا سر مبارک نیزہ پر ہے اور خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں یہ کہہ کر موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ اور میں خواب سے بیدار ہونے پر ہراسان تھا تو در قلعہ پر تیری آواز دستک سنی۔ جب شیریں نے اس کی خواب سنی تو کہا کہ اے عزیز بن ہرون اب تو مجھ پر حلال ہے پھر شیریں سے عزیز بولا کہ تو خدمت اسیران کربلا میں جا اور امام حسینؑ کو میرا اسلام کہے اور امام سجادؑ کو میری طرف سے سلام کہے۔

شیریں صبح ہونے پر بھر اہلحرم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ عزیز بن ہارون بھی آیا اور ہزار دینار لشکر ابن زیاد کے ان لوگوں کو دیئے کہ جو سرہاء شہداء کے محافظ تھے اور سرہاء شہداء ان کی زیر نگرانی میں تھے۔ اور ان سے کہا کہ مجھے اسیروں کی خدمت کرنے اور سرہاء مبارک کی زیارت کرنے دی جائے۔ ثم اقبل الامام اقر لدیہ بحقیقۃ الاسلام۔ امام زین العابدین

علیہ السلام کی خدمت میں آیا اپنے اسلام لانے کا حال بیان کیا اور ہزار دینار نذر امام کیئے۔ پھر وہ سر بریدۂ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے اس جگہ آیا کہ جہاں سر رکھا ہوا تھا۔ اور کہا اے حسینؑ میرا اسلام اور سلام موسیٰ و ہارون قبول فرمائیے۔ سر بریدۂ امام حسینؑ سے آواز آئی کہ آپ عزیز تو نے ہمارے اہلحرم کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے نیکی کی ہے میرے نانا رسولؐ خدا اور میرے بابا علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہ زہرا اور بھائی حسنؑ تجھ سے راضی ہیں خدا تجھ سے راضی ہے۔ اور تو روز قیامت ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔

قال المعین فلما انجر الامر الی ھمنا۔ جب کام اس مقام تک پہنچا تو حضرت شہربانو نے شیریں سے کہا کہ اگر تو میری خوشنودی چاہتی ہے تو عزیز کو بشوہری قبول کر۔ پس شہربانو اور جناب سید سجادؑ کے فرماں کے بموجب شیریں نے عزیز بن ہارون کو اپنے لیے قبول کیا اور اُس کی زوجیت میں داخل ہوگئی۔ اور شیریں کی بدولت اس قریہ کے سب یہودی مسلمان ہوگئے۔

جناب شہربانو کا اسیر ہوکر زمانۂ خلافت حضرت عمر میں مدینہ آنا

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جابر ابن عبداللہ انصاری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لما قدموا ببنت یزدجرد شہریار آخر ملوک الفرس وخاتمھم علی عمر۔ یعنی کہ شہربانو دختر یزدجرد شہریار ایران خلافت ثانی میں آئیں اور عرب،

ایران پر متمکن ہوئے ہیں اور سلطنت ایران ختم ہوئی ہے۔ جب دختران یزدجرد اسیر ہوکر مدینہ پہنچیں تو تماشائی لوگ جمع ہوگئے۔ اور جب وہ وارد مجلس عمر بن الخطاب ہوئے تو بروایتے انہوں نے فارسی زبان میں کلام کیا۔ لیکن چونکہ خلیفہ ثانی کی مادری زبان عربی تھی فارسی سے نابلد تھے۔ گمان کیا کہ انہوں نے گالیاں دی ہیں۔ جلاد کو بلایا اور کہا کہ ان کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اے عمر جب کہ تمہیں علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ تو ان کو قتل کرنا کیا معنیٰ؟ چنانچہ انہوں نے لڑکیوں کو قتل نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ ایعمر لایجوز بیع بنات الملوك وان كانوا كافرين یعنی کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بادشاہوں کی بیٹیاں فروخت نہیں کی جاسکتی خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر کیا کریں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اعرض علیهما ان یختارا رجلا من المسلمین حتی تزوج منه۔ یعنی کہ ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ مسلمانوں میں سے اپنا زوج پسند کریں۔ اور پھر وہ شہزادی اس شخص حبالہ عقد میں دی جائے کہ وہ اس کی زوجہ ہے اور زر مہر بیت المال سے ادا کیا جائے۔

(از مترجم۔ مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دختران بادشاہ یزدجرد فارس خلیفہ ثانی کے وقت میں بروایتے فتح مدائن کے موقعہ پر آئی ہیں فتح مدائن سنہ ۱۶ھ یا سنہ ۱۷ھ میں ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی شہربانو کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی ولادت سنہ ۴ھ میں ہوئی ہے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ شہربانو کو حبالہ عقد امام حسینؑ میں دیدیں جب کہ آپ

کی عمر صرف بارہ سال ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک امام حسنؑ کی شادی بھی نہیں ہوتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسری خلافت کے دور میں اہل فارس نے بغاوت کرکے عبداللہ بن عمر والئ فارس کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکر اسلام کو نکال دیا۔ اس وقت فارس کی فوجی چھاؤنی اصطخر تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد اہل فارس کے ساتھ تھا۔ چنانچہ تیری خلافت کے دور میں عبداللہ ابن عمر حضرت عثمان کے حکم پر بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملا کر فارس پر چڑھائی کی حدود اصطخر میں زبردست لڑائی ہوئی۔ مسلمان کامیاب ہوئے۔ اصطخر فتح ہوگیا۔ اصطخر کے فتح ہونے کے بعد یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اور وہ وہاں سے خراسان ہوتا ہوا مرو پہنچا۔ اس کے ہمراہ چار ہزار کی فوج تھی۔ یزدجرد خاقان چین کی سازش کا شکار ہوگیا اور مارا گیا۔ اور اس کی لاش کو لاکر اصطخر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اسی دوران حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آگیا اور جنگ کے بعد خراسان کے مقام مرو میں سخت بغاوت ہوئی اس وقت ایران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفا" حدیث ابن جعفر جعفی گورنر تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مرو کے قضیہ کو ختم کرنے کے لیے امدادی طور پر خلید ابن قرۃ یربوعی کو روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ حریث ابن جعفر جعفی نے یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ جو عہد اسلامی میں مارا جاچکا تھا کی دو بیٹیاں شہربانو، گیہان بانو، عام اسیروں کے ساتھ حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے شہربانو کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور گیہان بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دے دیا۔ جیسا کہ روضۃ الصفا ج ۲ صہ ۶ طبع نولکشور ارشاد مفید ج ۲ صہ ۱۹۳،

اعلام الوریٰ ص ۱۰۱، عمدة المطالب ص ۱۷۱، جامع التواریخ ص ۵۴، کشف الغمہ ص ۸۹ ابی طالب السئول ص ۲۶۱، صواعق ص ۱۲۰، انوار الابصار ص ۱۲۶، تحفہ سلیمانیہ شرح ارشاد ص ۳۹۱ میں موجود ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی خلافت ظاہری ۳۶ھ سے ۴۰ھ تک رہی ہے اور جناب شہربانو سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور گیہان بانو سے قاسم بن محمدؐ پیدا ہوئے ہیں ماخوذ از افادات علاّمہ السیّد نجم الحسن صاحب قبلہ رضوی کراروی اعلی اللہ مقامہ) حسب یہی واقعہ درست ہے چنانچہ امیرالمومنین علیہ السّلام کے ارشاد پہ عمل ہوا اور ان شہزادیوں نے جس کو پسند کیا اسی کی زوجیت میں دے دی گئی اور صداق بیت المال سے ادا ہوا۔ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی نکلی فجاءت و وضعت یدھا علی منکب الحسین علیہ السلام یعنی کہ وہ دختر مردوں میں آئی۔ اور اس نے امام حسینؑ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے امام حسینؑ کو پسند فرمایا ہے کہ ان کی زوجیت میں رہے۔ جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ دیکھا تو اس سے فارسی زبان میں گفتگو کی فرمایا اے کنیز تیرا کیا نام ہے ای منی اسمک۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام جہان شاہ ہے جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا "بار خدا" یعنی بارک اللہ، کیا خوب نام ہے شہربانو نے عرض کیا کہ وہ میری بہن ہے ای تلک اختی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا پھر جناب شہربانو امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئیں سا امیرالمومنین علی علیہ السلام نے امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس کی حفاظت کرو یہ تمہاری زوجہ ہے امام حسینؑ نے جیسے ہی ارشاد امیرالمومنین سنا فورًا اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے

سر پر اپنی عبا ڈالی۔ اللہ اکبر امام حسین علیہ السّلام کو اپنے ناموس کے پردہ کا اس قدر احساس تھا کہ حسینؑ کی طرف نسبت ہونے کے بعد شہربانو بے پردہ نہ رہے پھر امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ ستلدین خیر اھل الارض فی زمانہ بعدک وھی ام الاوصیاء الذریة الطیبة فولدت علی بن الحسین زین العابدین۔ یعنی کہ اے حسینؑ اس سے خدا تجھے ایک فرزند عطا کرے گا جو امین ہو گا اور اہل عالم کے لیے امان کا باعث ہو گا اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام زین العابدینؑ کی والدہ جو شہربانو دختر یزدجرد ہیں ان کا اصلی نام جہان شاہ ہے اور بنا بر مشہور آپ شہربانو کہلاتی ہیں۔

حضرت شہربانو کے حالات اور نام کی تحقیق

امام زین العابدین علیہ السلام کے القابات میں سے ایک لقب کریم الطرفین وابن الخیرتین ہے آپ کو کریم الطرفین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کو دادھیال اور ننھیال دونوں طرف سے بزرگی و امامت حاصل ہے کیونکہ آپ از جانب پدر خلاصۂ خاندان ہاشم ہیں جو تمام عالمین میں برگزیدہ خاندان ہے۔ اور آپ ماں کی جانب سے آپ آل کسریٰ ہیں۔ باپ کو دیکھو تو حسین ابن علیؑ اور ماں کو دیکھو خلاصۂ آل کسریٰ آپ کی والدۂ ماجدہ یعنی جناب شہربانو کے اسم مبارک کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل خبر کہتے ہیں کہ شہربانو نام تھا بعض کا خیال ہے شاہ زنان نام تھا۔ بعض غزالہ اور بعض جہان شاہ بتلاتے ہیں۔ لیکن علامۂ قزوینی والد ماجد مولف کتاب نے ریاض الاحزان میں فرمایا ہے وعلی بن الحسین زین العابدینؑ امہ شاہ زنان لا شہربانو۔

وشہربانویہ خالتہ علی الاصح ۔ یعنی امام زین العابدینؑ کی والدۂ ماجد کا نام شاہ زنان تھا۔ شہربانو نہیں تھا بلکہ شہربانو نامی ۔ شاہ زنان کی بہن اور امام زین العابدین کی خالہ تھیں اور یہی اخبار صحیحہ سے ثابت ہے ۔ شاہ زنان و شہربانو دونوں یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز تھیں ۔ شہریار آخری بادشاہ فارس تھا اور اولاد نوشیروال کسریٰ سے تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ زمانۂ خلافت عمر بن الخطاب میں دونوں شہزادیاں اسیر ہوکر مدینہ آئیں تھیں ۔ حضرت امام حسینؑ کو شاہ زنان نے اختیار کیا تھا اور شہربانو حبالۂ عقد محمدؒ ابن ابوبکر میں آئی تھیں ۔ ان سے محمد ابوبکر قاسم پیدا ہوئے اور قاسم کی دختر ام فروہ از بطن شہربانو سے تھیں جو والدۂ ماجدہ حضرت امام جعفر صادق ہیں محمد ابن ابوبکر حضرت علی علیہ السّلام کی خلافت کے زمانہ میں والیٔ مصر مقرر ہوئے مگر عمرو بن عاص نے مصر میں محمد بن ابوبکر کو قتل کر دیا۔ اور اس بدبخت نے ان کی لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا۔ شہربانو بیوہ ہو گئیں ۔ اور حضرت امام زین العابدین شاہ زنان کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں جب شہربانو بیوہ ہو گئیں تو حضرت امام حسینؑ نے ان سے عقد کر لیا۔

(از مترجم ۔ یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدۂ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کا خواہ وہ شاہ زنان نامی ہوں یا بربنائے مشہور شہربانو ہوں ۔ آپ کی پیدائش کے فوراً ...... میں انتقال ہو گیا تھا جس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی سابقہ زوجہ کی بہن سے عقد فرمایا ہے)

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ شہربانو سے ایک فرزند تھا جو حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر جاتے ہوئے شہید ہوا۔ صاحب روضۃ الشہدا حضرت

علی اصغر کو بطن شہربانو سے مانتے ہیں جو کہ کربلا میں موجود تھیں ۔ بعض کہتے ہیں شہربانو گھوڑے پر سوار ہوئیں اور وقت اسیریٔ اہلبیتؑ چلی گئیں ۔ قاضی نورالدین کتاب مجالس میں، اور سید نعمت اللہ انوار نعمانیہ میں اور معین الدین روضۃ الشہدا میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور کوہ رَی پہنچ کر پوشیدہ ہو گئیں ۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ انہا اتلفت نفسہا فی الفرات ۔ کہ شہربانو نے خود کو نہر فرات میں ڈال دیا اور جان بحق ہو گئیں یہ شہربانو نامی زوجہ امام حسینؑ کا انجام ہوا۔

(از مترجم ۔ الشیخ مفیدؒ کا یہ ارشاد کہ انہا اتلفت نفسہا فی الفرات کہ شہربانو نامی زوجۂ امام حسینؑ آپ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور نہر فرات میں خود کو تلف کر لیا۔ قطعاً غلط ہے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب شہربانو کا حضرت سید سجادؑ کی پیدائش کے فوراً ... میں انتقال کر جانا صحیح ہے پس حضرت سید سجادؑ کی والدہ کا نام ہی شہربانو ہے کیونکہ مادر امام حسین کی طرف خودکشی کی نسبت دینے والی روایت خواہ کتنے ہی موثق راوی سے منقول کیوں نہ ہو قابل رد اور ناقابل قبول ہے)

بہر حال دختران یزدجرد جب مدینہ پہنچیں تو ان میں سے ایک شہزادی بقول مولف کتاب "شاہ زنان" نے امام حسین کو اختیار کیا اور وہ آپ کے عقد میں آئیں۔

شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت فاطمہؑ زہرا کے ہاتھ پر اسلام لانا

جناب شاہ زنان دختر یزدجرد بادشاہ فارس فرماتی ہیں کہ میں نے اسیر ہو

کر مدینہ پہنچنے سے پہلے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت آراستہ ہے اور اس پر ایک بزرگ بہ جاہ و جلال نبوت تشریف فرمائیں اور ان کے پہلو میں ایک جوان رعنا بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسی پُر وقار صورتیں اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ شاہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان بزرگ کے بارے میں موجود کسی شخص سے سوال کیا کہ یہ بزرگ اور یہ جوان رعنا کون ہیں جواب ملا ؎

نوبر ہفت باغ چرخ کہن　　دُرّہ التاج عقل و تاج سخن
ہست این خواجہ مؤیّد رای　　احمد مُرسل آن رسول خدای
ہمہ ہستی طفیل او مقصود　　اُو محمدؐ رسالتش محمود!
اینکہ بینی نشستہ باآن شاہ　　این چون خورشید و آن دگر چون ماہ
پسر دختر رسولؐ خدا است　　شمع پُر نور سید دوسرا است
ہست محبوب عالمین این شاہ　　نور چشم علی ولی اللہ

نام نامی حسینؑ خدا خواندہ
مفخر عالمین خدا خواندہ

یعنی کہ یہ ساتوں آسمانوں کے باغ کا ثمر تو ہے یہ موتی ہے تاج عقل و سخن کا یعنی کہ یہ عقل اوّل ہیں۔ یہ بزرگ احمد مُرسل ہیں۔ یعنی خدا کے رسولؐ ہیں۔ یہ نہ ہوتے تو آسمان و زمین نہ ہوتی یہ مقصود کائنات ہیں خدا ان کو پیدا نہ کرتا تو زمینؑ آسمان کچھ بھی پیدا نہ ہوتے۔ ان کا نام نامی محمدؐ ہے اور ان کی رسالت محمود یعنی پسندیدہ ہے۔ اور یہ جوان خوش رو کہ جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے ماہ آسمان نبوت ہے یہ بزرگ خورشید اور یہ جوان چاند ہے یہ جوان ان بزرگ یعنی رسولؐ خدا

کی بیٹیؑ کا فرزند ہے تمام عالمین کا محبوب ہے اور یہ نور چشم علی ولی ہے نام نامی حسینؑ ہے۔ اور خود خدا نے اس کو کائنات کا سرتاپا فخر قرار دیا ہے شاہ زنان کہتی ہیں کہ اس جوان رعنا کی زیبائی کے نقوش میرے لوح دل پر کھنچ گئے ناگاہ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے اس فرزند کو اپنا زوج قرار دے میں نے ازراہ حیاء و شرم سر نیچا کر لیا۔

اور بزبان حال یہ عرض کیا ؎

گر بدین مژدہ جان بیفشانم　　در خورم زآنکہ ہست جانانم
گفتم ای ختم انبیای کبار　　بر منت ہست منت بسیار
بست عقد مرا رسول مجید　　داد بر دست ہیکل توحید۔
ماہ درخشندہ دست من گرفت　　من در آن ماہرُوی ماندہ شگفت

بسکہ دلشاد بودم و خرم
کہ ز شادی ز خواب برجستم

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ زنان کہتی ہیں کہ اے برگزیدہ خدا، اے اللہ کے رسولؐ آپ میرا عقد اس جوان سے باندھئے اور اس جوان رعنا۔ منفرد کائنات کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیجئے پس اس ماہ رُو نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور خوش و خرّم خواب سے بیدار ہوئی۔ جب بیدار ہوئی تو میرے بستر سے خوشتر از عبیر و مشک خوشبو آ رہی تھی۔ چند روز اسی نشۂ خواب خوشگوار میں گزارے پھر میں نے خواب میں ایک خاتون معظمہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں ان کے تشریف لانے سے میرا مکان روشن اور معطر ہو گیا ہے میں نے کسی

دریافت کیا کہ یہ خاتون معظمہ کون ہیں جواب ملا ہے

گفت این بانوی حریم خدااست   فاطمہؑ دختر رسولؐ خدااست

گفت خاتون عالمین است این   فاطمہؑ مادر حسینؑ است این

یعنی کہ یہ خاتون حرم۔ خانہ زاد خدا ہیں علیؑ ولی کی زوجہ ہیں نبی پاک کی پاک دختر ہیں۔ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں یہی تو والدہ حسینؑ ہیں کہ جن کی زیارت کا شرف تجھے پہلے حاصل ہو چکا ہے میں نے اس وقت ان کے قدم چومے۔ اور بصد احترام ان کو سلام کیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے نور نظر مجھے دیکھنے نہیں آتے روزانہ میرا غم بڑھ رہا ہے۔ وہ کونسا دن ہوگا کہ تشریف لائیں گے۔ جناب سیدۂ عالمینؑ فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے شاہ زنان وہ تیرے پاس کس طرح آئیں تو ابھی مسلمان نہیں ہوئی ہے تو کلمہ شہادت زبان پر جاری کر اشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ تاکہ میں اپنے فرزند کے ہاتھ میں تیرا ہاتھ دوں۔ پس میں نے کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا اور دل سے تصدیق نبوت آنحضرتؐ کی مسلمان ہو گئی۔

لما عرضت بی الاسلام واسلمت ثم قالت سوف یجئ عسکر الاسلام الیکم ویکون الغلبۃ للمسلمین و انک تصلین عنقریب الی ابنی الحسین سالمۃ لا تصیبک ید احد الخ

جب اسلام قبول کر لیا۔ تو جناب سیدۂ عالمینؑ نے فرمایا کہ غم مت کر عنقریب لشکر اسلام ایران پر حملہ کرے گا اور اسلام کو فتح نصیب ہوگی۔ اور تو اسیر ہو کر مومنہ پہنچی گی اور دست غیر تجھ کو مس نہ کرے نہ کرے گا صحیح و سالم وباعفت تو مدینہ پہنچے گی اور تجھے میرا نور نظر مدینہ میں ملے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا

کہ مدینہ میں خبر پھیلی کہ دختران شاہ فارس اسیر ہو کر مدینہ ہی آئی ہیں۔ اور بصورت مذکورہ میں باطنی مسلمان ہو کر آقائے نامدار حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور آپ نے حسین ابن علیؑ کو میرا سرتاج قرار دیا اور مجھے شرف زوجیت امام حسین عطا ہوا۔

دیر راہب میں سرہاء شہداء کربلا کا رکھا جانا۔ جنت سے سیدۂ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی کا مسلمان ہونا

یہ کہ راہ شام میں بعض واقعات ایسے رخ اختیار کر گئے ہیں کہ جن کی نشاندہی کسی منزل کے ساتھ نہیں کی جا سکتی ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ابن شہر آشوب و سید جزائری، مناقب میں معمولی اختلاف کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ ابولہیعہ کہتا ہے کہ میں مشغول طواف بیت اللہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے مناجات کر رہا ہے کہ اللھم اغفر لی وما اراك فاعلا۔ اے خداوند عالم تو میری خطا بخشدے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری خطا نہ بخشے گا بلکہ عتاب و عذاب کرے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بندہ خدا۔ تو شرم کر خدا سے اس طرح کہہ رہا ہے گناہ اگرچہ برگ ہاء شجر سے بھی زیادہ ہوں تو خدا معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے۔ اس نے کہا کہ میں رحمت خدا سے مایوس نہیں ہوں۔ لیکن جو ظلم وجفا میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ

اعلم ان کنا خمسین نفرا ممن سار مع راس الحسین ۔

یعنی کہ میں ان پچاس آدمیوں میں سے ایک ہوں کہ جو سر امام حسینؑ شام لیجاتے ہوئے حفاظت کر رہے تھے ۔ ہم سب کے سب شراب نوشی اور مستی میں تھے اور سر امام حسین علیہ السلام ہمراہ تھا ایک شب جب کہ اس کا نصف حصہ گزرا تھا کہ تیز و تند آندھی آئی ۔ بادل گرجنے لگے اور بجلی کڑکنے لگی ۔ اور در ہائی آسمان کھل گئے اور آسمان سے آدم صفی اللہ، نوح نبی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، اسمٰعیل ذبیح اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ بہ ہمراہی حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے ۔ ان کے ساتھ جبرئیل اس ملائکہ کا جم غفیر لیے ہوئے ساتھ ساتھ تھے ۔ اس وقت سر امام حسینؑ ایک صندوق میں رکھا تھا ۔ جبرئیل نزدیک لائے اور صندوق کھولا ۔ سر مبارک باہر نکالا سینہ سے لگایا اور بچشم گریان ۔ آنحضرتؐ کو پیش کیا ۔ آنحضرت نے گریہ فرمایا تمام انبیاء و مرسلین نے باگریہ وزاری آنحضرتؐ کو پرسہ دیا ۔ اس وقت جبرئیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے حکم حاصل کروں اور زمین میں زلزلہ پیدا کر دوں ۔ میں نے خدا کے حکم سے قوم لوط کو زمین دھنسایا تھا ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل آخر قیامت تو آنے والی ہے میں صبر کرتا ہوں کہ قیامت میں ان سے مخاصمہ پر کروں پھر رسولؐ خدا پر گریہ طاری ہو گیا ملائکہ گریہ رسولؐ خدا سے ملول ہوئے اسی دوران پاسبانان سر امام حسینؑ تھے وہ سب کے سب لائے گئے اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا ۔

اور وہ قتل کر دیئے گئے ۔ جب میرا نمبر آیا تو میں نے فریاد کی اور رسولؐ خدا سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ الامان الامان ۔ بخدا میں تمہارے فرزند کے قتل میں شریک نہ تھا اور اس پر راضی بھی نہ تھا کہ حسینؑ قتل کئے جائیں مجھے آپ بخشدیں

فرمایا وای ہو تجھ پر کیا تو اس قوم کے ہمراہ نہ تھا ۔ اور میرے اہلبیتؑ کی بیکسی و غربت پر نگاہ نہ کی ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لا غفر اللہ لک ۔ خدا تجھے نہیں بخشے گا ۔ پس رسولؐ خدا نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھو کہ یہ شخص خود ہی مر جائے گا میں نے یہ سن کر وہاں سے جست لگائی ۔ و فی المناقب اصبحت رایت اصحابی کالحمہ جاثمین رماداً ۔ صبح کو میں نے دیکھا کہ تمام رفقا کہ جو سر امام حسینؑ پر راہ شام میں پاسبان تھے یک بیک خاکستر ہو گئے ہیں گویا جل کر خاک ہو گئے ہیں ۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس واقعہ میں جزی اختلاف کیا ہے وہ نقل کرتے ہیں کہ کہتے ہیں وہ شخص ابو الحنوق تھا آنحضرتؐ کے یہ فرماتے پر کہ اس پر تم ہاتھ رکھو ۔ ملک الموت، یا کسی دوسرے فرشتے نے اس کے موہنہ پر طمانچہ مارا پس جب ابو المحنوق ملعون پیدا ہوا ۔ دیکھا کہ اس کی نصف صورت سیاہ ہو گئی ہے اور جل گئی ہے ۔ اور اے شیعوں اس حرامزادے نے روز عاشوراء امام حسینؑ علیہ السلام جب کہ آپ میدان میں کھڑے تھے تیر مارا تھا وہ تیر سر شعبہ تھا امام مظلوم زمین پر گر پڑے تھے ۔ (از مترجم بہر حال ابو الحنوق ملعون قاتلان امام حسینؑ سے تھا اور ابو لہیفہ کہ جس کا ذکر کیا جا چکا شریک قاتلان امام حسینؑ تھا ۔ بعد واقعہ شہادت ان ملعونوں کا توبہ کرنا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ثابت ہے مگر ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی ۔ پس قاتل امامؑ کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہے مگر واہ مصیبتاہ پھر بھی کوئی نہ کوئی مفتی قاتلان امام حسینؑ کی وکالت کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر قاتل امامؑ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہے قاتل امام کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں ہماری کتاب عقیدہ و عمل اور نجات ملاحظہ ہو)

واقعہ دیر راہب کا ذکر کتاب فوادح الحسینیہ میں حسین بن محمد بن احمد رازی

نے اور اس نے شیخ ابو سعید شامی سے نقل کیا ہے۔ معین الدین نے روضۃ الشہدا میں ابی سعید دمشقی سے روایت کیا ہے کہ میں اس جماعت کے ہمراہ تھا کہ جو سرامام حسینؑ اور آپ کے اہلحرم کو شام لیجا رہے تھے۔ جب دمشق کے نزدیک پہنچے یہ خبر ملی کہ قعقاع خزاعی نے لشکر جمع کر گیا ہے اور وہ لشکر ابن زیاد ملعون پر شب خون مارے گا۔ ابن زیاد کے لشکری یہ سن کر گھبرا گئے۔ اور بڑی احتیاط کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ رات ہونے تک وہ منزل پر پہنچے وہاں دیر راہب تھا۔ اور وہاں نصرانی لوگ ٹھہرتے تھے۔ لشکر ابن زیاد نے اسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ اگر شب خون کا موقعہ درپیش ہو تو سرہائے شہیدان کربلا محفوظ رہیں اس خیال سے لشکریوں نے دیر کے بزرگ عالم کو بلایا اور اس سے کہا۔ فطلع شیخ من سطح الحصان فالتفت الی الیمین والیسار۔ اس وقت اس بزرگ دیر نے اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دائیں بائیں جانب نظر ڈالی۔ دیکھا کہ فوج سے سارا میدان گھیرا ہوا ہے راہب نے دریافت کیا۔ کہاں کتنے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ شمر ولدالحرام نے کہا کہ ایک شخص نے عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد والی کوفہ نے اپنی فوج بھیجی اور اس کو فتح ہوئی اب ہم اس باغی (معاذ اللہ) کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لے کر یزید بن معاویہ کو پیش کرنے آئے ہیں۔ اس راہب نے جب سرہائے شہداء پر نظر کی تو دیکھا کہ یہ تو نورانی چہرے ہیں پھر اس نے بغور سر بریدہ امام حسینؑ دیکھا تو حیران رہ گیا کہ سر نور مثل آفتاب درخشندہ ہے اس کے دل پر اثر ہوا اور حالت متغیر ہونے لگی۔ راہب نے سوال کیا کہ آخر دیر کس لیے چاہتے ہو۔ شمر ولدالحرام نے کہا کہ سرہائے بریدہ کی حفاظت کے لیے کیونکہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ایک گروہ شب خون مارنے کا

ارادہ رکھتا ہے راہب نے دیر میں سرہائے شہداء رکھنے کی اجازت دیدی۔ پس سرامام حسینؑ ایک مقفل صندوق میں رکھ کر دیر میں لایا گیا۔ اور شمر ملعون نے حکم دیا کہ سروں کے پاسبان باری باری پاسبانی کریں۔ اس دیر میں علیحدہ علیحدہ محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ سرامام حسینؑ دیر میں رکھ دیا اور اہلحرم کو بھی دیر میں جگہ دی اور دروازہ دیر مقفول کر دیا۔ جب رات کا تقریباً نصف حصہ گذر گیا۔ راہب نصرانی اپنے حجرہ سے باہر نکلا۔ اور اس محراب کا کہ جس میں سرامام حسینؑ علیہ السلام رکھا تھا۔ طواف کرنے لگا اور دیکھا کہ دیر میں تو روشنی وغیرہ کچھ نہیں تھی آج دیر منوّر ہو رہا ہے روشنی ہی روشنی ہے۔ راہب اپنے حجرہ گیا اور اس میں ایک روزن تھا اس میں دیر کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اُس صندوق سے کہ جس میں سر بریدہ رکھا ہوا ہے نور ساطع ہو رہا ہے۔ اور روشنی سارے دیر میں پھیلی ہوئی ہے مختصر یہ ہے کہ وھبط من السماء هودج وطلعت منه خاتون رضیة واحنفت جوار بدیع والجمال۔ دیر کی شگافتہ ہوئی اور ایک ہودج آسمان سے اتری اور دیر میں داخل ہوئی اس ہودج سے کچھ خواتین اتریں۔ منادی صدا دے رہا تھا۔ یہ ہاجرہ مادر اسمٰعیل ہیں یہ آسیہ ہیں یہ مریمؑ ہیں۔ سب کے آخر میں ایک اور ہودج نازل ہوا۔ آواز آئی کہ یہ خدیجہ الکبریٰ ہیں ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک ہودج نازل ہوا اور اس سے ایک بی بی اتریں اس وقت آواز آئی کہ اے راہب ہودج کی طرف نگاہ نہ کر۔ اس میں رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہ زہرا ہیں جو اپنے فرزند حسینؑ کے سر بریدہ کی زیارت کے لیے آئی ہیں۔ راہب کہتا ہے کہ میں اس آواز کو سن کر بیہوش ہو گیا مگر جب افاقہ ہوا اور اس طاق کی طرف نگاہ کی جس میں سر بریدہ رکھا ہوا تھا تو میری نگاہ پر پردہ پڑ گیا اور میں نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس طاق سے گریہ وزاری اور نوحہ

کی آواز گوش زد ہو رہی تھی۔ اس وقت ان مخدرہ نے سر بریدہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ السلام علیك ایھا المظلوم الحریب السلام علیك ایھا الشھید الغریب السلام علیك یا ضیاء العین و مھجۃ قلب الام یا حسین قتلوك و من شرب الماء منعوك۔ یعنی اے میرے مظلوم و شہید و غریب نینوا فرزند حسینؑ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یہ وارد ہوا ہے کہ اس شب کو سیدۂ عالم نے ماتم حسینؑ میں مرثیہ کہا ہے پیر راہب نے جب دہر میں گریہ و زاری کی آواز سنی اور مدہوشی کے بعد ہوش میں آیا۔ تو طاق کے نزدیک گیا مگر وہاں کوئی عماری یا ہودج کا نشان نہ تھا۔ لہٰذا اس نے وہ صندوق کھولا کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ تھا۔ جب صندوق کھولا تو سر بریدہ سے ایک نور ساطع ہو رہا تھا حالانکہ وہ سر خاک و خون میں غلطان تھا۔ راہب بہت رویا اور سر مطہر کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے عبادتی سجادہ پر بیٹھا اور دو زانو مؤدب ہو کر عرض کیا اے سر سروران عالم مجھے بتا کہ تو کس برگزیدہ سر مطہر ہے۔ سر بریدہ سے آواز آئی کہ ؎

من کشتۂ تیغ کوفیانم
آغشتہ بخون ز شامیانم

کوفیوں اور شامیوں نے مجھے قتل کیا ہے اور میں فرزند رسولؐ ہوں۔ میں محمد مصطفیؐ کی آنکھوں کا نور ہوں اور علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ اور میں فاطمہؑ کا نور نظر ہوں۔ جب اس راہب سے آپؑ نے اپنے مصائب بیان کئے تو وہ راہب بیہوش ہو گیا اور ہوش آنے پر اس نے ان تمام نصاریٰ کو جمع کیا کہ جو اس قلعہ میں رہتے تھے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ اپنے لوگوں کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام

کی خدمت میں آیا دیکھا کہ ایک بیمار ناتواں۔ طوق و سلاسل میں گرفتار اسیروں کا سالار ہے یہ حالت امامؑ دیکھ کر راہب اور تمام نصرانی رونے لگے۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو شب خون ماریں اور آزاد کرالیں مگر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گروہ ستم شعار کو ان کے حال پر چھوڑ دو ؎

ظالمان را بکردگار سپار
تا جزا شان دہد بزاری زار

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ وہ راہب سر مطہر امام حسین علیہ السلام کا اعجاز دیکھ مسلمان ہو گیا "حسینیت زندہ باد"۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ چند مقام پر ازروی محبت دھویا گیا ہے اور ایک جگہ ازروے عداوت دھویا گیا ہے اوّل خولی کی زوجہ نے سر امام مظلوم دھویا۔ دوم شمر ملعون کی زوجہ نے سوم دہر راہب میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ان تینوں جگہ ازروے عقیدت و مودّت سر امام مظلوم کو مشک و گلاب سے دھویا گیا ہے اور ازروے عداوت دربار یزید ملعون میں پیش کرنے سے پہلے سر امامؑ کو دھویا گیا اور طشت طلاء میں رکھ کر پیش کیا۔

منزل قنسرین میں سر بریدۂ امام حسینؑ کا راہب نصرانی کو دعوت اسلام دینا

کتاب الخرائج میں سانحہ راہ شام کے سلسلہ میں قطب راوندی نے ابو الفرج

سے اور اس نے سعید بن ابی رجا سے اور اس نے سلیمان اعمش سے روایت کیا ہے کہ ایک روز میں مشغول طواف خانہ کعبہ تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غلاف خانہ کعبہ پکڑے ہو کہہ رہا تھا کہ اللھم اغفر لی و انا اعلم انک لا تغفر یعنی خدایا تو مجھے بخشدے مگر میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو ایسا کیوں کہتا ہے خداوند عالم غفور رحیم ہے وہ گناہ معاف کر سکتا ہے۔ آخر تجھ سے ایسا کون سا گناہ عظیم ہوا ہے کہ تجھے اپنی مغفرت کی امید نہیں ہے اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ حرم سے باہر چلو تو میں تم کو اپنے گناہ سے آگاہ کروں گا۔ باہر پہنچنے پر اس نے کہا کہ اے برادرم میں لشکر عمر بن سعد میں تھا۔ اور ان چالیس آدمیوں میں سے تھا کہ جو راہ شام میں سرہاء شہداء کی پاسبانی پر لگائے گئے تھے۔ اثناء راہ میں ایک شخص نصرانی ملا و کان الرأس معنا ترکونا علی رمح و معہ الاحراس۔ کہ سر مقدس امام حسینؑ ایک نیزہ پر نصب تھا ہم لوگ غذا و طعام میں مشغول تھے کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے دیر کی دیوار پر یہ لکھا ہے

اترجوا امۃ قتلت حسینا

شفاعۃ جدہ یوم الحساب

کہ وہ امت یعنی وہ گروہ کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو قتل کیا یوم حساب رسولؐ خدا کی شفاعت کی کیا امید رکھ سکتی ہے ہمارے ساتھیوں نے اس کو محض وہمی چیز تصور کیا اور ہم کھانے پینے میں مشغول رہے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہاتھ دوبارہ نمودار ہوا اور اس نے دیوار پر یہ تحریر کیا ہے

فلا واللہ لیس لھم شفیع   وھم یوم القیامۃ فی العذاب

خدا کی قسم ہرگز ہرگز اس گروہ یعنی قاتلان امام حسینؑ کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے ان کا روز قیامت کوئی شفیع نہ ہوگا اور وہ دائمی عذاب میں رہیں گے ہم اگرچہ یہ واقعہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئے مگر پھر بھی شقاوت سے باز نہیں رہے۔ اور بدستور طعام و غذا میں مشغول رہے پھر تیسری مرتبہ وہی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے قلم قدرت سے لکھا کہ

وقد قتلوا الحسین بحکم جور

وخالف حکمھم حکم الکتاب

کہ امام حسینؑ کو حاکم جابر و ظالم کے حکم پر قتل کیا اور ظالموں نے حکم قرآن کے خلاف کیا اسی اثنا میں ہم کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اور دیر راہب پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ راہب اپنے دیر کی چھت پر آیا اور اس نے سر مطہر امام حسینؑ پر نظر کی۔ فرای نورا ساطعا من فوق الراس۔ کہ سر امام حسین علیہ السّلام کے اوپر ایک نور تابندہ ہے وہ راہب اپنے دیر سے باہر آیا۔ دریافت کیا کہ تمہارا لشکر کہاں سے آیا ہے اور یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ جس سے نور ظاہر ہو رہا ہے اور نور بالائے نور احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ہم نے کہا کہ ہم اہل عراق ہیں اور یہ سر مطہر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا ہے جو نواسۂ رسولؐ خدا اور پسر علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جب راہب نے یہ سنا کہ سر بریدہ پیغمبرؐ اسلام کے نواسہ، فاطمۂ زہرا کے نور عین کا سر ہے کہنے لگا کہ تبا لکم واللہ لو کان بعیسی بن مریم ابن لحملنا علی احدا قنا۔ اے لوگو۔ تم پر تمہارے آئین پر وائے ہو کہ اگر عیسٰی ابن مریم کے کوئی فرزند ہوتا تو ہم گروہ نصاریٰ فرزند عیسٰیؑ کو اپنی آنکھوں کا نور قرار دیتے۔ اے بے حیا

لوگو تم نے اپنے پیغمبرؐ کی اولاد کو قتل کر دیا۔ اور اس کے قتل ہونے پر خوشیاں منا رہے ہو۔ میری تم لوگوں سے ایک خواہش ہے ہم نے کہا آخر تم کیا چاہتے ہو راہب نے کہا کہ دس ہزار درہم جو مجھے میرے بزرگوں سے میراث میں ملے ہیں مجھ سے لے لو اور اس سر مطہر کو مجھے دیدو کہ میرا مہمان ہے۔ ہم نے راہب کی بات مان لی اور اس نے مذکورہ رقم لا کر دیدی وہ دو تھیلیاں تھیں اور ہر ایک تھیلی یعنی ہمیانی میں پانچ ہزار پانچ سو درہم تھے۔ عمر سعد ملعون نے ان کو اچھی طرح کسوٹی پر پرکھ کر اپنے خازن کے حوالہ کیا۔ اور سر مطہر راہب کو دے دیا۔ راہب سر بریدۂ امام حسینؑ لے کر اپنے گھر آیا اور اس کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے حجرہ میں رکھ دیا اور خود سر امامؑ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور دل میں کہتا رہا کہ مسلمانوں نے اپنے رسولؐ کے فرزند کے سر مبارک کے ساتھ اسقدر خواری کا سلوک کیا ہے کہ نیزہ پر آویزاں کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ گریہ بھی کر رہا تھا اور نوحہ کر رہا تھا۔

علاّمہ مرحوم اپنی کتاب الریّاض میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ راہ شام میں منزل قنسرین کا ہے۔ جب راہب سر امام مظلوم لیکر اپنے گھر آیا ہے اس نے آواز سُنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ طوبی لکم وطوبی لمن عرف حرمتہ۔ اے راہب خوشا بحالِ تو کہ تو نے سر مطہر کی اسقدر تعظیم و تکریم و تقدیس کی ہے۔ ابھی وہ راہب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی احترام و عظمت سر امام بجا لایا۔ پھر راہب نے سر مطہر کو اپنے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا پروردگارا حضرت عیسٰی بن مریمؑ کی پاکیزگی کا واسطہ اس سر مطہر کو حکم دے کہ وہ اپنا تعارف کرائے۔ اور مجھ سے کلام کرے۔ ناگاہ سر امام مظلوم گویا کہ اے راہب انا ابن محمدن المصطفٰی

انا ابن علی المرتضٰی انا ابن فاطمۃ الزهراء۔ انا المقتول بکربلا انا المظلوم انا العطشان جب سر امام کلام کر چکا تو راہب نے سر پاک کو زمین پر رکھا اور اپنے چہرہ پر خاک ملی بالوں میں خاک ڈالی۔ اور سر مبارک پر اپنی پیشانی رکھ کر عرض کیا۔ حتی تقول انا شفیعك یوم القیامۃ۔ کہ آپ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں کہ میں روز قیامت تیرا شفیع ہوں گا۔ سر امام حسینؑ سے آواز آئی اے راہب اگر تو میری شفاعت چاہتا ہے تو میرے نانا کا دین قبول کر۔ پس راہب نے کہا اشهد ان لا الٰہ الا اللہ واشهد ان محمداً رسولُ اللہ۔ پھر سر امام حسینؑ نے فرمایا اے انا شفیعك یوم القیامۃ۔ اے راہب بروز قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔ بروایت ابن شہر آشوب راہب نے لشکر والوں سے کہا کہ تمہارا رئیس کون ہے مجھے اس کے پاس لے چلو لشکری لوگ راہب کو عمر بن سعد ملعون کے پاس لے گئے۔ جب راہب پسر سعد کے پاس گیا تو اس نے نہایت عاجزانہ طور پر اس سے سوال کیا کہ یا عمر سئلتك باللہ و بحق محمد صلی اللہ علیہ والہ ان لا تعود الی ما کنت تفعلہ بھذا الرأس۔

یعنی کہ میری تجھ سے یہ خواہش ہے کہ تجھے اقدس الٰہی کا واسطہ اور حضرت رسولؐ خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس سر مطہر کی بے حرمتی نہ کر اور اس کو نیزہ پر نصب نہ کر۔ عمر سعد بد نہاد نے اس وقت کو قبول کر لیا مگر جب راہب چلا گیا تو اس ملعون نے پھر سر امام مظلوم کو نیزہ پر بلند کیا۔ جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ شام پہنچا اور اس نے اپنے خزانچی سے وہ دونوں تھیلیاں جس میں درہم تھے طلب کیں جب وہ ہمیانیاں کھولی گئیں تو وہ تمام دینار ٹھیکری ہو گئے تھے اور ان درہموں کے ایک طرف ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون

اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ جب عمر بن سعد ملعون نے دیکھا تو کہنے لگا۔ حسرۃ الدنیا والآخرۃ۔

شہر سرمدین میں ورود اسیران اہلبیت اور وہاں کے حالات

جب لشکر ابن زیاد راہ شام میں منزل سرمدین پہنچا جو کہ حکومت حلب کا ایک شہر ہے یہاں کے لوگ دیندار، صاحبان خیر اور دوستداران خانوادۂ نبوت ہیں جب شہر والوں کو خبر ہوئی کہ امام حسین علیہ السّلام کو عراقیوں نے قتل کر دیا ہے اور لشکر ابن زیاد ان کے اہلحرم کو اسیر کر کے شام لیجا رہا ہے اور وہ اس شہر سے گزریں گے۔ انہوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ کی چھت پر جا کر لشکر ابن زیاد کو لعن وطعن کی۔ ان پر تبرّی کیا۔ اور ان پر سنگ باری کی۔ اور کہنے لگے اے قاتلو ہم تم تو ہرگز اپنے شہر میں نہیں داخل ہونے دیں گے جب وہاں کی عورتوں کی دُور سے نظر اسیران اہلبیت پر پڑی اور ان کو رسن بستہ اور کھلے سر دیکھا تو بے چین ہو کر اپنے سروں کے بال کھول دیئے اور گریۂ وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جناب اُم کلثوم نے یہ نوحہ پڑھا

کم تنصبون لنا الاقتاب عاریۃ　　　کاننا من بنات الروم فی البلد

الیس جدی رسول اللہ ویلکم　　　ھو الذی دلکم قصدا الی الرشید

یعنی اے بیحیا تو لشکر ابن زیاد ہمیں برہنہ سر رسن بستہ شتران بے کجاوہ پر شہر شہر

لیے اس طرح پھر رہے ہو جیسے لوگ دختران رومی کو لے کر پھرتے ہیں حالانکہ ہم آل رسولؐ ہیں نبی زادیاں ہیں۔ تم کیسے کلمہ گو ہو۔ ہماری کیا خطا ہے۔ ہم ان اونٹوں پر سخت تکلیف میں ہیں اور تم کوئی خیال نہیں کرتے غرض کہ اہل سرمدین نے لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یحییٰؑ حرّانی کی حمایتِ اسیران آل محمدؐ میں شہادت اور بعض منازل راہ شام کے واقعات

جب لشکر ابن زیاد ملعون شہر مدین میں داخل نہ ہو سکا تو اس نے منزل حرّان کا رخ کیا حرّان بروزن شدّاد ہے۔

صاحب روضۃ الشہداء تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون حرّان پہنچا۔ تو وہاں کے لوگ استقبال کے لیے نکلے اور تماشائے اہلبیت اطہار دیکھنے لگے اس جگہ ایک یہودی کا مکان تھا۔ جو کہ یحییٰؑ حرّانی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ یہودی بھی بغرض تماشا لوگوں کے مجمع میں موجود تھا۔ وہ کھڑا تماشائے اسیران اہلحرم دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ اس کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی جو ایک نیزہ پر بلند تھا۔ جب اس نے بغور سر مبارک کو دیکھا تو اُسے امام مظلوم کے لبوں کو جنبش کرتے دیکھا۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یہودی کو بہت تعجب ہوا کہ سر بریدہ اور تلاوت کلام مجید۔ اس نے خیال کیا کہ یہ سر۔ سر رسولؐ خدا ہے یا کسی پیغمبر کے وصی کا سر مبارک ہے کسی

سے سوال کیا برائے خدا یہ تو بتلاؤ کہ یہ سر پاک کس بزرگ کا ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ لشکر والوں نے بتلایا کہ یہ حسینؑ ابن علیؑ کا سر ہے۔ اور اس کی ماں کا نام فاطمہؑ ہے جو رسولؐ خدا کی بیٹی ہے۔ اس یہودی نے سنا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اس کے نانا کا دین سچا اور برحق نہ ہوتا تو یہ سر مبارک ہرگز کلام نہ کر سکتا پس وہ امام حسینؑ کے سر بریدہ کے کلام کرنے کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اور اس نے کلمہ پڑھا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد ارسول اللہ و ان ابنہ ھذا من اولیاء اللہ اے لوگو گواہ رہو کہ محمدؐ برحق پیغمبرؐ خدا ہیں۔ اور ان کا فرزند حسینؑ کہ جس کا یہ سر مبارک ہے اس کے وصیؑ برحق ہیں اور یہ بے نقاب اسیران نبوت۔ شاہدان نبوت ہیں اور برحق ہیں۔ پھر اس نے کچھ چادریں اور کچھ نقابیں اہلحرم کو پیش کیں۔ اور اس نے اپنا حصہ حضرت سید سجادؑ کو نذر کیا اور آپ کے جسم مبارک پر ڈال دیا۔ جب ابن زیاد ملعون کے لشکر والوں نے اس یہودی کو اہلحرم کی محبت میں سرشار دیکھا تو اس غریب کو خوب مارا اور چادریں چھین لیں۔ یحیٰؒ عراقی کو جوش آ گیا اور تلوار نیام سے نکال لی اور اُن پر حملہ آور ہوا اور لشکر باطل کے پانچ افراد کو قتل کیا۔ اور بآواز بلند کہا کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ محمدؐ پر ایمان لایا ہوں اور اس کے اہلبیتؑ سے محبت کرتا ہوں۔ اس وقت لشکر ابن زیاد ملعون نے اس پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا۔ معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یحیٰؒ حرانی کا مزار مبارک دروازۂ شہر حراں کے اندر واقع ہے مومنین و موالیان اہلبیتؑ طاہرینؑ اس کی زیارت کرتے ہیں اور یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں مزار مبارک کے سرہانے جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے ہمارا ایک سلام سر مطہر امام حسینؑ کو ہو اور دوسرا سلام امام زین العابدینؑ کو ہو۔ اور ہمارا ایک

سلام یحیٰؒ حرانی شہید آل محمدؐ کو ہو۔

در ہر دو جہان گر آبرو می طلبی
بگذر بسر خاکِ شہیدانِ درش

یعنی کہ اگر دونوں جہان میں تو آبرو و عزت کا خوشگوار ہے تو شہیدان اہلحرم کے دروازے پر جبہ سائی کرنا چاہیئے۔

منزل اندرین ——— منزل حراں سے۔

لشکر ابن زیاد بدنہاد بطرف قریۂ اندرین رواں ہوا اور وہاں پہنچ کر رئیس قریہ کو خبر بھیجی اور اپنے لشکر کے لیے طعام و قیام کے بندوبست کی خواہش ظاہر کی۔ شہر حلب سے منزل اندرین ایک دن اور ایک کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صاحب کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ والیٔ اندرین نصر بن عقبہ تھا۔ اور یزید بن معاویہ سے پہلے ہی سے یہاں اس کی حکومت تھی۔ جب والیٔ اندرین نے یہ سنا کہ حسین ابن علیؑ قتل کر دیئے گئے اور ان کے اہلحرم اسیر ہو کر یہاں لائے گئے ہیں اور یہاں سے شام جا رہے ہیں۔ اس حرام زادے نے خوشی کا اظہار کیا۔ شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی واہ مصیبتاہ اہلحرم نے جب یہ خوشیاں دیکھیں تو آہ سوزاں جگر سے کھینچی اور غریبیٔ امام حسینؑ پر آنسو بہائے ادھر اہل کوفہ عیش و طرب میں مشغول تھے۔ کہ اہلحرمؑ کی آہیں رنگ لائیں اور سخت و تند آندھی چلی۔ بجلی کڑکی آسمانی بجلی زمین پر گری اور اس شہر کے مکانات جل کر سیاہ ہو گئے۔ گویا آسمان نے آل امیہ پر لعنت بھیجی۔

منزل معرّۃ النّعمان یہاں بھی لشکر ابن زیاد ملعون نے پڑاؤ ڈالا تھا

اس شہر کو معرّۃ النّعمان اس لیے کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر انصاری اس شہر میں آئے اور اس شہر میں وفات پائی اور دفن ہوئے۔ لہٰذا ان کی نسبت سے یہ شہر معرّۃ النّعمان ہوا مشہور ہو مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب لشکر ابن زیاد بدکردار شہر کے نزدیک پہنچا تو والی شہر نے دروازے کھولنے کا حکم دیا کہ لشکر شہر میں داخل ہو سکے۔ اس شہر والوں نے کوفیوں کو طعام و غذا فراہم کی واحسرتا کسی نے یہ نہیں کہا کہ آل رسولؐ بھی بھوکے و پیاسے ہیں۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل شیزر :۔

منزل معرّۃ النّعمان سے روانہ ہو کر لشکر ابن زیاد نے منزل شیزر پر پڑاؤ ڈالا جب اس شہر کے رہنے والوں کو خبر ہوئی تو ان کی قوم کے بزرگوں نے کہا اے جوانو اس لشکر بیدین نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا ہے۔ اور امام حسینؑ کا سر بریدہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے سر اور حضرت کے اہلحرم قیدی بنا کر شام لیجا رہے ہیں۔ ہم اس قوم نابکار کو اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے اس پر اس قریہ کے تمام لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ مقاتلہ کی صورت ہی کیوں نہ ہو ہم لشکر ابن زیاد کو ہرگز ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اور جیسا کہ ہمارے قومی بزرگ فرماتے ہیں اس پر عمل کریں

گے۔ اس شہر کے اردگرد ایک خندق تھی اور اس پر عبور کرنے کے لیے پل بنا ہوا تھا۔ لشکر ابن زیاد کے پہنچنے سے پہلے ہی ان لوگوں نے اس پل کو توڑ دیا۔ اور تمام لوگ تلواریں اور سپریں لے کر گھروں سے باہر نکل آئے۔ ادھر لشکر ابن زیاد جب خندق کے نزدیک پہنچا دیکھا کہ لوگ داخل شہر ہونے کے سخت مخالف ہیں۔ اور ان لوگوں نے خندق کے پل کو توڑ دیا ہے۔ جب لشکر ابن زیاد نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس بدنہاد نے یزید بن معاویہ کو خط تحریر کیا۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ اور فوراً ہی یزید ملعون نے جواب دیا جس پر اس نے حکم دیا کہ اس قریہ کو آگ لگا دو عامل بلدیہ کو گرفتار کر لو۔ ان ظالموں نے یزید ملعون کے حکم پر اس قریہ کو غارت و تاراج کر دیا۔ اور آپ اس کی جرأت دیکھ کر لشکر ابن زیاد نے کوچ کیا۔

منزل کفر طاب۔

کفر بفتح الکاف واسکان الفاأی قریہ طاب فان الکفر۔ بمعنی القریہ ہے یعنی کہ لفظ کفر کے کاف پر زبر ہے اور باقی حروف ساکن ہیں۔ مقتل ابی مخنف کہتا ہے کہ کفر طاب ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس جگہ اہل خیر و سعادت اور دیندار لوگ رہتے تھے۔ جب یہاں کے لوگوں کو ابن زیاد ملعون کے آنے کی خبر ہوئی۔ فغلقوا علیہم الابواب۔ یعنی کہ اپنے مکانوں کے دروازے بند کر لیے۔ اور لشکر ابن زیاد کو کھانا پانی کچھ نہیں دیا۔ خولی بن یزید علیہ اللعنۃ قلعہ کے نزدیک آیا اور کہنے لگا اے قوم کیا تم ہمارے زیر اطاعت نہیں ہو جو تم ہمارے احکام تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم لوگ تمہیں ہرگز آب و کھانا نہیں دیں گے کیونکہ

حسین علیہ السّلام اور ان کے ساتھوں پر پانی بند کیا ہے اور انہیں تشنہ دہن شہید کیا ہے۔ پس لشکر ابن زیاد ملعون وہاں سے دوسری منزل کے لیے روانہ ہو گیا۔

سیبور۔ یہ بھی کفر طاب سے روانہ ہونے کے بعد ایک منزل ہے۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ بزرگان قوم نے اپنے قریہ کے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ لشکر ابن زیاد نے فرزند حضرت رسولؐ خدا کو قتل کیا ہے۔ اور ان کے اہلحرم اسیر کئے ہیں۔ اب یہ قوم نابکار سرہاء شہداء اور اسیروں کو لے کر شام جا رہے ہیں۔ اے ہماری قوم اگر تم نے ان ظالموں کو طعام و غذا دی یا ان کی حمایت کی تو روزِ قیامت خدا و رسول خدا مواخذہ کریں گے۔ ہم ہرگز ان کو اپنے شہر میں قدم نہیں رکھنے دیں گے اور البتہ اگر اسیران حرم آئیں تو ہمارے گھر حاضر ہیں تمام لوگوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور بزرگان قوم کو یقین دلایا کہ لشکر ابن زیاد کو ہم ہرگز اپنے شہر میں داخلہ کی اجازت نہیں دیں گے چاہیئے خون خرابہ ہو۔ خولی بن یزید ملعون نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ اس قریہ پر حملہ کرے جنگ ہوئی اور اہل سیبور نے لشکر ابن زیاد کے چھ سو افراد کو واصل جہنم کیا۔ اور ان کے پانچ شخص شہید ہوئے رحمھم اللہ تعالیٰ۔ خدا کی رحمت ہو ان پانچوں شہیدوں پر۔ بعض نسخوں میں یہ درج ہے کہ اہل قریہ کے ستّر افراد سیبور شہید ہوئے اور چھ ہزار افراد لشکر باطل وارد جہنم ہوئے۔ جنابؑ ام کلثوم نے اس شہر والوں کو دعا خیر دی اور فرمایا کہ خداوند اس شہر والوں کے رزق اور امور خیر میں برکت عطا فرما لشکر باطل وہاں سے دوسری منزل کی طرف روانہ ہوا

منزل حماۃ اور مسجد راس الحسینؑ

ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حماۃ کے لوگوں نے لشکر ابن زیاد ملعون کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا فغلقوا الابواب علی وجوھھم ورکبو بسورہم۔ یعنی دروازہ بند کر لیے اور دروازے کے برج پر نگران بیٹھا دیئے کہ لشکر والے داخل نہ ہو سکیں۔ ان لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ ہم سب قتل ہو جائیں مگر ہم قاتلان فرزند رسولؐ خدا کو شہر میں نہیں وارد ہونے دیں گے۔ جب لشکر ابن زیاد نے یہ حالت دیکھی تو حکم دیا ارتحلوا الی حمص کہ حمص کے لیے سوار ہو لیکن ابن شہر آشوب اور دیگر علماء کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سپاہ ابن زیاد داخل شہر حمص ہوئی ہے۔ اور اس وقت ایک پتھر پر سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام رکھا پتھر پر خون امام خشک ہو گیا ہے اور وہ جگہ مشہد الرّاس کے نام سے مشہور ہے مرحوم علاّمہ کتاب الریاض میں اپنے ہمعصر اصحاب سے نقل کرتے ہیں کہ فاضل معاصر نے خود بیان کیا کہ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ سفر مکّہ میں شہر حماۃ پہنچے وہاں ایک باغ و بستان میں ایک مسجد دیکھی جو مسجد الحسینؑ کے نام سے معروف مشہور ہے۔ مسجد کی عمارت کی ایک دیوار پر پردہ کھینچا ہوا ہے اور دیوار میں ایک پتھر نصب ہے۔ اور اس پر گردن بریدہ اور شریان نشان پایا جاتا ہے۔ فاثر فی ھذا الحجر ما تراہ تاثیراً۔ یہ اس فاضل معاصر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خدّام مسجد سے دریافت تو اس نے کہا کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون سرہاء شہداءؑ اور اسیران اہلبیتؑ کو لے کر کوفہ سے شام جا رہا تھا تو لشکر اس شہر میں پہنچا۔ اور بیرون شہر اس پتھر پر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا

سر بریدہ رکھا تھا چنانچہ آپ کے گلوے بریدہ اور گلے کی رگوں کا نشان پتھر پر نقش ہو گیا اور خون پتھر کے دل میں اُتر گیا۔ فاثر فی ھٰذا الحجر ماتراہ تاثیرًا پس گلوے بریدہ اور رگ شریان کا نقش ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ درمیان مسجد تلاوت قرآن مجید کی آواز سننے میں آتی ہے اور کوئی تلاوت کرنے والا نظر نہیں آتا۔ اور ہر سال شب عاشورا محرم نصف شب کے بعد ایک نور اس پتھر سے رونے کی آواز آتی ہے۔ اور روز عاشورا آخر وقت (یعنی ہنگام عصر) اس نشان گلو سے خون کے قطرے ٹپکنے شروع ہوتے ہیں اور پھر وہ خون منجمد ہو جاتا ہے اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ خون کو جمع کرلے خادم مسجد نے یہ بھی کہا کہ سالہا سال سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے فاضل معاصر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مسجد سے باہر آگئے تو ہم نے وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا تو واقعہ کی تصدیق کی ؂

بعد از شہادت پسر فاطمہ حسینؑ
داغ شہادتش جگر سنگ آب کرد

حاصل کلام یہ ہے کہ لشکر ابن زیاد بدنہاد نے حماۃ سے کوچ کیا اور شہر حمص پہنچا۔

منزل حمص۔

لشکر ابن زیاد منزل حماۃ سے شہر حمص پہنچا۔ اور والیٔ حمص کو خط لکھا کہ ہم کوفہ سے شام جارہے ہیں اور ہمارے ساتھ سر حسین ابن علیؑ ہے ان کے اہل حرم ہمارے قیدی ہیں تم ہمارے استقبال کو آؤ شہر کو آراستہ کرو اور لشکر کے لیے طعام و غذا و پانی کا انتظام کرو۔ اس وقت امیر شہر حمص برادر خالد بن نشیط

تھا کہ شہر جھنیہ میں حکومت کرتا تھا۔ اور ایک بھائی حمص میں عامل شہر تھا جب لشکر کا خط اس کو ملا۔ تو اس بدبخت نے استقبال کرنے کا حکم دیا۔ شہر آراستہ کیا گیا اور رنگ برنگ کے جھنڈے لے کر لوگ استقبال کے لیے نکلے۔ اور لشکر ابن زیاد نے صندوقوں میں سے سرہائے شہداء نکال کر نیزوں پر بلند کیے اور امام حسینؑ کا سر مبارک بھی بلند کیا۔ اہل حمص دور و دراز سے تماشۂ سرہائے شہداء کے لیے جمع ہوئے لیکن جب ان کو یہ تحقیق ہو گیا کہ یہ اسیر ذریت پیغمبر اسلام ہے اور یہ سر اولاد نبی و حیدرؑ کے ہیں اور اسیروں میں دختران فاطمہؑ اور حسینؑ کے ناموس ہیں تو ان لوگوں میں حمایت اہلبیتؑ کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ مرد و زن آہ و زاری کرنے لگے اور کہنے لگے وامصیبتاہ کہ ان ملعونوں نے خاندان نبوت کو تباہ کر دیا۔ چونکہ لشکر ابن زیاد سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی پس اہل حمص نے ان پر سنگ باری شروع کر دی اور ان پر لعنت ملامت کرتے تھے۔ اسی سنگ باری سے لشکر کوفہ کے چھ سوار واصل جہنم کیے اور شہر پناہ کے دروازوں کو بند رکھا اور ان کا یہ نعرہ تھا یا قوم لا کفر بعد الایمان۔ کہ اے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار نہ کرو۔ ہم خولی بن یزید ملعون کو واصل جہنم کر کے دم لیں گے ہم سر امام مظلوم آزاد کرائیں گے تاکہ روز قیامت پیغمبر اسلام کی بیٹی جناب سیدہ کی شفاعت ہمیں نصیب ہو۔ اور ہمارے شہر کو یہ فخر حاصل ہو چنانچہ نصاریٰ کے کنیسہ یعنی گرجا گھر کہ جو خالد بن نشیط کے پہلو میں تھا کے نزدیک اجتماع کیا۔ لشکر ابن زیاد نے اس لشکر سے جنگ و جدل کیا۔ مگر شہر حمص کے کسی دوسرے دروازہ سے سرہائے شہداء اور اسیروں کو لے کر فرار کر گئے۔

منزل بعلبک:۔ لشکر ابن زیاد ملعون نے شہر حمص سے کوچ کرنے کے بعد

شہر بعلبک میں قیام کیا اور عامل شہر کو حکم دیا کہ استقبال کرے۔ یزید کی فتح کی خوشی میں شہر کو آراستہ کیا جائے اور محفل رقص و سرود منعقد کی جائیں۔ صاحب منتخب اس منزل کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد کو شراب نوشی اور خوشی و سُرور کے علاوہ کوئی اور شغل نہ تھا۔ یہاں کے لوگ اہلبیتؑ طاہرین کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان کی عظمت کے بھی منکر تھے۔ اور طرح طرح کی خلاف دین باتیں کرتے تھے۔ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے کسی سے دریافت کیا کہ اس شہر کا کیا نام ہے کہ لوگ اسقدر بیدین ہیں۔ جواباً لوگوں نے کہا کہ اس شہر کو بعلبک کہتے ہیں۔ پس جناب اُمّ کلثوم نے نفرین کی اور فرمایا۔ ایاد اللہ تعالیٰ خضراءھم ولا اعذب اللہ تعالیٰ شربھم ولا دفع ایدی الظلمۃ عنھم الخ۔ یعنی کہ خداوند تعالیٰ اِس شہر والوں کو کمزور اور پراگندہ کر دے حاصل یہ ہے کہ اِس شہر والوں کو آب شیریں میسّر نہ ہوا۔ اور اِس قوم سے دست ظلم کوتاہ نہ ہوا۔

ماحصل بزبان عربیّہ از مولف کتاب سے

الا لعن اللہ الذین تواز دوا   علی ظلم آل المصطفیٰ و تجمعوا
ایا سادتی یا آل بنت محمدؐ   بکم صدر مستعتصم متمتم

روضۂ خوانیٔ مجالس عزا

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ہم نے واقعاتِ منازل راہ شام پیش کر دیئے لیکن گریز مجالس کا ذکر نہیں کیا اے شیعو لشکر ابن زیاد ملعون ان منازل میں اسیران آل محمدؐ کو مروّجہ شاہ راہوں سے نہیں لے گئے انہیں یہ خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مروّجہ شاہ راہوں پر گزرتے ہوئے دوستداران آل محمدؐ متصادم نہ ہوں اور

جمعیت کے ساتھ مقاتلہ کی نوبت نہ آجائے پس ان ملاعین نے آل رسولؐ کو راہ بیراہ لے جانا پسند کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحرا کی ریت و گرد اور گرم ہواؤں نے اسیروں کے چہروں کو متغیّر کر دیا تھا۔ ساربان تیزی سے اونٹ چلاتے تھے اور بے کجاوہ و محمل اسیران کربلا سوار تھے جب اونٹ تیز چلتے تھے تو سکینہ خاتون اپنی پھوپھی زینبؑ خاتون سے کہتی تھیں کہ پھوپھی اگر اونٹ آہستہ چلتے تو ہمیں اسقدر تکلیف نہ ہوتی۔ اے پھوپھی اماں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساربان ہمیں نہیں پہچانتے آپ ان کو اپنا تعارف کرائیں شاید ان کے دل میں رحم پیدا ہو جائے۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا اے بیٹی سکینہؑ اگر ساربان اونٹوں پر نگاہ رکھیں تو البتہ خستگی کم ہو سکتی ہے لیکن اے بیٹی زینبؑ کیا کرے لیکن جناب سکینہ آپ کو بہت پیاری تھیں، حضرت زینبؑ نے ساربانوں سے خطاب فرمایا۔

ان جدنا طٰہٰ و فاطمہ امھا

و علی والدنا البطیق الانزاع

کہ میرے جدّ ماجد حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں کہ جن کو خداوند عالم نے قرآن میں طٰہٰ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ میری ماں فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور میرے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ ہیں اور تم نے ہماری یہ حالت بنائی ہے کہ لوگ ترک دیلم کی کنیزیں سمجھتے ہیں۔ واما علی بن الحسین السید العلیل مع الصدر العلیل و دمہ یسیل علی ابن الحسین۔ یعنی امام زین العابدین بیمار و ناتوان ہیں وامصیبتاہ ان کے پاء مبارک اونٹ کے شکم کے نیچے باندھ دیتے ہیں۔ آپ کی رانوں کے زخموں سے خون ٹپکتا ہے۔ صحرا کی گرم ہوائیں۔ طوق و زنجیر نے اور بھی نڈھال کر دیا ہے۔ وارد ہوا ہے کہ حضرت سجادؑ سے کسی نے سوال کیا کہ

آپ پر سخت ترین مصائب کس جگہ پڑے اور وہ کون سے مصائب تھے تو بیمار کربلا نے سوز دل سے تین مرتبہ کہا۔ الشّام الشّام الشّام، سر ننگے میرا کبنہ تھا اور گردو خاص تھے لوگ بیبیوؤں کے نام لے کر ہنستے تھے۔ پھر سائل نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس طرح شام لے گئے۔ تو بروایتے حضرت امام جعفر علیہ السّلام کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار محمد باقر علیہ السّلام نے اس طرح بیان کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ۔ حملنی علی بعیر نطلع بغیر وطاء و رأس الحسین علی علم ونسوتنا خلفی علی بغال فاکف والفارطۃ خلفنا وحولنا بالرماح ان دمعت من عین احد قرع راسہ بالرمح حتی اذا ادخلنا الی دمشق۔ مصائب اہلبیتؑ طاہرین میں یہ ایک عجیب مصیبت ہے امام زین العابدین علیہ السّلام والحمدہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاغر اونٹ پر سوار کیا تھا نہ اس پر محمل تھی نہ ہودج۔ برہنہ تھا اور ہمارے اہلحرم کو نبی زادیوں۔ فاطمہؑ کی بیٹیوں اور بچوں اور ناموس امام حسینؑ کو خچروں پر سوار کیا تھا۔ یہ سب میرے اونٹ کے عقب میں تھے۔ امام زین العابدین علیہ السّلام کے اس ارشاد گرامی میں ایک لفظ والفارطہ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ وہ لوگ کہ جو یزید کی طرف سے پاسبان مقرر کئے گئے تھے اور یزید ملعون کے ہواخواہ تھے وہ سب کے سب ہم ظلم وستم کرتے ہیں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ ہم اس حالت میں دمشق پہنچے۔

مقتل جو ابی مخنف کی طرف منسوب ہے اس کے ایک نسخہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون بعلبک میں رات بسر کی تو وہ سب کے سب نشۂ شراب میں مخمور تھے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے عصر کے ہنگام تک صومعۂ راہب

پہنچے۔

واقعہ صومعۂ راہب

جب لشکر ابن زیاد ملعون نزدیک صومعہ راہب پہنچا تو اس جگہ پڑاؤ ڈالا سرہائے شہدا صومعہ سے ایک طرف رکھے اور دوسری طرف اسیران اہلبیتؑ طاہرین کو جگہ دی۔ اور خود لشکر والے عشرت وسرور میں مشغول ہو گئے۔ اور اہلبیتؑ اظہار گریہ وزاری کرنے لگے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یتیم بیٹیاں کبھی گریہ وزاری کرتیں اور کبھی پدر بزرگوار کی لاش کو دفن کرنے کی بابت خیال کرتیں مگر مجبور تھیں کس طرح دفن کرتیں کتاب مقتل میں ہے فلما عسعس اللیل سمع الراھب دویا کدوی الرعد وتسبیحا وتقدیسا۔ یعنی جب تاریکی شب زیادہ ہوگی تو راہب نے تسبیح وتقدیس کی آواز سنی۔ اور وہ آواز کڑک دار تھی پھر ایک نور پیدا ہوا کہ اس سے عالم منوّر ہو گیا اور اس کا پرتو صومعہ پر پڑا اور صومعہ میں نور پھیل گیا۔ فاطلع الراھب راسہ من الصومعۃ یعنی کہ راہب نے اپنا سر صومعہ سے باہر نکالا۔ دیکھا کہ جس نیزہ پر سر بُریدہ بلند ہے اس سر سے نور ظاہر ہو رہا ہے۔ قد لحق النّور بعنان السّماء اس سر مطہر کا نور مثل عمود نور آسمان تک بلند ہے راہب نے دیکھا کہ آسمان کے دروازہ کھلا ہوا ہے اور بیشمار فرشتے اس دروازہ سے زمین پر نیزہ کے نزدیک نازل ہو رہے ہیں۔ اور سر مطہر کو مخاطب کر کے سلام کرتے ہیں السلام علیک یا بن رسول اللہ السلام علیک یا اباعبداللہ راہب نے جب یہ شان دیکھی تو اُسے یقین ہو گیا کہ یہ سر مطہر بادشاہ دین ودنیا کا ہے۔ اپنے صومعہ سے باہر آیا۔ لشکر کے اور لوگوں سے دریافت کیا من زعیم القوم۔

کہ تمہارا بزرگ کون ہے۔ لشکریوں نے بتلایا کہ خولی بن یزید ملعون راہب نے خولی بن یزید سے دریافت کیا کہ سر کس بزرگ کا ہے۔ اس نے کہا یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے اور رسولؐ خدا کا نواسہ ہے۔ اس کی ماں فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ ہے۔ راہب نے کہا تبا لکم ولما جئتم فی طاعة۔ وای ہو تم پر کہ تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسہ کو قتل کر دیا۔ اور پھر بھی تم اطاعت رسولؐ خدا کے مدعی ہو۔ راہب نے کہا کہ ہمارے علماء نے خبر دی ہے کہ جب مسلمان اپنے نبیؐ کے نواسہ کو قتل کریں گے تو آسمان سے خون برسے گا۔ میں نے روز عاشورا محرّم آسمان سے خون کے قطرے گرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وصیؑ رسولؐ خدا کا سر ہے۔ اب میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ ایک ساعت کے لیے یہ سر مبارک مجھے دیدو۔ اور وقت کوچ مجھ سے واپس لے لینا۔ خولی ملعون نے سر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس سر کو یزید بن معاویہ کو پیش کرنا ہے۔ تاکہ ہمیں اکرام و انعام ملے۔ راہب نے کہا یزید جسقدر درہم و دینار دے گا اسیقدر جائزہ میں دینے کو تیار ہوں۔ چنانچہ خولی راضی ہو گیا اور راہب نے حسب خواہش خولی درہم و دینار حاضر کئے۔ سر مطہر نیزہ سے اتار کر راہب کو دیا۔ جب سر مطہر امام حسینؑ راہب کو ملا تو راہب رونے لگا اور کہا یعز و اللہ علی یا ابا عبد اللہ ان لا اواسیك بنفسی اے فرزند رسولؐ خدا مجھ پر بہت گراں ہے اگر میں اپنی جان آپ پر قربان نہ کروں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے آپ درجۂ شہادت عطا فرمائیں تاکہ میں شہیدان کربلا میں محشور ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کلمۂ شہادت ابن زیاد سے ادا کیا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا صلی اللہ علیہ و آلہ رسول اللہ و ان

علیاً ولی اللہ وانك الامام۔ اس کے بعد راہب نے سر مطہر خولی کو دے دیا اور اپنی نگاہ اٹھا کر صومعہ کی طرف دیکھا۔ خولی ملعون اور اس کے ساتھیوں نے وہ درہم و دینار جو راہب نے دیئے تھے آپس میں تقسیم کئے۔ بعدہٗ دیکھا کہ وہ مٹی کے ہو گئے ہیں اور ان پر تحریر ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یہ دیکھ کر لشکر کے لوگ حسرت میں رہ گئے مگر خولی بدنہاد نے کہا کہ اس معاملہ کو چھوڑو اس نے وہاں سے کوچ کیا اور عسقلان میں پڑاؤ ڈالا۔

منزل عسقلان اور ضریر خزاعی کا حمایت اہلبیتؑ اظہار میں خروج

علامہ مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ ابی مخنف اور دیگر صاحبان مقاتل نے منزل عسقلان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس منزل کا تذکرہ سہواً رہ گیا ہو۔ البتہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں تحریر کرتے ہیں کہ عسقلان ایک جگہ ہے کہ اس کو مشہد الرّاس کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سر مطہر امام حسینؑ علیہ السلام اس شہر میں لایا گیا ہے اسی وجہ سے سر مطہر کی طرف اس کو نسبت ہے اور مشہد الرّاس الحسینؑ کے نام سے موسوم ہے مناقب کے علاوہ معین الدین نے بھی کتاب روضۃ الشہداء میں مشہد الرّاس الحسینؑ کا ذکر کیا ہے اور خصوصی طور پر لکھا ہے کہ لشکر ابن زیاد نے ملعون عسقلان میں بھی منزل کی ہے۔ اور واقعۂ ضریر خزاعی کو اس شہر کے حالات میں مفصلاً اور تشریحاً لکھا ہے واقعہ عسقلان یہ ہے کہ۔

روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ لشکر ابن زیاد اسیران اہلبیت طاہرین کو شہر عسقلان میں لایا ہے وعسقلان مدینہ بالشام یعنی عسقلان شام کا ایک شہر ہے وہی عروس الشام یہ شہر شام میں بہت خوبصورت حیثیت رکھتا ہے اسی لیے اس کو عروس شام کہتے ہیں۔ کما فی الصحاح و فی القاموس انہ بلد بالساحل الشام یحجۃ النصاری وکیف کان۔ یعنی کہ جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے کہ شہر ساحل شام پر واقع ہے اس شہر کا عامل یعقوب عسقلانی تھا اور وہ شام کے امیر لوگوں میں سے ایک تھا۔ اور یعقوب عسقلانی کربلا میں جنگ حضرت امام حسینؑ میں موجود تھا اور اپنا لشکر لے کر واپس چلا گیا تھا۔ جب اپنے شہر کے نزدیک پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کو آراستہ کیا جائے اور اہل شہر عمدہ اور فاخرہ لباس پہنیں۔ اور خوشی و سرور کا اظہار کریں۔ اور فتح یزید کا جشن منائیں چنانچہ شہر آراستہ کیا گیا اور طبل ودف بجائے گئے محافل شراب منعقد کی گئی۔ یہاں تک کہ اسیران کربلا کا داخلہ ہوا۔ اس وقت شہر عسقلان میں یزیدی ہوا خواہوں میں جشن منایا جا رہا تھا اور موالیان اہلبیتؑ طاہرین میں صدائے ماتم ونوحہ بلند ہو رہی تھی۔ اسی دوران ایک شیعہ مسافر بھی عسقلان وارد ہوا تھا۔ وہ شور و غل سن کر اپنی منزل سے باہر آیا۔ ورای الخلائق یستبشرون ویتضاحکون ویمرن فوجا فوجا لوگوں کو دیکھا کہ خوش خوش گروہ در گروہ رقص وسرود میں مشغول ہیں اور یزید پلید کی فتح کے ترانے گا رہے ہیں۔ ضریر خزاعی نے کسی سے دریافت کیا کہ شہر کو آراستہ کس لیے کیا گیا یہ خوشی کیسی ہے اس سے جواباً کہا کہ تو مسافر معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ یزید کے خلاف عراق میں بغاوت ہوئی تھی اس کو شامی اور کوفی لشکر نے قتل کیا

ہے۔ ضریر خزاعی نے سوال کیا کیا وہ مسلمان تھا یا مشرک وکافر۔ اس پر ضریر کو جواب دیا کہ وہ نہ مشرک تھا نہ مسلمان بلکہ معاذاللہ باغی تھا۔ اور یزید امام مسلمین پر خروج کیا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں۔ یزید کا یہ دعویٰ تھا کہ میں بہتر ہوں۔ وہ یہ کہتا تھا کہ میرے نانا رسول خدا ہیں میرے بابا علی مرتضیٰ امام ھُدیٰ اس میری ماں فاطمہ زہرا دختر رسول خدا ہیں۔ میرے بھائی حسن مجتبےٰ ہیں جو صلح کل ہیں۔ یزیدی فوج نے معاذاللہ اس باغی کو قتل کیا ہے اور ابن زیاد کا لشکر شہیدوں کے سر اور اہلحرم کو اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں۔ ضریر خزاعی نے جب یہ سنا تو کلیجہ شق ہو گیا وامصیبتاہ۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ حسینؑ قتل ہو گئے۔ اس دروازۂ دمشق کی طرف دیکھا کہ جس قیدیوں کا قافلہ داخل ہونے والا تھا بے پناہ اژدہام نظر آیا۔ اذا قبلت الرایات وارتفعت الاصوات وجاء بالرؤس والسبایا علی وکاف البعال و اقطاب المطایا۔ علم کھلے ہوئے آگے آگے تھے نیزوں پر سرہائے شہدائے کربلا نصب تھے۔ اور ان کے عقب میں اسیران خستہ حال۔ بال پریشان سر کھلے ہوئے نبی زادیاں اور ہجوم عام۔ اور ایک ناقۂ عریان پر سید سجاد علیہ السلام۔ اونٹ کے شکم سے قدم ہائے مبارک بندھے ہوئے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ ضریر خزاعی آگے بڑھا اور سید سجادؑ کو سلام کیا اے آقا و مولی میرا سلام قبول فرمائیے۔ ضریر خزاعی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ادھر امام زین العابدین علیہ السلام گریہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اس کو سلام جواب دیا پھر دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ کہ اس بیکس ومظلوم کو سلام کر رہے ہو۔ جب کہ سب لوگ خوش ہیں اور تم رو رہے ہو۔ ضریر خزاعی نے صرف اتنا کہا کہ کاش میں مردہ ہوتا اور یہاں

نہ آقا دختران فاطمہؑ اسیر ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں۔ میں مسافر بھی ہوں تنہا بھی ہوں امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا اے جوان میں تم سے بوئے محبت محسوس کر رہا ہوں ضریر خزاعی نے عرض کیا مولا کوئی خدمت کرنے کا موقعہ رحمت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ سرہاء شہداء پر کلاں شخص موکل ہے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ سرہاء شہداء کو اہلحرم کے اونٹوں سے دور لے جائے تاکہ تماشائی لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور نبی زادیوں پر نظر نہ پڑے ضریر نے عرض کیا مولا ابھی جاتا ہوں چنانچہ ضریر اس کے پاس گئے اور اس کو پچاس دینار دیئے اور کہا کہ سرہاء شہداء کو اسیروں کے اونٹوں سے دور لے جا بعدہ ضریر خزاعی امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کوئی اور حکم ہو تو ارشاد فرمائیں ہمارے۔ بیمار امام علیہ السّلام نے فرمایا ضریر اگر ہو سکے تو کچھ چادریں لا دو تاکہ اہلحرم اپنا سر ڈھانپ سکیں۔ ضریر گئے اور چادریں لائے۔ سید سجادؑ کے لیے عمامہ جبہ لائے۔ اور پیش کیں کہ بازار میں شور و غل برپا ہوا۔ ضریر نے نظر کی دیکھا کہ شمر ولد الحرام نشہ شراب میں مست، سگ ناپاک کی صورت میں آ رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ خوشیاں کرو۔ بعض ناروا الفاظ بھی امام علیہ السّلام کے بارے میں کہے۔ ضریر سے ضبط نہ ہو سکا آگے بڑھے اور اس مردود کے گھوڑے کی لجام تھام کر اور کہا اے شمر نیزہ پر کس کا سر بلند ہے کیا تو حسینؑ کے نانا کا کلمہ نہیں پڑھتا۔ بدبخت تو نے آل رسولؐ کو تباہ و برباد کر دیا۔ نبی زادیوں کو اسیر کیا ہے۔ لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں تجھے خوف خدا نہیں ہے۔ جب شمر ملعون نے ضریر کا کلام سنا اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ ضریر پر حملہ کریں۔ کوئی لوگوں نے ضریر خزاعی پر حملہ کیا۔ اور وہ بے ادب لوگ سنگ باری کرنے لگے۔

ادرا دھر ضریر نے بھی حملہ کیا۔ شور و غل برپا ہوا۔ ان ملعونوں نے اسقدر سنگ باری کی کہ ضریر ان میں دب گئے۔ اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شہید ہو گیا ہے۔ مگر ضریر خزاعی اسی حالت میں اٹھے اور تھوڑے سے فاصلہ پر کچھ مرسلین کے مزارات تھے اور لوگ زیارت کر رہے تھے ضریر وہاں پر پہنچے دیکھا کہ یہاں پر لوگ برہنہ سر گریبان چاک ماتم و نوحہ کر رہے ہیں۔ ضریر نے اس قوم سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم ماتم کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا اے جوان ہم دوستداران آل رسولؐ ہیں اگر تو بھی ان کا محب و دوست ہے تو شریک ماتم ہو ورنہ یہاں سے چلا جا۔ ضریر نے اپنا سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ میں تو دوستداران محمدؐ ہوں یہ کہہ کر سُن پر گریہ طاری ہو گیا۔ اپنے ارادہ میں مضبوطی پیدا کی اور سامان حرب خرید کیا کہ خروج کریں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس کے بعد کے حالات علیحدہ منضبط کئے ہیں اگر ضریر خزاعی نے خروج کیا ہو گا تو اسیران کربلا کے کوچ کرنے کے بعد تاکہ حرمت و تقدیس اہلبیتؑ اطہار دشمنوں کے ہاتھوں ضائع نہ ہو۔ العلم عند اللہ۔

یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلہ دمشق خبر ملنا

علاّمہ مرحوم کتاب الرّیاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ فلما قرب خیل الکوفان من الدمشق بعد طی المراحل نزلوا منزلا الی دمشق اربعۃ فراسخ۔ جب کوفہ و شام کا لشکر سر امام حسین علیہ السّلام کو لے کر اور اہلحرم کو اسیر کر کے دمشق آ رہا

تھا تو ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ ورود اہلبیتؑ اطہار کی خبر یزید کو پہنچ چکی تھی مگر پھر بھی لشکر ابن زیاد کے امیر نے یزید کو نامہ تحریر کیا اور سر ہائے شہداء کے پہنچنے کی خبر تحریر کی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کا قاصد یزید کے پاس پہنچا تو اس وقت یزید کے سر نجس پر رومال بندھا ہوا تھا اور وہ گرم پانی کے ایک طشت (یعنی ٹب) میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ اعصابی درد میں مبتلا تھا اور طبیب نے گرم پانی میں بیٹھنے کی اس کو ہدایت کی تھی بنی امیہ کی ایک جماعت بھی اس وقت موجود تھی۔ کہ قاصد دروازہ سے داخل ہوا اور کہا کہ راس الحسینؑ سے تیری آنکھیں روشن ہوں۔ یزید بدنہاد نے کہا کہ تیری بھی آنکھیں روشن ہوں ابی مخنف کی طرف منسوب مقتل ہی ہے کہ قاصد نے باآواز بلند یہ کہا کہ تیری آنکھیں روشن ہوں یزید ملعون نے لوگوں میں یہ کہا کہ میں اس خبر سے خوشحال نہیں ہوں اور قاصد کو زندان بھیج دیا پھر یزید نے طبیب کی طرف توجہ کی اور کہا جو کچھ علاج کرتا ہے جلدی کرو۔ طبیب کے جانے کے بعد یزید ملعون نے اولاً ابن زیاد کا خط پڑھا۔ اور جو مصیبتیں سر امام حسینؑ پر پڑیں ان کا بغور مطالعہ کیا اور انگشت بدندان ہو کر کہنے لگا کہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے وہ میری اجازت سے نہیں کیا۔ اس نے خود امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اور اہل حرم کو اسیر کیا ہے۔

حاضرین مجلس یزید نے جب نامہ پڑھا تو کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو بہتر تھا۔ ھذا ما کسبت اید یکم۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابن زیاد بدنہاد نے اس نامہ سے پہلے ہی یزید کو اطلاع دیدی تھی مگر یزید نے اس کو ظاہر نہیں کیا علاوہ ازیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ تھا کہ یزید کے

خصوصی کارندوں نے اہلبیتؑ اطہار کے اسیر ہونے کی خبر دیدی تھی بہر حال جب یزید کو نامہ ملا تو اس نے حکم دیا کہ شہر دمشق آراستہ کیا جائے۔ قتل حسینؑ کی خوشیاں منائی جائیں۔ اور خود یزید کی تاجپوشی کی جائے چنانچہ دمشق شہر سجایا گیا۔ گلی کوچہ تماشائیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لوگ فاخرہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اور اس آرائش سے اہل دین شرمندہ ہو رہے تھے۔ دین اسلام پژمردہ ہو رہا تھا۔ شریعت رسولؐ خدا کے نقوش مٹ رہے تھے۔ قرآنی احکام پس پشت ڈال دیئے گئے تھے۔ اور یزید شاہنشاہ بنا ہوا تھا اہل شام سے حقیقت کو چھپایا جا رہا تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے کہ جنہیں قتل امام حسینؑ کا علم ہو۔

اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام

مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ قریب قریب پانچ لاکھ مرد و زن تماشائی موجود تھے بیرون دروازۂ شام لوگوں کی کثرت اور محشر کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اسی دوران اسیران کربلا اونٹوں پر سوار نمودار ہوئے۔ مخدرات کے سر برہنہ تھے بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی گویا چادر گرد پردہ کر رہی تھی شامی لوگوں نے شور مچایا کہ باغی و خارجی (معاذ اللہ) آ گئے۔ اس وقت اہلبیت اطہار میں رونے کی آواز بلند ہوئی۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بابا علیؑ آیئے۔ مزار سے نکلئے اور دیکھئے کہ آپ کی بیٹی زینبؑ کس طرح قیدی بنائی گئی ہے۔ اور سب سے زیادہ ظلم کی بات یہ تھی کہ شامی لوگ آل رسولؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہہ رہے تھے اور ہمارے بیمار امام زین العابدین سن رہے

تھے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ے

شخصی سوال کرد ز بیمار کربلا — کای مبتلاء کوفہ و ای داغدار شام
جور کدام ورطہ شمار اعظیم تر — آہی کشید و گفت کہ دادا ز جفائی شام

کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے سوال کیا کہ اے مبتلاء بیداد کوفیاں اور اے گرفتار مصیبت شام۔ تم پر جو ظلم و ستم ہوئے ہیں اور تمہاری شہادت عظیم تر ہے آپ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا کہ جفاء شام کی داد چاہتا ہوں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا حملنی علی بعیر وطاء ورأس الحسین علی علم ونسوتنا خلفی علی بغال فاکف یعنی کہ مجھے ایک لاغر برہنہ اونٹ پر سوار کیا تھا اور میرے بابا کا سر مطہر ایک نیزہ پر بلند تھا۔ اور مخدرات حرم خچروں پر سوار کی گئی تھیں ہمارے چاروں طرف لشکر ابن زیاد کے لوگ تھے۔ ہم اس طرح داخل دمشق ہوئے۔ رشید کہتے ہیں کہ جب اسیران کربلا نے یہ شور و غل دیکھا تو جناب ام کلثومؑ نے شمر ملعون کو بلایا فقال علیک حاجۃ فرمایا کہ اے شمر میں تجھ سے ایک حاجت بیان کرتی ہوں شمر نے کہا بتاؤ کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا ہمیں ایسے دروازے سے داخل کر کہ جہاں تماشائی کم ہوں۔ اور ان سرہاء شہداء کو ہم سے دور کر دے تاکہ لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں ہم اولاد پیغمبرؐ خدا ہیں جب لوگ دیکھتے ہیں تو ہمیں بے صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن اس ملعون نے نہ مانا۔ اور سرہاء شہداء اونٹوں سے جدا نہ کیے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ سہل بن سہل شہر زور لی روایت کرتا ہے کہ میں اپنے شہر زور سے بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے نکلا۔ وہ ایّام قتل امام حسینؑ تھے

جب شام پہنچا تو میں نے ایک اژدھام دیکھا۔ شہر کو آراستہ دیکھا۔ اور تماشائی لوگ لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے میں کسی سے سوال کیا کہ یہ آرائش شہر کیسی ہے۔ مجھے بتلایا کہ (معاذ اللہ) کسی خارجی نے کہ جس کا نام حسینؑ ابن علی ہے یزید خروج کیا تھا۔ وہ قتل ہوگیا اب اس کا سر اور اس کے اہلبیت داخل دمشق ہوئے ہیں جس کی خوشی میں شہر آراستہ ہوا ہے۔ سہل نے جب نام حسینؑ ابن علیؑ سنا تو بے ساختہ کلمۂ استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر جاری کیا اور کہا کہ قتل فرزند رسولؐ خدا پر یہ خوشی کا مظاہرہ ہے اسی اثناء میں شہداء کے سرہاء مبارک داخل دروازہ دمشق ہوئے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سر امام حسین علیہ السّلام آگے آگے اور آپ کے سر کے ساتھ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علمدار کا سر مبارک داخل ہوا چہروں سے جلالت و نور ظاہر ہو رہا تھا جب میں نے سر مبارک امام حسینؑ دیکھا تو طاقت و تاب صبر نہ رہی میں نے اپنے مونہہ پر طمانچہ مارے واحسیناہ کہہ کر رونے لگا۔ اپنے گریبان کو چاک کر دیا۔ قریب تھا کہ صدمہ سے میری روح نکل جائے۔ میں نے عالم تصور میں روح پیغمبر خدا سے خطاب کیا یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں قیدی ہوکر شام آئی ہیں پھر میں نے پکارا ابن علی ابن ابی طالب۔ کہ علی کہاں ہیں مولا مدد کو آئیے۔ میں گریہ وزاری کرتا رہا مگر چونکہ بہت زیادہ لوگ تھے وہ میری طرف متوجہ نہ ہوئے اور سرہاء مبارکہ کے دیکھنے میں مشغول رہے اسی اثنا میں محمل جناب زینب خاتون گذرا۔ میں آگے بڑھا اور کہا السلام علیکم یا اہل البیت محمد ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ان مخدرہ نے جواب سلام دیا۔ اور فرمایا اے عبد خدا تو کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے کہ اس شہر میں تو نے ہمیں سلام کر دیا ہے میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت

میں شہر زوری کا باشندہ ہوں اور سہل میرا نام ہے اور میں خدمت حضرت رسول خدا میں رہا ہوں۔ اس وقت جناب زینبؑ نے فرمایا اے سہل دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے ہمیں کس طرح ذلیل و رسوا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ سار بانوں سے کہہ کر سرہائے شہداء محملوں سے علیحدہ رکھیں تاکہ تماشائی لوگ سروں کے دیکھنے ہی مشغول ہوں اور ہمارا پردہ رہ جائے۔ سہل کہتے ہیں کہ میرا ساتھی نصرانی تھا میں نے اس سے ذکر کیا اور ہم دونوں نیزہ دار کے پاس گئے۔ اور اس سے درخواست کی کہ سر اسیروں سے علیحدہ لیجائے۔ مگر وہ بدبخت راضی نہ ہوئے بلکہ ہمیں گالیاں دیں۔ میرے رفیق نصرانی کی نظر امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک پر پڑی۔ اس کے دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ اس نے دیکھا اور سنا کہ سر مطہر امام مظلوم نے اس آیت کی تلاوت کی ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون توفیق ایزدی اس کے شامل ہوئی وھو متقلد سیفا شد علی القوم ایک تلوار خونفشان اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ چونکہ وہ مظلومیٔ اسیران کربلا دیکھ چکا تھا اور سر مبارک کا تلاوت قرآن کرنا دیکھ چکا تھا۔ اس نے باآواز بلند کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ کہہ کر مشرف باسلام ہوا ثم انتضی سیفہ و شد علی القوم۔ تلوار نیام سے نکالی اور شامیوں پر حملہ کر دیا۔ اور ایک جماعت کو زخمی کیا اور کچھ لوگ واصل جہنم ہوگئے۔ اس وقت ایک بڑا ہجوم اس پر آ پڑا۔ اور نصرانی تازہ محب آل رسولؐ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور اس کا سر اونٹوں کے پیروں تلے کچل گیا۔ اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔ ام کلثوم نے کسی دریافت

کیا کہ کیا ماجرا ہے جواب ملا کہ ایک نصرانی سر سید الشہداء دیکھ کر متاثر ہوا وہ مشرف باسلام ہوا اور اسیروں کی حمایت میں جہاد کیا اور اونٹوں کے پیروں تلے آکر شہید ہو گیا۔ اس وقت جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اے بے حیا قوم نصرانی تو حرمت اولاد رسولؐ خدا کرے اور تم تماشہ بنا رہے ہو۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سہل نے کسی سے سوال کیا کہ اسیران کربلا کس دروازے سے داخل ہوگئے۔ کسی نے کہا کہ باب الساعات سے داخل ہوں گے۔ مرحوم علامہ کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ شام میں اس نام کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اس دروازہ کا نام در دارالامارۃ ہے چونکہ اس دروازہ پر اہلبیتؑ طاہرینؑ تین گھنٹہ کھڑے رہے ہیں پس یہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا۔ بلکہ باب جیرون، باب خیزران سے گزرنے کی خبر بھی پائی جاتی ہے۔ مقتل ابی مخنف میں باب الجابیہ کا نام آتا ہے کتاب تیر مذاب میں زہری سے منقول ہے کہا کہ جب اسیران اہلبیتؑ اطہار اور سرہائے شہداء داخل دروازہ ہوئے تو یزید ملعون دروازۂ جیران پر بیٹھا ہوا تماشائے اہلبیتؑ دیکھ رہا تھا اس وقت ایک زاغ (کوّا) نے بلند آواز میں شور مچایا جسے یزید پلید نے فال بد تصوّر کیا۔ اور پھر یزید نے اس مضمون پر مبنی اشعار انشاء کئے کہ اے غراب (زاغ، کوّا) کیا فریاد کر رہا ہے کیا شور مچا رہا ہے۔ اور کس لیے تو اڑتا ہوا آیا ہے میں نے اپنا کام خود بنایا ہے یعنی حسینؑ فرزند رسولؐ خدا کو قتل کرایا ہے۔ اور اس نے اس طرح اپنے دل سے اس غصہ کو دور رکھا ہے کہ محمدؐ عربی نے میرے اجداد کے سر کاٹے ہیں۔ گویا محمدؐ کا قرضہ میرے ذمہ تھا کہ اسے ادا کروں اور اس کی اولاد کے سر قطع کروں دیں وہ قرضہ

ہے کہ جس کے ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہو) یعنی کہ یزید وقت کا منتظر تھا کہ وہ تخت خلافت پر بیٹھے اور آل رسولؐ کو تباہ و برباد کرے۔

اشعار عربی یہ ہیں ؎

لما بدت تلك الرؤس واشرقت — تلك الشموس علی ربی جیرون

نعب الغراب فقلت صح ام لا تصح — فلقد قضیت من النبی دیون

اہل ولا کے لیے یہ اشعار مرثیہ ہیں جسے جناب اُمّ کلثوم نے پڑھا اور علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے۔

تھدی سبایا کربلا — الی الشام و البلاء

قد انتعلن بالدما — لیس لھن فاعل

الی یزید الطاغیة — معدن کل و ابیتہ

شام میں ورود اہلبیتؑ اطہار اور صدر دروازۂ مسجد پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک شامی بزرگ کے ساتھ احتجاج

شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور ابن نما فرماتے ہیں کہ جب اسیران اہلبیتؑ قریب دمشق پہنچے عبداللہ ربیع حمیری کہتا ہے کہ میں یزید کے پاس موجود تھا کہ زحر بن قیس ملعون قصر یزید کے دروازے سے داخل ہوا اُس نے دریافت کیا اے عبداللہ بن ربیع ما ورائك و ما عندك تیرے نزدیک کیا خبر ہے یعنی کوئی خبر ہو

تو بیان کر۔ اس ملعون نے کہا کہ اے یزید تجھے حسینؑ پر فتح و کامرانی مبارک ہو کر حسینؑ نے اٹھارہ جوانان ہاشمی اور ساٹھ اصحاب و انصار ہمارے مقابل ہوئے اور سب کے سب قتل ہو گئے۔ اور ان کے سرہائے بریدہ ہم یہاں لائے ہیں اور ان کے لاشے بے گور و کفن۔ خون میں غلطاں ریگ کربلا پر پڑے ہیں۔ دن کی دھوپ لاشوں پر پڑتی ہے اور صحرا کی گرد ان کا کفن بنی ہوتی ہے، اور اسیران کربلا و سرہائے شہداء تین دن سے یہاں سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ٹھہرے رہے اور روز چہار شنبہ۔ پندرہ ربیع الاوّل کہ مدّت دو ماہ چھ روز ہوتی ہے کہ حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اب وہ وارد شہر ہوئے ہیں کتاب کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ تین دن شہر شام آراستہ کیا گیا ایں وجہ داخلہ اہلبیتؑ میں تاخیر ہوئی۔ اور جب دربار یزید میں تمام درباری، اموی علماء نصاریٰ جمع ہو گئے تو جیسا کہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سرہائے شہداء کربلا باب جیران سے داخل کئے گئے۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا کہ جو وہاں پر جمع تھے میں نے دیکھا کہ ۹۹ علم دروازے سے شہر میں وارد ہوئے جن پر شہداء کے سرہائے مبارکہ تھے اور ان کے عقب میں اسیران کربلا تھے اور سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام ایک طویل۔ یعنی کہ میں ہی طویل نیزہ والا ہوں کہ جس پر سر امام حسینؑ ہے۔ اس وقت حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا کہ اے دشمن خدا تو اس پر فخر کرتا ہے حسینؑ کہ جن کا سر تو بلند کر رہا ہے وہ ہیں کہ جبرئیل نے ان کا گہوارہ جھلایا ہے۔ اور میکائیل لوریاں دیا کرتے تھے حسینؑ کا نام قائمہ عرش پر کندہ ہے۔ حسینؑ کے نانا رسولؐ خدا ہیں اور ماں فاطمہؑ زہرا بنت رسولؐ خدا ہیں سر امام حسینؑ کے بعد حضرت علی اکبرؑ کا سر مبارک تھا۔ پھر سر حضرت عباس علمدار

تھا اور آپ کا سر جس نیزہ پر نصب تھا اس کو قشعم جعفی ملعون اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ سر عون تھا۔ نیزہ دار سنان بن انس نخعی تھا اور اصحاب و یاور و انصار کے سرہائے بریدہ میں آگے آگے نیزہ پر حضرت حُر بن یزید ریاحی کا سر تھا۔ اور اس کا نیزہ اٹھانے والا شمر ولد الحرام تھا اور ابن زیاد بدکردار نے جناب حُرؔ شہید کے کان میں ایک رقعہ لٹکایا تھا اور اس رقعہ میں جناب حُرؑ کا انشاء کیا ہوا قصیدہ تھا جس میں حُر نے بنی امیہ، یزید بن معاویہ اور ابن زیاد کی قدح و برائی نظم کی تھی اور مدح حضرت خامس آل عبا فرزند رسول خدا حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نمایاں طور پر تھی۔ یہ رقعہ اس لیے تھا کہ یزید اس کو دیکھے تو آل رسولؐ کے خلاف جذبۂ عداوت اور زیادہ پیدا ہو سہل کہتا ہے کہ سرہا شہداء کے بعد اسیران کربلا تھے اور ان میں آگے آگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور اہلبیتؑ اطہار فریاد کر رہے تھے وابتاہ وامحمداہ واعلیاہ واحسناہ واحسیناہ واعباساہ وحمزتاہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی نے مجھے اور سے پکارا میں ان کے اونٹ کے نزدیک پہنچا دریافت کیا اے مخدرہ کس لیے آواز دی ہے۔ اس مخدرہ نے دریافت کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں سہل بن سعد شہرزوری ہوں۔ میں آپ کے گھرانے کا غلام ہوں آپ کے گھرانے کا دوستدار ہوں۔ کوئی فرمائش تو کیجیے اُس نے امام زین العابدین کی طرف اشارہ کیا سہل حضرت سید سجاد کی خدمت میں آیا مولا میں آپ کے گھرانے کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔ دوستدار ہوں کچھ حکم ہو تو فرمائیے آپ نے فرمایا اے سہل کچھ درہم رکھتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مولا ہزار درہم میرے پاس ہیں اس پر سید سجاد نے اس سے کہا کہ یہ درہم اس نیزہ والے کو دو اور اس سے کہو کہ سر بریدہ کو اطہرم سے دور

لے جائے تاکہ وارثان عصمت پر ان لوگوں کی نظریں نہ پڑیں۔ سہل گیا اور درہم دیئے۔ اور واپس آکر خدمت امام علیہ السلام فرمائش کے پورا ہونے کی خبر دی۔ سید سجادؑ نے یہ مرثیہ کہا۔

اقاد ذلیلا فی دمشق کاننی　　من الزنج عبد غاب عنہ نصیرہ

وجدی رسول اللہ فی کل　　وشیخی امیرالمؤمنین وزیرہ

فیا لیت امی لم تلدنی ولم اکن　　یرانی یزید لعنہ فی البلاد اسیرہ

ماحصل ان کلمات کا یہ ہے کاش میں زندہ نہ ہوتا اور یزید پلید کا موہنہ نہ دیکھا۔ اور مجھ کو وہ قیدی کی صورت میں نہ دیکھتا۔ ہمیں اس طرح قیدی بنایا گیا ہے جیسے ترک و دیلم کے اسیر ہوں میرے جدا مجدّ حضرت رسولؐ خدا ہیں میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو رسولؐ خدا کے وزیر اور خلیفہ ہیں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب اللعالی میں فرماتے ہیں کہ ایک گروہ کہ جو اسیران آل محمدؐ کے ساتھ کوفہ سے شام آیا تھا روایت کرتا ہے کہ جیسے ہی ہم وارد شام ہوئے وقت ظہر تھا۔ اہلبیتؑ رسولؐ اور ذریت فاطمہؑ زہرا برہنہ سر و چہرہ (صرف بالوں سے موہنہ چھپا ہوا تھا) تھے اور تماشائی بے حیا لوگ اپنے رسول کی اولاد کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ ما راینا سبایا احسن من ھؤلاء۔ کہ قیدی تو اس شہر میں بہت دیکھنے میں آئے ہیں لیکن ان اسیروں کی طرح بزرگ و پاکیزہ قیدی اب تک نہیں دیکھے ہم نے ان مخدرہ سے دریافت کیا۔ من انتم کہ تم کس سلسلہ سے ہو۔ سکینہ بنت الحسینؑ نے فرمایا کہ اے شخص نحن اساری من آل محمدؐ کہ ہم اہلبیتؑ محمدؐ ہیں جو قیدی بنائے گئے ہیں اسی اثنا میں قیدی مسجد میں داخل ہوئے۔ یہاں پر تماشائیوں کی کثرت تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر بنہوڑائے

ہوئے طوق پہنے ہوئے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پہنے ہوئے تھے کہ آپ کے اونٹ کے نزدیک کہ شامی سن رسیدہ شخص آیا اور باآواز بلند کہا۔ الحمد للہ الذی قتلکم واھلککم و قطع قرن الفتنہ۔ کہ شکر خدا ہے کہ تم کو قتل و ہلاک کیا اور شاخ فتنہ کاٹ دی۔ اور اس نے جو چاہا سخت و سُست اور ناروا الفاظ کہے۔ جب وہ خموش ہوا تو حضرت سید سجادؑ اس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے شیخ کہا تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا کہ کیوں نہ پڑھتا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ آیت مجیدہ پڑھی ہے۔ قُلْ لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب کہدو کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ قرابتداروں کی مودّت کا طالب ہوں۔ اس پیر نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وآت ذاالقربیٰ حقہ پڑھی اس نے کہا کہ ہاں ضرور پڑھی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ آیت کہ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ۔ پڑھی ہے وہ کہنے لگا کہ یہ آیت بھی پڑھی ہے پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ پڑھی ہے اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے اس شیخ نے پوچھا کہ تمہارا ان آیات سے کیا رابطہ و تعلق ہے یہ تو تمام آیات اولادِ عترت رسولِ خدا سے متعلق ہیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ ہم عترت رسولِ خدا ہیں ہم اولاد فاطمہؑ ہیں ہم علیؑ کے فرزند ہیں۔ اور یہ فرما کر سید سجاد رونے لگے جب اس پیر بزرگ نے یہ سنا تو کہنے لگا آہ یہ تو آل رسول ہیں کہ جن کو شامیوں نے قیدی بنایا ہوا ہے۔ آل رسولؐ کجا اور اسیری کجا۔ صاحبانِ تطہیر کجا اور دربار شام کجا۔ اس

شخص نے اپنا سر اٹھایا سید سجادؑ کو دیکھا اور کہا باللہ انتم ھم کیا بخدا تم خانوادۂ رسالت سے ہو۔ آپ نے فرمایا باللہ نحن ھم کہ خدا کی قسم ہم وہی ہیں کہ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اس نے عرض کیا خدارا مجھے معاف فرمائیں مجھے آپ کی معرفت نہیں تھی العفو العفو اور پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر کہا بارالہا میں توبہ کرتا ہوں میں یزید اور دشمنان آل سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ اور آل محمدؐ سے تولّی رکھتا ہوں اس نے عمامہ زمین پر پھینک دیا اور کہا آہ حسین ابن علیؑ شہید ہو گئے اور آل رسول اسیر ہو گئے۔ پھر اس نے بیمار امام سے عرض کیا۔ مولیٰ میری توبہ قبول ہے یا نہیں آپ نے فرمایا اے شیخ تیری توبہ قبول ہے یہ سن کر اس نے بارگاہ خدا میں عرض کیا کہ مجھے درجہ شہادت نصیب ہو بروایت لہوف اس کی خبر یزید ملعون کو ہو گئی اور اس نے اس مرد بزرگ کو قتل کرا دیا۔ اور اس کی روح شہداء کربلا کی خدمت میں پہنچ گئی

مقدمۂ ورود اہلبیتؑ اطہار بہ خرابۂ شام اور شکوۂ مؤلف

جو کچھ کتب مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار جس روز وارد خرابۂ شام ہوئے ہیں اسی روز ان کو دربار یزید میں پیش کیا گیا ہے اور ذاکرین و واعظین حضرات ایسا ہی بیان کرتے ہیں لیکن روایات کی پیروی کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ فی زمانہ روزگار کو چمکانے کے لیے ردا، عمامہ اور عبا کا سہارا لیا جاتا ہے حالانکہ اس لباس کی زینت علم و فقہ سے عبارت

ہے رہا خواندگی مجالس کا کام سو مجالس میں اہل علم واہل نظر بھی ہوتے ہیں۔ پس حقائق اور روایت فہمی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ بہرحال مؤلف کتاب کی دلی آرزو یہ ہے کہ واعظین وذاکرین حضرات وسعت نظر پیدا کریں اور روایات کی جانچ وپرکھ کے بعد ان کو صرف بیان قرار دیں۔ الغرض۔ بغرض محال اہلبیت النبوۃ اوّل روز شام پہنچے حالانکہ ایسا نہیں ہوا ہوگا کیونکہ شام سے چار فرسخ کے فاصلہ پر لشکر ابن زیاد نے پڑاؤ ڈالا تھا اور یزید کو خبر آمد اہلبیت ہوگئی تھی بلکہ شام میں عام طور پر خبر پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے شام سے لے کر لشکر ابن زیاد کے پڑاؤ کی جگہ تک اژدھام تھا اور راستہ گزرنے کے لیے جگہ کا ملنا دشوار تھا چنانچہ کامل السقیفہ میں ہے اور دوسرے حضرات نے بھی لکھا ہے کہ۔ و منعہم من العبور فی المعابر والسکک من کثرۃ الخلائق وھم یبشرون یرقصون یضربون بالدفوف والمزامیر والبوقات والطبول۔ کہ تماشائی لوگوں کی وجہ سے راہ نہ ملتی تھی کہ سرہاء شہداء اور اسیروں کو شام تک پہنچائیں۔ تماشائی گروہ در گروہ رقص وسرود اور شہنائی بجانے میں مشغول تھے۔ دف بجائے جا رہے تھے۔ طبل کی آوازیں فضا میں بکھری ہوئی تھیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے ہرچند چاہا کہ اہلبیتؑ کو باب الساعات سے لے جائیں یعنی اس دروازہ سے داخل شہر کریں لیکن وہ ناکام رہے۔ آخر کار اسیران کربلا اور شہداء کے سروں کو ایک دوسرے دروازہ سے کہ جس کا نام نُودر تھا داخل شہر کیا۔ الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ وقت ظہر تھا کہ اسیروں کو جامع مسجد میں پہنچایا گیا۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ بعد از زوال وقت نماز دوم اہلبیت اطہار دار الامارا کے صدر دروازہ پر کھڑے رہے ہیں اور گرد وپیش لوگوں کا اژدھام تھا۔ ابی مخنف اپنے مقتل میں

لکھتے ہیں کہ جب سرہاء شہیدان کربلا اور اسیران کربلا یزید کے دروازے پر پہنچے ہیں فاوقفوا ثلث ساعات فلاجل ذٰلک سمی بباب الساعات۔ چونکہ تین گھنٹہ تک اس دروازہ پہ اسیروں کو ٹھہرنا پڑا۔ پس وہ دروازہ باب الساعات مشہور ہوگیا۔ علاوہ ازیں یہیں سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ تین گھنٹہ تک داخل دربار ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ لہٰذا اس روز اتنا وقت باقی نہ رہا ہوگا کہ سرہاء شہداء اور قیدی داخل دربار کئے جائیں دوسرے دربار یزید کہ جہاں وہ پلید خود بیٹھا ہوا تھا وہاں تک پہنچے ہیں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پہنچنے میں اکثر ایسے واقعات رونما ہونے کا امکان ہے کہ جس کے وجہ سے کافی وقت صرف ہو سکتا ہے پس یہی قرین عقل ہے کہ وارد شام ہونے کے دوسرے دن سرہاء شہداء اور اسیران حرم داخل دربار یزید ہوتے ہیں۔

دوسرے جناب سکینہ خاتون نے دربار میں فرمایا کہ کل شب کہ ہمیں اس درخانہ خرابہ میں جگہ دی گئی میں نے خواب دیکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلحرم داخل دربار ہونے سے پہلے دروازۂ دار الخلافہ میں ٹھہرے اور شب بسر کی۔ اور دوسرے دن دربار میں پیش کئے گئے اور اس روز کہ جس دن شام پہنچے ہیں داخل دربار یزید نہیں ہوئے ہیں۔ علاّمہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں ایک شخص حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام مجھے کسی رفیق کے ساتھ شام لے گئے۔ جعلوہ فی بیت ان کو یعنی اسیران کربلا کو ایک خراب مکان میں ٹھہرایا۔ کہ اس کی چھت بہت بوسیدہ تھی قیدی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس جگہ اس لیے رکھا ہے کہ چھت گرے اور ہم دب کر ہلاک ہو جائیں اور جو لوگ پاسبان تھے وہ بھی ایسا

ہی کہتے تھے قطب راوندی نے بھی قریب قریب اسی مضمون کی تائید کی ہے کہ پاسبان اسیروں پر طعنہ زنی کرتے تھے کہ ان کو اس جگہ اس لیے ٹھہرایا ہے کہ سقف گرے اور یہ دب کر مر جائیں۔ غرض کہ یہاں شب کو رہنے کے بعد دوسرے دن پیش از ظہر اسیران اہلبیتؑ اطہار داخل دربار یزید پلید ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شام میں داخل ہونے کے دن۔ اسیران کربلا رسن بستہ بھی تھے اور ان کے قتل کئے جانے کا غالب گمان بھی تھا۔ مفصّل تحقیق کے لیے کتاب ریاض الاحزان ملاحظہ ہو۔

دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور سرہائے شہداء کا داخل دربار ہونا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ سرہائے شہیدان کربلا اور اسیران اہلبیت اطہار جب وارد شام ہوئے تو اُسی روز مجلس یزید میں پیش نہیں کئے گئے بلکہ ایک بوسیدہ و شکستہ مکان میں جگہ دی گئی اور شب گزارنے کے بعد دن میں قبل از ظہر داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ یزید کے دربار دوسرے ممالک کے سفراء، شام کے امراء و رؤسا۔ اور ارکین سلطنت خون آشام موجود تھے۔ اور خود یزید پلید زرق برق لباس شاہانہ پہنے ہوئے تخت خلافت پر بیٹھا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ شایان کسریٰ کا دربار ہے کہ جس کا اسلام سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یزید نے دوسرے لوگوں کو بھی بارائش حاضر دربار ہونے کا حکم دیا تھا دربار میں کھلے بندوں شراب چل رہی تھی۔ اور اسیران کربلا۔ رسن بستہ حاضر دربار تھے اور سید سجادؑ طوق و سلاسل پہنے ہوئے

تھے۔ سروپا برہنہ تھے۔ آل رسولؐ بھرے دربار میں قیدی بنے ہوئے تھے اور عورات آل ابوسفیان پس پردہ بیٹھی تھیں۔ واحسرتاہ جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہو وہ بے پردہ دربار میں بلائی جائیں۔ ابن زیاد بدنہاد نے اعلان کیا تھا کہ جس کا دل چاہے اسیروں کا تماشہ دیکھنے آئے۔ وامصیبتاہ کہ نبی زادیاں اور امام زین العابدین شرابی کے دربار میں۔ سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسن بستہ کیا تھا۔ دربار میں جب آل رسولؐ کو تازیانوں کا نشانہ بنایا تو حضرت علیا زینبؑ بیکس نے سوز دل سے اپنے بابا علی مرتضیٰ سے فریاد کی ؎

یکی بتازیانہ ہمی زد بعابدؑ بیمار
رخ سکینہ ز سیلی یکی کبود نمود

یعنی تازیانہ سید سجادؑ کو اور سکینہؑ خاتون کو طمانچے مارے گئے۔ واحسرتا حسینؑ کی لاڈلی بیٹی سکینہؑ کجا اور طمانچہ کجا۔ سید سجادؑ امام زمانہ کجا اور تازیانہ کجا۔ دربار میں سرہائے شہداء اسیروں کے سامنے تھے اور بیبیوں کو اپنے اپنے عزیز یاد آرہے تھے کوئی بی بی علی اکبر رو رہی تھی۔ کوئی بی بی حضرت عباسؑ کو یاد کر رہی تھی کوئی بی بی قاسم کی لاش پائمال سم اسپان کا تصور کئے رو رہی تھی اور زینبؑ خاتون کی نگاہوں کے سامنے سر بریدہ حسینؑ مظلوم تھا۔ سہل کہتا ہے کہ جب اسیران اہلبیتؑ دارالامارہ کے صدر دروازہ پر تھے اس وقت پانچ عورتیں یزید کے محل کے غرفہ (دریچہ) میں بیٹھی ہوئی دیکھ رہی تھیں ان عورتوں میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی جو نہایت گندیدہ صورت اور اٹھتر سالہ تھی اس ملعون نے غرفہ سے سر امام حسینؑ پر پتھر مارا۔ واحسرتاہ پتھر امام مظلوم کے دندان مبارک پر لگا۔ سہل کہتے ہیں کہ یہ مصیبت دیکھ کر حضرت امام زین العابدینؑ بے چین ہوگئے۔ آسمان کی طرف دیکھا

اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔ اللھم عجل فی عزابھا واھلک من معھا خداوندا تو اس ضیعفۂ ملعونہ کو اور اس کی ساتھی عورتوں کو ہلاک کر دے۔ سہل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ابھی کلام سید سجادؑ تمام نہ ہوا تھا کہ غرفہ کی ساری عمارت منہدم ہو گئی یعنی گر پڑی اور وہ سب عورتیں واصل جہنم ہو گئیں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب اسیرانِ اہلبیتؑ اطہار داخل دربار و مجلس یزید ہوئے ہیں تو صدائے تکبیر بلند کی۔ اور تمام درباریوں نے بھی صدائے تکبیر بلند کی۔ اور یزید نے صدائے تکبیر سنی تو دریافت کیا کہ کیا بات ہے یہ صدائے تکبیر کیسی ہے۔ بتایا گیا کہ اسیران اہلبیتؑ داخل دربار ہوئے ہیں یہ سن کر وہ بدنہاد خوش ہوا اور ہنسنے لگا۔ اور کہا چہ خوب کیا میں نے آل ہاشم سے انتقام لیا ہے۔ شیخ فخرالدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں۔ وَبَیَّنَا ھُمْ کذلک اذا خرج مروان الحکم فلما نظر راس الحسین علیہ السلام الی اعطافہ جدلا طربا اس وقت کہ حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ کا سر بریدہ دارالامارہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا ناگاہ مروان بن الحکم ملعون آ گیا۔ اس کی نگاہ سر امام حسینؑ پر پڑی۔ اس بدبخت نے اظہار خوشی و مسرت کیا۔ اور رقص کرنے لگا۔ نارعا الفاظ زبان نجس پر جاری کئے۔ اس وقت اس کا بھائی عبدالرحمن بھی آ گیا اس کی نظر سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام پر پڑی تو اس نے ہا ہا کہہ کر لوگوں کی طرف دیکھا اور باآواز گریہ کہا اما انتم فقد حجبتم عن جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ۔ اے ظالموں تم روز محشر کیا رسولؐ خدا کو نہیں دیکھو گے اور آنحضرتؐ تمہارا گریبان پکڑ کر فرمائیں گے اور تم سے مخاصمہ فرمائیں گے۔ اور پھر کہا باللہ لا جامعکم ابدا۔ کہ میں اب ہمیشہ کے لیے تم سے جدا ہوتا ہوں اور میں تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا۔ اور یزید پلید کی صورت نہیں دیکھنا

پسند کروں گا۔ اس کے بعد اس نے سر بریدۂ امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا اے آقا مجھ پر سخت گراں ہے کہ میں آپ کے سر بریدۂ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ یزید و ابن زیاد ملعون خوش ہو رہے ہیں اور آل رسولؐ کی بے حرمتی کی جا رہی ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سرہائے شہداء کی طلبی

جناب علاّمہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب مجلس یزید ملعون آراستہ ہو گئی اور ارکان دولت اور سفراء غیر ممالک، شعراء سب دربار میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور خود یزید ملعون حامل نقص و ہر عیب بنام خلیفۃ المسلمین دربار پسندیدہ میں آ گیا۔ محفل طرب آراستہ ہوئی اس وقت اس نے حکم دیا کہ سرہائے شہداء اور اسیران اہلبیتؑ کو دربار میں لایا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اس طرح دربار میں لائے گئے کہ آگے آگے شہیدوں کے سر تھے اور عقب میں اسیران اہلبیتؑ تھے ان کے آگے آگے امام زین العابدینؑ برہنہ سر گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں زنجیر تھی۔ کہتے ہیں کہ دارالامارہ کے صدر دروازے سے لے کر یزید کی مجلس تک سات دروازہ بنائے گئے تھے۔ اور ہر ایک دروازہ پر سات سو غلام پاسبانی کر رہے تھے۔ علاّمہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک دروازے سے اسیران اہلبیتؑ گزرے اور ہر ایک دروازہ پر اسیروں کو تازیانے برداشت کرنا پڑے۔ جب زینب خاتون ساتویں دروازے پر پہنچیں تو آپ زمین پر بیٹھ گئیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اے پھوپھی جان۔ یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اے سجادؑ اب زیادہ چلنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ چونکہ واقعات دربار یزید کثیر ہیں

بنابریں چند مجلسوں میں ان واقعات کو تقسیم کر دیا ہے ۔ ان میں سے پہلے ہم سر امام حسین علیہ السّلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں کامل السّقیفہ میں مسطور ہے کہ یزید ملعون نے سرہائے شہداء طلب کئے ۔ ناگاہ بھرے ہوئے دربار میں جہاں آل رسول بھی بیٹھے ہوئے نیزوں پر سرہائے شہداء لائے گئے ۔ اور ان کو نیزوں سے اتار کر چاندی کے طشت میں رکھا گیا ۔ اور سر بریدۂ حضرت امام حسینؑ طشت طلاء میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا ۔ اور بعض دوسرے طشت میں اعزا امام حسینؑ کے سرہائے مطہر رکھے گئے ۔ بروایتے ابی مخنف ۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت موجود تھا جب امام مظلوم کا سر پاک نیزہ سے اتارا گیا ۔ اوّل سر مبارک کو خوب دھویا گیا ۔ ریش اقدس میں شانہ کیا گیا اور بعدہٗ یزید کے سامنے پیش کیا گیا ۔ قال الدمیری فی حیوٰۃ الحیوان ودخل امراء العراق علی یزید بن معاویۃ معھم رأس الحسین وھی بین یدی یزید دمیری کہتا ہے کہ امراء عراق یعنی عمر بن سعد ملعون ، شمر بن ذی الجوشن اور عمر بن الحجاج ، خولی بن یزید ، زجر بن قیس ، بشیر بن مالک ، محصرۃ بن ثعلبہ و ابابردۃ بن عوف ازدی ، طارق بن ابی ظبیان ، وشبث بن ربعی وغیرہم جب دربار یزید میں پہنچے اولاً یزید کو سلام کیا ۔ اور پھر سر امام حسینؑ نذر کیا ۔ اسی طرح دوسرے شہداء کے سر بہ ترتیب کوفہ کے دوسرے بعض نامور لوگوں نے پیش کئے یہ واضح رہے ان کی ناموری کا معیار دشمنی اہلبیتؑ تھی ۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ متکلم زجر بن قیس کو مقرر کیا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ شمر ولد الحرام مذکورہ گروہ کی طرف سے متکلم تھا ۔ لیکن حق یہ ہے کہ زجر ملعون نے کلام شروع کیا ہے ۔ شیخ طبرسیؒ اور صاحب کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون نے ہر ایک سر کے متعلق علیحدہ علیحدہ دریافت کیا ہے کہ یہ سر کس کا ہے اور یہ سر کس کا ہے ۔ زجر ملعون بتلاتا

رہا ۔ پھر یزید نے سر مطہر امام حسینؑ کی طرف رخ کیا چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے سر امام حسینؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ؎

تفلق ھاما من رجال اعزۃ
علینا وھم کانوا اعق واظلما

یعنی کہ اے حسینؑ تم نے عزت دار لوگوں کے سر قطع کر دیئے اور ہم پر ظلم کیا ۔ مروان بن الحکم کا بھائی یحییٰ وہاں موجود تھا اسے یزید کا یہ طنز ناگوار گزرا ۔ اس نے جواباً کہا ۔ لھام بارض الطف ادنی قرابۃ من آل زیاد العبد ذی الحسب الرذل امیۃ امی نسلھا عدد الحصٰی و بنت رسول اللہ لیس لھا نسل

یحییٰ برادر مروان بن الحکم نے کہا کہ یہ سر جو کربلا میں کاٹے گئے ابن زیاد یعنی معمولی سی قرابتدار کہتے ہیں ۔ بنی امیہ کو راتیں کاٹنی چاہئیں کہ ان کی اولاد بے شمار ہو لیکن دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد کربلا میں قتل ہو گئی ۔ فضرب یزید لعنہ فی صدر یحیی بن الحکم وقال اسکت یزید نے یحییٰ کے سینہ پر ضرب لگائی اور کہا خاموش رہ غلط نہ کہہ ۔ مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ یحییٰ مجلس یزید ملعون سے اٹھ کر باہر آیا اور لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا اور پھر کسی نے یحییٰ کو زندہ یا مردہ نہیں دیکھا ۔

یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر سید الشہداءؑ کے ساتھ جسارت کرنا

عن المناقب وضع رأس الحسین علی طبق من ذھب یعنی کہ سر امام حسینؑ طشت طلاء

میں رکھا تھا ایسا ہی بعض دیگر حضرات نے بھی لکھا ہے۔ جب سر امام حسین علیہ السّلام اس ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیف رایت الضرب یا حسین؟ یعنی کہ اے حسینؑ تم نے میری تلوار کی ضرب کیسی دیکھی (مطلب یہ تھا کہ وہ بدنہاد قتل حسینؑ کو اپنی فتح سمجھتا تھا۔ حالانکہ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے) شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ثم اقبل علی اھل مجلسہ یعنی کہ یزید نے حاضرین دربار کو دیکھا اور کہا کہ یہ مرد آب تک زندہ ہے۔ مجھ پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا پدر یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ اے لوگو اس کے باپ نے میرے باپ معاویہ سے سلطنت و خلافت کے بارے میں مخاطمہ کیا۔ یعنی جنگ کی خدائے تعالیٰ نے میرے باپ کو اس کے باپ پر فتح عطا کی۔ یہ شخص (امام حسینؑ) کہتا ہے کہ میری ماں یزید کی ماں سے افضل و بہتر ہے یہ کہنا درست ہے فلعمری ان فاطمۃ بنت رسول اللہ۔ اور یہ کہتا کہ میرے نانا یزید کے نانا سے بہتر ہیں بیشک جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور روز جزا کو مانتا ہے وہ جانتا ہے کہ رسولؐ خدا تمام کائنات میں افضل ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ میں۔ یزید سے بہتر ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے قل اللّٰھم مالک الملک توتی الملک من تشاء الخ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ یزید ملعون یہ تاثر دے رہا تھا کہ میری سلطنت و حکومت و خلافت و سلطنت تو فرعون و نمرود نے بھی کی ہے۔ بخت النصر نے بھی سلطنت کی ہے خلافت صرف اس کے لیے ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر کاربند رہے نہ کہ مخالفت کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ایک مثال کے ذریعہ استحقاق خلافت پر روشنی ڈالی ہے اس

طرح کہ ایک شخص لباس پہنے ہوئے ہے دوسرا شخص آتا ہے اور وہ اس سے لباس غصب کر لیتا ہے تو کیا وہ صاحب لباس ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ غصب کے ذریعہ خدائی عہدہ نہیں ملا کرتے۔ تبر مذاب ذکر استدلال یزید بایہ قل اللّھم کرنے کے بعد کہتے ہیں اور خوب کہا ہے۔ اور تاریخ عین القضاء سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مقدس یزید کو پیش کیا گیا تو اس وقت اس ملعون کے چوب دستی خیزران تھی۔ اس ملعون نے آپ کے لبہائے مبارکہ پر وہ چوب دستی لگائی۔ اور کہنے لگا کہ میرے آباء و اجداد جو جنگ بدر میں مارے گئے زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے محمدؐ کی اولاد سے آج کیسے بدلے لیے ہیں اور ان کی اولاد کے سر قلم کر دیئے ہیں گویا یزید ملعون نے اس طرح اپنے اندرونی کفر اور ظاہری اسلام کو نمایاں کیا ہے (مسلمان اگر باطناً حامل کفر ہو تو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔ خلافت المسلمین منافق کا حق ہے یا نہیں۔ مسلمان خود سوچیں) مرد ملل شامی موجود تھے اور یزید ملعون سے کفر کے کلمات سن رہے تھے۔ اور اہل شام یزید کے ان کفر آمیز کلمات کو سن کر اگرچہ خموش رہے مگر ان کے چہرے متغیر ہو گئے تھے خاف مما شاھد من الناس۔ حالت اہل دربار دیکھ کر یزید کو خوف ہوا کہا اے درباریو پہچانتے ہو کہ یہ سر کس کا ہے۔ یہ سر حسین ابن علیؑ ہے۔ کہ جو ہمیشہ اپنے آباء و اجداد، ماں باپ اور نانا پر فخر کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ رسولؐ خدا کے زانو پر میں بیٹھا تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حسینؑ میرے باغ کی خوشبو ہے۔ حسینؑ جوانان بہشت کا سردار ہے۔ اور آنحضرت نے میری ذریت کے حق میں دعا فرمائی ہے پس ان امور میں یزید سے برتر و اعلیٰ ہوں لیکن گویا کہ حسینؑ کی نگاہ اس آیت پر نہیں پڑی کہ قل اللّٰھم، کہ خدا ہر کہ جسے چاہے سلطنت عطا

کرے۔ اور جس کو چاہے تخت و تاج سے معزول کر دے (معاذاللہ) حسینؑ کو خدا نے قابل سلطنت نہ جانا اور مجھے نوازا۔ اس نے یہ دلیل اس لیے قائم کی کہ شامی لوگ عقل سے بے بہرہ۔ عدل الٰہی کے منکر دام فریب یزید میں آ جائیں آمدم بر سر مطلب۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون کے ہاتھ میں خیزران کی چوب تھی اس زمانہ میں صاحبان شوکت چھڑی ہاتھ میں رکھتے تھے حالانکہ یہ چھڑی رکھنا جابر لوگوں کی نشانی تھی۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ دَعَا یزید بقضیب خیزرانہ۔ کہ یزید نے چوب خیزران طلب کی۔ غلام نے چھڑی پیش کی۔ فجعل ینکث بہ ثنایا الحسین اس نے دندان مبارک حسینؑ کو اس چوب سے کھولنا شروع کیا۔

ابن شہر آشوب، طبری، بلاذری، اور ابن اعثم کوفی لکھتے ہیں کہ جب سرہائے شہداء اس ملحد و کافر کو پیش کیے گئے۔ تو اس نے اسی چوب خیزران سے سب سروں کے ساتھ جسارت کی اور اپنی باطنی خباثت کا ثبوت دیا۔ جب وہ چوب لبہائے سر بریدہ پر لگاتا تو کہتا۔ یومٌ بیوم بدر۔ یعنی آج روز بدر کی تلافی ہو گئی۔ نکث کے از روے لغت معنی ہیں۔ خط کشیدن شخص متفکر۔ اور اظہار تفکر میں انگشت بدندان ہوتی ہے یا چوب سے زمین پر خط کھینچتے ہیں۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نیکث ثنایا کہ یزید پلید ایک متفکر کی طرح دندان امام حسینؑ کے ساتھ بازی کر رہا تھا۔ لیکن زیارت آنحضرتؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

السلام علی الثغر المقروع بالقضیب اور لغت میں قرع کے معنی ہیں "مارنا اور کوٹنا" وہ معاذاللہ دندان مبارک امام حسینؑ پر چھڑی بار بار مار رہا تھا۔ چنانچہ کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ سر بریدۂ امام حسینؑ پر پردہ پڑا ہوا تھا اور یزید ملعون نے اپنی چوب دستی سے اس پردہ کو اٹھایا سا اور بار بار اسی طرح جسارت کرتا رہا۔

اور بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے جب سر امام مظلوم دیکھا تو حسد اُس کے سینہ میں بھڑک اٹھی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ فجعل یزید ینکث ثنایا الحسین۔ یعنی کہ یزید ملعون نے امام مظلوم کے دندان مبارک (ثنایا۔ چار دانتوں پر بولا جاتا ہے دو اوپر کے اور دو دانت نیچے کے) پر چھڑی ماری۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ سمرہ بن جندب صحابی رسولؐ خدا وہاں موجود تھے وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند کہا یا یزید لعنہ قطع اللہ یدك تضرب ثنایا طالما رایت رسول اللہ یقبلھا بکم باین اے یزید خدا تیرا ہاتھ قطع کرے میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسولؐ خدا حسینؑ کے دونوں لبوں کے درمیان بوسہ لیتے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یزید نے سمرہ بن جندب کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور کہا کہ مجھے اس کے صحابی ہونے کا خیال ہے ورنہ اس کی گردن کرا دیتا۔ واحسرتا صحابیت کی یہ قدر و منزلت اور پارۂ تن رسولؐ خدا کے ساتھ یہ جسارت کہ چوب خیزران اور دندان مبارک حسینؑ۔ مرحوم علامہ اپنی کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کہ جس وقت یزید نے سرہائے شہداء دیکھنے کے لیے منگائے ہیں اس وقت اسیران کربلا قصر یزیدی کے صدر دروازہ پر موجود تھے کہ جو بباب الساعات کے نام سے مشہور ہے۔ اہلحرم کی اس وقت کیا حالت ہو گی کہ جب سرہائے شہداء نیزوں سے اُتار کر مجلس یزید میں پیش کیے گئے۔ یہ بھی کتاب ریاض میں ہے کہ اہلحرم باب الساعات پر دیر تک کھڑے رہے اور لوگ کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ آخر کار یزید نے اسیران اہلبیتؑ کو داخل دربار ہونے کا حکم دیا اور آل رسولؐ اسیروں کی صورت میں داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ ابو الحسن ابن ابی سعیدؒ کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے امام حسینؑ کے دندان مبارک

کے ساتھ جسارت کی سر مطہر جب پیش ہوا تو امام مظلوم کی چشم ہائے مبارک کھلی ہوئی تھیں اور ان سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

لیت اشیاخی ببدر شھدوا — جزع الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلوا فرحا — ثم قالوا یا یزید لعنہ لا تشل

یعنی کہا اے کاش بزرگان امیہ آج زندہ ہوتے کہ جو میرے اپنے تھے اور وہ بدر میں اصحاب محمدؐ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اس مجلس کو دیکھتے تو کسقدر خوش ہوتے کیونکہ میں نے محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے لیے ہیں اور آل رسول کو تہ تیغ کیا ہے۔

السیدؒ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ مجلس یزید میں ابوبریدہ اسلمی موجود تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یزید امام حسینؑ کے سر مبارک پر چوب دستی مار رہا ہے تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید میں نے بخدا رسول خدا کو حسن و حسینؑ کے دندان مبارک کو چومتے دیکھا ہے اور فرمایا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ خداوند لعنت کرے قاتلان حسینؑ پر۔ اور ان کو واصل جہنم کرے ابوبریدہ اسلمی کا یہ کلام سن کر یزید ان پر غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو یہاں سے نکال اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ان کی گردن اڑا دو۔

علامہ ریاض فرماتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ قتل ہونے کے اسقدر عرصہ بعد بھی سر بریدہ مطہر بالکل تر و تازہ تھا حالانکہ کسقدر دھوپ سر مطہر پر پڑ چکی تھی۔ غرض کہ تمام کتب معتبرہ میں ہے کہ یزید ملعون چوب خیزران سے جسارت کرتا رہا۔ اور ایک طویل نظم پڑھتا رہا جس کا ایک یہ شعر ہے کہ جس سے یزید ملعون کے عقائد کا اظہار ہوتا ہے ؎

لعبت ھاشم بالملک فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

یعنی کہ (معاذ اللہ) محمد عربی نے ایک کھیل کھیلا تھا نہ ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی فرشتہ آیا۔

ابی مخنف کہتا ہے کہ مجلس یزید میں مروان بن الحکم موجود تھا۔ تخت یزید کے قریب بیٹھا تھا اور وہ یزید کی وہ یزید کی جسارت دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

یزید کے اہل حرم میں سے ایک عورت کا خواب اور شہادت

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت ان امام حسینؑ پر چھڑی مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کیف رایت الضرب یا حسینؑ کہ اے حسینؑ میری ضرب لگانا دیکھنا کیسی ضرب ہے۔ یزید کی زبان نجس پر یہ الفاظ کہ ایک عورت قصر یزید سے نکلی۔ اور مجلس یزید میں آئی اور اس نے یزید کی طرف دیکھا کہ وہ چوب دستی سے جسارت کر رہا ہے۔ کہا اے یزید قطع اللہ یدیک ورجلیک واحرقک اللہ بنار الدنیا قبل الآخرۃ۔ اس عورت نے کہا اے یزید خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور تجھے دنیا میں روز آخرت سے پہلے ہی آگ کا مزا چکھائے۔ آگ میں جلائے اے ملعون رسول خدا ان دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اس کر دو نے کہا کہ اے عورت تو کیا کہتی ہے قطع اللہ راسک ما ھذا الکلام۔ خدا تیرا سر قطع کرے یہ کیسی باتیں کر رہی ہے۔

اور وہ بھی میری مجلس میں نہ میرے جاہ جلال کی پرواہ اور نہ میری سطوت کا خوف و ڈر۔ اس عورت نے کہا اے ظالم آگاہ ہو کہ میں نے اسی دم عالم خواب میں دیکھا کہ دریا، آسمان کھلے ہوئے ہیں اور زمین سے آسمان تک ایک زینہ بنا ہوا ہے میں نے دیکھا کہ دو جوان خوش رو، نکو خوشبو لباس پہنے ہوئے آسمان سے اس زینہ کے ذریعہ زمین پر آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بزرگوار اس بساط پر نور پر تشریف فرما ہوئے اور باآواز بلند فرمایا کہ یا اباآدم اھبط اے پدر اے آدمؑ ابو البشر نیچے اُتریئے۔ آدم آئے مگر سر کھلا ہوا۔ اور رہا برہنہ گریاں گنان پھران بزرگ نے فرمایا کہ یا ابراہیمؑ اھبط یاموسیٰ اھبط یا اخا عیسی اھبط۔ یعنی اے خلیل خدا، ابراہیم، یاموسیٰ و عیسیٰ آپ بھی نیچے اُتریں۔ پس یہ بزرگوار بھی آئے اور ایسی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ایک مستور تشریف لائیں ؎

پس بدیدم یک زنی آمد بزیر   صورتش رخشاں تر از بدر منیر
مو پریشان دیدہ گریان اشک ریز   دمبدم گفت اے عزیزم اے عزیز

میں نے دیکھا کہ مستور کہ جن کا چہرہ نوران تھا۔ بال کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو برساتی ہوئی آئیں اعلان ہوا کہ یہ اماں حوّا ہیں۔ بعدہٗ جناب سارا۔ مریمؑ، جناب خدیجۃ الکبریٰ اسی زینہ سے زمین پر تشریف لائیں ؎

آمد ندا انّا سر و سینہ زنان
حوریان شیون زنان و نالہ شان

اور پھر جناب سیّدہ عالمین فاطمہ زہرا تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ دوران جنت نوحہ و ماتم حسینؑ کرتی ہوئی آئیں۔ ؎

آن حسینؑ کہ لب تشنہ بریدند سرش
لالہ سان سوخت زداغ علی اکبرؑ جگرش

اس حسینؑ کا ماں کہ جس حسینؑ کا سر کاٹا گیا وہ حسینؑ کہ جس کا جگر علی اکبرؑ کے داغ سے سوختہ ہو گیا تھا۔ اس وقت جناب فاطمہؑ زہرا نے اپنے بابا رسولؐ خدا کی طرف دیکھا اور عرض کیا یا ابتا الاتریٰ ما فعلت امتك بولد الحسين۔ یعنی اے بابا جان کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ آپ کی امّت نے میرے فرزند حسین کے ساتھ کیا ظلم کیا ہے۔ ؎

پیکر ہزار پارہ و بر نوک نے سرش
گویم زداستان سرش یا ز پیکرش
گویم گر از سرش سر او را برید شمر
در پیش روے زینبؑ غمدیدہ خواہرش
گویم اگر ز پیکر او کرد ابن سعد
با خاک رہ ضرب سم اسپ ہمسرش
تقصیر او چہ بود ندانم کہ تا سہ روز
از خاک تر نداشت کسی جسم انورش
باساربان بغیر محبت چہ کردہ بود
کز نید او نمود جدا دست اطہرش
ابن زیاد بسکہ زدہ چوب بر لبش
اکنون یزید دست نمیدارد از سرش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ سیدہؑ عالم نے اپنے بابا رسول خداؐ کی خدمت میں

عرض کیا بابا میرے حسینؑ کا جسد پارہ پارہ ہے سر حسینؑ نیزہ پر ہے۔ میں پیکر حسینؑ کی داستان بیان کروں یا سر حسینؑ کی داستان سناؤں اگر شمر ملعون نے حسین کا سر قطع کیا تو اے بابا میری بیٹی زینبؑ غم رسیدہ کے سامنے بہن دیکھتی اور اس کے بھائی کا سر قطع ہوتا رہا عمر ابن سعد نے حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے اے بابا میرے حسینؑ کی کوئی خطا بھی نہ تھی تین دن تک لاش حسین بے گور و کفن پڑی رہی اُمت میں سے کسی کو احساس نہ ہوا۔ اے بابا ساربان نے انگشت مبارک جدا کی۔ اے بابا ابن زیاد نے حسین کے لبوں پر چھڑی لگائی۔ اور یزید نے تو حد کر دی اور بار بار دندان حسینؑ پر چوب دستی لگاتا رہا۔ پس حضرت رسولؐ خدا اس وقت بہت زیادہ روئے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ آدمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ نے بھی گریہ فرمایا اور عورات بہشتی جو ہمراہ سیدۂ عالم آئی تھیں سب نے نوحہ و ماتم کیا میں نے اسی حال میں دیکھا کہ اسّی جوان آئے کہ جو اپنے ہاتھوں میں گرز آتشیں لیے ہوئے تھے۔ اور سب کے سب ان بزرگ کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اور پھر ان بزرگ نے حکم دیا کہ یا نار خذی صاحب ھٰذا الدار یعنی اے آگ اس گھر والے کو جلا کر خاک کر دے پس اے یزید میں نے دیکھا کہ تو نے خوف کی وجہ سے بھاگنا چاہا۔ اور تو کہہ رہا تھا النار النار و لا مفر من النار۔ کہ آگ سے پناہ مانگتا ہوں مگر آگ سے فرار کب ممکن ہے۔ جب اس عورت نے خواب تمام کیا تو یزید ملعون غضب آلود ہوا اور اس عورت کو گالیاں دیں بھرے ہوئے دربار میں سب کے سامنے اس زن مومنہ کو قتل کرا دیا "رضی اللہ عنہا"۔ چند لوگوں نے یزید سے یہ بھی کہا کہ سر بریدۂ امام حسینؑ کے ساتھ اسقدر بے ادبی نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو یزید نے قتل کرا دیا ہوگا۔

راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل

ابی مخنف نے مقتل میں تحریر کیا ہے کہ جب سرہائے شہداء اور اسیران اہلبیتؑ اظہار مجلس یزید میں پیش ہوئے ہیں تو حاضرین مجلس میں یہودیوں کا عالم اور بزرگ دین موسوی راس الجالوت بھی تھا۔ شنیدہ بات دیکھی ہوئی بات کی برابر نہیں ہوتی۔ جب راس الجالوت نے یزید پلید کو سر امام حسینؑ کے ساتھ بے ادبی و جسارت کرتے دیکھا تو اس نے یزید کو ٹوکا۔ یزید نے اس کو ناروا الفاظ کہے راس الجالوت نے سر اٹھا کر یزید کو دیکھا اور کہ میرا تجھ سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ سر بریدۂ کہ جس سے تو جسارت کر رہا ہے کس کا سر ہے۔ اور اس کا معاذاللہ کیا قصور تھا۔ یزید نے کہا ھٰذا راس الحسینؑ ابن علی ابن ابی طالبؑ کہ یہ حسینؑ فرزند علی مرتضیٰ کا سر ہے حسینؑ کی ماں فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ ہے اور آنحضرتؐ مسلمانوں کے رسولؐ ہیں راس الجالوت نے دریافت کیا تو پھر فرزند رسول خدا کو قتل کیوں کیا۔ یزید نے کہا کہ ملک عراق میں کوفہ والوں نے اس کو خطوط بھیج کر بلایا تھا کہ وہ کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کرے۔ اور اہل کوفہ کا رہبر و مقتدا قرار پائے۔ میرے عامل کوفہ ابن زیاد نے اس کو اثنائے سفر کربلا میں گھیر لیا اس کو اور اس کے اصحاب و انصار و عزیز و اقرباء کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کے سروں کو اور حسینؑ کے اہلحرم کو اسیر کر کے یہاں بھیجا ہے۔ راس الجالوت نے یہ سن کر کہا کہ جب کہ حسینؑ نواسہ رسولؐ خدا ہے اور پیغمبرؐ اسلام کی ذریت ہے تو یقیناً وہ مستحق خلافت ہے پھر کہا اے یزید میرے اور داؤدؑ

کے درمیان تینتیس ۳۳ پشتوں کا فاصلہ ہے اور بروایت اسّی پشتوں کا فاصلہ ہے لیکن یہودی لوگ میری تعظیم وتکریم اس حد درجہ کرتے ہیں کہ میرے قدم کی خاک کو تبرک سمجھتے ہیں اور میرے بغیر تزویج نہیں کرتے۔ لیکن تم ایسی امت مسلّمہ ہو کہ کل پیغمبر تم سے جدا ہوئے اور آج تم نے ان کے فرزند کو شہید کر دیا۔ واللہ انتم شر امۃ۔ بخدا تم تمام امتوں میں بدترین امّت ہو۔ راس الجالوت کی یہ باتیں سن کر یزید بھڑک اٹھا اور کہا اگر ایسا نہ ہوتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اذی معاھدًا کنت خصمہ یوم القیامۃ، یعنی اگر کوئی ایسے غیر مسلم کو اذیت دے کہ جو اسلام کی پناہ میں ہو تو اذیت دینے والے سے قیامت میں بازپرس ہوگی۔ راس الجالوت نے جب یہ فرمان پیغمبر اسلام سنا تو کہنے لگا کہ قربان رسولؐ خدا ہوں یہ کہہ کر اس نے سر بریدہ امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابا عبداللہ اشھدلی عند جدلے انی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان جدّک محمد اصلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ۔ یعنی اے آقا اپنے جدّ کے روبرو میری شہادت دیں کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور محمدؐ بن عبداللہ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اس وقت یزید نے کہا کہ اے راس الجالوت تو خود ہی اپنے دین سے خارج ہوگیا اور دین اسلام میں داخل ہوگیا اور میں چونکہ بادشاہ اسلام ہوں تجھ پر لازم ہے کہ میرے دشمن کی حمایت نہ کرے فقد برئنا من ذمتک۔ میں اب بری ہوں اور یہ کہہ کر اس نے جلاّد کو بلایا اور حکم دیا کہ اس یہودی کو قتل کردے۔ جلاد مردود نے اس تازہ مسلمان کو اس وقت قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو مزبلہ پر پھینک دیا اور کوئی شخص اس کے غسل وکفن ودفن کی طرف متوجہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ امام زین العابدینؑ

علیہ السلام نے باعجاز امامت تکفین وتدفین کو انجام دیا ہو۔ بعض مقاتل میں ہے کہ جب راس الجالوت کو یزید نے قتل کرا دیا تو یہودی اور مسلمانوں کے درمیان غسل وکفن ودفن کے بارے میں جھگڑا ہوا مسلمان کہتے تھے کہ یہ مسلمان ہوگیا ہے اسلامی طریقہ تجہیز وتکفین ہوگی اور یہودی کہتے تھے کہ یہ ہماری قوم کا بزرگ ہے ہم کفن ودفن کا انتظام کریں گے۔ لیکن یہودی غالب رہے اور اس کو بصد احترام غسل وکفن دیا اور دفن کیا۔ واحسرتاہ کربلا میں مسلمانوں نے لاش امام حسینؑ بے گور وبے کفن چھوڑ دی لشکر عمر ابن سعد ملعون نے اپنے آدمیوں کو غسل وکفن دیا اور دفن کیا مگر پیغمبر اسلام کے نواسہ کو کسی نے دفن نہیں کیا بلکہ مسلمانوں نے نعش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے۔

شہر واسط میں ایک دوستدار خدا کی موت

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولیائے خدا کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو کہ روز قیامت ان کو بادشاہی عطا ہوگی۔ اگر آج وہ مقام اطاعت وبندگی میں کمزور ہوں لیکن قیامت میں مثل مہر وماہ تابندہ ہوں گے ان کے گرد آلودہ لباس کو مت دیکھو قیامت میں ان سے خطاب ہوگا اٹھو اٹھو لوگوں کو نجات دلادو۔ ان لوگوں کو کہ جنہوں نے دنیا میں تمہارے ساتھ نیکی کا سلوک کیا ہے ان سے خطاب قدرت ہوگا کہ اے مرد ولی اے درویش تو نے دنیا میں تکلیف اٹھائی ہے اب تیرے لیے راحت ہی راحت ہے۔ اب ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جسے گوش دل سے سنو اور دل میں جگہ دو۔ مردان حق میں سے کسی شخص نے کہا میں ایک مدّت سے شہر واسط میں

تھا ایک جوان کو دیکھا کہ جو تُرکی تھا اور عجمی زبان والا تھا۔ وہ ہفتہ میں ایک دن اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتا ہے اور اس دن کی مزدوری کو اپنے پورے ہفتہ تک صرف کرتا تھا اور پھر دوسرا ایک دن ہفتہ میں کام کرتا۔ لیکن جب میں نے اس جوان کے چہرہ مہرہ کو دیکھا تو شان وشکوہ کے اعتبار سے وہ شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایک ہفتہ گزر گیا مگر وہ شخص نظر نہیں آیا۔ مجھے شوق ہوا کہ کسی عنوان وہ شخص پھر ملجاتے ہیں ایسی جگہ گیا کہ جہاں نادار لوگ رہا کرتے تھے۔ کہ ایک خرابہ سے اس کی آواز بلند جو سوز دل کے ساتھ تھی گوش زد ہوئی یعنی اس کے نالہ کرنے کی آواز سنی اس آواز نے میرے دل پر اثر کیا۔ اور میری ٹانگوں کی قوت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ؎

ما ہیچ کسان کوی یاریم ما سوختگاں روزگاریم
گنج است غم اندرون سینہ مارا است کلید آن خزینہ
دل خستہ وگریہ خون ناب ست ای وائے کہ حالتم خراب ست
این سحر کہ میزنم ترم
بازار رحیل میکنم گرم

خلاصہ یہ ہے کہ محبت یار میں دل سوختہ ہو رہا تھا۔ اس کے سینہ میں غم کا خزانہ تھا اور اس خزینہ کی کنجی خستگی دل اور خون ناب ہے اور گریہ وبکا ہے افسوس کہ میری حالت خراب ہے اور میری آس جو رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہیں بازار کوچ کو گرم کر رہی ہیں۔ میں اس جوان کے نزدیک گیا۔ دیکھا کہ خاک مذلت پر پڑا ہوا ہے۔ اینٹ کا تکیہ زیر سر ہے۔ ناتوانی مسلّط ہے۔ چہرہ زرد ہوگیا۔ لبوں پر خشکی آگئی ہے وہ عالم غربت وناداری میں خرابہ میں پڑا ہوا حکم الٰہی کا منتظر ہے کہ کب پیغام موت

موت آئے اور وہ لبیک کہے۔ میں نے اس کو سلام کیا جواب سلام ملا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ میں نے اس سے کہا اے جوان کوئی آرزو ہو یا کوئی مصیبت ہو تو کہو تاکہ اس سے پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔ اس نے کہا رضا وخوشنودی خدا کی آرزو ہے دنیاوی کوئی آرزو نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا کوئی دنیاوی آرزو ہے اس نے کہا نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ عرصہ ہوا کہ پانچ آرزوئیں دل میں اُبھریں۔ میں نے کہا پھر وصیت کرنا ہو تو کرو۔ اس نے کہا کہ میرے والدین حیات میں عرصہ سے میری راہ دیکھ رہے ہیں اب میری آرزو ہے کہ اپنے دوست کے نزدیک جاؤں۔ اس نے کہا اے مرد خدا اگر خدا کی راہ میں کام کرنا مطلوب ہے تو اس مہرہ کو جو میرے بازو پر بندھا ہوا ہے اور اس پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔ میرے انتقال کے بعد سلطان ماوراء النہر نوح بن منصور کے پاس لے جانا۔ اور اس سے کہنا کہ تیرا خدا اس صاحب مہرہ کی موت سے تجھے اجر دے گا اور میری دیگر وصیت یہ ہے کہ میں اس خرابہ کے عقب میں کھلیان ہے کہ ہر ایک رات کو وہاں سے بڑے بڑے جنگلی جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور جب میری روح نکل جائے تو مجھے دروازہ پہلے جانا اور مجھے اس کھلیان میں شیر کے آنے کی جگہ ڈال دینا اور مجھے دفن نہ کرنا کہ مجھے تاب فشار قبر نہیں ہے۔ یہ وصیت کی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس مرد حق نے اس جوان کے مرجانے کے بعد بموجب وصیت مہرہ اس کے بازو سے کھولا۔ وہ ایک یاقوت تھا بہت تابندہ تھا۔ اور اس پر نوح بن منصور تحریر تھا۔ اس حاصل کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ دوسری وصیت کو بھی پورا کرے۔ اس نے میت کے پاؤں کو پکڑا اور چاہا کہ کھلیان کے پاس لیجائے ناگاہ اس کو آواز آئی کہ

دعہ فانہ ولی من اولیائی ۔ یعنی اپنا ہاتھ اٹھائے اس کو ہاتھ مت لگا کہ یہ میرے اولیاء میں سے ایک ہے ۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے کہ یہ میرا خاص دوست ہے ۔ یہ مجھے دوست رکھتا تھا میں اسے دوست رکھتا ہوں اس کا غسل و کفن سب میرے ذمّہ ہے ۔ مرد حق کہتا ہے کہ پھر میں نے صدائے ملائکہ سنی اور غسل میت کے وقت پانی وغیرہ کے گرنے کی آواز سنی ۔ تھوڑی دیر بعد جب پردہ اٹھ گیا تو جوان کو سپرد خاک کیا ۔ اس کی قبر پر بیٹھکر فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد باہر آیا اور مہر اس امین شخص کو دیا برائے والئ ماوراء النہرؒ کہ وہ اس کے والدین کو پہنچا دے ۔

یقیناً ہر ایک انسان دنیا سے غریب جاتا ہے اور وہ اپنے والدین کے لیے کوئی نشانی چھوڑتا ہے کہ غریب دنیا سے رخصت ہو گیا ۔ مثل اس کے کہ حضرت زینبؑ خاتون اس وقت کہ جب آپ شام سے واپس مدینہ پہنچیں اور ماں کی قبر پر گئیں تو ایک نشانی امام حسینؑ کی ان کے پاس تھی ۔ اور وہ امام حسینؑ کا پیراہن چاک چاک تھا خون آلود تھا ۔ اور دست بریدہ عباسؑ تھے ۔ کہ جب زینب بیکس قبر زہراؑ پر پہنچیں اور عرض کیا اماں جان میں آپ کے لیے تحفہ لائی ہوں رلے اماں یہ حسینؑ کا پیراہن خون آلود ہے ۔ اے اماں میں کیا ہوں جب تمہارے حسینؑ مقتل میں گئے تو تمہیں یاد کیا سلام کیا ۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب خدائے تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک عام بندہ صالح کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو پھر جو اُس کے مقرّب بندے ہیں ان کے غم میں اگر کوئی آنسو بہائے ۔ ان کی عزاداری قائم کرے تو اس کو خداوند عالم کسقدر بلند مقام عطا کرے گا ۔ اللھم اجعلنا من محبیھم ۔

جاثلیق نصاری کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام کے سر بریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا تھا اور کلمات کفر اس کی زبان پر جاری تھے درباری لوگ ہمہ تن گوش تھے کہ اسی اثنا میں جاثلیق نصاری بھی اس کی مجلس میں وارد ہوا ۔ یہ طائفہ نصاریٰ کا رئیس و سردار تھا ۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جاثلیق جب دربار میں پہنچا تو یزید چوب دستی سے سر امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ جسارت کر رہا تھا ۔ وہ تخت یزید کے سامنے کھڑا ہوا ۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا کہ جس کے سہارے وہ کھڑا تھا کیونکہ وہ مرد پیر تھا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہ اس کی نگاہ سر مطہر امام حسینؑ پر پڑی ۔ دیکھا کہ نورانی چہرہ ہے جاثلیق نے یزید سے دریافت کیا یا یزیدؔ ھذا راس من ۔ کہ اے یزید یہ کس کا سر ہے اس مرد نے کہا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے عراق میں ہم پر خروج کیا تھا قتل ہو گیا جاثلیق نے سوال کیا کہ اس کا کیا نام تھا ۔ یزید نے کہا حسین ابن علی ، دریافت کیا کہ اس کی ماں کون تھی یزید بولا کہ فاطمہ زہرا دختر رسولؐ خدا محمد ابن عبداللہ ۔ اس بزرگ نصاری نے کہا تو پھر تمہارے نزدیک فرزند رسولؐ خدا واجب القتل کیوں کر ہوا ؟ یزید نے کہا کہ اہل کوفہ نے اس خطوط دیکھ کر بلایا کہ وہ اس کو اپنا امام اور خلیفہ قرار دیں ۔ میری حکومت کے عامل عبیداللہ ابن زیاد نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور اس کو قتل کر دیا ۔ اس کے اصحاب و یاور و اعزا سب قتل کر دیئے ۔ اس پر جاثلیق نے کہا ۔ آخر اس کا معاذ اللہ کیا قصور تھا ۔ اہل عراق نے اس کو بلایا تھا دوست ہے

آخر اولادِ پیغمبرؐ کو کام بھا ہے کہ تا ہے اُسے اس نے انجام دیا۔ تو اس کے سرِ مطہر کے ساتھ جسارت و بے ادبی کر رہا ہے اپنی چوب دستی اس کے پاس ہٹا لے ورنہ خدا تجھے ہلاک کرے گا۔ اور سُن لے کہ میں اپنی عبادت گاہ میں تھا کہ ایک آواز زلزلہ سے مشابہ سُنی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دیکھا کہ ایک شخص روشن چہرہ، بلکہ آفتاب سے بھی احسن تر، دلہن پر آیا اور اس کے ساتھ اور بھی نورانی لوگ تھے۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی سے سوال کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ مجھے بتایا کہ خاتم پیغمبران حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ؎

محمدؐ کہ دورہ ہمیں عصر اوست — مدِ قاب قوسین در قصر اوست
ہمیں پنج نوبت زنِ جانِ پاک — ہمیں چار بالش نہ و آب و خاک

ماحصل یہ ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زمانہ کے لیے خداوند عالم کا ایک بہترین تحفہ ہیں۔ اور قاب قوسین تک ان کی نبوت کی حد ہے۔ پانچ وقت ان کا ڈنکا بجتا ہے یعنی اذان میں ان کی رسالت کی گواہی دی جاتی ہے۔ اور ان کا وجودِ ذی جود اس وقت سے ہے کہ جب یہ چاروں عناصر یعنی آب و آتش خاک و باد بیدانہ ہوئے تھے۔

غرض کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آدم صفی اللہ، عیسٰی روح اللہ، برائے تعزیت حسینؑ آئے ہیں۔ یزید کو اس کی گفتگو سخت ناگوار گزری اور کہنے لگا کہ میں تیرا شکم چاک کروں گا۔ تو اس قدر گستاخی کر رہا ہے کہ میرے سامنے مجھے ظالم قرار دیا ہے۔ پھر یزید ملعون نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو چنانچہ یزید کے غلاموں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کو تازیانے مارنے شروع کیے۔ یہاں تک کہ وہ بیچارہ نزار و ناتوان ہو گیا اور اس نے سرِ مطہر امام حسینؑ کی طرف

رخ کر کے آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا اور شہادت دی پھر کہا تیرے پدر عالیقدر علیؑ امیر المومنین ہیں میں گواہی دیتا ہوں میں ان کو اپنا امیر مانتا ہوں قیامت برحق ہے اس کے بعد جاثلیق نے یزید کی طرف دیکھ کر کہا کہ تو مجھے قتل کر اور قتل کرنے میں جلدی کر میں پھر شہادت دیتا ہوں کہ حسینؑ اور حسینؑ کے نانا کا دین برحق ہے اور رسول خدا میرے لینے کے لیے بہشت سے تشریف لائے ہیں اور حلّہ بہشت عطا فرما رہے ہیں یہ کہہ کر جاثلیق نے دم توڑ دیا اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی جب اسیران اہلبیتؑ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت زینب خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بابا یہود و ترسا ہماری حمایت کرتے ہیں اور مسلمان ہمیں اسیر بنا کر لائے ہیں۔ بابا یہ وقت مدد ہے ؎

ہر کہ در تنگی علیؑ گفت ای پدر — دست او بگرفتی از ہر رہگذر
ما کہ در بند بلائیم یا علیؑ — جملہ اولاد شمائیم اے پدر

یعنی کہ اے بابا ہم ہر ایک تنگی و مصیبت میں آپ کو آواز دیتے ہیں یا علیؑ مدد ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ اے علیؑ ہم مصائب اور بلاؤں میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپ کی ساری اولاد مصائب کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اے علیؑ ولی مدد ہے۔

جب جاثلیق کی روح پرواز کر گئی تو نصاریٰ لوگ جمع ہوئے اور اپنی قوم کے بزرگ و رئیس کو پورے احترام و عزت کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ ابوتراب کا غلام آغوشِ تراب میں سو گیا۔ واحسرتا۔ مسلمانوں نے لاشِ سید الشہداء پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ دفن کرنا کیسا لاش صد چاک چاک پرا لحرم کو روٹے

نہیں دیا۔ اور پھرسے دربار میں یزید مسلمان ہونے کا دعویدار ہے مگر سر بریدۂ امام حسین سے جسارت کررہا ہے۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

عبدالوہاب سفیر بادشاہ روم اور دربار یزید

کتاب منتخب میں شیخ طریحیؒ نے باسناد معتبرہ و ثقہ کتاب منتخب المراثی میں نقل کیا ہے کہ دربار یزید میں جگہ جگہ کے سفیر اور ایلچی اور نمائندے موجود تھے چنانچہ بادشاہ روم کا سفیر کہ جس کا نام عبدالوہاب تھا دربار یزید میں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ یزید سر بریدۂ امام حسینؑ کے ساتھ چوب دستی سے جسارت کررہا ہے تو سفیر روم پہ بہت زیادہ اثر ہوا اور مظلومیت سے متاثر ہو کر رونے لگا۔ جب یزید نے اس کے رونے کی آواز سنی تو کہا اے سفیر روم تو ہماری خوشی کی محفل میں کس لیے رو رہا ہے۔ سفیر روم نے کہا ایک دفعہ میں بغرض تجارت روم سے مدینہ گیا میں نے کسی صحابی سے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلامؐ کس قسم کے ہدیہ اور تحفہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اس صحابی نے جواب دیا کہ از قسم عطر و خوشبو چیزیں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں عنبر و اشہب مشک خرید کیا اور خانہ رسولؐ خدا کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت رسول خدا ہو۔ حضرت رسولؐ خدا اس روز خانہ ام سلمہؓ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ اور داخل خانہ رسولؐ خدا ہوا فلما شاهدت جماله ازداد عيني لقائه نورًا ساطعًا وازدني منه مسرورًا وقد تعلق قلبي بمحبته ۔ یعنی کہ جیسے چہرہ پُر نور رسولؐ خدا پر نظر پڑی۔ میری آنکھوں کی بینائی نہ صرف زیادہ ہو گئی بلکہ نور بصیرت اور بھی زیادہ ہو گیا ہے

ہر لطافت کہ نہاں بود پس پردۂ غیب
ہمہ در شکل زیبائی محمدؐ تا دیدم

جس قدر لطافتیں، نزہتیں، پاکیزگیاں میری نگاہ سے روپوش تھیں پس پردہ تھیں وہ سب صورت محمدؐ میں جلوہ فگن نظر آئیں۔ میں حاضر ہو کر آداب بجالایا آنحضرتؐ کہ تمہارا نام کیا ہے میں نے عرض کیا کہ عبدالشمس نام ہے اس وقت آنحضرتؐ نے میرا نام تبدیل کرنے کا حکم دیا اور خود بہ نفس نفیس میرا نام عبدالوہاب تجویز فرمایا اور فرمایا کہ اگر تو اس نام کو قبول کرے گا تو ہم تیرا ہدیہ قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ پس میں نے غور کیا اور آپ میں وہ ہی صفات حمیدہ دیکھیں کہ جن کی خبر عیسٰی ابن مریم نے دی تھی تو میں نے فوراً دین اسلام قبول کیا میں چند روز مدینہ میں رہا اور احکام اسلام آنحضرتؐ سے سیکھے۔ میں واپس گیا اور بادشاہ روم نے مجھے اپنا وزیر بنایا۔ میں نے کسی پر اسلام لانے کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس مدت میں خداوند عالم نے مجھے پانچ فرزند اور چار دختر عطا کیں۔ اور اس وقت جو تو نے مجھے گریہ کناں دیکھا وہ اس وجہ سے تھا کہ میں نے مدینہ کے دوران قیام دیکھا کہ رایت هذا العزيز الذي راسه بين يديك مهينا حقيرًا قد دخل على جده ۔ کہ اس دوران یہ بزرگ آئے کہ جن کا سر بریدہ اس وقت موجود ہے اور تو اس کو ذلیل و حقیر قرار دے رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے پیار کیا اور اپنی آغوش میں بیٹھا لیا۔ اور فرمایا مرحبا بك یا حبیبی۔ اور پھر آنحضرتؐ نے اس شہزادے کے لبوں کو بوسہ دیا اور اس کے دانتوں کو چوما۔ اور فرمایا کہ اے حسینؑ ایک وقت آئے گا کہ تجھے لوگ شہید کریں گے خدا ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا دوسری مرتبہ میں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا کہ یہ بزرگوار (حسینؑ) اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ خدمت رسولؐ خدا میں آئے۔ بچپن

کا زمانہ تھا اور کہا اے نانا ہم نے کشتی لڑی مگر ہم ایک دوسرے پر غالب نہیں ہو سکے۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کون قوت زیادہ رکھتا ہے نانا جان آپ فیصلہ صادر کریں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کشتی لڑنا تمہاری شان کے مطابق نہیں ہے بلکہ تم خط لکھو جس کا خط بہتر ہے وہی زیادہ قوت والا ہے۔

اے یزید دونوں غنچہ ہائے باغ نبوت نے خط لکھا۔ یعنی کچھ عبارت بخط خوشنویسی لکھی۔ اور خدمت رسول خدا آئے اور پھر فیصلہ صادر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بیٹو تم اپنی ماں فاطمہ زہرا کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کریں گی۔ دونوں شہزادگان ماں کی خدمت میں آئے خط پیش کیا اور کہا اماں جا کس کی تحریر خوبصورت ہے۔ اب حضرت فاطمہ زہراؑ سوچنے لگیں کہ گریہ کہتی ہوں کہ حسنؑ کی تحریر عمدہ ہے تو حسینؑ کو رنج ہوگا اور اگر یہ کہتی ہوں کہ حسینؑ کی تحریر اچھی ہے تو حسنؑ کو خیال ہوگا پھر آپ نے اپنے گلوئے مبارک میں جو گلو بند تھا اس میں سات موتی تھے وہ ساتوں موتی کھول کر زمین پر ڈال دیئے اور فرمایا کہ جو زیادہ موتی چنے گا جس کا خط عمدہ متصور ہوگا دونوں شہزادہ موتیوں کی طرف بڑے اور تین تین موتی ہر ایک نے چن لیے۔ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ اس ایک موتی کے دو ٹکڑے کر دو قبل اس کے کہ یہ موتی ان دونوں میں سے کوئی چنے۔ جبرئیل نازل ہوئے اور موتی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں نے ایک ایک موتی کا ٹکڑا اٹھا لیا۔

اس کے بعد عبدالوہاب نے کہا اے یزید کہ اگر فاطمہ زہرا اور رسولؐ خدا سر بریدۂ حسینؑ کے ساتھ تیری جسارت دیکھیں اور چوب دستی کو دندان سر بریدۂ پر لگانا دیکھیں

تو کہا فاطمہؑ دوران کے بابا رسولؐ خدا خوش ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ سفیر روم بآواز بلند رونے لگا اور ہچکی گلوگیر ہو گئی مصنف کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون اس پر غضبناک ہوا اور قتل کرا دیا۔ لعن اللہ علی یزید۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے ساتھ یزید کا مکالمہ

یہ مسلّم امر ہے کہ مصائب سیّد الشہداء امام حسین علیہ السّلام پر گریہ و بکا کرنا۔ ماتم و نوحہ کرنا باعث خوشنودیٔ خدا اور رسولؐ ہے پس موالیان اہلبیتؑ اطہار اور شیعیان حیدر کرارؑ پر فرض ہے کہ اقامہ عزا امام حسینؑ علیہ السّلام برپا کریں۔ اور اکثر اوقات اپنی آنکھوں سے خطاب کریں یا عیونی جودی بتواتر البکا کہ اے میری آنکھوں غم امام حسینؑ میں روؤ اور اس طرح برسو کہ جیسے تیز بارش ہوتی ہے کبھی اپنے قلب (دل) سے خطاب کرو۔ یا قلب جدی جد ثواکل النساء۔ کہ امام زین العابدین کو کیوں اسیر کیا گیا کیوں در بدر پھرایا گیا۔ شہر بشہر در بدر۔ اس شان سے پھرایا گیا کہ اہلحرم برہنہ سر ساتھ ہیں اور خود امام مظلوم طوق و سلاسل میں گرفتار ہیں۔ اور وہ روز بد کہ جس دن آپ دربار یزید ملعون میں اسیر ہو کر پہنچے اور دربار میں آل رسولؐ طلب کئے گئے۔ اور سرہائے شہداء اسیروں کے سامنے رکھے ہوئے تھے دربار میں سات سو کرسی نشین بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ سید سجاد سامنے پیش ہوں۔

چنانچہ سید سجادؑ کو غلاموں نے پیش کیا ہے

غل بگردن مالک ملک وجود — از خجالت سر بزیر افگندہ بود
چوں ہلال یکشبہ زرد و ضعیف — زیر زنجیر گران جسم نحیف

می شنید از ہر طرف دشنام بد
بود ساکت حاشا للہ دم نزد

یعنی کہ امام زین العابدین گلے میں طوق پہنے ہوئے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ سر جھکا ہوا۔ شرمندگی سے سر نیچا کئے ہوئے۔ مثل ہلال یک شب چہرہ کا رنگ زردی مائل۔ کمزور اور نحیف جسم زار کے ساتھ دربار میں یزید ملعون کے سامنے پیش کئے گئے۔ دربار نحس میں اہلبیتؑ اطہار کے خلاف ناروا باتیں بحکم یزید پلید ہو رہی تھیں اور امام علیہ السلام سن رہے تھے بعض کلمات ارباب مقاتل نے نقل کئے ہیں کہ اولاً سید سجادؑ علیہ السلام اور دوسرے مردوں کو پیش یزید کیا اور بعدہٗ اسیران عورتیں اور بچے اناہلبیتؑ اطہار پیش کئے گئے۔ حتی ینجلی لکم عمود الحق وفی البحار عن ابن لما قال علی بن الحسینؑ ادخلنا علی یزیدؑ لعنہ ونحن اثنا عشر رجلا مغللون۔ حضرت سید سجادؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دربار یزید پلید میں گئے تو ہم بارہ مرد تھے۔ سب کے سب سلاسل پہنے ہوئے تھے۔ ہم یزید کے تخت کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ یا یزید لعنہ نشدک باللہ ماظنک برسول اللہ لو رآنا علی ھذہ الحالۃ اے یزید تجھے خدا کی قسم یہ بتلا کہ تیرا آنحضرتؐ کے متعلق کیا گمان ہے کہ اگر وہ ہمیں اس حالت میں دیکھتے تو ان پر کیا گزرتی۔ تو جواب دے اور جو چاہے جواب دے زبان حال سے یہ فرمایا ہے

یا آنکہ ما ز گبر و یہودیم ای یزید — از بہر چیست پردۂ ما را دریدۂ

این ظلم ہا روا نبود باللہ ای یزید
ظالم مگر تو آل علی را خریدۂ

یعنی کہ اے یزید (معاذ اللہ) کیا ہم آتش پرست اور یہودی ہیں آخر کس واسطے ہمارے ناموس کو بے پردہ کیا ہے یہ مظالم خدا کی قسم ہرگز روا نہیں ہیں اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کیا ہے۔ جو ایسا ظلم کر رہا ہے ابن نما تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یزید تخت مرصع پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر زرنگار تاج تھا۔ اور اس مردود کے آس پاس بزرگان قریش بیٹھے ہوئے تھے جو سب ہی اموی لوگ تھے اس ملعون نے نظر غیض و غضب سے حضرت سید سجادؑ کو دیکھا۔ اور اپنے حواریوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے بتلایا یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ اس بدبخت نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؑ نامی پسر امام حسینؑ کربلا میں شہید ہو چکا ہے پس یہ دوسرا علیؑ کون ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے بچشم گریاں فرمایا کہ تیرے لشکر والوں نے ان کو کربلا میں شہید کر دیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تیرے پدر بزرگوار نے اپنے سب بیٹوں کا نام علیؑ رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بابا اس چیز کو پسند فرماتے تھے کہ اپنی تمام اولاد ذکور کا نام علی رکھیں۔ مقتل میں ہے کہ یزید نے کہا کہ تو اس شخص کا فرزند ہے کہ جس نے دعویٰ سلطنت و خلافت کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ حسینؑ کو سلطنت و خلافت نہ ملی۔ خدا نے مجھے مظفر و منصور فرمایا۔ اور حسینؑ کے اہلحرم اسیر ہوئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں کون ایسا مستحق ہے کہ جو میرے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علیؑ سے زیادہ حقدار خلافت ہو۔ جب کہ وہ جناب سبط پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کلیم را چہ ضرر گر شر کند فرعون
مسیح را چہ خطر گر سیہ شود دجّال

یعنی کہ موسیٰ علیہ السلام کا کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ اگر فرعون ان کا مقابل بنے۔ دعوئ ربوبیت کرے وہ بہر حال میں اللہ کے نبی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ موسیٰؑ کے پاس سلطنت نہ تھی۔ اور فرعون صاحب سلطنت تھا مگر پھر بھی موسیٰ نبیؑ رسول ہیں اور سلطنت فرعون کو کوئی درجہ نہ دے سکی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ اللہ کے رسول ہیں اور دجّال لاکھ لشکر رکھتا ہو مگر پھر دجال ہے۔ کتاب بحار میں ہے کہ یزید نے یہ سن کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر کو میں نے قتل کیا۔ وہ بدنہاد کہنے لگا کہ تم اللہ پر افترا باندھتے ہو۔ خدا نے لعنت نہ کی شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ یزید نے کہا یا علیؑ تمہارے پدر حسین نے میرے ساتھ اچھا نہ کیا بلکہ میرے ساتھ نزع کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس وقت آیت پڑھی۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔

(سورۃ الحدید آیت ۲۲)

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انہیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہیں بیشک یہ خدا پر آسان ہے۔ یزید ملعون نے اس آیت کو سن کر خالد کے بیٹے کی طرف رخ کیا اور کہا کہ تو اس کا جواب دے مگر وہ جاہل کوئی جواب نہ دے سکا۔ تب یزید ملعون نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰)

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کرتوت سے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔ کتاب بحار میں ہے جب یزید نے یہ آیت پڑھی تو حضرت سید سجادؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا اگر اجازت تو میں اس کا جواب دوں۔ یزید نے کہا ہاں جواب دیجئے۔ لیکن ہذیان نہ ہو اس پر بیمار و قیدی امامؑ نے فرمایا کہ میں تیرا قیدی ہوں میں کیونکر ناروا بات کہہ سکتا ہوں زیر گفتگو یہ امر ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اگر رسولؐ خدا اس وقت تشریف لائیں اور ہمیں طوق و زنجیر میں دیکھیں تو اُن پر کیا گزرے گی وہ تجھ سے خوش ہوں گے یا ناخوش؟ یزید اس وقت حکم دیا کہ طوق و زنجیر کھول دیئے جائیں۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے جد بزرگوار اسیر ہو کر دربار یزید میں پہنچے ہیں تو دست و بازو۔ اور گردن میں زنجیریں تھیں۔ اور آپ کے بازوؤں میں زنجیریں تھیں اس ملعون نے جب آپ کو دیکھا تو کہا اے علیؑ شکر خدا کہ تیرے پدر کو قتل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس پر کہ جس نے میرے بابا کو قتل کیا اور تو نے ہی میرے بابا کو قتل کیا پس تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ یزید ملعون سن کر غصہ میں بھر گیا اور حکم دیا کہ اس بیمار کی گردن قطع کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے قتل کرنا منظور ہے تو بی بی زادیوں کو ان کے گھر پہنچا دینے کی اجازت دے کیونکہ یہ فاطمہؑ زہرا صاحب عصمت کی بیٹیاں ہیں اور ان کو کوئی نامحرم نہیں پہنچا سکتا۔ یزید یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اور آپ کے قتل سے باز رہا۔ اور غلام سے کہا کہ ایک سوہان لاؤ (یعنی اوزار لوہے کا کہ جس سے دوسرا لوہا کاٹتے ہیں) بحار میں منقول ہے فاقبل برما الجامعة عن عنقه بيده يزيد لعنه یعنی یزید نے ایک بڑا آوار آہنی

منگایا اور خود اپنے ہاتھ سے طوق گردن کاٹا۔ اور کہا اے فرزند حسینؑ کہ میں نے خود یہ کام انجام دیا ہے ان لا یکون علی منة غیرك ۔ کہ میں نے چاہا کہ کسی غیر کا ممنون احسان نہ ہوں یزید اس آیت کو بطور ترحم و کرم پڑھا کہ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ۔ ماحصل یزید یہ تھا کہ یہ جو کچھ زنجیر و طوق و سلاسل میں تم تھے یہ تمہارے ہی ہاتھوں کی بدولت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ عجب استدلال ہے یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے اور تو اس آیت کو ہمارے لیے پیش کر رہا ہے پس امام علیہ السّلام نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں پڑھا۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض الخ (سورۃ الحدید آیت ۲۲) روایت میں ہے کہ یزید نے چاہا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام کی گردن سے طوق آہنی بلند کرے۔ پس جیسے ہی طوق بلند کیا آپ کی گردن مبارک میں خون جوش مارنے لگا۔ کتاب دعوات الرّاوندی میں ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو قتل کرنے کا مصمّم ارادہ کیا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ دوران گفتگو سیّد سجادؑ نے کوئی ایسا حرف زبان سے نکلے کہ یزید کو آپ کے قتل کا بہانہ مل جائے۔ امام زین العابدینؑ علیہ السّلام نے قرآن کی آیات سے استدلال قائم کر کے اُسے خموش کر دیا۔ یزید نے کہا کہ تم نے تو تسبیح کے ذریعہ جوابات دیئے ہیں۔ یعنی خدائی کلام سے۔

امام زین العابدین علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے جدامجدّ رسولؐ خدا کا یہ ارشاد بیان کیا کہ جب کوئی شخص نماز صبح بجالائے تو بعد از تسبیح ہاتھ بلند کرے اور یہ پڑھے کہ اللھم انی اصبحت اسبحك واحمدك واحمدك واھللك بعدد ما ادیر ۔ یعنی کہ تسبیح پڑھنے کے بعد ہاتھ بلند کرے اور

مذکورہ کلمات پڑھے تو صبح سے لے کر وقت خواب تک اس تسبیح کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ لیکن بجائے اصبحت اسبحك امسیت سبحك کہے تو دوسری صبح تک ثواب تسبیح ملے گا اور میں نے یہ کلمات اقتدار رسولؐ خدا میں کہے ہیں۔ یزید ملعون نے کہا سبحان اللہ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں آپ اس کا فوراً جواب دیتے ہیں پس وہ امام زین العابدین علیہ السّلام کے قتل سے باز رہا اور آپ کو رہا کرنے کا حکم صادر کیا اور آپ کو زنجیر و طوق سے آزادی حاصل ہوئی۔

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ دوران مکالمۂ یزید ملعون۔ صدائے نقارۂ و نوبت سلطنت یزید شروع ہوئی خالد نے حضرت امام زین العابدین کی طرف رخ کر کے کہا کہ میرے پدر کی سلطنت کا نقارہ بج رہا ہے آپ نے اس کی آواز سنی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا۔ ذرا صبر کرا تنے میں گلدستۂ آذان سے صدائے آذان بلند ہوئی اور موذن نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو سید سجادؑ نے فرمایا کہ یہ ہماری نوبت ہے ہمارے جد کا نام آذان ہی لیا جاتا ہے اس وقت یزید بہت متعجب ہوا اور خموش ہو گیا دگریز مجلس۔

روز عاشوراء وقت ظہر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شمر سے فرمایا اب کیا وقت ہے تو شمر ملعون نے کہا کہ وہ وقت ہے کہ موذن گلدستۂ آذان سے شہادت دے گا اشھد ان محمدا رسول اللہ واحسرتاہ کہ شمر ملعون نے پھر بھی امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ الالعنة اللہ علی القوم الظالمین ۰

یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت

کتاب عیون اخبار الرّضا میں فضل بن ربیع سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ من کان من شعتنا فلیتورع عن سرب الفقاع والعب بالشطرنج یعنی کہ کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو ہمارا شیعہ جانتا ہے اس کو چاہیئے کہ فقاع اور شطرنج سے پرہیز کرے۔ فقاع اس خمر یعنی مے کو کہتے ہیں کہ جَو سے بنائی گئی ہو۔ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جَو سے تیار کردہ شراب یزید نے پی ہے جب دستر خوان پر یزید بیٹھتا تھا تو شراب فقاع موجود ہوتی تھی۔ اور جب سر بریدۂ امام حسینؑ علیہ السّلام اس کے دربار میں پیش ہوا تو اس وقت بھی اس کے لیے شراب جَو لائی گئی۔ خود بھی شراب نوشی کی اور اس کے ہم لقمہ لوگوں نے بھی شراب نوشی کی امام علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ شراب مومن کی دشمن ہے۔ شراب کہ جو بمعنیٔ خمر ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کے متعلق معصوم علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ انہ خمر استصغرہ الناس فقاع یعنی شرابی لوگ اس کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ علمار فقہ نے شراب فقاع (یعنی جَو سے تیار کردہ شراب) اور شراب انگور دونوں کو یکساں طور پر حرام قرار دیا ہے۔ اور دونوں نجاست میں بھی یکساں ہیں ان کا استعمالی برتن وغیرہ بھی پاک نہیں ہوتا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب سر امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا یزید شراب نوشی میں مشغول تھا۔

اور پھر جب نشہ ہلکا ہو گیا تو شطرنج کھیلنے میں مشغول رہا۔ (از مترجم اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس دن اسیران کربلا داخل دربار ہوئے ہیں اگرچہ یزید پلید کے لیے سخت دن تھا مبادا ایسا نہ ہو کہ مملکت میں حمایت اہلبیتؑ طاہرین میں خروج کا جذبہ اُبھر آئے تاہم یزید ملعون مے نوشی اور شطرنج بازی میں مشغول رہا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں حرام کام اس بدنہاد کی عادت بن چکے تھے۔ اس لیے شیعہ اہلبیتؑ طاہرین کا ان دونوں نجس کاموں سے کیا تعلق! یہ چیز لمحہ فکریہ کی طالب ہے)

تبر مذاب میں مسطور ہے کہ فامر یزید لعنہ لوضع الراس علی طبق من ذھب ثم دعی بالشراب فشرب ثم صب جرعۃ منہ علی الراس وقال کیف رایت یا حسین۔ —— (از مترجم میرا دل قابو میں نہیں ہے کہ یزید کے اس گستاخانہ عبارت کا ترجمہ کروں۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ کوئی مولائی اور شیعہ اس عبارت کے ترجمہ کو برداشت نہیں کر سکے گا) بس خلاصہ یہ ہے کہ یزید اس دَور کا بدمست شرابی تھا اس نے سر مطہر سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اے حسینؑ تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساقی حوض کوثر ہیں جب تم اپنے بابا کے پاس پہنچو تو کہنا کہ یزید کہتا ہے کہ مجھے آب کوثر نہ دیں گویا مجھے شراب جَو کافی ہے اور اے حسینؑ تم کہتے ہو کہ چاندی سونے کے ظروف کا استعمال حرام ہے اور میں نے تمہارا سر طشت طلا میں رکھا ہے۔ تم کہتے ہو کہ میرے بابا علی مرتضیٰ قاتل کفار و مشرکین ہیں۔ میں نے آج تم سے کشتگان بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

کیفیت ورود اہلبیت اطہار بادربار یزید اور جناب فاطمہؑ جناب سکینہؑ و جناب ام کلثومؑ کو کنیزی میں طلب کرنا

جب یزید ملعون حضرت سید سجادؑ کے ساتھ مکالمہ سے فارغ ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار میں سے مخدّرات اور بچے دربار میں پیش کئے جائیں۔ کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ثم دعی بالنساء والصبیان۔ پھر اسیر عورتیں اور بچے دربار میں لائے گئے۔ دربار میں آنے سے قبل اسیران اہلبیتؑ، مرد و زن تین گھنٹہ تک باالساعات پر کھڑے رہے ناگاہ جلّاد لوگ آئے اور اسیروں کو ریسمان سے باندھ کر دربار کی طرف لے چلے۔ افتاں و خیزاں تمام مخدّرات اور معصوم بچے گریہ کناں دربار میں پہنچے اس وقت محضر بن ثعلبہ ولدالحرام دربار میں پہنچا اور بآواز بلند کیا کہ میں محضر بن ثعلبہ ہوں اور خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوا ہوں۔ جب حضرت سید سجادؑ نے یہ سنا کہ وہ مردود یزید کو امیر المومنین کہہ رہا ہے فرمایا ولدت ام محضر اشر والام یعنی کہ محضر کی ماں نے اس سے زیادہ شریر اور لئیم (بخیل) بچہ نہ جنا ہوگا۔ ابن نما نے بھی اسی چیز کو نقل کیا ہے واحسرتاہ وامصیبتاہ بنت علی و فاطمہؑ کجا اور دربار یزید پلید کجا، وارثان تطہیر کجا اور تماشائی کجا ہے

دربار گہ یزید زینبؑ چہ کند ۔۔۔ باایں ستم ایں سوختہ کوکب چہ کند

ومنی یابن فاطمۃ زھرا سیدۃ النساء یابن بنت المصطفیٰ. حضرت زینبؑ کے اس نالہ و فغان سے درباری لوگ متاثر ہوئے اور رونے کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ یزید ملعون خموش رہا۔ دوسری مرتبہ پھر گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چنانچہ صاحب فصول المہمہ نقل کرتے ہیں فجعلت فاطمۃ وسکینۃ تتطاولان لتنظر الی الراس وجعل یزید لعنہ تسترہ علیھما ۔ یعنی کہ فاطمہؑ اور سکینہ دونوں گردن کھینچے کھڑی تھیں کہ بابا کے سر کی زیارت کر سکیں۔ اور یزید ملعون نے سر کو پوشیدہ کر رکھا تھا ناگاہ ان کی نظریں سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑیں صدائے گریہ بلند ہوگئی پس پردہ جو اہل حرم یزید ملعون تھے ان سب میں گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔

بروایت انوار نعمانیہ و منتخب۔ روی ان الحریم لما ادخلن فی السبی الٰی یزید لعنہ بن معاویۃ وھن مربقات بحبل طویل وزجر بن قیس لعنہ اللہ یجرھن یعنی حرم رسالت اور پردہ داران چادر تطہیر جب اسیر و خوار ہو کر داخل دربار یزید ہوئے۔ سب ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے اور ریسمان زجر بن قیس کے ہاتھ میں تھی کہ وہ ان کو لے کر یزید کے تخت کے سامنے پہنچا اسیر کھڑے رہے۔ اس وقت یزید نے زجر سے پوچھا کہ من ھذاہ۔ کہ یہ بی بی کون ہے۔ اور یہ بی بی کون ہے وہ الگ الگ ہر ایک بی بی کو دریافت کرتا رہا۔ اور زجر بن قیس بتلا دیا کہ زینبؑ بنت علی و فاطمہؑ ہے اور یہ کلثوم خواہر امام حسینؑ ہے یہ علی و فاطمہ کی بیٹی ہے۔ یہ سکینہ ہے یہ فاطمہؑ ہے یہ رقیہؑ غرض کہ ہر ایک مستور کا نام لے کر بتلاتا رہا۔ اس وقت یہ بیکس بیبیاں ایک ایک دوسری بی بی کے عقب میں موہنہ چھپا رہی تھی۔ یزید نے ایک بی بی کے متعلق دریافت کیا من ھذا التی لھا ستر

نامحرم وزینبؑ ای خدا ظلم بہ بین
خورشید رو دبرج عقرب چہ کند

ماحصل یہ ہے کہ دربار یزید جو ظلم و ستم کی آماد گاہ ہے زینبؑ کیا کہے نامحرموں کا مجمع ہے اے خدا یہ ظلم دیدنی ہے کہ وہ زینبؑ خاتون کہ جس کی ماں کا جنازہ بھی پردۂ شب میں اٹھایا گیا وہ زینبؑ کہ جو واقعہ کربلا سے پہلے دن میں روضۂ رسولؐ خدا پر نہیں گئی آج منکر رسولؐ کے دربار میں برہنہ سر ہے ان یزیدیوں نے آل رسولؐ اور نبی زادیوں کو اس طرح اسیر کیا تھا کہ ترک و دیلم کے اسیر بھی ایسے نہ ہوں گے۔ مجلس یزید میں اسیران خستہ جگر بال پریشان کھڑے تھے۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔ اس وقت فاطمہ دختر امام حسینؑ نے عورتوں میں سے یزید سے کہا یا یزید بنات رسول اللہ سبایا۔ اے ظالم تو نے دختران رسول خدا کو اسیر کیا ہے فبکی الناس وبکی اهل داره حتی علیہ الاصوات۔ لوگوں میں شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ (دربار یزید میں ماتم ہو رہا تھا۔ یزیدی خوشیاں کر رہے تھے آج وہی رنگ ہے مخالفین عزا ہمارے رونے اور ماتم پر اعتراض کرتے ہیں) معین الدین صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا کہ اسیران کربلا کو صف اوّل سے لیجاؤ۔ اور سب کو ایک جا کر کے لوگوں کے اور اسیروں کے درمیان پردہ کھینچ دو۔ لیکن مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ ثم وضع راس الحسین بین یدیہ و اجلس النساء خلفہ لئلا ینظرن الیہ۔ یعنی سر بریدۂ امام حسینؑ یزید ملعون کے سامنے ہی رہا اور اہلحرم کو تخت کے عقب میں جگہ دی تاکہ عورتوں سر مطہر امام مظلوم نہ دیکھیں کہ ناگاہ حضرت زینب خاتون کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی بے ساختہ فرمایا ہاں حسینؑ اور اپنا گریبان چاک کر لیا فرمایا یا حسیناہ یا حبیب رسول اللہ یا ابن مکۃ

کہ یہ کون عورت ہے کہ جو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ کو چھپائے ہوئے ہے زجر نے کہا کہ یہ سکینہ بنت الحسینؑ ہے۔ یزید اس بچی کی طرف مخاطب ہوا اور کہا انتِ سکینہ کیا تو ہی سکینہ بنت الحسینؑ ہے۔ سکینہ خاتون رونے لگی۔ یزید نے پوچھا کہ اس وقت تجھے کس چیز نے رُلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ لا تبکی من لیس لہا ستر۔ کہ وہ دختر کیوں نہ روئے کہ جو نامحرموں میں گھری ہو اور اسیر ہو پردہ کی کوئی صورت نہ ہو۔ کہ میں اپنا چہرہ تجھ سے اور حاضرین دربار سے چھپا سکوں (اے خواتین شیعہ یہ ہے پردہ اہلبیتؑ جس کی تاسی تم پر واجب ہے) کہتے ہیں کہ اس وقت یزید مردود بھی رونے لگا اور تمام حاضرین دربار با آواز بلند رو رہے تھے۔

کتاب منتخب اور مقتل ابی مخنف میں ہے کہ یزید سکینہ خاتون سے کہا کہ اے سکینہ تمہارے بابا حسینؑ میرے حق کا انکار کرتے تھے اور میرے لیے قطع رحم کرتے تھے۔ اور میری سلطنت کے بارے میں نزاع کرتے تھے۔ تو نے دیکھا کہ ان کے سر پر کیسی مصیبت آئی۔ جناب سکینہؑ کو اگرچہ یزید کی یہ گفتگو انتہائی دل شکن تھی۔ جو کہ گراں گزری مگر فرمایا اے یزید میرے بابا کے قتل کرنے پر خوش مت ہو میرے بابا مطیع خدا اور رسولؐ تھے۔ مقرّب بارگاہ ایزدی تھے۔ خدا نے ان کو داعیٔ حق بنایا تھا وہ شہید ہو کر فائز المرام ہوئے ہیں۔

اور اے یزید تجھے روز قیامت اپنے اعمال زشت کے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ روز حساب ضرور ہے اس نے مردود نے جناب سکینہ کو جھڑک دیا اور خاموش کر دیا اس وقت ایک شخص گروہ لخم سے کھڑا ہوا اور کہا اے یزید اس دختر کو میری کنیزی میں دیدے۔ جناب سکینہؑ نے سنا تو اپنی

پھوپھی اماں زینب خاتون سے لپٹ گئیں اور کہا کیا اماں جان۔ نبی زادیاں بھی کنیزی بنتی ہیں؟ حضرت ام کلثومؑ نے بڑی غضب آلودہ نگاہ سے اس مرد ناہنجار کو دیکھا اور فرمایا کہ خموش ہو جا۔ خدا تیری زبان قطع کرے اور تجھے اندھا کر دے اور تیرے ہاتھ خشک ہو جائیں تو اولاد محمد مصطفےٰ پیغمبر خدا کو کنیزی میں طلب کرتا ہے راوی کہتا ہے فواللہ ما استتم کلامہا حتی اجاب اللہ دعائہا۔ کہ بخدا ابھی جناب ام کلثومؑ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ خداوند عالم نے دعا قبول کی۔ اور اس ملعون نے چیخ ماری اس کی زبان خود اس کے دانتوں سے کٹ گئی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں مثل طوق ہو گئے اور اس کی آنکھیں جاتی رہیں یعنی بینائی سلب ہو گئی۔ اس وقت حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا کہ الحمد للہ الذی عجل علیک العقوبۃ فی الدنیا قبل الآخرۃ۔ دختران رسولؐ کی بے حرمتی کرنے والے کی یہ سزا ہے۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ام کلثوم سے حضرت زینب خاتون مراد ہیں کہ ام کلثوم کبریٰ لقب ہے پس حضرت زینبؑ مستجاب الدعوات ہیں (از مترجم۔ بہرحال حضرت زینبؑ خاتون ہوں یا جناب ام کلثوم ہوں دونوں ہی خداوند عالم کی بارگاہ میں مقرب ہیں اور خاص مرتبہ رکھتی ہیں)

حسن بن محمدؒ بن علی الطبری کامل السقیفہ میں نقل کرتے ہیں کہ اس روز جب کہ یزید نے ورود اہلبیتؑ طاہرین کے موقعہ پر دربار کو آراستہ و پیراستہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی اراکین دربار کو اجازت دی تھی کہ جو کچھ وہ سر مطہر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک مسخرہ زہیر نامی عراقی دربار میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک نگاہ اسیروں پر ڈالی۔ اس کی نظر جناب ام کلثومؑ

پر پڑی اور یزید کی طرف رخ کر کے کہا۔ (معاذ اللہ) ھب لی ھذہ الجاریۃ کہ اس کو مجھے بخشدے۔ اور اس کا اشارہ جناب کلثومؑ کی طرف تھا۔ آپ اسیروں کے ساتھ ایک طرف کو کھڑی تھیں۔ پس آپ نے از روئے غضب و قہر فرمایا کہ اقصر یدک عنا قطعہا اللہ۔ یعنی اپنے ہاتھ کو کوتاہ کر یعنی ہماری طرف اشارہ نہ کر خدا تیرے دونوں ہاتھ خشک کرے۔ جناب ام کلثوم نے اسقدر آمیز طریقہ پر فرمایا کہ زہیر مسخرہ کے جسم میں رعشہ پڑ گیا۔ اور حیرت زدہ ہو گیا یہ دیکھ کر یہ اسیر تو عرب معلوم ہوتے ہیں کہ یہ خاتون عربی میں کلام کر رہی ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے مرد یہاں نبی زادیاں موجود ہیں یہ قیدی اولاد رسول خدا ہیں۔ یہ فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہیں۔ کہ تمہارے امیر نے اپنے نبی کی دختروں کو اسیر کیا ہے اور بے پردہ دربار میں حاضر کیا ہے جب وہ شخص یعنی کہ زہیر مسخرہ حالات سے باخبر ہوا مجلس یزید سے باہر آیا۔ اور ایک چھری لے کر اپنا وہ ہاتھ کہ جو جناب ام کلثومؑ کی طرف بڑھایا خود قطع کیا اور اس کٹے ہوئے ہاتھ یزید کے بائیں جانب پھینک دیا۔ اس کے بازو سے خون ٹپک رہا تھا وہ خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں آیا۔ اور عرض کیا فرزند رسول خدا مجھ سے خطا ہو گئی کیا میرا قصور معاف ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے کٹے ہوئے حصّہ پر سے کپڑا اٹھایا۔ اور عرض کیا مولیٰ میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا تھا۔ میرے جرم سے درگزر فرمائیے۔ اور اپنی پھوپھی ام کلثومؑ سے فرمائیے کہ وہ میری خطا معاف کر دیں۔ ان کی دعا خداوند عالم نے قبول فرمالی۔ اب اگر آپ معاف فرمائیں تو خدا بھی میرا جرم معاف کر دے گا۔

الشیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے کتاب امالی میں فرمایا ہے کہ عن فاطمۃ بنت علی علیہ السلام انھا قالت لما اجلسنا بین یدی یزید لعنہ اللہ رق لنا اول شئ والطفنا۔ شیخ امالی میں فاطمہ بنت امیرالمومنین علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ان مخدرہ نے فرمایا کہ جب ہمیں مجلس یزید میں اس کے روبرو لے گئے تو اس ملعون نے میری طرف نشان دہی کی اور اس نے ہمارے حال پر رقت کی۔ اور مہربانی کا برتاؤ کیا اس وقت اہل شام میں سے ایک احمق شخص نے یزید کی قدموسی کی اور کہا کہ اس عورت کو میری کنیزی میں بخشدے۔ میں یہ سن کر خوف زدہ ہو گئی۔ اور مجھے خیال ہوا کہ یزید ظالم ہے حاکم ہے جو چاہے کرے میں نے اپنی بہن کے دامن کو پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ مجھ سے بڑی تھیں۔ اور مجھ پر زیادہ شفقت فرماتی تھیں۔ انہوں نے مرد شامی کی طرف رخ کر کے فرمایا کذبت واللہ لعنت ما ذالک لک ولا لہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے عترت اطہار کے بارے میں ایسی خواہش کی ہے جو تیرے لیے ممکن نہ ہو گی اور تو ملعون ہو گیا۔ اور یزید بھی تیرے اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ یزید اس بات کو سن کر غصّہ میں آگیا۔ اور میری خواہر سے کہا۔ بل کذبت ولعنت کہ تو نے جھوٹ کہا (معاذاللہ) اور تجھ پر لعنت ہو۔ اگر میں چاہوں تو کنیزی میں دے سکتا ہوں۔ آخر کیوں ایسا نہیں کر سکتا۔ میری خواہر نے فرمایا کہ خدا کہ خدا نے ایسا قرار ہی نہیں دیا ہے کہ عترت اطہار کے بارے میں ایسا کام کر سکے اور دین و ملت سے خارج ہو جائے۔ یزید غصّہ میں کہنے لگا کہ میرا قلم حیا کرتا ہے کہ ایسا لکھوں مگر کیا کروں۔ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے پھر اس نے کہا انما خرج من الدین ابوک واخوک میری بہن نے فرمایا کہ اس دین کی میرے بھائی، باپ اور جد بزرگوار نے تیرے باپ دادا کو ہدایت کی مقصد یہ تھا کہ اگر ہمارے

جد رسول خدا نہ ہوتے تو تیرے باپ دادا مسلمان نہ ہوتے اور پھر تجھے سلطنت کا موقعہ نہ ملتا اس ملعون نے کہا کذبت یا عدو اللہ جب میری بہن نے دیکھا کہ یزید ناروا الفاظ کہہ رہا ہے تو فرمایا امیر تشتم ظالما وتقہر سلطانا میں کیا کروں کہ آج تو امیر مملکت ہے اور میں اسیر ہوں تو مجھ پر ظلم کر رہا ہے فرمایا اے یزید حیا کر۔ یزید خموش ہو گیا اور شامی باز رہا۔ اور پھر کنیزی کے لیے طلب نہ کر سکا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ شیخ مفیدؒ نے اس واقعہ کو کتاب الارشاد میں لکھا ہے لیکن اس طرح روایت کی ہے کہ از فاطمہ دختر امام حسینؑ، کہ دختر امام حسینؑ فاطمہ نامی نے کہا۔ اور مرحوم السیّد نے کتاب لہوف میں ابھی ایسا ہی لکھا ہے کہ ایک مرد شامی نے فاطمہ نامی بنت امام حسینؑ کو اپنی کنیزی میں لینے کے لیے یزید سے درخواست کی پس فاطمہ بنت امام حسینؑ نے اپنی پھوپھی جناب زینب خاتون کا دامن پکڑ لیا اور کہا پھوپھی اماں کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس فاسق کی کیا مجال کہ تمہیں کنیزی میں لے سکے اس مرد شامی نے دریافت کیا کہ یہ لڑکی کون ہے اور یہ بی بی کون ہیں یزید نے کہا یہ لڑکی فاطمہ بنتِ امام حسین ہیں اور یہ بی بی دختر علی ابن ابی طالبؑ زینب خاتون ہیں پس جیسے ہی اس شامی نے سنا تو اس نے یزید سے سر امام حسین کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا یہ سر مبارک حسین ابن فاطمہؑ دختر رسول خدا کا ہے یزید نے کہا کہ ہاں۔ اس پر وہ شامی بولا لعنک اللہ یا یزیدؔ تقتل عترۃ بیتک وتسبی ذریتہ۔ اے یزید خدا کی تجھ پر لعنت ہو تو نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا اور ان کی عترت کو ناروا الفاظ کہہ رہا ہے اور ان کو اسیر کیا ہے ان کو دربار میں بلایا ہے خدا شاہد ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا اور نہ ایسا خیال تھا کہ

ذریت وعترت رسول خدا قیدی ہیں اور تیرے دربار میں سامنے کھڑے ہیں۔ میں یہ خیال کر رہا تھا کہ یہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں وامصیبتاہ کہ آل رسولؐ کو قیدی بنایا ہے یزید نے اس مرد مومن کو بھی قتل کرا دیا اور اس کی روح محمدؐ و آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

دربار یزید میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ

کتب معتبرہ، ارباب مقاتل، شیخ صدوقؒ اور دیگر علماء سے جو کچھ آگہی حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب اسیران اہلبیت طاہرین وارد دربار یزید بدنہاد ہوئے ہیں تو اُس نے دربار میں اسیروں کو ایک ناپسندیدہ جگہ دی مرحوم السیدؒ اور بعض دیگر علما تحریر کرتے ہیں کہ تخت شاہی کے عقب ہیں یا ایک پوشیدہ دالان میں جگہ دی۔ اور اولاً یزید کے سامنے اور پھر مذکورہ صورت میں اہلبیتؑ اطہار کو جگہ دی۔ جب اسیران اہلبیتؑ یزید کے روبرو کھڑے تھے تو سر امام حسینؑ طشت طلاء میں یزید کے سامنے رکھا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یزید چوب خیزران سے سر مطہر کے ساتھ جسارت کر رہا تھا روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت ام کلثومؑ کی نظر سر بریدہ پر پڑی۔ آپ نے یزید سے کہا کہ مجھے اجازت دے کہ میں سر مطہر کو اپنی آغوش میں لوں اور بوسہ دے سکوں۔ یزید نے اجازت دی عُلیا ام کلثومؑ نے سر مطہر کو طشت سے اٹھایا۔ اور لبوں پر اپنے لب رکھ کر خوشبوئے پدر سونگی اور پھر یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے یزید بہت جلد اپنے کئے کی سزا پائے گا۔

شیخ صدوق کتاب الامالی میں تحریر کرتے ہیں کہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ بخدا

میں نے یزید سے زیادہ سخت دل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اس وقت کہ جب یزید ایسے اشعار پڑھ رہا تھا کہ جس کا یہ ہے کہ آج بدر کے ہمارے مقتول زندہ ہوتے تو میری کارکردگی دیکھتے تو مجھے داد دیتے کہ میں محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے۔ حضرت زینبؑ خاتون تاب ضبط نہ رہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور احتجاج خیز خطبہ انشاء کیا۔ ہم اس خطبہ کو کتاب اللہوف سے نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

قال الراوی فقامت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فقالت الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی رسولہ وآلہ اجمعین صدق اللہ کذلک یقول ثم کان عاقبۃ الذین اساؤ السوٰی ان کذبوا بآیات اللہ وکانوا بما یستھزءون اظننت یا یزید لعنہ حیث اخذت علینا اقطار الارض وآفاق السماء فاصبحنا نساق کما یساق الاسراء ان بنا ھوانا علی اللہ وبک علیہ کرامۃ وان ذلک لعظم خطرت عندہ فشمخت بانفک ونظرت فی عطفک جذلان مسرورا حین رایت الدنیا لک مستوثقۃ والامور متسقۃ وحین صفا لک ملکنا وسلطاننا فمھلا مھلا انسیت قول اللہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین، امن العدل یا بن الطلقا تخدیرک حرائرک وامائک وسوقک بنات رسول اللہ سبایا۔

اے یزید تو اپنے آپ کو بادشاہ اور سلطان جانتا ہے کیا یہ ہی تیری عدالت

ہے کہ تیری کنیزیں تو پردہ میں ہوں اور دختران رسولؐ خدا باسر و پا برہنہ نامحرموں کے سامنے رسن بستہ کھڑی ہوں۔ قد انتھکت ستورھن وابدیت وجوھھن تحدوا بھن الاعداء من بلد الی بلاد ویستشرفھن اھل المناھل وینصفح وجوھھن القریب والبعید والدنی والشریف لیس معھن من رجالھن ولی ولامن حماتھن حمی۔ اے ظالم تونے آل رسولؐ کو بے پردہ کردیا حرمت پردہ برباد و ضائع کردی۔ اور ہمیں قیدی بنا کر نامحرموں کو ساربان بنا دیا۔ اے یزید شہر بشہر کے لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اچھے بُرے دنی اور شریف سب تماشائی نظر آتے ہیں ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آیا کہ جو طلب خون شہیداں کرے۔ اور ہم بیکس عورتوں بچوں کی حمایت کرے وکیف یرتجی راقبۃ ابن من لفظ فوہ اکباد الازکیاء بنت محمد بدماء الشھداء۔ کس طرح امید کیجا سکتی ہے اُس کے پسر سے کہ جس نے اُحد میں شہید دل جگر اور کان نکال کر چبائے ہوں اور ان کا ہار بنا کر پہنا ہو۔ وکیف یستبطاء فی بغضنا اھل البیت من نظر الینا بالشنف والشنان والاحن والاضغان اور کیونکر آرام مل سکتا ہے ان سے کہ جنہیں اہلبیت طاہرین سے بغض ہے جو آل رسولؐ سے کینہ رکھتے ہیں۔ ثم تقول غیر متاثم ولا مستعظم واھلوا واستھلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لاتشل منحینا علی ثنایا ابی عبد اللہ سید الشباب اھل الجنۃ تنکتھا بمحضرتک۔ اور از روئے جرأت جسارت کہتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اپنے عمل کو نہیں دیکھتا کہ تو کہتا ہے کہ اے کاش میرے بزرگ جو جنگ بدر میں مارے گئے وہ آج ہوتے تو دیکھتے کہ میں کس طرح آل رسولؐ اور اولاد علیؑ سے بدلا لیا ہے اور تو خوشیاں

منا رہا ہے اور اے یزید تیرے ہاتھ شل ہو جائیں کہ تونے خوب بدلا لیا کہ اولا نبیؐ کو قتل کیا۔ اور اب تو لب و دندان حسینؑ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ میرے اس بھائیؑ کے ساتھ کہ جو جوانان جنت کا سردار ہے۔ چوب دستی لبوں پر لگا رہا ہے۔ وکیف لاتقول ذلک وقد نکات القرحۃ واستاصلت الشافۃ باراقتک دماء ذریۃ محمد ونجوم الارض من آل عبد المطلب کیوں نہیں کہتا کہ اس کلام سے زخموں پر زخم لگا رہا ہے تونے آل عبد المطلب کا خون بہایا ہے ذریت پیغمبرؐ خدا کہ جو زمین پر مثل ستاروں کے تابندہ ہیں اور ان کے نور ہدایت سے اسلام منور ہو رہا ہے وتھتف باشیاخک زعمت انک تنادیھم فلتردن وشیکا موردھم ولتودن انک شللت وبکمت ولم تکن قلت ما قلت وفعلت لما فعلت۔ تو اپنے بزرگوں کو آواز دے اور گمان کر کہ وہ تیری آواز سُن رہے ہیں اور تو بھی جلد تر ان سے ملحق ہو جائے گا اور وہاں پہنچ جائے گا کہ جو تیری جگہ ہے۔ کاش تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ پس جناب زینبؑ خاتون نے اس پر نفرین کی اور اس پر لعنت کی فرمایا۔ اللھم خذ بحقنا وانتقم ممن ظلمنا واحلل غضبک فی حق من سفک لنا دمائنا وقتل حماتنا۔ اے خدائے کریم والصمد واجب الکریم اور اے روز جزا کے مالک اور ہر ایک خستہ کو لطف و کرم سے نوازنے والے۔ اے زینب بیکس کے خدا دشمنی سے ہمارا انتقام لے۔ جنہوں نے ہمارا حق غصب کیا ہے اور ہمارے جوانوں کا خون بہایا ہے۔ ان سے انتقام لے۔ انتقام لے۔ اس وقت جناب زینبؑ نے یزید کی طرف دیکھا اور فرمایا فو اللہ ما فریت الا جلدک ولا حززت الا لحمک ولتردن علی رسول اللہ بما تحملت من سفک دماء ذریتہ وانتھکت

من حرمته فی عترة ولحمت حیث یجمع الله شملهم ویکتم شعثهم ویاخذلهم بحقهم اے یزید خداوند عالم پر تیرا یقین نہیں ہے کہ تو نے ہمارے حق میں ظلم کیا۔ اور جب تو حضرت رسول خدا کی خدمت میں روز قیامت جائے گا اور وہ بھی اس حالت میں کہ تو نے ذریت رسول کا خون بہایا ہے۔ ان کی عترت کو اسیر کیا ہے اور جگر رسول خدا کو سوختہ کیا ہے۔ تو جب رسول خدا تجھ سے سوال کریں گے اور ہمارا انتقام لیں گے تو تجھے اپنی فکر خود کرنی لازم ہے کہ تو نے ہمارا گھر برباد کیا ہے ؎

ای جفا کردہ دل خلق ریش — پیشہ آزاد گرفتہ بہ پیش
غافل از اندر کہ عتابیت ہست — فارغ از آن غم کہ حسابیت ہست
روز قیامت کہ بودہ آوری — شرم نداری کہ چہ عذر آوری
چند غبار ستم انگیختن! — آب خود خون کسان ریختن
آہ کسان خیزد نہاد شمر — آتش سوزان چہ بزرگ و چہ خرد

تیر ضعیفان چہ گزشت از کمان
بگذرد از نہ سپہر آسمان

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ اے جفاکار، ستم شعار تجھ سے مخلوق کے دل زخمی ہو گئے ہیں تو نے ستم شعاری اپنا رویہ بنا لیا ہے تو اس امر سے غافل ہے کہ تیرے لیے عتاب خدا ہے کیا تو روز قیامت حساب دینے سے فارغ ہو گیا ہے۔ کچھ سوچ اس دن تو کیا عذر کرے گا۔ روز قیامت عدل و انصاف کا دن ہے ستم و جور کی آندھیاں چلانے والے اپنی آبرو کا احساس اور دوسری کا خون بہانا۔ کسی کی آہ کو بے اثر نہیں سمجھنا چاہیے بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے کیا

خورد وہ تو سب کو جلا دیتی ہے۔ کمزوروں کے تیر جو کمان سے نکل چکے وہ تو آسمانوں سے گزر گئے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹) اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا وہ لوگ جیتے ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں) یعنی کیا اے یزید تو گمان کرتا ہے کہ قتیل راہ خدا مردہ ہے نہیں وہ زندہ ہے اور خدا کی طرف سے رزق پاتا ہے۔ وحسبک بالله حاکما و محمد خصیما و جبرئیل ظهیرا و سیعلم من سول لك ومکنك فی رقاب المسلمین بئس للظالمین بدلا وایکم شر مکانا واضعف جندا پس روز قیامت مخاصمہ رسول خدا تیرے عذاب کے لیے کافی ہے پھر جناب زینبؑ نے فرمایا ولئن جرت علی الد واهی مخاطبتك انی لاستصغر قدرك واستعظم تقریعك واستکثر توبیخك یعنی اے بیمروت اگر گردش زمانہ سے ایسا موقعہ آگیا کہ میں تیری مجلس میں اس ستم میں تجھ سے مخاطبہ کر رہی ہوں اور میں تیری شوکت کم کر رہی ہوں تجھے نصیحت کر رہی ہوں حالانکہ تجھ پر میرے واعظ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔ الا فالعجب کل العجب لقتل حزب الله الاتقیاء الشرفا النجباء بحزب الشیطن الطلقاء۔ پس تعجب در تعجب بلکہ بے حد تعجب ہے کہ اگر لشکر خدا میں اتقیا لوگ، عالم و شریف لوگ اگر لشکر شیطان کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اور لشکر شیطان کا راس و رئیس وہ شخص ہے کہ جو طلاق شدہ ہے یعنی رائدہ درگاہ ہے۔ الا یدی تنطف من دمائنا والافواہ تتحلب من لحومنا وتلك الجثث الطواهر الزواکی تنتابها العواسل وتعفرها امهات الفراعل۔ پس ان ہاتھوں میں

کہ جن میں خون شہیداں بھرا ہوا ہے۔ اور اے ظالم یزید۔ ہمارے جوان جو خاک و خون میں غلطاں پڑے ہیں ولئن اتخذ تنا مغنما لتجد ننا وشیکا مغرما حین لا تجد الا ما قدمت یداک وما ربک بظلام للعبید والی اللہ المشتکی وعلیہ المعول یعنی کہ اے یزید اگر تو ابھی ہم دختران آل رسولؐ و بتول کو اپنا مال غنیمت سمجھتا ہے تو اے یزید یہ تیری نادانی ہے جو تو نے آخرت میں بھیجا ہے وہ پائے گا۔ میں خود خدا سے تیرے ظلم کی شکایت کرتی ہوں۔ فکد کیدک و سع سعیک و ناصب جھدک فواللہ لا تمحوا ذکرنا و لا تمیت وحینا ولا تدرک امدنا ولا یرحض عنک عارھا اے یزید ہر ایک مکر جو تو رکھتا ہے اسے پورا کر۔ اور ہر سعی کہ جو تو کرتا چاہتا ہے اسے عملاً کر اور اپنی سعی و کوشش کی انتہا کر دے۔ جو چاہے سو کر مگر ذات خدائے ذوالجلال تو ہمارا نام صفحۂ روزگار سے نہیں مٹا سکتا (از مترجم جناب زینبؑ خاتون کا یہ اشارہ ہے کہ آل محمدؐ میں سے ایک معصوم جو امت کا امام ہوا اور رسولؐ کا خلیفہ ہو قیامت تک باقی رہے گا) اور تو اپنے اعمال زشت کو اپنے پاس سے دور نہیں کر سکتا یعنی کہ روز قیامت تیرا اعمال نامہ تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ وھل رایک الا فند وا ایا مک الا عدد وجمعک الا بدد یوم ینادی المناد الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

اے یزید تیری رائے ضعیف اور باطل ہے۔ اور تیرا زمانہ بہت محدود ہے اور تیری جمعیت منتشر ہو گی ہے۔ والحمد للہ الذی ختم لاولنا بالسعادۃ والمغفرۃ ولاخرنا بالشھادۃ والرحمۃ وتسئل اللہ ان یکمل لھم الثواب ویوجب لھم المزید ویحسن علینا الخلافۃ انہ رحیم ودود وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

حمد و شکر ہے اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے کہ جس نے سلسلۂ کائنات میں ہمیں اوّل مخلوق قرار دیا جو دلیل رحمت خدا ہے۔ اور ہمارے ہی ذریعہ سے ثواب عطا ہو گا۔ اور ہمیں محل خلافت قرار دیا۔ خدا ہی مہربان اور رحیم ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی مددگار ہے۔

مرحوم السیّد اللھوف میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت زینبؑ خاتون سلام اللہ علیہا نے اپنا خطبہ تمام کیا تو آپ نے فرمایا۔ یا ویلک یا ملعون ھذا اماءک و نساءک ورا الستور علیھن الخدود و بنات رسول اللہ علی الا قطاب بخیر طاء ینظر الیھن البر والفاجر وتیصدق علیھن الیھود والنصاری۔ یعنی اے یزید تجھ پر نفرین ہو۔ کہ تیری مستورات اور کنیزیں تو پردہ میں بیٹھیں۔ اور دختران رسولؐ خدا، علی و فاطمہ کی بیٹیاں شتران برہنہ پر بیٹھیں ہر کس و ناکس نظر اٹھا کر دیکھے اور یہود و نصاریٰ صدقہ دیں۔ اس وقت یزید ملعون نے دختر جناب امیر علیہ السلام کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھا اور اہل مجلس کو یقین ہوا کہ اب یہ ملعون بنت علیؑ و فاطمہؑ کو قتل کرا دے گا۔ عبداللہ ابن عمرو عاص نے یزید سے کہا ان الذی کلمتک لیس شئ تاخذ بہ فعکن غضبہ۔ یعنی یہ کلام جو اس زن اسیر و بیکس نے تجھ سے کہا ہے کیا تو اس پر اس سے مواخذہ کرے گا۔ لیکن یزید خاموش رہا اور اس نے پسر عمرو عاص کو کوئی جواب نہیں دیا مطلب یہ ہے کہ یزید نے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

بروایتِ منتخب حضرت زینبؑ خاتون کا دربار یزید میں احتجاج

قال الشیخ فخر الدین فی المنتخب انه لما دعی اللعین بسبی الحسین وعرضوا علیه ۔ یعنی الشیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے اسیران اہلبیتؑ اطہار کو اپنے دربار میں طلب کیا چنانچہ اسیر حاضر دربار ہوئے شیخ مرحوم ایک دوسری جگہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ قال علی بن الحسین لما وفدنا علی یزید بن معٰویۃ اتونا بحبال وربقونا مثل الاغنام وکان الحبل بعنقی وعنق ام کلثوم و کتف زینب و سکینۃ والبنات ۔ یعنی کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار اس طرح دربار یزید میں پیش کئے گئے کہ مثل گوسفند ایک رسی میں سب بندھے ہوئے تھے ۔ اور وہ ریسمان میری گردن میں تھی اور یہی ریسمان ام کلثوم کی گردن میں تھی اور جناب زینبؑ خاتون اور سکینہ خاتون اور دوسری دختران مظلومہ کے بازؤں میں بندھی تھی وساقونا وکلما وقصرنا عن المشیٔ ضربونا حتی اوقفونا بین یدی یزید ہمیں دربار میں اس طرح لے گئے کہ اگر چلنے میں ذرا کمی واقع ہوئی تو دشمن ہمیں تازیانے مارتے تھے ۔ ہم دربار میں پہنچے وھو علی سریر مملکتہ ۔ یزید بر سریر سلطنت تھا ۔ مختصر یہ ہے کہ ہم روایت اوّل میں ذکر کر چکے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار ناپسندیدہ شان سے یزید کے تخت سامنے کھڑے ہوئے ۔ حضرت زینب خاتون نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا ۔

یا یزید اما تخاف اللہ سبحانہ من قتل الحسینؑ وما کفاک حتی تشحت حرم رسول اللہ من العراق الی الشام و ما کفاک انتهاك حرمتهن حتی سوقتنا الیك کما تساق الاماء علی المطایا بغیر وطاء من بلد الی بلد ۔ اے مروّت تو خداوند عالم سے نہیں خوف کرتا کہ تو نے نورچشم رسول خدا حسین فرزند فاطمہؑ کو قتل کر دیا ۔ اور ایسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے اہلحرم کو رسن بستہ اسیر کر کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لایا ہے تو نے عظمت و حرمت اہلبیتؑ کو پائمال کر دیا ۔ تو ہمیں کر دیا ۔ تو ہمیں شتران بے کجاوہ پر کوفہ سے شام تک لایا ہے شہر بشہر ہمیں تشہیر کیا ہے ۔ ؎

اندر سریر ناز تو خوش آرمیدۂ	شادی از آنکہ راس حسین را بریدۂ
جا دادۂ بپردہ زنان خود اے لعین	خرّم دلی کہ پردۂ ما دریدۂ
من ایستادہ ام سرپا و کسی نگفت	بنشین کہ روی خار مغیلان دویدۂ
کر بر فروش حکم کنی کہ بقتل ما	ظالم مگر تو آل علیؑ را خریدۂ

زینبؑ کجا و این ہمہ ظلم و ستم چرا
باشد روا بیک زن ماتم رسیدۂ

بزبان حال ۔ شاعر حضرت زینبؑ خاتون کے تاثرات بیان کرتا ہے کہ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے یزید تو سریر آرائے مسند سلطنت ہے یا بن سیب خوش و خرم ہے اور خوشی اس بات کی ہے کہ تو نے سر امام حسینؑ قطع کیا ہے ۔ اپنے اہلحرم کو پردہ میں جگہ دی ہے اور تیرا دل خوش ہے کہ تو حرم رسولؐ خدا کے پردہ کو چاک چاک کر دیا ہے ۔ تو نے ہماری ہر ایک فرد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کر لیا ہے زینبؑ کجا یہ

تمام ظلم وستم وجور کس لیے ہیں کہا ایک ماتم زدہ عورت پر ایسے ظلم وستم روا ہیں۔ یزید ملعون نے کہا اے زینبؑ تمہارے بھائی حسین نے دعوئے سلطنت کیا تھا۔ وہ اپنی خاندانی برتری ظاہر کرتا تھا۔ کہ میں نواسہ رسولؐ خدا ہوں۔ میری ماں، میرے باپ، میرے نانا۔ یزید کے باپ، ماں نانا سے افضل ہیں۔ کیا حسینؑ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ خدا جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔ حضرت زینبؑ خاتون نے جب یہ طنز آمیز کلام یزید سنا۔ دل برداشت ہو گئیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بیکسی کے عالم میں فرماتی ہیں کہ اے یزید جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھ وہ تو خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں اور زندہ ہیں۔ یزید نے کہا پسر مرجانہ ابن زیاد نے حسینؑ کو قتل کیا ہے میں قتل حسینؑ پر راضی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے ہی قتل حسینؑ کا حکم ابن زیاد کو دیا تھا اگر تو حکم نہ دیتا تو حسینؑ سے انکار کرکے اپنے نفس کو دھوکا دے رہا ہے کاتبان قدرت تیرے قول اور عمل کو لکھ چکے ہیں جو فردائے قیامت تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور اس دم تو دندان مبارک حسین مظلوم پر چوب دستی لگا رہا ہے اور سر بریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ مگر اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا ؎

چوب ستم بر این سر انور مزن یزید تیر الم بجان پیغمبرؐ مزن یزید
این سر کہ بست از دلش پر تو داہمہ بودی مدام زینت آغوش فاطمہؑ
باشد ہنوز لعل لبش اُو چہ کہربا از بس کشیدہ تشنگی این سر بکربلا
این سر کہ دیدہ این جور از معاندین آیا رواست چوب زدن باز بعد از این
آخر بطعنہ گفت بزن خوب میزنی
ظالم بوسہ گاہ نبیؐ چوب میزنی

دو لفظوں میں خلاصہ اشعار یہ ہے کہ آپ نے احتجاجاً فرمایا کہ اے یزید سر مطہر و انور پر چوب دستی نہ لگا۔ اس رسولؐ خدا سے رنج والم پہنچتا ہے یہ سر بریدہ زینت آغوش فاطمہ رہا ہے۔ کربلا میں اس سر نے تشنگی اٹھائی ہے۔ اے یزید اس سر مطہر پر بار بار چوب دستی لگانا کیوں کر روا ہے آخر کار بیکس بی بی فرماتی ہیں یہ گلوئے بریدہ۔ بوسہ گاہ نبویؐ ہے۔ اچھا تو اس پر خوب چوب دستی لگا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

محاجہ یزید با امام زین العابدین علیہ السلام

محاجہ کے از روئے لغت معنی ہیں حجت کرنا۔ اور حجت کے معنی میں دلیل۔ برہان، غلبہ۔ اہل علم پر امر مخفی نہیں ہے کہ حضرت زینب خاتون نے یزید کے بھرے ہوئے دربار میں عظیم الشان خطبہ دیا ہے اور اس کی روایت کتاب لہوف میں مرحوم سید بن طاؤس کی طرف ہے۔ شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں بعنوان زینبؑ بنت علیؑ خطبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ذکر شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے بھی کیا ہے۔ ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ جب اسیران کربلا وارد دربار یزید ہوئے تو ثم ان یزیدؑ قال لزینب تکلمینی فقالت ھو المتکلم۔ کہ یزید ملعون نے حضرت زینبؑ کی طرف رخ کرکے کہا کہ کچھ گفتگو کیجیے آپ نے فرمایا کہ مرد سے مرد گفتگو کرے تو بہتر صورت ہے یعنی سید سجاد علیہ السلام تجھ سے گفتگو کریں تو مناسب و بہتر ہے۔ حضرت سید سجاد نے اس وقت اسی اسیری کی حالت میں یہ اشعار انشاء کیے۔

لا تطمعوا ان یھینونا فنکرمکم وان نکف الاذی عنکم وتوذونا

واللہ یعلم انا لا نحبکم ولا نلومکم الا تحبونا

ماحصل کلام امام زین العابدین علیہ السلام یہ ہے کہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہمیں خوار و خفیف کرے اور ہم تیرا اعزاز و اکرام کریں۔ اگر تم کو ہم اذیت نہ دیں مگر پھر بھی تم ہم کو اذیت دیتے ہو۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہم تم کو دوست نہیں رکھتے۔ اور تم کو ہم ملامت بھی نہیں کرتے کہ تم ہم کو دوست نہیں رکھتے یزید نے کہا صدقت یا غلام یعنی اے جوان تم نے سچ کہا لیکن تمہارے جد اور پدر آرزوی سلطنت رکھتے تھے لیکن الحمد للہ الذی قتلھما وسفك دمائھما شکر خدا کہ ہر دو قتل ہوگئے یعنی کہ حضرت امیر المومنین علیؑ اور امام حسینؑ دونوں قتل ہوگئے اور ان کا خون بہادیا گیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یزید لم یزل النبوۃ والامرۃ لآبائی واجدادی من قبل ان تولد۔ یعنی کہ ہمیشہ نبوت و سلطنت ہمارے ہی خاندان میں رہی ہے اور تو ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بروایت ابی مخنف حضرت امام زین العابدینؑ نے جواباً فرمایا کہ آیا میرے پدر بزرگوار امر خلافت کے زیادہ حق دار تھے یا تو خود حق دار ہے جب کہ میرے والد ماجد فرزند رسولؐ خدا ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض۔ الی قولہ تعالیٰ و اللہ لا یحب کل مختال فخور۔ تو اے یزید۔ اپنے جاہ و جلال اور دولت و حکمرانی پر غرور نہ کر کیونکہ خداوند عالم متکبروں کو دوست نہیں رکھتا۔ یزید پلید اس سخن کو سن کر غضب میں آگیا اور جلاد سے کہا کہ اس کی گردن کاٹ دو۔ جلاد شمشیر لے کر آیا۔ اس ملعون نے آپ کے دست مبارک کو پکڑا۔ اور اسیروں میں کہرام برپا ہوگیا۔ فبکی علی بن الحسینؑ۔ سید سجادؑ نے گریہ فرمایا اور اپنے جد بزرگوار کی طرف رخ کر کے فرمایا ؎

انادیك یاجداہ یا خیر مرسل حسینك مقتول و نسلك ضائع
و آبك امسو کالاماء یذلھم تشاع لھم بین الانام فجایع
یروعھم بالسب من لا یزوعہ سباب ولا راع النبیین ذائع
و ذائع املاك و املاك اصبحوا بجور یزیدؔ لعنہ بن الدعی و ذائع
فلیتك یاجداہ تنتظر حالنا نسام و نسری کالاماء بیننا بعع

اے جد بزرگوار وائے رسولؐ خدا میری فریاد کو پہنچیے۔ کہ حسین کو قتل کر دیا اور آپ کی نسل ضائع ہو رہی ہے اور آپ کے اہلبیتؑ کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ قید کیا گیا ہے۔ اقاد ذلیلا فی الدمشق مکبلا ومالی من بین الخلائق شافع۔ اے جد بزرگوار میں بیمار بحالت ناتوانی و کمزوری میں ہوں اور مجھے طوق و زنجیر پہنایا گیا ہے۔ اور اب یزید میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے کوئی نہیں کہ جو میری شفاعت و سفارش کرے۔ چنانچہ اس وقت تمام مخدرات نے آپ کے گرد حلقہ بنالیا اور جناب ام کلثومؑ نے یزید سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ۔ یا یزید لعنہ لقد رویت الارض من دماء اھل بیت ولم یبق غیر ھذا الصبی الصغیر اے یزید تو نے خون اہلبیتؑ سے زمین رنگین کر دی ہے اور اب اس بیمار کے علاوہ کوئی دوسرا جوان نہیں ہے ؎

این غم رسیدہ رایمن مبتلا ببخش
برمانگہ مکن برسول خدا ببخش

یعنی اے یزید مجھ غم رسیدہ ، ستم دیدہ کو سید سجاد کو بخشدے ہم پر نگاہ مت کر بنام رسولؐ خدا اس کو قتل نہ کر۔ اس وقت تمام اسیر حضرت سید سجادؑ کے دامن سے لپٹ گئے۔ اور فریاد کرنے لگے کہ ہائے ہمارا کوئی حامی نہیں۔

فحتی یزید لعنہ ان تاخذ الناس الشفقۃ ۔ یزید پلید کو خوف محسوس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کی حمایت میں شورش پر اتر آئیں۔ یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کا حکم واپس لے لیا۔ اور آپ کو قتل نہیں کرایا۔

تفسیر علی ابن ابراہیم میں ہے کہ جب اہلبیتؑ طاہرین اسیر ہو کر داخل دربار یزید ہوئے تو یزید ملعون نے حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ یا علی بن الحسین الحمد للہ الذی قتل ابا ک ۔ یعنی اے فرزند حسینؑ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر قتل ہو گئے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا اس پر لعنت کرے کہ جس نے میرے بابا حسینؑ کو قتل کیا ہے تو مستحق لعنت ہے اس پر وہ ملعون غضبناک ہو گیا اور آپ کے قتل کے کا حکم دے دیا۔ اس پر سید سجاد نے فرمایا کہ یزید اگر تجھے قتل کرنا ہی منظور ہے تو ہمارے اہلحرم کو مدینہ واپس کر دے۔ کیونکہ میرے سوا ان کا محرم نہیں ہے پس یزید نے قتل نہیں کرایا اور کہا کہ تمہارے مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے اپنے آباء و اجداد کا ذکر بفخر و مباہات کیا اور اپنی ذات کو حضرت رسولؐ خدا سے نسبت دی ایسا اس لیے کہا کہ خاندان ہاشم میں ہمیشہ خلافت و وصایت اور حکومت رہی ہے جب کہ یزید کے آباء و اجداد ہمیشہ برسر جنگ رہے ہیں اور وہ سب کے سب مشرک تھے اور آپ نے یہ آیت وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ کی تلاوت کی یزید ملعون غضب میں آگیا۔ اور حکم دیا کہ سید سجاد کو قتل کر دیا جائے۔ سر کاٹ دیا جائے اور یہیں دفن کر دیا جائے پس حضرت سید سجادؑ کو باغ میں لے جایا گیا۔ وہاں آپ کو حکم دیا کہ اپنی قبر خود تیار کرو آپ قبر کھودنے میں مشغول ہوئے اس وقت آپ بارگاہ خداوندی میں مناجات کر رہے تھے۔

بزبان حال یہ ہے ؎

خدایا جہان بادشاہی تراست ‌ ‌ ‌ ‌ زما خدمت آید خدائی تراست
توئی کآفریدی زیک قطرۂ آب ‌ ‌ ‌ ‌ گہرہای روشن تر از آفتاب
ہمہ زیر دستیم و فرمان پذیر ‌ ‌ ‌ ‌ توی یاوری دہ توئی دستگیر
اگر بامداد است راہم بتست ‌ ‌ ‌ ‌ ہمہ روز تا شب پناہم بتست
بہر گوشہ کافتم تنا خوانمت ‌ ‌ ‌ ‌ بہر جا کہ باشم خدا خوانمت
تو گفتی کہ ہر کس کہ در رنج و تاب ‌ ‌ ‌ ‌ دعای کند من کنم مستجاب
خدایا ز امّت ستوہ آمدم ‌ ‌ ‌ ‌ بسوئے تو یارب پژوہ آمدم
شکستہ چنان کشتہ ام بلکہ خورد ‌ ‌ ‌ ‌ کہ آبادیم را ہمہ باد برد

دلی دارم از زخشۂ رہزنان
مکن شاد بر من دل دشمنان

حاصل کلام کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے خداوند عالم سے مناجات کی کہ اے خدا یا بادشاہی تیرے لیے زیبا ہے اور تجھ ایسے بادشاہ کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے۔ تو نے ہی ایک قطرۂ آب سے تابندہ اور چمکنے والے گہر پیدا کیے ہیں۔ کائنات تیرے زیر دست قدرت ہے اور تیرا ہی حکم نافذ ہے تو ہی ہمارا مددگار و جائے پناہ ہے۔ تو ہی قابل حمد و ثنا ہے اور ہم جہاں کہیں بھی ہیں تو ہمارا خدا ہے۔ تو نے ہی تو فرمایا ہے کہ رنج و غم اور مصیبت کے وقت مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔

خداوندا میں امّت کا ستایا ہوا ہوں۔ امّت نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔ ستم پر ستم اٹھا رہا ہوں میں تجھ سے ملتجی ہوں کہ میرے دل میں امّت کے فساد

سے رخنہ پڑ گیا ہے میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے میری رہائی فرما۔ ابھی سید سجادؑ قبر کھودنے میں مشغول تھے ناگاہ ہوا میں ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس جلادؔ کے ایسا طمانچہ مارا کہ جلادؔ دور جا کر گرا۔ چیخ ماری اور واصل جہنم ہوگیا۔ خالد پسر یزید وہاں موجود تھا اس نے دیکھا کہ یہ قبر تو سید سجادؑ کے لیے کھودی گئی تھی بلکہ خود بجبر امام علیہ السلام نے تیار کی تھی لیکن جلادؔ اس قبر میں ڈال دیا گیا پس خالد اپنے باپ کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور سید سجادؑ قتل ہونے سے محفوظ رہے۔

مؤلف اس ہاتھ کے نمودار ہونے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ غیبی ہاتھ۔ دست خدا تھا یعنی دست علی مرتضیٰؑ تھا کیونکہ مقام نسبت میں آپ یدُاللہ ہیں۔ یعنی کہ خدا کی قوتوں کا مظاہرہ دست علیؑ سے ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ مولی کائنات مظہر قوت پروردگار سے خطاب کروں کہ مولا کربلا میں تشریف لے آتے تو حسینؑ کا سر بدن سے جدا نہ ہوتا۔ شمر ولد الحرام آپ کے سینۂ اقدس پر قدم نہ رکھتا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

دربار یزید میں اموی خطیب اور حضرت امام زین العابدینؑ کا احتجاج

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار جب دربار یزید میں حاضر ہوئے تو کچھ وقفہ کے بعد یزید نے اپنے خطیب سے کہا کر منبر پر جا کر آل ابوسفیان کی مدح کرے اور اولاد علیؑ پر سب و شتم کرے کہتے ہیں کہ

خطیب یزید زبان آور اور فصیح تھا۔ اس کی آواز بھی کافی بلند تھی۔ چنانچہ یہ بدنصیب منبر پر آیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کی اولاد طاہرہ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ بلکہ جو نہ کہنا تھا وہ بھی کہا۔ اس وقت جناب سکینہ خاتون سے نہ رہا گیا۔ حزن ہاشمی نے مجبور کیا اور غیرت ہاشمیہ متقاضی ہوئی کہ اس خطیب کی زبان بندی کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ یا ویلك ما اقل حیائك وای وما كان فی ابی جدای یعنی کہ فرمایا اے خطیب والے ہو تجھ پر کسقدر بے حیائی سے کام لے رہا ہے ہمارے اب وجد کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ ہمارے اب وجد کی معرفت میں لب کشائی انتہائی قباحت کی نشانی ہے اور ہمارے اب وجد کی یزید کے ساتھ کیسی برابری۔ یزید ملعون نے سن کر کہا اے لڑکی خموش رہ۔ ویلك ایها الحق بالخلافة ء انت ام ابی۔ اے بے حیا میں چاہتی ہوں کہ آگہی حاصل ہو کہ کون مستحق خلافت ہے۔ تو یا میرے پدر بزرگوار۔ کہ جن کے بابا علیؑ مرتضیٰ۔ جن کی ماں فاطمہ زہراؑ اور جن کے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تجھے ان سے کیا نسبت ہے اور ان کو تیرے ساتھ مساوات کب ہے وہ تو افضل واعلیٰ ہیں۔ تو طلیق ابن طلیق ہے اور وہ ہادیٔ برحق ہیں۔ اور علیؑ ہادیٔ برحق ہیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ صاحب مقتل اور مرحوم السیدؒ نے کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ اموی خطیب اور سید سجادؑ نے دو موقعوں پر خطبہ دیا ہے ایک تو یہی مجلس یزید میں اور دوسرا خطبہ مسجد میں دیا ہے لیکن دربار یزید میں سید سجادؑ منبر پر تشریف نہیں لے گئے۔ مرحوم السیدؒ لہوف میں رقمطراز ہیں کہ ودعا یزید بالخاطب وامراۃ ان یصعد المنبر فیذم الحسینؑ واباہ دبالغ فی دم امیرالمؤمنین والحسین الشہید صلوات اللہ علیہما۔

اموی خطیب یزید کے کہنے پر منبر پر گیا اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ قدح کی۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے صیحہ کیا اور اس بے ادب خطیب سے کہا۔ ویلک ایھا الخاطب اشتریت مرضاۃ المخلوق بسخط الخالق والے ہو تجھ پر کہ تو نے خدا کو ناراض کیا اور مخلوق کو راضی کیا اہل حق کی مدح نہ کی اور اہل شر کی تعریفیں کیں خداوند عالم تجھے واصل جہنم کر دے۔

حضرت سکینہؑ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا

سید جزائری علیہ الرحمتہ نے کتاب انوار نعمانیہ واقعہ خواب جناب سکینہ بنت الحسینؑ درج فرمایا ہے کہ آپ یہ خواب اس وقت دیکھا کہ جب اسیران کربلا داخل خرابۂ یزید ہوئے ہیں اور سید صاحب مرحوم نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جب جناب سکینہ داخل دربار ہوئی ہیں تو آپ اپنے ہاتھوں سے اپنا موہنہ چھپائے ہوئے تھیں اس کا ذکر بھی مسطور ہے کہ یزید نے آپ سے مکالمہ فرمایا ہے اور اس وقت کثرت گریہ و بکا آپ پر اسقدر طاری تھا کہ حتی کادت روحھا تطلع۔ کہ روح بدن سے مفارقت کر جائے جناب سکینہؑ کا یہ گریہ و بکا دراصل اس خواب کی بنا پر تھا کہ جو آپ نے دیکھی تھی۔ جب یزید نے سنا تو کہا کہ اے سکینہؑ تم اپنا خواب خود بیان کرو۔ فامر بسایق فی الوقوف۔ اسیروں پر سائق کہ (یعنی عقب اسیران چلانے والا) زحر بن قیس تھا اور اسیروں کی ریسمان اس مردود کے ہاتھ

ہی تھی۔ یزید نے اس سے کہا کہ تو سکینہ کو دیکھتا رہے تاکہ سکینہؑ اپنا خواب بیان کرنے سے گریز نہ کرے۔ جناب سکینہ نے فرمایا۔ یا یزید انی لم آتم منذ قتل الی حسین۔ یعنی اے یزید میں نے اپنے بابا کو روز شہادت سے لے کر اس خواب سے پہلے میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک۔ مجھے ایک لاغر اونٹ پر بغیر کجاوہ سوار کیا گیا۔ جس سے مجھے ازحد تکلیف پہنچی۔ اور اگر میں کیسقدر آرام بھی کرتی تو تمہارا یہ ساربان تازیانے مارتا تھا۔ کوئی نہ تھا کہ جو اُس ظالم کے تازیانوں سے مجھے بچاتا۔ یہاں تک میں یہاں پہنچی اور گزشتہ شب جب کہ میں خانۂ خراب میں سو رہی تھی عالم خواب میں ایک قصر نورانی دیکھا وہ قصر یاقوت کا تھا۔ میں نے اس قصر پر نظر کی تو دیکھا کہ دروازۂ قصر کھلا اور پانچ بزرگ قصر سے باہر تشریف لائے ان سے آگے آگے خدام تھے میں نے ان میں سے ایک خادم سے دریافت کیا کہ یہ سب بزرگوار کون ہیں۔ اس نے کہا کہ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پیغمبران خدا ہیں کہ جو اس قصر سے باہر آئے میں میں ان کی خدمت میں گئی کہ اثنا میں کہ در قصر پھر کھلا اور ایک عظیم المرتبت بزرگ برآمد ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ریش مبارک اپنے ہاتھ سے ٹکڑے ہوئے ہیں غمگین ہیں آنکھیں اشک بار میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں جواباً کہا گیا تو نہیں پہچانتی یہ تمہارے جد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں ان کے سامنے گئی اور سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ بخدا ہمارے سب مرد مارے گئے باپ، بھائی اور مردان عزیز کوئی نہیں یا سب قتل ہو گئے۔ اے جدّ نامدار ہم پر پانی بند کر دیا گیا ہمیں شتران بے کجاوہ پر سوار کیا اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لائے ہیں پس رسول خدا نے مجھے اٹھایا اور پیار کر کے گریہ فرمایا۔ اسی دوران جناب آدم نے

میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے دختر بہترینِ خلق بس زیادہ گریہ نہ کرو تمہارے جد کو بہت صدمہ ہو رہا ہے اتنے میں ایک خادم آیا اور مجھ کو قصر میں لے گیا وہاں پانچ خواتین بیٹھی تھیں سب کے بال پریشان تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں سیاہ لباس زیب تن تھا اور ایک معظمہ کے ہاتھ ہی خون آلودہ قمیص تھی۔ وہ مخدّرہ اس قمیص کو زانو پر رکھ کر گریہ فرماتی تھیں اور اپنے مونہہ پر طمانچہ مارتی تھیں اور سیل اشک جاری تھا میں ان بیبیوں کے بارے میں سوال کیا تو مجھے بتلایا کہ جناب حوّا، جناب مریمؑ، جناب آسیہؑ، جناب موسیٰ کی والدہ، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ اور ان کے ساتھ جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ زہرا ہیں میں نزدیک گئی اور ان کو سلام کیا، فرمایا اے بیٹی سکینہؑ۔ میں آگے بڑھی اور انھوں نے مجھے سینہ سے لگا لیا میں نے عرض کیا دادی صاحبہ مجھے بچپنے میں یتیم کر دیا۔ اے دادی صاحبہ بے پدری اور در بدری نے ہمیں ذلیل و خوار کر دیا ہے

شفیعۂ دوسرا ای حبیبۂ باری عجب زحال دل بیکساں خبر داری

تراست گر بسر تکا یہ راحت سر زفرق ما برابود ند کوفیاں معجر

ترا وطن بجنان گر بخواہش دل شد مرا بگوشۂ مطبخ خرابہ منزل شد

گل بہشت بدست تو گر مفرح روح مرا ز خار مغیلان بماند پا مجروح

کنار چشمۂ کوثر اگر توئی سیراب ہنوز مرغ دل ما ز تشنگی است کباب

ترا خوش است اگر دل بوصل پیغمبر سر حسینؑ پدر ماست پُر ز خاکستر

لباس در بر تو گر ز سندس ست و حریر

مرا بگردن و باز و بود غل و زنجیر

اِن اشعار میں شاعر اہلبیتؑ نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کے بچپنے کو مدّ نظر

رکھتے ہوئے ان جذبات محرومی و بیکسی کی عکاسی کی ہے کہ جو کسی یتیم بچی کو اپنی ماں اور جدہ کے سامنے پیش کرنا فطری امر ہے۔

بزبان حال سکینہؑ شاعر اس طرح کہتا ہے کہ جب بچی نے عالم رویا میں اپنی دادی جناب فاطمہ زہرؑا اسلام اللہ علیہا کو دیکھا تو سکینہ معصوم نے اپنی بیکسی اور اپنی دادی کی راحت و آرام کا موازنہ کیا ہے وہ بچی کہتی ہیں اے جدّۂ معظمہ آپ کو دونوں جہان میں شفاعت کرنے والی ہیں۔ آپ خدائے بزرگ و برتر کی مقرّب کنیز ہیں تعجب ہے کیا آپ ہم بیکسوں کے حالات سے بے خبر ہیں۔ اگر آپ کو تکیۂ راحت و انبساط میسر ہے اور یقیناً میسر ہے لیکن ہم بیکسوں کے سروں سے کوفیوں نے اوڑھنی بھی اُتار لی ہے۔ اے جدّہ معظمہ آپ کا وطن جنت ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے اس خرابہ سے نکال سکتی ہیں۔ آپ کے دست مبارک میں بہشتی پھول ہیں جس سے آپ کی روح کو تازگی ملتی ہے۔ لیکن وامصیبتاہ ہم بیکسوں کے پاؤں خار مغیلاں سے زخمی ہو رہے ہیں۔ آپ چشمۂ کوثر کے کنارے آپ کوثر سے تشنگی بجھاتی ہیں مگر ہم اسیروں کے دل ابھی تک پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں آپ کا دل آپ کے پدر بزرگوار کی زیارت سے خوش ہے مگر بابا حسینؑ کا سر بریدہ خاک و غلطاں ہے۔ اے جدہٗ ماجدہ آپ کے جسم کا لباس سندس و حریر کا ہے مگر اے دادی میرے بازوؤں ریسمان و زنجیر ہے۔ حضرت سیدۂ عالمین نے سکینہ کو تسلّی دی۔ اور فرمایا کہ اے سکینہؑ میرے بیمار فرزند سیّد سجاد کا کچھ حال بیان کر۔ میں نے عرض کیا کہ دادی جان یزید نے بھائی سید سجادؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن بوجہ بیماری و ناتوانی اس پر رحم کیا اور قتل نہیں کیا۔ بھائی سجّاد ضعف کی وجہ سے رنجیدہ ہیں۔ لباس تن بالکل بوسیدہ ہو گیا۔ راہ چلنے کی طاقت نہیں ہے۔

شتر لاغر و بے کجاوہ پر سوار کیا گیا ہے اور اسے دادی بیمار بھائی کے دونوں پیر اونٹ کے شکم باندھ دیے گئے تھے۔ اور اسے دادی فاطمہ صاحبہ کبھی میں اپنی پھوپھی اور بہنوں کے کھلے سر دیکھتی اور کبھی اپنی بے پردگی پر آنسو بہاتی اور کبھی مظالم یزید دیکھ کر خوش ہو جاتی تھی کہ یزید کے عامل ہمیں تازیانے لگاتے تھے۔ یہ داستان غم سن کر سیدۂ عالم رونے لگیں اور زیاد کی واحسیناہ واولداہ واقلہ ناصراہ۔ پھر سیدۂ عالم نے فرمایا کہ اے بیٹی بس اب داستان غم سنا چکی اب تاب ضبط باقی نہیں ہے۔ بی بی کہتی ہے کہ جب میں خواب سے بیدار ہوئی تو برابر رو رہی ہوں۔ گریہ ضبط کرنا چاہتی ہوں۔ مگر ضبط نہیں ہوتا یہ خواب سن کر تمام حاضرین دربار رونے لگے۔ اموی عورتیں جو پس پردہ تھیں بلند آواز سے گریہ کرنے لگیں۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو دربار سے لیجاؤ فامرھن بالانصراف فانصرفن۔

دربار یزید سے اسیران اہلبیت اطہار کا زندان شام میں داخلہ

کتاب الریاض میں مسطور ہے ان یزید لعنۃ اللہ شاور القوم فی امرھم اخر المجلس۔ یزید ملعون کے مظالم جب قولاً و عملاً حد سے گزر گئے تو اُس نے دربار کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار کے حق میں کیا کرنا چاہیئے۔ حاضرین مجلس یزید اور یزیدی ہوا خواہان نے اُس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ سید سجادؑ کو قتل کر دیا جائے تاکہ نور ہدایت ختم ہو جائے گمراہان گمراہان ملت کو

یہ خبر نہ تھی کہ نور خدا کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ۔ یعنی ایسے لوگ جو جانتے ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں، ہرگز نور خدا کو ہرگز نہیں بجھا سکتے۔ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ الخ (سورۃ التوبہ آیت ۳۲) اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے ایسے لوگوں میں سوائے نعمان ابن بشیر ایک ایسا آدمی تھا کہ جس نے یزید کو قتل سید سجادؑ سے روکا مگر اس نے قتل سے بھی بدتر صورت پیش کی اور کہا اے یزید ذریت رسولؐ خدا کے ساتھ ایسا روش اختیار کر جیسی کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی ذریت کے ساتھ قائم کی ہے۔ چنانچہ مرحوم کتاب السیدؒ کتاب لہوف میں حضرت زینبؑ کے خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں فاوقفھم فی منزل لا یکنھم من حر ولا برد لینظر فی امرھم ویری رایہ فیھم۔ پس یزید پلید نے اہلبیتؑ رسولؐ کو ایک بوسیدہ اور کہنہ مکان میں قید رکھا کہ جہاں کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی۔ وامصیبتاہ نہ دن کو چین تھا نہ رات کو آرام اے محبان آل رسولؐ خرابۂ شام کجا اور اہلبیتؑ اطہار کجا۔ (اس سلسلہ میں مفصل آگہی کے لیے مومنین کرام کتاب ریاض الاحزان مطالعہ فرمائیں) ؎

بشام قافلۂ غم چہ بار بکشادند
برائے مسکن ایشان خرابہ جادادند
نہ بسترے نہ چراغے نہ کوزۂ آبی
نہ زاد و توشہ نہ نانی نہ بستر خوابی
نہ بود سایہ بجز آفتاب بر سر شان
نمی نشست بجز خار و خارہ در بر شان

چراغشان بشب تار بود مشعل ماہ
برائے فرش بنودی بغیر خاک سیاہ
تمام برسر خاک سیاہ خوابیدند
بتعزیت ہمہ شب ہمچو نی خروشیدند

ان اشعار میں شاعر نے روایات کی روشنی میں زندان شام کا خاکہ پیش کیا ہے۔ کہ یزید نے دربار کے ایام ختم ہونے کے بعد اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان شام میں بھیجا یہ ایک بوسیدہ اور کہنہ مکان تھا جس میں اہلبیت اطہار کو نہ فرش میسر تھا اور نہ چادر و بستر تھا۔ اس میں دن کی دھوپ پڑتی تھی رات کو چاند کی روشنی بھی مثل تار سیاہ ہو گئی تھی یعنی کہ روشنی پہنچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سارا وقت اہلبیت طاہرین خاک پر گزارتے اور شب بھر ماتم حسینؑ کرتے تھے۔

قال العلامۃ فی الریاض ایھم لما نجوا انفسھم من عند الطاغیۃ یزید بن معاویۃ وورودھم علی ذا الخرابۃ فارغین فی الجملۃ عن القلق والاضطراب

یعنی کہ جب اسیران کربلا دربار یزید سے باہر آئے تو ان کی دربار کی اذیتوں اور روحانی تکلیفوں سے قدرے سکون ملا۔ کیونکہ اہلبیتؑ اطہار کا دربار فاسق و فاجر میں جانا ہی دلوں کو زخمی کرنے کے لیے کافی تھا۔ دربار سے نکلے تو ان کو خرابۂ شام میں جگہ ملی حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ خرابۂ شام ایک ایسا مکان تھا کہ جس کی چھت کہنہ اور دیواریں بوسیدہ تھیں۔ عورتیں اور بچے اس سے خوف کھاتے ہیں۔ بروایتے مناقب ابن شہر آشوب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سب کو تسلّی دیتے اور ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ اس زندان میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس ستاتی تھی۔ فرش خاک پر سونا ہوتا تھا۔ اس کی بوسیدہ گی کو تمام

عقائل نے لکھا ہے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس خرابہ میں اسیران اہلبیتؑ دو روز تک رہے ہیں کیونکہ یزید نے ان کو رہا کر دیا تھا کتاب الریاض میں ہے وا طلق عنا ای یفک الاغلال والحنا بعد انفصلک المجلس الاول۔ یعنی اسیران کربلا کے مردوں کے گلے سے طوق کاٹے گئے۔ زنجیریں جدا کی گئیں۔ اسیران کربلا میں بروایتے امام زین العابدین بارہ مرد تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ادخلنا علی یزید لعنہ ونحن اثنی عشر رجلا مغللون۔ بحار میں علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ تمام بارہ نفر طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے جب دربار یزید سے باہر نکلے تو طوق و زنجیر کاٹ دیے گئے۔ فخرجوا من عندہ بغیرہ ثاق یعنی قید و بند سے آزاد تھے اور حضرت امام زین العابدین کوچہ و بازار اور مساجد میں تشریف لے گئے اور پھر آپ اسی منزل خرابہ میں آ گئے جہاں مخدرات اور بچے اسیر تھے۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ اس زندان میں قتل ہونے کے خیالات سے نجات ملی۔ اس زندان میں اسیروں کے بیٹھنے کی جگہ کچھ اس طرح تھی کہ تین چار عورات ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے جگر گوشوں پر نوحہ کرتیں اور باآواز بلند گریہ و بکا کرتی۔ یتیم بچے زانو پر سر رکھ کر روتے رہتے۔ اور حضرت زینبؑ رات دن حسینؑ پر گریہ کرتیں اور خداوند عالم سے مناجات کرتیں۔

لھا انس زینب بالمحروب خاسرۃ تبدی التنیاحۃ الحانا فالحانا؟
مسجودۃ القلب الاان اعینھا کالمعصرات اتصوب الدمع عقبانا

یعنی کہ حضرت زینبؑ دلگیری حالت زار کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔ ہمہ وقت آپ کی بیکسی پیش نظر رہتی ہے۔ حضرت زینبؑ نے خرابہ میں قیام کیا تو امام حسینؑ اور اٹھارہ جوانان ہاشمیہ کے فراق میں رویا کرتی تھیں۔ اور کبھی اپنے پدر عالیقدر حضرت امیر المومنین

علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے عالم تصور میں کلام کرتی ہیں کہ اے بابا آپ چلے گئے ذرا کفن سے موہنہ نکال کر زندان کو دیکھئے کہ جہاں آپ کی بیٹیاں قید میں یہاں نہ کوئی ہمارا مددگار و معاون ہے نہ مونس دیا ور ہے ۔ آئیے آئیے نجف سے تشریف لائیے ہم بیکسوں کی پاسبانی فرمائیے ۔ اے بابا جان نجف میں با آرام ہیں اور ہم زندان میں اسیر غم ہیں ۔ آپ کے بیٹے حسینؑ ہو گئے ۔ آپ کے شرف کی نشانیاں مٹائی جا رہی ہیں ۔ ہم آپ کے اہلبیتؑ ہیں اے دستگیر زمانہ ، اے مشکل کشائے خلق مدد فرمائیے ۔ زندان کے ایک گوشہ میں حضرت ام کلثومؑ حسین مظلوم کو رو رہی تھیں کبھی حسینؑ کا ماتم اور کبھی عباس علمدار کا ماتم کرتی ہیں کبھی عالم تصور میں فرات کی طرف نگاہ اٹھتی ہے اے بھیا عباسؑ تم رات کے کنارے سو رہے ہو ۔ اور آپ کی بہن زندان میں خاک پر بیٹھی رو رہی ہے ۔ کبھی پھر زبان پر نام حسین آتا ہے ۔

آہ حسینم حسینؑ وائی حسینم حسینؑ
آہ حسینم حسینؑ وائی حسینم حسینؑ

آؤ اے شیعو ہم سب مل کر ہائے حسینؑ ہائی حسینؑ ، ہائے مظلوم کربلا ہائے علی اکبرؑ کہیں ۔

اسیران اہلبیتؑ اطہار کی زندان شام میں پریشانی اور نوحہ خوانی

ستم زدہ کسی در جہان مقابل زینبؑ
نسوخت ہیچ دلی در زمانہ چون دل زینبؑ

نگشت شاد دلش از غم زمانہ زمانے
ز آب غم بسر شتند کو نیا گل زینبؑ
نہ آب بود و نہ نانی نہ شمعی و نہ چراغی
چون گشت کنج خرابہ مقام و منزل زینبؑ
چگونہ شرح غمش را کسی تواند گفت
کہ جز خدائے بناشد کس آگاہ از دل زینبؑ

ظاہر ہے کہ جب اسیران کربلا دربار یزید سے باہر آئے تو خیال ہوگا کہ دور مصائب ختم ہو گیا لیکن جب خرابہ شام میں پہنچے ۔ تو خرابہ میں جن مصیبتوں کا سامنا ہوا ان کی تشریح کس طرح ہو سکتی ہے دل پر شہیدوں کے قتل ہونے کے داغ سے کسی ۔ پھر خرابہ میں قید ہونا یہ تمام چیزیں حضرت زینبؑ کی زندگی ختم کرنے کے لیے کافی تھیں ۔ اسی لیے شاعر نے کہا ہے کہ حضرت زینبؑ جیسی ستم رسیدہ اور غم زدہ کوئی اور بی بی نہ ہو گی ۔ کسی اور بی بی کا دل اس طرح نہ جلا ہوگا جیسی کہ سوختہ دل زینبؑ تھیں ۔ غم کا پانی سر سے گزر گیا تھا ۔ گویا آپ غم میں ڈوبی ہوئی تھیں خرابہ شام میں نہ آب نہ غذا ۔ نہ شمع نہ چراغ خرابہ اور مقام زینبؑ ۔ واہ مصیبتاہ ۔ کوئی حضرت زینبؑ خاتون کے غم والم کی کیونکر شرح کر سکتا ہے پس سوائے خدا کے حال زار دل زینبؑ کوئی نہیں جانتا ۔

کتاب الریاض میں ہے کہ فلما جن علیھم اللیل علت من خلفھم منادۃ الثبور ، والویل از دھشتھم ثلمات الخراب ووھشتھم ظلمات جنح الخراب ۔ خرابہ کی شب اول اہلبیتؑ پر بہت بھیانک گزری کبھی خیال ہوتا تھا کہ شب ہو گئی اور تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے کہ اہل خانہ میں رات بسر کریں واحسرتا

ہم زندان میں ہیں۔ علاوہ ازیں کبھی زندان کی بوسیدگی سے خوف کا احساس کبھی یہ تصور کہ زندان میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ سوگوار بیبیاں بچوں کو گود میں لیے بہلا رہی تھیں۔ تمام اسیران و زنان کا خیال جناب زینبؑ کے پیش نظر تھا۔ ہر طرح سے ان کی دلجوئی کرتی تھیں۔ کبھی آئیں، کبھی نالے کبھی سینہ زنی، ؎

یکی بنہادہ سر بر بستر خاک — یکی آہش کشیدہ سر بر افلاک
یکی میگفت اہ اے نور علیم — بیا ای شاہ بے لشکر حسینم
یکی میگفت عباسؑ جوانم — بیا بر باد بنگر خانمانم

یکی کردہ حوادث پائمالش
علی اکبرؑ علی اکبرؑ مقالش

ماحصل اشعار یہ ہے کہ کوئی بی بی اپنا سر بستر خاک پر رکھے ہوئے آہ جگر سوز کھینچ رہی تھی کوئی بی بی یہ کہہ رہی تھی کہ اے میری آنکھوں کے نور تو کہاں ہے آؤ اے شاہ بے لشکر اے میرے حسینؑ آؤ۔ گویا کہ بی بی یہاں انتظار میں تھیں کوئی بی بی حضرت عباسؑ علمدار کو یاد کر رہی تھی کہ آؤ اور خانماں خراب بیکسوں کو دیکھو۔ ہمارے گھر کی بربادی دیکھو اور کسی بی بی کو زمانہ کی مصیبتیں پائمال کر رہی تھیں اس کی زبان پر علی اکبرؑ علی اکبرؑ تھا۔ مگر علی اکبر وہ تو مقتل کربلا میں سو رہے تھے۔

حضرت ام کلثومؑ کا خرابۂ شام میں یہ نوحہ تھا ؎

کم سیدی بکربلا — فدیة السید الغریب
کم سیدی بکربلا — للمرت فی صدورہ حبیب
کم سیدی بکربلا — عسکرہ بالعری نھیب
کم سیدی بکربلا — بسمع صوتی ولا یجیب

کم سیدی بکربلا — یقرع فی ثغرہ قضیب

تمام شب بیبیاں کربلا کربلا کہہ کر روتی تھیں سید سجاد علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جناب زینبؑ مرثیہ پڑھتی تھیں اور تمام مرد و زن اسیر گریہ کرتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار میں حضرت زینبؑ کے مرثیہ کو درج کیا ہے جو کہ یہ ہے ؎

اما شجاك یا سکن — قتل الحسین والحسن
ظمأن من طول الحزن — وکل وعدنا ھل
یقول یا قوم ابی — علی البر الوصی
وفاطم امی التی — لھا التقی والنائل

یعنی اے بیکس عورتوں میرے بھائی حسینؑ روز عاشورا غریب و تنہا تشنہ لب میدان کارزار میں دشمنوں کھڑے تھے۔ پھر فرمایا اے قوم میرے پدر علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہؑ زہراؑ ہیں۔ میرے بابا پیغمبرؐ اسلام کے وصی و جانشین ہیں میری ماں فاطمہؑ زہرا شفیعۂ محشر ہیں۔ آج اے میرے حسینؑ اور اے میوۂ دل پیغمبرؐ میری تم سے ایک خواہش ہے ؎

منوا علی بن المصطفیٰ — بشربة تحیی بھا
اطفالنا من الظماء — حیث الفرات سائل

یعنی کہ کوئی شخص میری منت فرزند رسولؐ خدا تک پہنچا دے جو کہ یہ ہے کہ ایک جرعۂ آب پیاسے بچوں کے لیے مجھ تک پہنچا دے کہ وہ پیاس کی وجہ سے مر رہے ہیں ؎

قالوا له لا ماء لنا — الا السیوف والقناء
فانزل بحکم الاوعیاء — فقال بل اقاتل

جناب زینبؑ علیا خود ہی بھائی کی طرف سے جواباً فرماتی ہیں کہ اے حسین تیرے پاس پانی نہیں ہے کہ جو پیاسے بچوں کو دیا جائے ۔بلکہ تیرا جواب نیزہ و شمشیر ہے لیکن اگر سر حکم یزید و ابن زیاد کے سامنے جھک جائے تو پانی مل سکتا ہے ورنہ نہیں امام حسین گویا فرماتے ہیں کہ میرا سر یزید و ابن زیاد کے آگے نہیں جھک سکتا ۔ میں سر نہیں جھکاؤں گا خواہ جنگ ہو اور میں قتل ہو جاؤں ۔اے عورتوں پس امام حسینؑ نے کی اور سر دے دیا مگر یزید پلید کے سامنے نہ جھکے یعنی یزید کی بیعت نہیں کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ ؎

حتیٰ اتاہ مشقص رماہ وعن ابرص
من سقر لا یخلص رجس دعی واغل

ایک ملعون نجس دمبردص نے تیر سہ پہلو امام حسینؑ کی طرف رہا کیا ۔اس کا تیر کارگر ہوا شیخ صدوقؒ کتاب الامالی میں لکھتے ہیں ۔ باسنادہ عن الحارث بن کعب عن فاطمۃ بنت علی علیہ السلام ان یزید لعنہ اللہ امر بینا الحسین فحبس مع علی بن الحسین ۔ فاطمہ دختر امیرالمومنین نے خبر دی ہے کہ یزید پلید نے شہر شام میں عیال و اطفال و حرم امام حسینؑ اور حضرت زین العابدین علیہ السلام کو ایک قید خانہ میں مقید خانہ میں مقید کیا ۔اس قید خانہ میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی یہاں تک کہ تمام اسیروں کے چہروں کی رونق ختم ہو گئی تھی ان دنوں بلکہ روز شہادت امام حسینؑ سے لے کر جب تک کہ اہل حرم نے شام سے مراجعت کی ہے بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون موج زن ہوتا نظر آتا تھا

امام حسینؑ و اصحابہ کے سرہا مبارکہ کا درہا مسجد جامع دمشق میں لٹکایا جانا

مرحوم سید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں ۔ ثم امر بھم الی منزل لا یکنھم من حر ولا برد فاقاموا بہ حتی تقشرت وجوھھم ۔ یعنی زندان شام میں جب اسیران کربلا محبوس رہے اس میں دھوپ سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی اس طرح شب کو سردی سے بچاؤ ممکن نہ تھا ۔لیکن اس کے باوجود عزاداری امام حسینؑ اور نوحہ خوانی برابر جاری رہی ۔مذکورہ پردو روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خرابہ شام میں اسیران کربلا مشغول گریہ وزاری ، ماتم نوحہ خوانی رہے کتاب کامل السقیفہ میں مرقوم ہے کہ ان یزیدلعنہ بعد اسکانھم فیھا امر براس الحسین ان یعلق علی منار مسجد الجامع بدمشق ویعلق سایر الرؤس علی ابواب المساجد والدروب الادامصیبۃ یعنی کہ یزید نے حکم جاری کیا کہ اسیروں کو دربار سے خرابہ لیجائیں ۔چنانچہ خرابہ شام میں اسیر قید کئے گئے یزید نے تبھی حکم دیا کہ سرہائے شہیدان کربلا مسجد جامع دمشق کے دروازوں میں لٹکائے جائیں اور سر مطہر امام حسینؑ منارہ مسجد پر آویزاں کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کا سر مطہر منارہ مسجد پر اور باقی سرہائے شہداء الگ الگ درہا مسجد میں لٹکائے گئے ۔ لوگ ہر روز تماشہ دیکھنے آتے رہے ۔ فعلق رأس الحسینؑ علی المنارۃ اربعین یوماً ولیلاً امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مطہر چالیس روز شب منارہ مسجد پر لٹکا رہا ۔اور اس دوران حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر مبارک کی زیارت کیا کرتے تھے اور گریہ فرماتے تھے ۔ اور اس جگہ

باغی لوگوں کے نیچے گھومتے پھرتے رہتے تھے کلما بستھم ذکرھم ویتعرف مکانھم یزداد مرادۃ الناس بھم۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسیران اہلبیت اطہار کا قیام شام میں ایک سال سے زیادہ رہا ہے اگرچہ مشہور یہی ہے کہ آل رسول اسیری کے عالم میں ایک سال شام میں رہے ہیں اس طرح عوام میں واقعہ کربلا کی شہرت اور شہیدان کربلا کا تعارف بالخصوص حضرت امام حسینؑ کا تعارف، خاندان سب پر واضح ہوگیا۔ اور عوام میں اہلبیت سے ہمدردی کا رجحان پایا جانے لگا۔ اور مرد حضرت سید سجادؑ کے پاس اور خواتین حضرت زینبؑ کے پاس پرسہ کے لیے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید نے اسیروں کے لیے فرش بچھوا دیئے۔ مکان کو آراستہ وصاف کر دیا اور ایک مدت تک شام کے زندان میں عزاداری ہوتی رہی اور جب تک سید سجاد علیہ السّلام زندان شام سے رہا ہو کر مدینہ کے لیے آمادہ سفر ہوئے اس وقت تک پتھروں کے نیچے خون جوش مارتا ہوا نظر آتا رہا۔ طلوع وغروب کے آفتاب کا سرخ ہو جانا۔ نہ صرف غم امام حسینؑ کا اظہار تھا بلکہ قاتلان امام حسین کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ ابن شہر آشوب اسود بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جیسے ہی حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا۔ اس دن سے لے کر چھ ماہ تک طلوع وغروب کے وقت سرخیٔ آفتاب ظاہر ہوتی رہی۔ اس طرح بھی وارد ہوا ہے کہ طلوع وغروب شمس کے وقت سرخی چالیس روز تک نمایاں رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ چالیس روز تک سرخی ظاہر ہوتی رہی۔ بایں سبب قیدی کی موت قید طول پکڑ گئی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السّلام منارۂ مسجد جامع دمشق، باب الساعات شہر شام کے دروازوں پر لٹکایا گیا۔

پر بھی آویزاں رہا حضرت علامہ مجلسیؒ بحار میں رقم طراز ہیں کہ یزید ملعون نے حکم کیا تھا کہ سر مطہر امام حسینؑ شام کے دروازہ پر لٹکایا گیا اور امام زین العابدین علیہ السّلام ان دنوں میں ایک روز مجلس یزید میں موجود تھے۔

مرحوم السیّد کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں۔ وکان یزید لعنہ یتخذ مجالس الشراب ویدعی بعلی بن الحسین۔ الی الآخر یزید نے مجلس میں شراب نوشی کی کتاب مناقب میں ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت سید سجادؑ علیہ السّلام نے یزید ملعون سے شراب حرام پینے پر احتجاج کیا اور فرمایا اے یزید۔ سہ

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

بعترتی وباھلی بعد مفتقدی منھم اساری ومنھم ضرجو بدم

یعنی میدان حشر میں جب رسولؐ خدا تجھ سے سوال کریں گے کہ خمر نوشی کرتا تھا اور یہ بھی آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ میری عترت کے ساتھ ظلم آمیز رویہ کیوں اختیار کیا اور کیا جواب دے گا یزید نے سر نیچا کر لیا اور کچھ جواب نہ دے سکا امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ویلک یا یزید یعنی وائے تجھ پر اے یزید اگر تو عقل رکھتا ہے اور جانتا ہے۔ آخر یہ ظلم کیوں ہے کہ ہم تیرے دربار میں اسیر بنے ہوئے ہیں۔

السیّد مرحوم نے بھی کتاب لہوف میں اس مضمون کو لکھا ہے۔ روی عن ابن العابدین انہ قال لما اتی براس الحسین الی یزید کان یتخذ مجالس الشرب ویاتی براس الحسین ویضعہ بین یدیہ ویشرب علیہ۔ یعنی کہ امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ یزید کو نذر کیا گیا۔ تو اس وقت اس ملعون نے مجلس شراب منعقد کی۔ سر مبارک سامنے

رکھا تھا اور وہ ملعون شراب نوشی میں مشغول تھا۔

سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیسۂ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا

روایت ہے کہ ایک دن یزید پلید نے مجلس شراب آراستہ کی اور سر مطہر امام حسین علیہ السّلام اس کے روبرو طشت طلا میں رکھا ہوا تھا۔ اس مجلس یزید میں مُلک روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ چونکہ روم کے باشندوں میں سے ایک مرد بزرگ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یزید شراب پی رہا ہے اور ایک سر بریدہ اس کے سامنے موجود ہے سر بریدہ سے جو شان ظاہر ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عظیم بزرگ کا سر ہے ؎

آندم کہ ریخت دُرد شراب آن تباہ کار
در طشت زر نبر دسر آن بزرگوار

سفیر کہتا ہے کہ اس دم یزید پلید شراب اس سر مبارک پر ڈال رہا ہے کہ جو طشت طلاء میں رکھا تھا۔ سفیر روم نے دریافت کیا یا ملك العرب هذا راس من۔ یعنی کہ اے بادشاہ عرب یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ اس کی پیشانی سے آثار بزرگی نمایاں ہیں یزید نے کہا مالك ولهذا الراس۔ اے نصرانی تجھے اس سر سے کیا کام۔ سفیر روم نے کہا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا کیا قصور تھا اور جب میں یہاں سے اپنے ملک جاؤں گا تو بادشاہ روم دریافت کرے گا جو کچھ دیکھا سنا ہو بتلاؤ۔ تا وقت کہ مجھے اس سر سے آگہی نہ ہو کیا بتلاؤں

گا۔ یزید نے کہا کہ یہ سر حسین ابن علیؑ ہے ؎

در دلش آرزوی منصب شاہنشاہی بود
دعوی سلطنت مدعی شاہی بود
ماند اندر دل وی آرزوی سلطنتش
گرچہ پروردۂ آغوش رسولُ اللہ بود

یعنی کہ اس کے دل میں منصب شاہی کی آرزو تھی۔ سلطان عرب بننے کی خواہش تھی۔ مگر اس کے دل ہی دل میں آرزو رہی اگرچہ یہ آغوش رسولؐ خدا میں پلا بڑھا تھا۔ سفیر نے کہا کہ اچھا پھر تو کیا یہ مسلمان تھا یا غیر مسلم۔ اس مادر گرامی کا کیا نام تھا یزید نے کہا کہ اس کی ماں کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ ہے یعنی کہ رسولؐ خدا کی بیٹی اور علیؑ مرتضیٰ کی زوجہ ہے۔ یہ نواسۂ رسول خدا ہے جب سفیر نے یہ سنا تو بڑی حسرت بھری نظروں سے سر بریدۂ امام حسینؑ کو دیکھا اور کہا اے یزید اف لك ولدينك لي دين احسن من دينكم۔ اے یزید تجھ پر تف ہے اور تیرے دین پر بھی تف ہے۔ میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ جو ظلم و ستم اس سر مطہر کے ساتھ تو نے کیا ہے وہ یہود و نصاریٰ ہرگز نہیں کر سکتے۔ جب کہ تمہارے اور رسول خدا کے درمیان صرف یہی ایک صاحب سر واسطہ ہے اور تم نے اپنے نبی کی اولاد کو قتل کر ڈالا۔ سفیر نے کہا اے یزید میں حضرت داؤدؑ کی اولاد سے ہوں اور ہمارے اور حضرت داؤدؑ کے درمیان چند پشتوں کا فاصلہ ہے پھر بھی تمام نصاریٰ میری تعظیم و تکریم کرتی ہے۔ میرے پاؤں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ سمجھتی ہے۔ لیکن پسر دختر رسولؐ خدا کے ساتھ تمہارا یہ ظلم و ستم۔ حیف ہے سفیر کہنے لگا اے یزید کیا تو نے حکایت کنیسۂ حافر سنی۔ یزید نے کہا اے نصاریٰ سناؤ وہ

کیا حکایت ہے۔ سفیر نے کہا کہ اے یزید عمّان اور شہر چین کے درمیان ایک دریا ہے کہ اس کی مسافت ایک سال کی ہے۔ اور ایک شہر میں آبادی ہے دوسرا کوئی اور شہر نہیں ہے اور وہ شہر کہ جو آباد ہے وسط دریا میں واقع ہے اس شہر کا رقبہ ۸۰ فرسخ در ۸۰ فرسخ ہے کہ روئے زمین پر اس سے عظیم تر کوئی اور شہر نہیں ہے ہر قسم کی چیزیں دوسرے شہروں کو وہاں سے برآمد کی جاتی ہیں اور وہ پورا شہر نصاریٰ کی حکومت میں ہے وہاں عیسائیوں کے علاوہ کسی اور کی حکومت نہیں ہے اس شہر میں علاوہ دوسرے عیسائی عبادت خانوں کے ایک عبادت خانہ کنیسۂ حافر کے نام سے موسوم و مشہور ہے اس کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اس کی محراب میں ایک حُقّۂ طلائی لٹکا ہوا ہے اور اس سونے کے حقہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے گدھے کا سُم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک روز اس گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ اس سُم کو سونے کے حلقہ میں رکھ کر یہاں آویزاں کیا ہے۔ اور اطراف و جوانب کے عیسائی اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں اور اس کی حرمت و تقدیس بجالاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ اپنی حاجتیں بارگاہ خدا میں پیش کرتے ہیں لیکن وائے ہو تم پر کہ تم مسلمانوں نے اپنے نبیؐ کے نواسہ کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا۔ اور اس کے سر مطہر کو سامنے رکھا ہے اور اس کے ساتھ تو جسارت کر رہا ہے۔ اے یزید خدا تجھ کو خیر نہ دے۔ یزید نے جب اس سے یہ باتیں سنی تو غضب آلود ہو گیا اور حکم دیا کہ اقتلوا هذا النصارى۔ کہ اس نصرانی کی گردن قطع کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نصرانی اپنے ملک میں جاکر مجھے بدنام کرے۔ اس نصرانی نے کہا اے نام کے مسلمان تو مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے سن میں نے کل شب

حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے نصرانی انت من اهل الجنة۔ کہ تو جنت والوں میں سے ہے میں نے خواب سے بیدار ہو کر سوچا کہ یہ کیا راز ہے۔ چنانچہ مجھے اس وقت اس خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی یہ کہہ کر اس نصرانی نے جست لگائی اور سر بریدۂ امام حسینؑ اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا توحید و نبوّت اور امامت کی شہادت دی۔ اسی اثنا میں یزید ملعون نے جلاّد کو اشارہ کیا اس نے اس تازہ مسلمان کا سر قلم کیا۔ اور اس کی روح اعلیٰ علیین میں پہنچی۔ اور اس کی میّت کو نصاریٰ اور مسلمانوں نے مل کر دفن کیا۔

الالعنة الله على القوم الظالمين۔

بروایت لہوف زندان شام میں سکینہؑ خاتون کا خواب دیکھنا

روایاتِ صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خرابۂ شام (زندان) اُن خرابوں میں سے تھا کہ جو گزرگاہ عام تھا۔ اور یزید نے اسی خرابۂ میں اسیران اہلبیتؑ اطہار کو قید کیا تھا۔

قال السيد فی اللهوف انه قال سكينة فلما كان فی اليوم الرابع من اقامتنا

یعنی حضرت سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ ہمیں خرابہ میں چوتھا روز تھا۔ حالانکہ خرابہ میں نہ گرمی سے بچنے کا انتظام تھا اور نہ ہی شب کو سردی سے محفوظ رہنے کا کوئی بندوبست تھا بہرحال پھر کرب و غم کے عالم میں نیند آ گئی اور شب کو عالم خواب میں دیکھا کہ ایک عمّاری نازل ہوئی اور اس میں سے ایک بی بی آہ زاری

کرتی ہوئی نکلیں واحسیناہ زبان پر تھا۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو ہائے حسینؑ کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جواباً کسی نے کہا کہ جناب فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو مادر حسینؑ ہیں اور دختر حضرت رسولؐ خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکس کا سلام قبول فرمائیے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم و ستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا اماہ واللہ جحدوا حقنا یا امنا بدروا واللہ شملنا یا امنا واللہ اسنا حوا حریمنا یا امنا واللہ قتلوا الحسین ابانا۔

ای جدۂ مہربان کجائی　　رو از چہ بمانی نمائی
یکدم بہ خرابہ جدہ جان آئی　　بر حالت زار ما بہ بخشائی
راندی بہ بہشت کشتی خویش　　رو تافتی از بہشتی خویش
دانم کہ تو در بہشت جاوید　　رخشندہ تری ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خواندہ　　افسردہ زار و دل کبابند
لیکن متسند دختر انت　　در خاک فتادہ اختر انت
یکمشت اسیر و خوار و دیلان　　بی فرش و چراغ و زار و نالاں
از فرقت باپ تاجدارم　　ای جدہ ہمیشہ اشکبارم
داغ علیؑ اکبر جوانم
افروختہ جسم ناتوانم

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مرد یا خاتون ملجائے تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمہؑ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھر آیا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں ہمیں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کہ اے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خبر تک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸۔ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علمدار ہیں۔ آپ نے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہو گا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت بریں میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد خاک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پژمردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرش نہ بستر نہ تکیہ۔ تکیہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اور اے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسینؑ کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علیؑ اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب سیدہ عالم نے جب سکینہؑ خاتون کے یہ بین سنے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بس اسیقدر مرثیہ کافی ہے اسقدر نالہ مت کر ھٰذا قمیص ابیك الحسین لایفارقنی حتی القی اللہ۔ اے بیٹی سکینہؑ یہ تیرے بابا کا پیراہن خون آلودہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدۂ عالمین فاطمہؑ زہرا اس خون آلودہ قمیص امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروز قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عزا قائم ہو گی اور سیدہ عالمینؑ یہ کرتا لے کر زیر عرش آئیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کرو گے یہیں سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے

کرتی ہوئی نکلیں واحسیناہ زبان پر تھا۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو ہائے حسینؑ کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جواباً کسی نے کہا کہ جناب فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو مادر حسینؑ ہیں اور دختر حضرت رسولؐ خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکس کا سلام قبول فرمائیے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم وستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا اماہ و اللہ جحدوا حقنا یا امنا بددوا واللہ شملنا یا امنا واللہ استباحوا حریمنا یا امنا واللہ قتلوا الحسین ابانا۔

ای جدهٔ مهربان کجائی　　رو از چه بمانی نمائی
یکدم به خرابہ جدہ جان آئی　　بر حالت زار مابه بخشائی
راندی به بهشت کشتی خویش　　روتافتی از بهشتی خویش
دانم که تو در بهشت جاوید　　رخشنده تری ماه وخورشید
اولاد تو روی خاک خوانده　　افسرده زار و دل کباب بند
لیکن متسند دختر انت　　درخاک فتاده اختر انت
یکمشت اسیر وخوار و دیلان　　بی فرش وچراغ وزار ونالان
از فرقت باب تاجدارم　　ای جدہ همیشه اشکبارم
داغ علیؑ اکبر جوانم
افروخته جسم ناتوانم

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مرد یا خاتون مل جائے تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمہؑ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھر آیا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں ہمیں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کہ اے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خبر تک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸۔ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علمدار ہیں۔ آپنے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہوگا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت بریں میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد خاک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پژمردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرش نہ بستر نہ تکیہ۔ تکیہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اور اے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسینؑ کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علیؑ اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب سیدہ عالم نے جب سکینہ خاتون کے یہ بین سنے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بس اسیقدر مرثیہ کافی ہے اسیقدر نالہ مت کر ھذا قمیص ابیک الحسین لایفارقنی حتی القی اللہ۔ اے بیٹی سکینہؑ یہ تیرے بابا کا پیراہن خون آلودہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدۂ عالمین فاطمہؑ زہرا اس خون آلودہ قمیص امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروز قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عزا قائم ہو گی اور سیدہ عالمینؑ یہ کرتا لے کر زیر عرش آئیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کروگے یہیں سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے

کہ امام حسینؑ کی منسوب ہونے والی چیزیں قابل زیارت ہیں اس وقت جناب فاطمہؑ زیر عرش فریاد کریں گی کہ الٰہی ھٰذا قمیص ولدی الحسینؑ کہ یہ پیراہن حسینؑ ہے کہ جو تیروں سے چھلنی ہوگیا ہے یہ خواب جناب سکینہؑ نے خرابہ میں بیان کیا تو اسیروں میں ایک کہرام برپا ہوگیا واحسیناہ واحسیناہ۔

حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام میں وفات

جب اولاد رسولؐ نے دربار یزید سے زندان شام میں منزل کی تو اسیران کربلا دن رات شہیدان کربلا پر گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی ایک کمسن دختر جس کا نام فاطمہؑ تھا اسیروں میں زندان شام میں تھی۔ زندان شام کی راتوں میں ایک رات اس دختر صغیرہ کو اپنے بابا حسینؑ کے دیکھنے آرزو ہوئی۔ روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو خداوند عالم نے جو بیٹی عطا کی آپ نے اس کا نام فاطمہؑ رکھا اور جو فرزند عطا کیا اس کا نام علیؑ رکھا اور ان میں برائے امتیاز ناموں کے ساتھ القابات رکھے جیسے علی اکبر علی اوسط، علی اصغر وغیرہ، اسی طرح فاطمہؑ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ وسکینہ خاتون وغیرہ۔ اس دختر کمسن کی عمر تین یا چار سال بتلائی جاتی ہے اور اس کا نام بتلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس دختر کو بہت چاہتے تھے۔ یہ دختر ہمیشہ امام حسینؑ کی آغوش کی زینت رہتی تھی۔ جب یہ معصومہ بچی لاش امام حسینؑ پر آتی ہے تو اس نے لاش سے مخاطب ہو کر عرض کیا یا ابہ اذا ظلم اللیل فمن یحمی حمای کہ اے بابا جان اگرچہ رات ہوگئی ہے

اور آپ مجھے اپنی گود میں نہیں لیتے۔ مجھے آپ کی آغوش بغیر نیند نہیں آتی کتاب ریاض میں بعض مولفین کے اقوال کی روشنی میں اس دختر مظلومہ کے حالات پائے جاتے ہیں اور ارباب مقاتل اور مرحوم السیدؒ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ روز عاشورا محرم حضرت امام حسینؑ بعد شہادت اصحاب و عزاء خیمہ میں تشریف لائے اور اپنے اہلحرم کو رخصت کیا وکان للحسین بنت عمرھا ثلث سنوات فجعل یقبلھا و قد نشقت شفتاھا من العطش

فرماتے ہیں کہ اہلحرم میں آپ کی ایک سہ سالہ تھی سامنے آئی اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا پیار کیا وہ بچی کہتی ہے یا ابتا ہ العطش العطش فان الظماء قد احرق اے بابا جان بہت زیادہ پیاس لگ رہی ہے تشنگی کی وجہ سے میرا جگر جل رہا ہے امام حسین نے اس کو تسلی دی۔ اس بچی نے جب کہ امام حسینؑ اسلحہ لگا کر میدان رزم جانے لگے پھر ایک مرتبہ دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا یا ابہ این تمضی عنا اے بابا ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو فرمایا کہ اے بیٹی تم خیمہ میں بیٹھو شاید کہ میں تمہارے لیے پانی لاؤں آپ میدان میں پہنچے کنار نہر سے لشکر اعداء کو دور کیا اور نہر میں داخل ہو کر پانی خیمہ کے لیے لیا۔ لشکر والوں نے شور مچایا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو۔ اور شامی لوگ خیموں کو لوٹنے آگئے ہیں۔ امام مظلوم نہر سے نکلے خیمہ میں تشریف لائے اس مظلومہ بیٹی کو گود میں لیا۔ اور تسلی دے کر پھر میدان قتال میں آئے اور وہ وقت آگیا کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے تو اہلحرم کے ہمراہ یہ کمسن بچی بھی آپ کی لاش پر آئی دیکھا کہ بغیر سر۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔ بچی نے اپنے آپ کو لاشہ پر گرا دیا لیکن حضرت زینب خاتون نے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ وہ بچی کہنے لگی

پھوپھی اماں مجھے بابا کے لاشہ پر جانے دو تاکہ میں گلوے بریدہ کا بوسہ لے سکوں۔ الغرض۔ اسیران کربلا کے ساتھ یہ بچی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے زندان شام پہنچی۔ خرابۂ شام کو دیکھ کر اس بچی کا دل گھٹنے لگا۔ یہ کمسن بچی سرزانو پر رکھے رو رہی تھی فریاد کر رہی تھی ؎

بابا در این خرابہ سازم بہ بینوائی
چشمم براہ ماندہ شاید ز در درآئی

بودی ہمیشہ جایم در روی دامن تو
از تو ندیدہ بودم اینگونہ بیوفائی

یعنی اے بابا اس خرابہ شام میں آپ کا برابر انتظار ہے میں تو ہمیشہ آپ کی گود میں رہتی تھی اب آپ تشریف نہیں لاتے یہ اچھی محبت ہے۔ اسی تصور میں بچی رویا کرتی تھی۔ کہ اس پر نیند طاری ہو گئی۔

اور اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ سر بریدۂ حسین علیہ السلام طشت طلاء میں یزید کے سامنے رکھا ہے اور وہ ملعون چوب دستی سر مطہر پر لگا رہا ہے۔ کہ ناگاہ سر بریدہ نے بارگاہ خدا میں استغاثہ کیا ؎

خدایا راضیم من بر رضایت — سر تسلیم دارم بر قضایت
چہ باشد دست تقدیرم عنان گیر — کجا بیرون توانم شد ز تقدیر
نباشم در طریق عشق معذور! — کہ یکجائی از جانان شوم دور
شہیدم خواستی با نو جوانان — فدا کردم سر اندر راہ جانان
عیالم را اسیر و خوار امت — پریشان خواستی کردم فدایت
سرم را خواستی از تن جدا شد — تنم را خواستی پامال تو تا شد

کنوں در زیر چوب خیزرانم — تو آگاہی ز اسرار نہانم

تراکت الخلق طرّاً فی ہواکا
وایمّت العیال لکی اراکا

ماحصل یہ ہے کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے یہ آواز آئی کہ اے خداوندا میں تیری رضا پر راضی ہوں اور میرا سر تیری حکم کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ میں نے شہادت اختیار کی اور اپنے جوانوں کو بھی تیری راہ میں فدا کیا اپنے اہل و عیال کو تیری راہ میں اسیر دیکھنا پسند کیا۔ میں نے یہ بھی بصد خوشی چاہا کہ میرا سر تیری راہ میں میرے تن سے جدا ہو۔ لیکن اس وقت میرا سر چوب خیزران کے نیچے ہے اس میں کیا راز ہے تو بہتر جانتا ہے۔ بہرحال اس کمسن بچی نے جب اپنے بابا کے سر مطہر کو چوب دستی کے نیچے دیکھا بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھی۔ وابتاہ کی صدا بلند کی اور رونا شروع کیا۔ حضرت زینب خاتون نے سبب گریہ پوچھا تو بچی نے خواب بیان کیا۔ اور یہ کہہ کر وہ نالہ و فریاد کرنے لگی اور اس کا رونا بند نہ ہوا سب نے اس کو خموش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت زینبؑ خاتون اس کو تسلّی دیتی تھیں مگر وہ بچی خموش نہ ہوتی تھی۔

بزبان حال اس دختر صغیر کے یہ جذبات غم ہیں ؎

پدر با من لغایت مہربان بود — ز بابم بیوفائی کی گمان بود
کہ کرد از آتش فرقت کبابم — مگر عمّہ ز من رنجیدہ بابم
چرا از دشمر سیلی بر عذارم — اگر زندہ است باب تاجدارم

تو گوی در سفر رفتہ است بابت
کند امروز و فردا کامیابت

کجا مارا امید وصل باشد
گمانم این سخن بے اصل باشد

گویا کہ دختر معصومہ کہتی ہے کہ میں اپنے پیارے بابا جان سے بیوفائی کا گمان نہیں کر سکتی۔ کیونکہ میرے پدر بزرگوار تو مجھ پر بہت ہی زیادہ مہربان تھے۔ مگر اے پھوپھی اماں کیا میرے بابا مجھ سے رنجیدہ ہیں ان کی فرقت نے جگر سوختہ کر دیا ہے اگر بابا جان زندہ ہیں تو پھر شمر نے میرے رخساروں پر طمانچے کیسے لگائے۔ اگر تم یہ کہتی ہو کہ تیرے بابا سفر میں ہیں تو آج کل میں زیارت پدر کر ہمیں کامیاب ہو گی اے پھوپھی اماں دیدار پدر کہاں ہوگا یہ ساری باتیں بے اصل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بابا تو شہید ہو گئے۔ میں بے پدر ہو گی۔

اس یتیمہ بچی نے اسقدر گریہ کہا کہ روح جنت کو پرواز کر گئی۔ اس وقت اہلحرم میں ایک تازہ غم کی لہر دوڑ گئی۔ گریہ وزاری اور شور بکا سے زندان گونجنے لگا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے گریہ کرنے کی آواز یزید کے محل تک گئی اور جب اس نے رونے کی آواز سُنی تو سبب دریافت کیا۔ طاہر بن عبداللہ دمشقی کہتے ہیں کہ یزید اپنے زانو پہ سر رکھے ہوئے تھا اور سر ابن فاطمہؑ طشت میں تھا کہ خرابہ سے شور گریہ بلند ہوا طاہر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جس طشت میں سر امام حسینؑ تھا اس سے سر پوش ایک کنارے کو ہو گیا اور سر امام پاک بلند ہوا نزدیک تھا کہ قصر کی چھت سے ملجائے پھر سر مطہر نے باآواز بلند فرمایا۔ اختی سکتی ابنتی۔ کہ اے بہن میری بیٹی کو خموش کرو۔

خواہر بہ بیکسان حزینم تو یاوری
خواہر بکودگان یتیم تو مادری

یعنی کہا اے بہن زینبؑ، اے بیکس و غمگسار بہن تو ہی میرے یتیموں کی مددگار ہے تو ہی ان کی نگران ہے۔ تو ہی میرے چھوٹے بچوں کے لیے ماں ہے۔ طاہر کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ سر بریدۂ امام حسین نے چکر لگایا۔ اور یزید ملعون کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کہ اے یزید میں نے تیرا کیا ہے جو میرے اہلحرم کو قید کیا ہے۔ یزید پلید نے جب سُنا تو کانپنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اے طاہر کیا خبر ہے۔ میں نے کہا اے ظالم خرابہ میں ایک بچی کا انتقال ہو گیا ہے میں نے سر حسینؑ کو بلند ہوتے دیکھا اور آواز امام سنی ہے کہ جس سے تو خائف ہے یزید نے اپنا ایک غلام زندان میں بھیجا تاکہ حالات معلوم کرے۔ وہ زندان پہنچا تو حضرت سید سجادؑ نے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے یزید کو واقعہ بتلایا۔ یزید نے کہا کہ اچھا اس بچی کے باپ کا سر (یعنی سر بریدۂ امام حسینؑ) زندان میں لے جاؤ۔ غلام سر امام حسینؑ لے کر زندان میں آیا۔ تمام اسیر سر مطہر کو دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زینبؑ نے وہ سر اس بچی کے سامنے رکھا اس نے سوال کیا کہ یہ سر کس کا ہے۔ بتایا کہ یہ سر حسینؑ ہے اس یتیمہ نے اپنا موہنہ سر حسینؑ پر رکھا۔ اور بین کرنے لگی روتے روتے بیہوش ہو گئی حضرت زینبؑ خاتون نے اس کو بلایا تو محسوس ہوا کہ روح یتیمہ جنت کو پرواز کر گئی ہے۔ اسیران اہلبیتؑ اس خرابہ میں مشغول ماتم ہوئے۔ ہمسایہ عورتوں کو جب اس دختر امام حسینؑ کے انتقال کی خبر ہوئی خرابہ میں آئیں اور پُرسہ دیا۔

غسالہ، کافور، کفن اور چراغ کا انتظام ہوا۔ غسل کے لیے تختہ آگیا۔ بچی کو غسل دیا۔ کفن پہنایا۔ اور اسی خرابہ میں دفن کر دیا۔ اس روز کہ جب اسیروں کو رہائی ہوئی اور شام سے مدینہ کے لیے قافلہ روانہ ہوا۔ تو حضرت در زندان تک

آئیں اور اپنا سر محمل سے نکال کر شام کی عورتوں سے فرمایا اے بیبیو میں اپنی ایک بچی تمہارے پاس بطور امانت چھوڑ رہی ہوں۔ ؎

بر سر قبر صغیر ما کہ در غربت بمرد
گاہ بگذارید شمعی از وفائے اہل شام

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام پر جو مصائب گزرے ہیں وہ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السّلام کے مصائب سے کمتر نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے ؎

لم یلق خلق ما لقیت ولا ابتلی   یوما بمثل بلیتی ایوب
حزنی یذوب له الجبال وعنده   بیسلوا ببنی یوسفا یعقوب

بیمار کربلا کے مصائب اور سختیوں میں سے ایک عظیم ابتلاء یہ تھی کہ جب آپ اسیران کربلا کے قافلہ کو لے کر وارد دربار یزید ملعون ہوئے تو یزید کے حکم سے ایک خطیب مسجد جامع میں منبر پر گیا اور آپ کی موجودگی میں اس بدبخت خطیب نے مدح آباء واجداد یزید کی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی معاذ اللہ مذمت کی۔ حضرت سید سجّاد کے منبر پر تشریف لے جانے اور اموی خطیب کے خطبہ کا ارباب مقاتل نے کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بعض ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ دربار یزید میں اسیران کربلا کی موجودگی میں اموی خطیب نے خطبہ

دیا اور بعض لکھتے ہیں کہ مسجد جامع دمشق میں خطبہ دیا غرض کہ دونوں واقعہ جمع کر دیئے ہیں۔

شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں وکامل نے کتاب السّقیفہ ہیں، والی مخنف نے مقتل میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا لیکن علاّمہ مجلسیؒ بحار میں کتاب مناقب سے واقعہ کو تفصیل سے نقل کیا ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ لوگوں کو واقعہ کربلا سے خبردار کیا جائے اور ایک زبان دراز اموی خطیب کو حکم دیا کہ مسجد جامع میں منبر پر جا کر خطبہ دے اور آل ابو سفیان کی مدح سرائی کرے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی شان میں ناروا الفاظ کہے یعنی کہ معاذ اللہ ان کی مذمت کرے۔ پس فصعد الخطیب المنبر خطیب منبر پر گیا۔ اوّل حمد وثنائے الٰہی ادا کی ثم اکثر الوقیعۃ فی علی والحسین۔ اس بدبخت اور محروم سعادت خطیب یزیدی نے معاویہ کی شان میں زبان کھولی اور اس کی مدح سرائی کی۔ اور کہا کہ معاویہ اور یزید دونوں کی حکومت درست ہے جب اموی خطیب سلطنت وخلافت یزید کی مدح سرائی کر رہا تھا تو حضرت سید سجاد علیہ السّلام سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا۔ ویلک ایھا الخاطب اشتریت مرضات المخلوق بسخط الخالق یعنی وائے ہو تجھ پر اے خطیب کہ تو نے رضاء خدا کے بدلے میں رضاء مخلوق خرید کر لی کیا تو خدا کے غضب سے نہیں ڈرتا آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور یزید کے نزدیک جا کر بیٹھ گئے اور اس سے خطاب کیا اے یزید ایذن لی حتی اصعد ھذہ الاعود کہ مجھے بھی اجازت دے کہ منبر پر جا کر رضاء وخوشنودی خدا کے لیے خطبہ دوں تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ کریں یزید نے چاہا کہ سید سجادؑ خطبہ نہ دیں گر

روساء شام اور اراکین دربار نے یزید کو مجبور کیا کہ خطبہ دینے کی اجازت دی جائے۔ ہم اس ہاشمی جوان سے خطبہ سننا چاہتے ہیں یزید نے کہا اے شامیو فانہ من اھل بیت زقوم العلم زقاقا۔ کہ یہ اہلبیت پیغمبر خدا سے ہے عالم و دانا ہے انہوں نے کہا کہ اچھا پھر تو سید سجادؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے منبر کی طرف گئے اور عرشۂ منبر پر جاکر خطبہ دیا۔ لوگ ہمہ تن گوش تھے۔

اوّلاً آپ نے حمد وثناء الہٰی ادا کی پھر اپنے جد محمد مصطفےٰ پر درود وسلام بھیجا۔

پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے ہم کو چھ چیزیں عطا کی ہیں اور سات فضیلتیں ہمارے لیے ہیں۔ چھ چیزیں جو عطا کی ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

(۱) علم (۲) حلم، (۳) سماحۃ (۴) فصاحت و شجاعت، اور محبت جو اہل ایمان کے دلوں میں ہے یعنی کہ ہر مومن ہم کو درست رکھے۔ اور سات فضیلتیں یہ ہیں کہ جو ہمارے لیے مخصوص ہیں

(۱) پیغمبر اسلام ہم میں سے ہیں۔ صدیق حیدر کرّار ہمارے جد ہیں جعفر طیار ہم میں سے ہیں حمزۂ شیر رسول خدا ہم میں سے ہیں۔ حسن و حسینؑ ہم میں سے ہیں اے تمام کے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص تو نہیں پہچانتا اور نہ ہی جانتا ہے اب وہ پہچالیں کہ انا ابن مکۃ ومنی وانا ابن زمزم والصفا انا ابن من حمل الرکن باطراف الرداء انا ابن خیر من انتعل واحتفی انا ابن خیر من طاف وسعی انا ابن خیر حج ولبی انا ابن من حمل علی البراق فی الھواء انا ابن من اسری بہ عن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی انا ابن من بلغ بجبرئیل الی سدرۃ المنتھی انا ابن من دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی انا ابن صلی

ملائکۃ السماء انا ابن من اوحی الیہ الجلیل ما اوحی۔

حاصل خطبہ یہ ہے کہ میں مکہ ومنیٰ، زمزم وصفا، رکن اور اطراف رداء کعبہ (غلاف) طواف وسعی حج ونبیؐ فرزند ہوں یعنی فرزند نبی ہونے کی وجہ سے وارث کعبۃ اللہ اور ارکان حج میں سے ہوں میں صاحب معراج کی ذرّیت طیبہؑ ہوں وہ صاحب جسے خدا معراج میں لے گیا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک (یہ مسجد فلک چہارم پر ہے جس میں شب معراج آنحضرت آنحضرت نے تمام انبیاء و مرسلین کو نماز پڑھائی ہے۔ اسی بیت المعمور کہتے ہیں) میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کی نماز جنازہ ملائکہ سماوات نے پڑھی ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس پر رب جلیل نے وحی بھیجی۔

جب شام کے لوگوں نے آپ کے حالات سنے تو حیران رہ گئے۔ کہ یہ تو نبی زادہ ہے۔ اور جب کہ یزید ملعون نے یہ مشہور کیا ہے کہ یہ معاذ اللہ خارجی ہے۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ انا ابن محمد المصطفیٰ۔ کہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرزند ہوں فرمایا کہ اب پدر بزرگوار کا نام سنو اور میرے آج کل کے القاب سنو۔

انا ابن من ضرب خراطیم الخلق قالوا لا الٰہ الا اللہ انا ابن من ضرب بین یدی رسول اللہ بسیفین وطعن برمحین وھاجر الھجرتین وبایع البیعتین وقاتل ببدر و حنین ولم یکفر طرفۃ العین انا ابن صالح المومنین ووارث النبیین وقامع الملحدین ویعسوب المسلمین ونور المجاھدین وزین العابدین وتاج البکائین واصبر الصابرین وافضل القائمین من آل یٰسین

رسول رب العالمین انا ابن المؤید بجبرئیل المنصور بمیکائیل المحامی عن حرم المسلمین و قاتل المارقین و الناکثین و القاسطین و المجاهد اعداء الله و افخر من مشی من قریش اجمعین و اول السابقین و قاسم المعتدین و مبید المشرکین و سهم من مرامی الله علی المنافقین و لسان حکمة العابدین و ناصر دین الله و ولی امر الله و بستان حکمة الله و عیبة علمه سمح سخی بهلول الزکی الطحی رضی مقدام همام صابر صوام مهذب قوام قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب اربطهم عنانا و اثبتهم جنانا و امضاهم عزیمة و اشدهم سکینة اشد باسل بطیخهم فی الحروب اذا ازلفت الاسنة و قربت الاعنة طحن الرحا و یذرو هم بذری احدی شجری مهاجری من العرب سیدها و من الوغا یثها وارث المشعرین ابو السبطین الحسن و الحسین ذاک جدی علی بن ابی طالب علیه السلام۔

یعنی کہ اے گروہ مردمان شام یہ میرے جد نامدار ہیں کہ جن کے صفات و القاب و اسماء مبارکہ میں نے اس وقت بیان کئے خلاصہ یہ ہے کہ میرے جد علیؑ ولی ہیں اخی رسول خدا ہیں زوج دختر رسول خدا ہیں والد شبیر و شبر ہیں شریک صاحب معراج ہیں ؎

علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر خدا نے تلوار دی نبیؐ نے دختر

میری جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا بنت رسولؐ خدا ہیں ؎

عصمتش سر بآسمان پردہ سایہ بر آفتاب گستردہ
روز محشر پناہ خلق جہان دوستاں را مقام امن و امان

یعنی کہ میری جدہ ماجدہ فاطمہؑ زہرا دختر رسولؐ خدا شفیعہ روز محشر میں خلق خدا کو پناہ دینے والی ہیں اور اپنے محبّوں کے لیے ذریعہ شفاعت و نجات ہیں۔ وہ عصمت پوش بی بی ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا خطبہ سن کر لوگ بآواز بلند رونے لگے۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ کتاب مناقب میں کتاب احمر سے الفاظ خطبہ قدرے مختلف ہیں اور علامہ مجلسیؒ نے کتاب مناقب سے خطبہ نقل فرمایا ہے ہم خطبہ کے مابقی کلمات درج کرتے ہیں چنانچہ خطبۂ سید سجاد علیہ السّلام میں مذکورہ صفات کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایها الناس انا ابن المقتول۔ یعنی کہ اے لوگو میں مقتول کا فرزند ہوں یعنی جسے لشکر یزید نے کربلا میں قتل کیا ہے۔ حالانکہ نہ میرے پدر بزرگوار نے کسی کا مال لیا تھا نہ کسی کو قتل کیا تھا کہ اس کا خون بہا ان کے ذمہ ہو۔ ان کی لاش مطہر اور ہمارے شہیدوں کے لاشے بے گور و کفن پڑے رہے۔ انا ابن المحزوز الرأس من القفاء۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کا سر پس گردن سے قطع کیا گیا۔ انا ابن العطشان حتی قضی انا ابن طریح بکربلا۔ یعنی میں پیاسے کا فرزند ہوں اس کا بیٹا ہوں کہ جسے پیاسا شہید کیا۔ اور اس کے بدن مبارک کو سپرد خاک بھی نہیں کیا۔ انا ابن مسلوب العمامة والرداء انا ابن من بکت علیه ملائکة السماء انا ابن من ناحت علیه

الحن فی الارض و ایطوخی النعواء انا ابن من راس علی السنان یھدی۔ یعنی کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزہ پر بلند کیا گیا۔ شہر بشہر ہدیہ کیا گیا اور مسلمانوں ہی نے ہمیں غارت و برباد کیا۔ پھر فرمایا انا ابن من حرم من العراق الی الشام۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کے اہل حرم کو مثل اسیران کفار کوفہ سے شام لائے ہیں۔ و فی المقتل المنسوب الی ابی مخنف انا ابن صریع کربلا انا ابن من راحت انصارہ تحت الثری انا ابن من ذبحت اطفالہ من غیر سوی انا ابن من اصرم الاعداء فی خیمۃ لظی انا ابن من اضحی صریعا بالتقی انا ابن من لا غسل ولا کفن یرمی انا ابن من دفعوا راسہ علی القنا انا ابن من ہتک

ان کلمات کے ادا کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔ فلما سمعوا الناس کلامہ ضجوا بالبکاء والخیب وعلت الاصوات فی الجامع جب حاضرین نے یہ کلمات سنے شور گریہ و بکا بلند ہوا اور مسجد جامع میں ایک غلغلہ برپا ہو گیا فخاف یزید الفتنۃ یزید پلید کو خوف ہوا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اس نے موذن کو حکم دیا کہ اذان دی اور کہا اللہ اکبر امام علیہ السّلام نے خطبہ بند کیا۔ اور تکبیر کہی۔ اور فرمایا کہ اے موذن تو نے خدا کو بزرگی کے ساتھ یاد کیا اور حق بات کہی ہے فی المناقب لاشی اکبر من اللہ یعنی کوئی شے خدا سے بزرگ تر نہیں ہے ابی مخنف لکھتے ہیں کہ مؤذن نے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہا۔ حضرت نے فرمایا۔ اشھد بہا مع کل شاھد واحتملہا مع کل جاھد فی المناقب شھد بہا شعری و

میں شہادت دیتا ہوں اپنے مُوئے بدن، (یعنی بال) گوشت پوست اور اپنے خون سے کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ موذن نے کہا اشھد ان محمدؐ رسول اللہ۔ پس سید سجاد زار و قطار رونے لگے اور حضرت کے ساتھ ساتھ تمام لوگ رونے لگے۔ و فی نسخۃ من المقتل المخطوطۃ ثم بکی و رمی العمامۃ من راسہ و رمی بھا الی المؤذن۔ حضرت سید سجادؑ نے اپنے سر سے عمامہ اتارا۔ اور موذن کی طرف رخ کر کے فرمایا اے موذن تجھے خدا قسم ہے چند منٹ توقف کر۔ اس نے اذان میں وقفہ کیا اور امام علیہ السّلام یزید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے محمدؐ تیرے جد نہیں بلکہ ہمارے جد ہیں۔ تو جن کا کلمہ پڑھتا ہے جن کا نام اذان میں لیتا ہے اور فرزند پیغمبرؐ کو قتل کیا اور مجھے یتیم و اسیر کیا۔ یزید ملعون کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مسجد سے نکل آیا۔ اور کہا لاحاجۃ لی فی الصلوٰۃ — امام علیہ السّلام منبر سے اُتر آئے اہل شام آپ کے آس پاس جمع ہو گئے اور معذرت کرنے لگے کہ اے مولیٰ ہم آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے ساتھ منہال کوفی کی گفتگو

مسجد جامع میں جو لوگ خطبہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے ان میں منہال بن عمرو کوفی بھی تھا۔ منہال خدمت امام زین العابدین علیہ السّلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیف اصبحت یا ابن رسول اللہ کہ اے مولیٰ آپ کی صبح و شام

کیسی گزری۔ حضرت نے فرمایا کہ اے منہال کیف حال من اصبح وقد قتل ابوہ وقتل ناصرہ۔ اس کا کیا حال کہ جس کے باپ، بھائی اور یار و انصار سب قتل ہو گئے ہوں اور اس کے پردہ دار اسیر ہوں۔ اور اے منہال زمانہ نے ہمیں لباس عزا پہنا دیا ہے یعنی کہ ہم سوگوار سید الشہداؑ ہیں۔ اور زمانہ نے ہم کو اسقدر بیبس دیا ہے کہ اُمت نے ہمارے حسب و نسب کا بھی خیال نہ کیا۔ اور اب ہم شہر میں اسیر یزید ہیں منہال نے کہا اے مولا کس جگہ قیام ہے تاکہ حاضر خدمت ہو سکوں۔ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ زندان شام یعنی خرابۂ شام۔ اور آپ اسقدر روے کہ ہچکی گلوگیر ہو گی۔ صاحب احتجاج نے منہال کی بجائے کی بجائے مکحول نام تھا جو کہ آنحضرتؐ کے صحابی تھے۔ بہر حال سید جزائری انوار نعمانیہ میں رقم طراز ہیں کہ منہال نے کہا کہ میں کوچہ و بازار دمشق سے گزر رہا تھا کہ۔ واذا بعلی ابن الحسینؑ یتوکا علی عصی و دجلا کا نہما قصبتان والدم لیسیل من ساقیہ والصفرۃ قد ازدادت علیہ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام زین العابدینؑ عصا کے سہارے کھڑے ہیں۔ جب میری نظر آپ کی پا مبارک کی طرف گئی تو آپ کی پنڈلیاں بالکل خشک معلوم ہو رہی تھیں اور خون بھی جاری تھا۔ آپ کا رنگ مبارک زرد ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے منہال ہمارا کیا حال پوچھتے ہو یزید ابن معاویہ نے ہمیں اسیر کیا ہے نہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو شکم سیر ہو کر کھانا ملتا ہے نہ ہی میں شکم سیر ہو کر کھا سکتا ہوں۔ منہال نے یہ سن کر عرض کیا کہ سیدی والی این ترید۔ کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مکان کہ جسے زندان کہتے ہیں۔ اور یزید نے ہمیں زندان میں رکھا ہے۔ اور یہ اسقدر خراب ہے کہ دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی ہے۔ میں چونکہ بیمار

ہوں اس لیے میں بازار کی طرف نکل رہا ہوں کہ کس جگہ سایہ میں سانس لوں۔ میری پھوپھی زینبؑ خاتون ہمہ وقت میرا خیال رکھتی ہیں اور زندان سے باہر نہیں جانے دیتی مبادا کوئی اور تکلیف نہ پہنچے

واقعہ ہندہ زوجہ یزید

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید پلید نے اسیران اہلبیت اطہار کو خرابۂ شام میں جگہ دی تھی۔ یہ خرابہ ایک مکان تھا کہ جس میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی جس سے اسیران حرم کے رنگ متغیر ہو گئے تھے پھول سے بچوں کے رخسار سے مرجھا گئے تھے۔ ان کے بدن کمزور ہو گئے تھے جب یزید نے ان کی حالت زار دیکھی تو کہا اسیران اہلبیتؑ کو چند روز کے لیے حرم خانہ میں جگہ دی جائے بروایتی بنا بر بخواہش ہند دختر عبداللہ بن عامر زوجۂ یزید کہ جو پہلے خدمت امام حسینؑ میں رہ چکی تھی۔ بنی ہاشم کو دوست رکھتی تھی۔ اور نبی زادیوں اور اولاد علیؑ کی محبت سے سرشار تھی۔ اس نے اپنے شوہر یزید سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسیروں کو زندان سے نکال کر چند روز کے لیے میرے قصر میں جگہ جائے تاکہ میں نبی زادیوں کی خاطر خواہ پذیرائی کر سکوں۔ یزید چونکہ اس کو بہت دوست رکھتا تھا اجازت دی کہ اسیروں کو اپنے مکان میں مہمان رکھے۔

شیخ کتاب منتخب میں تحریر کرتے ہیں کہ ہندہ ایک رات اسی انتظام میں مشغول رہی کہ اسیران اہلبیتؑ کے لیے چادریں اور لباس وغیرہ فراہم کیا جائے کہ ہندہ پر نیند طاری ہوئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ در ہائے آسمان کھل گئے ہیں۔

اور ملائکہ صف در صف نازل ہو رہے ہیں اور اس جگہ جا رہے ہیں کہ جہاں
سر بریدۂ امام حسینؑ رکھا تھا۔ فرشتے نزدیک پہنچ کر اس طرح سلام کرتے ہیں کہ
السلام علیک یا ابن رسول اللہ السلام علیک یا ابن یا ابا عبد اللہ ہندہ کہتی ہے
کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید نیچے آیا۔ اور اس پر بساط اور چند پُر وقار
نورانی چہروں والے لوگ بیٹھے ہیں۔ وہ ابر سے نکلے اور روتے ہوئے سر مطہر کے
نزدیک گئے اور سر مطہر کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیا۔ اور آنسو بہا رہے
کئے۔ اور فرمایا اے فرزند یا ولدی قتلوک اترا ھم ما عرفوک ومن شرب
الماء منعوک۔ یعنی کہ اے فرزند تجھے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری قدر و منزلت
نہ کی اور تجھے پیاسا رکھا پانی بند کر دیا۔ اور اے حسینؑ میں تیرا جد رسولؐ خدا ہوں
یہ تیرے پدر علیؑ مرتضیٰ ہیں اور یہ تیرے برادر حسن مجتبےٰ ہیں یہ جعفرؑ یہ عقیل یہ
حمزہ اور وہ عباسؑ ہیں۔ ہندہ کہتی ہے کہ میں خواب سے بیدار ہوئی لباس
شب اتارا۔ میں یزید کو دیکھنے آئی مگر اس کو نہ پایا۔ بلکہ یزید کے رونے کی آواز
سنی۔ میں اس کے پاس گئی دیکھا کہ یزید ایک حجرہ میں بیٹھا ہوا رو رہا ہے۔ اور بار
بار یہ کہتا ہے مالی وللحسین۔ کہ میرا حسینؑ کے ساتھ کیا کام تھا مطلب یہ
تھا کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا سب مجھے دیکھ کر کہنے لگا ہندہ یہاں کس لیے
آئی ہے میں نے یزید سے اپنا خواب بیان کیا۔ اور اس سے کہا کہ اگر تو اپنے
اس فعل پر نادم ہے تو مجھے اجازت دے کہ اسیران اہلبیت اطہار کو جو خرابہ
میں ہیں اپنے مکان میں مہمان کر دوں۔ چنانچہ یزید نے اجازت دی اور جب
صبح ہوئی تو یزید نے غلام کو بھیجا اور وہ اسیروں کو زندان سے یزید کے گھر لے
گیا۔ (ماخوذ از کتاب منتخب) مؤلف فرماتے ہیں کہ اصل میں یزید اسیروں کو

اپنے گھر اس لیے گیا تھا کہ وہ اس کی شان و شوکت دیکھیں۔ یزید نے اس وقت
سر امام حسین اپنی حرم سرا کے صدر دروازہ پر آویزاں کیا تھا۔
علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں مناقب سے، اور ابو مخنف وغیرہ سے روایت
کرتے ہیں کہ ان یزید امر بان یصلب الراس علی باب دارہ وامر باھل
بیت الحسین علیہ السلام ان یدخلوا دارہ۔ یعنی کہ یزید ملعون نے حکم کیا
کہ سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السّلام حرم سرا کے صدر دروازہ پر لٹکایا جائے اور
اہلبیتؑ اسی دروازہ سے داخل ہوں چنانچہ اہلبیت اطہار اسی دروازہ سے
داخل حرم سرائے یزید ہوئے تو جب سر مطہر پر نگاہ پڑی بے ساختہ باآواز بلند
رونے لگے۔ ہندہ زوجۂ یزید کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ دربار یزید میں سر برہنہ
پہنچی اور یزید سے کہا کہ اے ظالم اسقدر بیداد کہ سر پسر فاطمہؑ میرے محل
سرا کے دروازہ پر آویزاں کیا ہے وہ مردود بولا کہ ہاں نہیں یہ تو بتلا کہ تو برہنہ
سر دربار عالم کیسے آ گئی۔ تو بے شک حسینؑ پر گریہ کر نوحہ و بکا کر ابن زیاد نے
عجلت سے کام لیا اور حسینؑ کو شہید کر دیا۔ بہر حال اسیران اہلبیت داخل حرم
سرائے ہندہ ہوئے کتاب بحار میں بحوالہ مناقب ہے کہ تمام زنان معاویہ و
ابو سفیان نے ان اسیروں کا استقبال کیا اور حضرت زینب خاتون سے ہندہ
نے عرض کیا کہ آپ کے لیے مخصوص فرش و مسند بچھائی ہے آپ اس پر
تشریف رکھیں لیکن حضرت زینبؑ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں
سے بھائی کی لاش خاک و خون میں غلطاں دیکھی ہے جو ریگ کربلا پر پڑی رہی
تمام عورات جمع ہوئیں اور تین دن تک صف عزا امام حسینؑ بچھی رہی اور ماتم
حسین ہوتا رہا۔ حضرت زینب خاتون نے فرمایا کہ بھائی حسینؑ کا سر منگایا جائے

چنانچہ سرِ مطہر لایا گیا اس وقت بی بی زینبؑ نے اپنے بال کھول دیئے، گریبان چاک کیا، اور مخدّرات نے سرِ مطہر کے گرد ہالہ بنا کر ماتم کیا۔ اور زنانِ شام نے ساتھ دیا۔ اور حضرت زینبؑ کہتی تھیں اے قوم میں علی و فاطمہؑ کی بیٹی ہوں میں نبیؐ کی نواسی ہوں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شام میں تعینِ مکان برائے اقامۂ عزا امام حسین علیہ السلام

شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب یزید ملعون نے ظاہراً ظلم کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور زبان پر یہ الفاظ جاری کئے۔ مالی وللحسین کہ مجھے حسینؑ سے کیا کام تھا۔ یعنی کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا۔ اس نے اظہار ندامت کے لیے اسیرانِ اہلبیت اطہار کو خرابہ سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرائے میں ان کو جگہ دی۔ اور حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہاں رہائش پذیر رہیں اور چاہیں تو مدینہ واپس تشریف لے جائیں ان دونوں باتوں میں سے جو پسندِ خاطر ہو آپ عمل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی پھوپھی زینب بنت علیؑ سے دریافت کر کے فیصلہ کروں گا جو وہ معظمہ فرمائیں گی عمل کیا جائے گا۔ حضرت زینبؑ نے پیغام یزید کا سنا تو فرمایا کہ اے بیٹا سید سجادؑ اے میرے مقتول بھائی کی نشانی، جب سے حسین شہید ہوئے ہیں ہم دل بھر کر نہ رو سکے اور نہ ماتم کرسکے اولاً ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم شہیدانِ کربلا پر روئیں اور نوحہ و ماتم کریں جب یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے

اجازت دیدی ثم اخلیت طفق الحجر والبیوت فی الدمشق۔ پس یزید نے حکم کیا اور مکان و حجرے اسیروں کے لیے خالی کرا دیئے گئے کہ وہاں آزادی کے ساتھ ماتم حسین کریں اور اس نے اہلبیت کو اسبابِ عزاداری بھی فراہم کیے۔ زنانِ ہاشمی و قرشی کہ جو دمشق اور شام میں رہائش پذیر تھیں بغرض عزاداری آئیں اور شریکِ اہلبیت ہوکر نوحہ و ماتم کیا۔ ولم یبق ہاشمیۃ ولا قرشیۃ الا ولبست السواد علی الحسین و ندبوہ علی ما یفعل سبعۃ ایام۔ یعنی کہ زنانِ ہاشمیہ و قرشیہ نے اہلبیت اطہار کے ساتھ سات دن تک عزاء امام حسینؑ برپا رکھی جناب زینبؑ علیا مصائب بیان کرتی تھیں۔ کبھی حضرت ام کلثوم بیان فرماتی تھیں اور جسقدر عورات اور بچے جمع ہوتے تھے امام حسینؑ غریب پر روتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے جناب زینبؑ خاتون کا انشاء کیا ہوا مرثیہ جو آپ نے دمشق میں پڑھا لکھا ہے ریاض الاحزان کتاب میں ایسے مرثیہ پائے جاتے ہیں شیخ فخرالدین نے بھی کتاب منتخب میں لکھا ہے کہ یزید نے بظاہر خجل و شرمندہ ہو کر اہلبیتؑ اطہار کو زندان سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرائے میں جگہ دی یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے سجاد میں تمہاری تین حاجتیں پوری کروں گا۔ آپ اپنی حاجتیں بیان کریں۔ اس روایت کو مرحوم سید نے اپنی کتاب لہوف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ ایک روز یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ میں حُبِ سلطنت و حکومت میں اندھا ہو گیا تھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کیا۔ اور اب میں استغفار کرتا ہوں اے علیؑ ابن الحسینؑ کیا میرے لیے کوئی صورت ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ بالفرض محال اگر میں تجھے معاف کردوں اور رسول خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نہ چاہیں۔ ہمارے جد علی مرتضیٰ اور جدّہ ماجدہ نہ چاہیں تو کس طرح تیری نجات ہوسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے تجھ پر نفرین کرتے ہیں اے یزید کیا تو نے حکایت صالح بن رقعہ یہود کہ جس نے میرے پدر بزرگوار حسین شہید کربلا کو اگرچہ کوئی خاص اذیت نہیں پہنچائی تھی نہیں سُنی ہے اور وہ حضرت رسول خدا علی اور فاطمہؑ کے نزدیک قابل مواخذہ قرار پایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے یزید وائے ہو تجھ پر کہ کارہائے زشت کو کرنے سے پہلے غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اور ہم اہلبیتؑ اطہار کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور فرمایا اے یزید یہ کیا ظلم ہے کہ اہل حرم کو اسیر کیا ہے جب کہ تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا۔

اب تو اپنے ظلم کا مزہ روز جزا چکھے گا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے چونکہ ہادی برحق تھے اس کو نماز غفیلہ تعلیم کی۔ کہ اس کے ذریعہ اپنے افعال زشت کی تلافی کرے مگر اس کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ نماز غفیلہ پڑھتا۔ (از مترجم) اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کے توفیق ایزدی شامل حال نہیں ہوتی۔ پس کسی مفتی کا یہ کہنا اگر قاتل امام توبہ کرے تو بخشا جاسکتا ہے۔ کس حد تک یہ فتویٰ درست ہے اس کا اندازہ عزا داران امام حسین علیہ السلام خود کر سکتے ہیں قاتل امام حسینؑ یا کسی امام برحق کا کوئی شخص قاتل ہو اس کی نجات ہرگز نہیں ہے ہماری تصنیف عقیدہ عمل اور نجات ملاحظہ ہو۔

یزید کا ستمگاران کوفہ و شام سے قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا

معین الدین روضۃ الشہداء میں تحریر کرتے ہیں کہ جب یزید بظاہر اپنے افعال زشت پر نادم ہوا اور اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان سے اپنی زوجہ ہندہ کی محل سرائے میں لے گیا تو اس نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں میں آپ کی تین حاجتیں پوری کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کے قاتل کو میرے حوالہ کرتا کہ میں اسے قتل کروں اور قصاص لوں یزید نے حکم دیا کہ سرداران کوفہ جو اسیروں کے قافلہ کے ساتھ کوفہ سے شام آئے ہیں حاضر کئے جائیں چنانچہ سرداران کوفہ کہ جو قتل امام حسینؑ کے مرتکب ہوئے تھے بلائے گئے۔ سب سے پہلے خولی حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ کہ تو نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ خولی جانتا تھا کہ یزید کا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ میرا حسینؑ کو قتل کرنے سے کیا تعلق۔ یزید نے اس سے کہا آخر پھر کس نے قتل کیا ہے اس نے کہا کہ سنان بن انس نے قتل کیا ہے یزید نے اس کو طلب کیا وہ حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ آیا تو نے حسین ابن علیؑ کو قتل کیا ہے سنان نے کہا کہ قاتل حسینؑ پر خدا کی لعنت ہو میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ یزید نے غصہ ور ہو کر کہا پھر کس نے قتل کیا ہے کوئی تو قاتل حسینؑ ابن علیؑ ہے شمر ولد الحرام نے کہا اے یزید میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کو قتل کیا ہے یزید نے کہا اچھا کس نے قتل کیا ہے شمر ذی الجوشن نے کہا کہ اس شخص نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کہ خزانہ کھول دیا کہ اسلحہ

جنگ خرید کیا جائے گھوڑے جنگ کے لیے خرید کیے جائیں جب یہ سارا اسلحہ جنگ فراہم ہوگیا تو لشکر ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جاؤ حسینؑ بن علی سے جنگ کرو پھر شمر نے کہا جس نے حسین ابن علی کو قتل کیا ہے وہ یزید بن معاویہ ہے جب یزید نے یہ سنا تو کہا کہ تم میں سے ہر ایک فخریہ طور پر یہ کہتا تھا کہ میں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے آپ سب انکاری ہیں خدا کی لعنت ہو تم پر۔ مؤلف کہتے ہیں کہ جو بھی لشکر عمر بن سعد میں امام حسینؑ سے جنگ کے لیے شریک ہوا وہ از طرف یزید بن معاویہ تھا۔ پس یزید ہی حقیقت میں قاتل امام حسینؑ ہے۔ ابن زیاد، ابن سعد خولی و شمر و سنان سب یزید کے سپاہی ہیں۔ ابن سعد اس لیے قاتل امام حسین ہے کہ آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ نے خبر دی ہے کہ ابن سعد قاتل امام حسینؑ ہے۔ جب کبھی عمر بن سعد کہیں جاتا تو اصحاب کہتے تھے کہ جاء قاتل الحسین۔ کہ حسینؑ کا قاتل آگیا۔ اور چونکہ امام حسینؑ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ابن زیاد میرا قاتل ہے۔ پس ابن زیاد قاتل امام حسینؑ ہے اور یہ سب حکم یزید کے تابع تھے لہذا یزید بن معاویہ قاتل امام حسینؑ ہے اور خداوند عالم نے انبیاء کو خبر شہادت امام حسینؑ دی تو فرمایا کہ یزید کو قاتل فرمایا ہے پس اوّل قاتل یزید ملعون ہے اور شمر ولد الحرام اس لیے قاتل ہے کہ اس نے سر امام حسینؑ تن مبارک سے جدا کیا اور اس وقت آپ کی روح اقدس نے جنت کو پرواز کی۔ مختصر یہ ہے کہ قاتلان امام حسینؑ بے شمار ہیں۔ ؎

در دھر کسی ندید مدیاد
یک کشتہ و صد ہزار جلّاد

ایک ذات اقدس امام حسین علیہ السلام تھی اور سو ہزار جلّاد تھے۔ اب زمانہ ظہور حضرت

قائم آل محمدؐ امام مہدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہ میں قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیا جائے گا۔ جیسا کہ آیۃ مجیدہ۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فقد جعلنا بولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتلؕ انہ کان منصورًا ـــــ بیشک وہ مدد دیا جائے گا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) (اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) قابو دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے) (از مترجم اسی آیت میں خدا کا یہ فرمانا کہ انہ کان منصورا کہ وہ بے شک مدد دیا جائے گا کہ وہ قاتل کو قتل کرے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کے وارث (یعنی قائم آل محمدؐ) کو اس لیے ہی زندہ رکھا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیں۔ یہ انتقام دنیا کے اندر ہے اور آخرت میں اس کے لیے عذاب دائمی ہے)

یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار کو شام میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا۔ اور اہل شام کو یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ اسیران بلا خارجی نہیں ہیں بلکہ اولاد حضرت پیغمبر اسلام ہیں اور ان اسیروں میں فاطمہ و علیؑ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ تو لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا اور یزید کے خلاف لعن و طعن کی گفتگو ہونے لگی۔ یزید نے کوشش کی کہ اس کے خلاف آواز دب جائے اس پر یزید نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ ابن زیاد ملعون نے قتل حسینؑ میں جلدی کی ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ پھر یزید نے حکم دیا کہ قرآن کے الگ الگ جزو بنا کر اہل بازار کو دیئے جائیں تاکہ

وہ لوگ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہیں اور شہادت امام حسینؑ پر تبصرہ کرنے سے باز رہیں تاکہ یزید نشانہ تشنیع نہ بنے۔ چنانچہ اسی دن سے قرآن کے تیس پارے کر دیئے گئے۔ اور اسیران اہلبیت اطہار کو یزید نے ہندہ کے محل میں جگہ دی۔ بروایت روضۃ الشہداء جناب ام کلثومؑ نے درخواست کی کہ ہمیں ایک مکان کا تعین کیا جائے کہ ہم اس میں آزادانہ طور پر عزاء امام حسین برپا کریں۔ چنانچہ ایک مکان برائے عزاداری دیا گیا۔ ہاشمی اور قریشی خواتین آئی تھیں اور امام حسینؑ کا پرسہ دیتی تھیں حضرت ام کلثوم مرثیہ پڑھتیں اور تمام عورات گریہ وزاری کرتیں۔ آپ کے مرثیہ کا فارسی ترجمہ بصورت نظم یہ ہے کہ ؎

افسوس کہ بیمونس و غمخوار بماندیم
رفتند عزیزان وز غم خوار بماندیم
آزاد شدند از غم این دام کہ ایشان
ما در مہلکہ و فتنہ گرفتار بماندیم
افکار شد از غم دل ایشان کہ برفتند
ما نالہ کنان بادل افگار بماندیم
در خاک بخفتند و دل از ما بہ نہفتند
افسوس کہ در حسرت دیدار بماندیم
عیسیٰ نفسی بود طبیب ہمہ دلہا
بگذشت و ہمہ بادل و بیمار ماندیم

ان درد بھرے اشعار میں درد و غم کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے کہ وا حسرتا کہ ہم بغیر مونس و غمخوار رہ گئے یعنی ہم عاجز و بے مددگار ہو گئے ہمارے وارث

قتل کر دیئے گئے۔ قرابتدار چلے گئے۔ ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم غم نصیب رہ گئے۔ ہم مصائب اور دشواریوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ جو جام شہادت پی چکے آزاد ہو گئے۔ وہ غم سے آزاد اور ہم نالہ کناں باقی ہیں۔ وہ خاک میں سو رہے ہیں یعنی مدفون ہیں۔ اور ان کی یاد ہمارے دلوں میں پوشیدہ ہے اور ہمیں حسرت دیدار باقی ہے وہ عیسیٰ نفس تھے یعنی ہماری زندگی انہی کے دم سے تھی وہ تمام دلوں کے لیے طبیب تھے وہ گزر گئے اور ہم سب کے سب بادل غم و الم باقی ہیں۔ الحاصل امام زین العابدین علیہ السلام غالباً یزید کے کہنے پر یزید کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تھے۔ جب یزید نے دیکھا کہ اب اہلبیتؑ اطہار کا زندان میں میری رسوائی کا سبب ہے تو اس نے حکم دیا کہ تمام اسیران کربلا کو زندان سے رہا کیا جائے اور ان کی رہائی کے بعد اس نے ایک خاص مجلس قائم کی اور ان بیکسوں کے سامنے زبان معذرت کھولی۔ اظہار ندامت کیا۔ مال و اموال اور اسباب وغیرہ فراہم کیا۔ اور اس نے ام کلثومؑ کی طرف رخ کر کے کہا اے بنت علیؑ۔ یہ درہم و دینار بصورت عوض خون حضرت حسین ابن علی ہیں اور آپ لوگ مجھ سے راضی ہوں حضرت ام کلثومؑ نے صرف اتنا فرمایا اے بے حیا میرے بھائیؑ کے ایک بال کی برابر یہ درہم دینار کیوں کر ہو سکتے ہیں ساری دنیا اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یزید نے پھر امام زین العابدین علیہ السلام سے خطاب کیا اور کہا۔ اذکر حاجتک الثلاث التی وعدتک بقضائھن اے سید سجاد کوئی خواہش ہو تو بیان کرو میں تمہاری تین حاجتیں بر لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میری حاجت یہ ہے کہ ان تریني وجہ سیدی و مولای و ابی -

کہ ہمیں ہمارے بزرگوار حسینؑ کا سر مبارک دکھا دے تاکہ ہم ان کی زیارت کر سکیں۔ اور دوسری حاجت یہ ہے کہ ہمارا سامان جو کچھ کہ تیرے لشکر نے لوٹ لیا ہے وہ واپس کر دے۔ تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے تو ایک امین دیانتدار شخص کو مقرر کر کہ وہ اہلبیتؑ نبوت کو مدینہ پہنچا دے۔ یزید نے جواباً کہا کہ تم اپنے پدر بزرگوار کا سر ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور میں تم کو قتل نہیں کروں گا اور حرم رسالت کو کسی غیر کی سپردگی میں مدینہ نہیں بھیجوں گا۔ تم اہلحرم کو لے کر جاؤ گے۔ اور مال کے متعلق یہ ہے کہ اس کا عوض دینے کے لیے تیار ہوں بلکہ مال سے زیادہ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تیرا مال لینا نہیں چاہتا۔ ہمارے مال واسباب میں مقنعہ فاطمہؑ زہرا، قلادہ، اور ان کا پیراہن ہے یہ چیزیں ہمیں واپس دلا دی جائیں۔ تاکہ دست زہرا سے مس شدہ چیزیں نامحرم کے پاس نہ رہیں۔ پس یزید نے حکم دیا کہ یہ تمام چیزیں جو لوٹ لی گئی تھیں فوراً واپس کی جائیں۔ کیا کچھ واپس ہوا اس کا کسی معتبر کتاب میں تفصیلاً ذکر نہیں ہے البتہ کتب متاخرہ میں ہے کہ جب لوٹ کا مال واپس لایا گیا تو ایک پیراہن خون آلودہ تھا جو تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اس نے سوال کیا کہ یہ کہا خیر ہے آپ نے فرمایا ھذا قمیص الحسینؑ کہ اے یزید یہ حسینؑ مظلوم کا کرتہ ہے جو اخنش بن مرثد ملعون نے حضرت کے بدن مبارک سے اتارا تھا۔ یزید نے کہا کہ یہ بوسیدہ اور کہنہ لباس حسینؑ نے کس لیے پہنا تھا۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ بوجہ بوسیدگی لباس کوئی اس لباس کو نہیں اتارے گا۔ اور یہ چاک چاک اس لیے ہے کہ نیزہ و تلوار و تیر سے چھلنی ہو رہا ہے اس وقت جب کہ اہلبیت اطہار نے وہ قمیص خون آلودہ

دیکھی تو گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ روایت ہے کہ یہی خون آلودہ قمیص امام حسینؑ بروز محشر آپ کی سوگوار ماں فاطمہؑ زہرا لے کر زیر عرش اس کی اور قائمہ عرش کے پاس کھڑی ہو فریاد کریں گی خدا وندا میں انصاف چاہتا ہوں۔

یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو مدینہ جانے کی اجازت دینا

ابی مخنف مقتل میں لکھتا ہے۔ قال الراوی فاعطاھم مالا کثیرا واخلعت علی کل واحد منھن وزاد علیھم من الثیاب والحلی والاثاث بعوض ما اخذ منھن۔ کہ یزید نے ان کو مال کثیر اور لباس ہائے فاخرہ عطا کئے۔ اور حکم دیا کہ شتران خوش رفتار لائے جائیں ان پر کجاوہ محملین سجائی جائیں ان پر پردے ڈالے جائیں اور رئیس لشکر کو حکم دیا کہ پانچ سو سواران کے ہمراہ کئے جائیں اور پوری عزت و حرمت کے ساتھ اہلبیتؑ کو مدینہ لے جائیں بنابر مشہور نعمان بن بشیر انصاری اس حفاظتی دستہ کا قائد مقرر ہوا تھا لیکن کامل السقیفہ میں ہے کہ عمرو بن خالد قرشی رئیس قافلہ تھا۔ یزید نے نعمان بن بشیر انصاری کو اس امر کی تاکید کی تھی کہ سید سجادؑ علی ابن الحسینؑ کو باحفاظت تمام واسائش مدینہ پہنچایا جائے۔ اور اثنائے راہ اہلبیتؑ طاہرین میں سے کسی مخدرہ کو اونٹوں کے تیز رفتاری سے تکلیف نہ پہنچے۔

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب یہ تمام انتظامات

مکمل ہو گئے تو یزید نے حضرت سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی اور اولاً ابن زیاد بدنہاد کو سخت برا کہا اور دشنام دیں اس پر لعنت بھیجی کہ ابن مرجانہ نے قتل حسینؑ میں عجلت سے کام لیا ہے۔ اگر میں ہوتا تو جو کچھ تمہارے پدر بزرگوار فرماتے اس پر عمل کرتا۔ اور میں حسینؑ کو قتل نہ کرتا۔ لیکن میں کروں خدا نے ایسا نہ چاہا اب میری آپ سے یہ خواہش ہے کہ مدینہ پہنچ کر جو کچھ حاجت ہو مجھے تحریر کریں میں اُسے پورا کروں گا۔ اس وقت حضرت سید سجاد پر گریہ طاری ہو گیا۔ یزید نے اہلبیتؑ اطہار کو رخصت کیا کہ مدینہ منوّرہ واپس جائیں۔

اہلبیتؑ اطہار کی شام سے مدینۂ منوّرہ واپسی

الشیخ فخر الدین طریحی کتاب منتخب فرماتے ہیں کہ فسار القاعد بھم وکان یتقدمہم تارۃ وبتاخر منھم تارۃ۔ کہ رئیس قافلہ بشیر یا عمرو بن خالد نے اہلبیتؑ اطہار کے قافلہ کو نہایت ادب واحترام کے ساتھ کوچ کا حکم دیا۔ اہلبیت اطہار اس شہر شام میں کربلا سے پہنچے ہیں تو یہ حالت تھی کہ۔ ے

ع شامیان بستند بازوئے زینبؑ و کلثوم را

لیکن اب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تو پردہ دار محملوں میں سوار تھے۔ قریشی عورتوں نے روانگی کے وقت الوداع کیا۔ رئیس قافلہ نے شام سے براہ راست معروف راستہ سے مدینہ منوّرہ جانا چاہا مگر اہلبیت اطہار کی یہ خواہش تھی کہ کربلا ہوتے ہوئے واپسی ہو تاکہ پھر ایک مرتبہ زمین کربلا پر سونے والوں کی قبروں کو بوسہ دے سکیں۔ اور زیارت قبور شہیدان کربلا ہوئے اہلبیت اطہار نے نعمان بن بشیر انصاری سے التماس کیا کہ ہمیں کربلا کے راستہ سے مدینہ لے

چلیے ہم شہیدوں کی قبروں کی زیارت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے کربلا کی راہ اختیار کی۔ مرحوم السید لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ جب اہلحرم کا قافلہ عراق پہنچا یعنی کوفہ پہنچا تب اہلبیتؑ نے رئیس قافلہ سے کربلا جانے کے لیے استدعا کی۔ قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدلیل مر بنا علی طریق کربلا اس خبر سے اور کلام شیخ طبرسیؒ سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین مع اہلبیتؑ اطہار شام سے اوّل کوفہ پہنچے ہیں اور کوفہ سے مدینہ روانہ ہو گئے ہیں۔ بہر حال اہلبیتؑ اطہار کا کربلا پہنچنے کا حال تحریر کیا جاتا ہے ے

رُو سوئے کرب بلا کن کہ من خونشدہ دل　　گفتگو ہا بسر قبر برادر دارم
رُو سوئے کرب بلا کن کہ من از شعلہ آہ　　شمع ہا بہر مزار علی اکبرؑ دارم

یعنی کہ سیدہ اہلبیتؑ اطہار زینبؑ خاتون رئیس قافلہ سے کہا کہ بسوئے کربلا چلو تاکہ میں اپنے بھائی کی قبر پر جا کر گفتگو کروں کچھ شام کے حالات اسیری بیان کروں۔ اور ہمیں کربلا لے چل تاکہ ہم قبر علیؑ پر شمع روشن کر سکیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے اہلبیتؑ اطہار کی فرمائش پر عمل کیا اور راہ کربلا اختیار کی۔ اور جیسے منزلیں طے ہو رہی تھیں شوق زیارت قبور شہداء بڑھتا جا رہا تھا۔ اہلبیت اطہار کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لبوں پر آہیں تھیں۔

قال السید فی اللھوف فلما وصلوا موضع المصرع وجدوا۔ یعنی کہ جیسے قافلہ وارد قتلگاہ سید الشہداء ہوا۔ دیکھا کہ جابر ابن عبداللہ انصاری موجود ہیں اور ان کے ساتھ سادات بنی ہاشم اور آل رسولؐ بھی ہیں جو سب کے سب زیارت قبر امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے ہوئے تھے۔ پس اس وقت

گریہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ مخدّرات نے اپنے موہنہ پر طمانچے مارے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوتیں گریہ و بکا کا شور آسمان تک پہنچا ہے

کربلا یا کربلا یا کربلا! باز گشتہ زینبؑ از شام لا

ای زمین تا چند روز این جسم پاک ماندہ بی غسل و کفن بر روئے خاک

غیر نوک نیزہ زخمش را کہ دوخت غیر زخم تیر بر حالش کہ سوخت

یعنی کہ اے کربلا۔ اے کربلا زینبؑ خستہ جگر اسیریٔ شام سے رہا کر پھر کربلا آئی ہے اس زمین پر یعنی کربلا کی زمین پر چند روز لاش مطہر امام حسینؑ بے گور و کفن پڑی رہی سارے زخم بھر گئے ہیں مگر نوک نیزہ اور تیروں کے زخم تا حال نہیں بھرے۔ اس وقت اسقدر گریہ بلند ہوا کہ جو بھی قتلگاہ میں موجود تھا رو رہا تھا۔ اسی وقت مخدّرات حرم نے اونٹوں سے اپنے آپ کو قبور شہداء پر گرا دیا تھا۔ اہلحرم نوحہ پڑھتے تھے اور تمام لوگ سر و سینہ پیٹ رہے تھے کربلا میں مجلس عزاء امام حسینؑ برپا تھی۔

بزبان حال حضرت زینبؑ خاتون نوحہ و مرثیہ حسب ذیل ہے ؎

پس از تو جان برادر چہ رنج ہا کہ کشیدم
چہ شہر ہا کہ نگشتم چہ کوچہ ہا کہ ندیدم
بسخت جانی خود اینقدر نبود گمانم
کہ بی تو زندہ ز دشت بلا بشام رسیدم!
بروں نمود در آندم چو شمر پیرہنت را
بتن ز پنجۂ غم جامہ ہر زمان بدریدم

زدم بچوبۂ محمل سر آں زمان کہ سرِ تی
بنوک نیزۂ خولی سر چو ماہ تو دیدم
میان کوچہ و بازار شام پا برہنہ
سر از خجالت نامحرماں بجیب کشیدم
شدم چو وارد بزم یزید بازوی بستہ
ہزار مرتبہ مرگ خود از خدا طلبیدم
ولی باین ہمہ شادمانم اے شہ خوبان
کہ نقد جان بجہان دادم و غم تو خریدم

ان اشعار میں پہلا شعر جس قدر جذبات غیرت اور بیکسی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے عمر بھر رونے کے لیے کافی ہے بزبان حال شاعر کہتا ہے کہ حضرت زینب بیکس نے اپنے بھائی کی قبر سے خطاب کیا اے بھائی حسینؑ تمہارے بعد جو میں نے رنج اٹھاتے ہیں وہ کیا بیان کروں بس یہ سمجھ لو کہ تمہاری بہن زینبؑ نے اسیری کی حالت میں کون کون سا شہر نہیں دیکھا اور کون کون سے کوچوں سے گزر نہیں ہوا۔ اے بھائی ہم قیدی تھے ستمگار شہر شہر تمہیں پھراتے رہے تماشائیوں کا ہجوم تھا اور علی کی بیٹیاں برہنہ سر تھیں۔ نمعلوم میں سخت جان تمہارے بغیر کس طرح شام کی بلاؤں میں زندہ رہی۔

اس وقت جب کہ میں آپ کا سر خولی کے نیزہ پر دیکھتی تو محمل پر اپنا سر زخمی کرتی تھی۔ میں کوچہ و بازار میں برہنہ پا تشہیر کی گئی۔ میرا سر شرم کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔ جب ہمیں دربار یزید میں لے گئے تو ہمارے شانوں میں ریسمان بندھی ہوئی تھی۔ اور نامحرموں میں سر جھکا ہوا تھا۔ جب میں دربار یزید میں پہنچی تو میں نے

خدا سے بار بار موت طلب کی مگر میں بے پردگی اور اسیری کی مصیبت برداشت کرنے کے لیے زندہ رہی۔ لیکن میرا دل اس بات سے خوش ہے کہ اے شاہ زمن میں نے اس دنیا میں اپنی جان تیرے غم کے لیے وقف کر دی ہے یہ بات محقق ہے کہ اہلبیتؑ اطہار کا قافلہ شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ نعمان بن بشیر یا کوئی دوسرا شخص قافلہ سالار تھا یزید نے اہلبیتؑ کی روانگی کے وقت کوئی ایسا اشارہ نہیں کیا تھا کہ اہلبیتؑ کو عراق لیجائیں اور کوفہ دیکھیں غالباً ایسا اس لیے نہیں کیا گیا کہ عراق میں شیعان علیؑ زیادہ ہیں ایسا نہ ہو کہ جب لوگ حضرت سیّد سجادؑ کو اس حالت میں دیکھیں گے تو خروج و فتنہ برپا نہ ہو۔ بنابریں یزید نے حکم دیا کہ اہلبیتؑ کو مدینہ لیجاؤ۔ پس نعمان ابن بشیر بغیر اذن یزید اہلبیتؑ کو کربلا لے گیا تھا۔ قال السید فی اللھوف قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدلیل مرنا علی طریق کربلا۔ مرحوم سیّد کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ براہ راست مدینہ پہنچے ہیں اور عراق میں آنا اس سبب سے تھا کہ یہی راستہ عراق ہوتا ہوا مدینہ پر ختم ہوتا ہے اور یہ راستہ بہ نسبت دوسرے راستوں کے کم تر ہے۔

رئیس قافلہ جیسا کہ ذکر کیا گیا نعمان بن بشیر انصاری تھا یا کوئی اور دوسرا شخص تھا لیکن کتاب احتجاج میں شیخ طبرسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت زینب خاتون کے خطبات اور حضرت سید سجادؑ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس قافلہ جذلم بن بشر الاسدی تھا اس کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ نام بشر بن جذلم تھا۔ لیکن عام ذاکرین ان ناموں کی جگہ بشیر ابن جذلم کہتے ہیں یہ شخص شام سے لے کر مدینہ منوّرہ پہنچنے تک قافلہ اہلبیت کے ساتھ

رہا ہے۔ اِس کے خطبوں کی روشنی میں روایت ہے کہ اہلبیت رسولؐ خدا شام سے واپسی پر کوفہ آئے ہیں اور مرد ماں کوفہ نے انتہائی احترام واکرام کے ساتھ حضرت سید سجّاد کی پذیرائی کی ہے مرد و عورت کا ایک اژدھام اہلبیت کے خیام کے نزدیک رہا اور اقامۂ عزا میں شریک رہا۔

اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا اور جناب زینبؑ کا خطاب

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اطہار اسیر ہو کر شام روانہ ہو گئے تو اہل کوفہ دن رات گریہ وزاری کرتے تھے اور بے چین رہتے تھے یہاں تک کہ اسیران آل محمدؐ کی شام سے واپسی ہوئی یہ نہیں معلوم کہ کسقدر عرصہ اہلبیت اطہار اسیری کی حالت میں شام میں رہے۔ لیکن اسقدر ضرور معلوم ہے کہ اہلبیتؑ اطہار بروز چہارشنبہ ۱۶۔ ویں ربیع الاوّل وارد شام ہوئے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کسقدر عرصہ قید رہے۔ البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ زندان کی دھوپ اور رات کی اوس سے اسیران کربلا کے چہروں کے رنگ متغیر ہو گئے تھے۔ اور چند روز اہلحرمؑ ہندہ زوجہ یزید کی فرمائش پر اس کے محل میں رہے ہیں۔ اور پھر علیحدہ ایک مکان میں رہے تاکہ حسب دستور عزاء امام حسینؑ برپا کر سکیں اور پھر مدینہ کے لیے روانگی کی ہے قافلہ اہلبیتؑ رات کو سفر کرتا تھا اور دن کو کسی مقام پر منزل یہاں کہ کوفہ پہنچ گئے ان دنوں میں ابن زیاد ملعون کوفہ میں موجود نہ تھا بصرہ یا شام چلا گیا تھا۔ اس نے چھ ماہ کوفہ میں اور چھ ماہ بصرہ میں

حکومت کی ہے۔ جب اہل کوفہ کو خبر ورود اہلبیتؑ ملی تو اہل کوفہ گھروں سے روتے ہوئے نکل آئے اسقدر مرداں وزنان کوفہ جمع ہوئے کہ کوفہ کے صحرا و بیابان بھر گئے۔ اور بڑے عزّو اکرام کے ساتھ اہلبیتؑ سواریوں سے اترے حضرت زینبؑ نے اس وقت اہل کوفہ کو سخت سرزنش کی اور ان کی بیوفائی پر ان کو شرمندہ کیا۔ جیساکہ ذکر کیا جا چکا کہ قافلہ سالار جذلم بن بشیر تھا۔ مرحوم سیّد نے اپنی کتاب اللہوف میں رئیس قافلہ کا نام بشیر بن جذلم لکھا ہے اور یہی نام عوام میں مشہور ہے۔ چنانچہ بشیر ابن جذلم کہتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اطہار کوفہ میں پہنچے ہیں تو زنان کوفی گھروں سے نکل پڑیں اور ماتم حسینؑ میں گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں مرد وزن نالہ و شیون کر رہے تھے۔ حضرت سید سجاد علیہ السّلام نے فرمایا ھولاء یبکون علینا فمن قتلنا غیرھم یعنی اے اہل کوفہ آج تم ہم پر روتے ہو حالانکہ تم نے اہلبیتؑ نبوۃ کے سردار کو قتل کیا۔ جوانان ہاشمی کو تہ تیغ کیا۔ اس وقت حضرت زینبؑ خاتون نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے خطبۂ احتجاج کا آغاز کیا۔

حضرت زینبؑ خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبۂ احتجاج

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار شام سے رہا ہو کر بعزّت و احترام وارد کوفہ ہوئے۔ تمام مرد وزن گھروں سے نکل پڑے اور عورات کوفہ کی نظریں پردہ داران حرم رسول خدا پر پڑیں تو بیساختہ غم امام حسین علیہ السّلام میں صدائے گریہ زاری

بلند ہوئی۔ لوگوں نے اپنے گریبان پھاڑ ڈالے اور واحسیناہ کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے اس مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے لوگو خاموش ہو جاؤ۔ فارتدت الانفاس وسکنت الاجراس۔ ایسی خموشی طاری ہوئی گویا کہ سانس عقب میں چلے گئے ہیں اور اونٹوں کے جرس اور ہمہمہ کی آوازیں بالکل ختم ہو گئیں ہیں آخر کو علیؑ کی دختر ہیں ولی کائنات کی بیٹی کے ایک اشارے پر پورا مجمع بالکل خموش ہو گیا سناٹے کا عالم طاری ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار خطیب منبر سلونی کے لب ولہجہ میں خطبہ کا آغاز کیا۔

ثم قالت بعد حمد اللہ والصلوٰۃ علی ابی رسول اللہ اما بعد یا اہل الکوفۃ واھل الختر والغدر والخذل والمکر الافلا رقات العبرۃ ولا ھدات الزفرۃ فانما مثلکم کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ھل فیکم الا الصلف والنطف والشنف والکذب وملق الاماء وغمز الاعداء کمرعی علی دمنۃ او کفضۃ علی ملحودۃ الا بئس ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم۔

یعنی اے اہل کوفہ اے اہل مکر و دغا ہم پر گریہ کرتے ہو ہماری آنکھوں کے آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے ہیں تمہارے ظلم و ستم نے ہمارے سینے شق کر دیئے ہیں اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے کہ جو اپنا رشتہ خود باندھتی ہے اور پھر طلاق لے لیتی ہے۔ آزاد ہو جاتی ہے تم نے رشتۂ ایمان خود مستحکم کیا اور خود ہی توڑ دیا۔ اور راہ کفر اختیار کی۔ آگاہ ہو کہ تمہارے سینوں میں سوائے بغض

کچھ اور نہیں ہے۔ تمہارے سینوں میں نرمی ایسی ہے جیسے کہ کنیز کا دل نرم ہو کہ جو جلد ہی دشمن پر اتر آئی ہے یا اس گھاس کی مانند ہے کہ جو مزبلہ وغیرہ پر ہوتی ہے۔ اے کوفیو تم نے آخرت کے لیے ایسا توشہ اختیار کیا ہے جو تمہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں کام آئے گا۔ ابتکون علی اخی اجل واللہ فابکوا فانکم واللہ احریًا بالبکاء ابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا فقد بلیتم بعادها وشنارها ترخصوها ابدا وانی ترخصوہ یعنی کہ میرے بھائی کے قتل ہو جانے کے بعد گریہ وزاری کرتے ہو حالانکہ میرا بھائی اس کا مستحق ہے کہ اس پر گریہ وزاری کی جائے۔ زیادہ رونے کا حکم قرآن میں ہے اور کم ہنسنے کی تاکید کی گئی ہے جو گناہ تم نے کیا ہے یعنی فرزند خاتم النبیین کو قتل کیا ہے اس سے چھٹکارا نہیں ہے قتیل سلیل خاتم النبوۃ ومعدنا الرسالۃ وسید شباب اھل الجنۃ و ملاذ خیرکم ومفار حزبکم ومقر سلمکم ومفزع نازلتکم والمرجع الیہ عند مقاتلتکم ونباء حجتکم ومنار محجتکم الاساء ما قدمتم لانفسکم ان سخط اللہ علیکم وانتم فی العذاب خالدون۔

میرے برادر ذی قدر جگر گوشۂ رسول، نور نظر بتول۔ فرزند حیدر کرار اور روشن کنندہ حجت کو تم نے قتل کر کے اپنے ہاتھ سے کھو دیا رحمت خدا تم سے دور ہو گی۔ اور دائمی عذاب تمہارے لیے مقدر ہو گیا۔ سا ما تذدون لیوم بعثکم فتعسًا تعسًا ونکسًا لقد خاب السعی وتبت الایدی وخسرت الصفقۃ وبؤتم بغضب من اللہ وضربت علیکم الذلۃ والمسکنۃ اے کوفیاں بے وفا تمہارے ہاتھ شل ہو جائیں۔ اور تمہاری کوششیں بار آور نہ ہوں تمہاری تجارتوں میں خسارہ ہو تم پر غضب خدا لازم ہو گیا ہے تم پر ذلت مسلط ہے۔

اتدرون ویلکم ای کبد لرسول اللہ فریتم وای عھد نکثتم وای کریمۃ لہ ابرزتم وایۃ حرمۃ لہ ھتکتم وای دم لہ سفکتم لقد جئتم شیاء ارتکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض۔

اے کوفیو تم نے جگر رسول خدا کو شق کر دیا تم نے ان کے اہلبیت کو برہنہ سر تشہیر کیا۔ اور ان کی اولاد کا ناحق خون کیا نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ لقد جئتم شوا ما حرقاء صلعا و عنقا سواء نقما طلاء الارض وملاء السماء۔ یہ کام جو تم نے انجام دیئے ہیں یعنی کہ اولاد رسول خدا کو قتل کیا ہے احمقانہ ہیں۔ قابل لعن ونفرین ہیں۔ تم نے اپنے گناہوں سے زمین و آسمان بھر دیئے۔ فعجبتم ان تمطر السماء دما و لعذاب الاخرۃ وھم لا ینصرون۔ تعجب ہے کہ تم نے سبط رسول خدا کو قتل کر کے عذاب کر لیا ہے عجیب نہیں کہ آسمان سے خون برسے اور تم عذاب آخرہ سے دوچار ہو۔ فلا یستخفنکم المھل فانہ عزوجل لا یحفزہ البدار ولا یخشی علیہ فوت الثار کلا ان ربک لنا بالمرصاد۔

اے اہل کوفہ تم فخر نہ کرو۔ غرور نہ کرو تم کو تو خدا نے مہلت دی ہے کہ ابھی تم مبتلاء عذاب نہیں ہوئے۔ خدا عاجز نہیں ہے جب چاہے عذاب نازل کرے اس کے بعد آپ نے اس جملہ پر خطبہ تمام کیا کہ اے کوفیو تم آلام ہو اور تم نے ایسا سنگین جرم کیا ہے کہ اپنے رسول کی اولاد ذکور کو قتل کیا اور نبی زادیوں کو اسیر کیا۔ اے لوگو رسول خدا کو روز قیامت کیا جواب دو گے۔ اور رسول خدا دریافت فرمائیں گے کہ میری اولاد کے ساتھ یہ سفاکانہ برتاؤ کیا۔ کیا یہی میری رسالت کا اجر اور اس کی مزدوری ہے کیا میں نے یہ اجر رسالت قرار دیا تھا کہ تم میری اولاد کو تہ تیغ کرنا اور

اہلحرم کو اسیر کرنا جب مجھے حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ تمام ہوا تو آپ نے ان لوگوں کی طرف سے رخ مبارک پھیر لیا۔ بشیر ابن جذلم نے کہا فو اللہ لقد رایت حیاری الناس و قد وضعوا ایدیھم فی افواھھم۔ یعنی خدا کی قسم کہ مردمان کوفہ آپ کی تقریر سن کر مثل ابر باران آنسو برسا رہے تھے اور پشت دست دانتوں پر رکھ رہے تھے جو ایک قسم کا حیرت کا مظاہرہ ہے ایک مرد بزرگ سن رسیدہ میرے نزدیک کھڑا تھا کہنے لگا۔ بابی انتم و امی کھولکم خیر الکھول و شبابکم خیر الشباب و نسوانکم خیرۃ النساء ونسلکم خیر النسل ولا تخزی ولا تبزی۔ یعنی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حق ہے تمہارے عمر رسیدہ با بہترین بزرگان عالم میں تمہارے جوان بہترین جوانان عالم ہیں تمہاری عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے بہتر ہیں تمہاری نسل۔ خاندان عالم میں برگزیدہ ہے تم لوگ ہرگز خوار و ذلیل نہیں ہوسکتے۔ اور نہ کبھی مغلوب ہوسکتے ہو۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس شخص کو دیکھا تو گریہ کرتے ہوئے پایا۔ تو آپ نے فرمایا اے پھوپھی اماں بس خطبہ تمام کیجئے۔ انت عالمۃ غیر معلمۃ فھمۃ غیر مفھمۃ ان البکاء والحزن لا یرد من اباده الدھر اے پھوپھی جان خدا کا شکر ہے کہ آپ عالمۂ غیر معلمہ ہیں یعنی کہ کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ دانا ان میں کوئی آپ کا مقابل نہیں ہے آپ اسقدر دل برداشتہ نہ ہوں پس حضرت زینبؑ خاتون نے بفرمودہ امام زین العابدین علیہ السّلام خطبہ تمام کیا۔ بروایت ابی مخنف اس وقت وہ مظلومہ خطبہ دے کر بیٹھ گئیں اور بھائی کی یاد میں آنسو برساتی رہیں شیخ طبرسی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ ثم نزل علیہ السلام و ضرب فسطاطہ

وانزل نسائہ و دخل الفسطاط یعنی آپ کے خطبہ کے تمام ہونے پر سید سجّاد اپنے مرکب سے اترے اور پھر تمام اہلحرم اپنی اپنی سواریوں سے اترے اور داخل خیمہ ہوئے۔ مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ یہ حضرت زینب نے خطبہ کربلا سے کوفہ پہنچنے پر دیا ہے یا شام سے واپسی پر جب کوفہ پہنچی ہیں تو دیا تھا۔ عبارت شیخ طبرسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطبہ دوسری مرتبہ کوفہ پہنچنے پر دیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ قال خذلم شتر الاسدی لما اتی علی بن الحسین یعنی کہ خذلم رئیس قافلہ کہتا ہے اور یہ شخص اس قافلہ کا رئیس تھا اور شام سے بحکم یزید مامور تھا کہ اہلبیتؑ کو احترام و اسائش کے ساتھ مدینہ پہنچائے۔ اور جب اہلبیتؑ کربلا سے اسیری کی حالت میں کوفہ پہنچے ہیں تو خطبہ دینے کی اجازت و مجال نہ تھی اور آپ کے اس خطبہ کے بعد فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی اہل کوفہ سے خطاب فرمایا ہے۔

جناب فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب

مرحوم سیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ زید بن موسیٰ نام روایت کرتا ہے کہ مجھے خبر دی میرے پدر بزرگوار نے کہ جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے کوفہ میں حضرت زینبؑ خاتون کے خطبہ کے بعد اہل کوفہ سے خطاب کیا ہے الحمد للہ عدد الرمل والحصیٰ و زنۃ العرش الی الثریٰ احمدہ وا ومن بہ واتوکل علیہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وان اولا د

ذبحو بشط الفرات بغیر دخل ولا تراب ۔ یعنی حمد ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی بعدد ذرات بیابان اور سنگینیٔ عرش تا تحت الثریٰ، اور میں ایمان رکھتی ہوں اور توکل رکھتی ہوں خدائے وحدہ لاشریک لہ پر اور شہادت دیتی ہوں کہ خدا واحد دیکھتا ہے وہی قابل عبادت ہے ۔ وہی معصوم حق ہے اور اس کے رسول محمدؐ عربی نبی برحق ہیں ۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اولاد رسولؐ خدا نہر فرات کے کنارے پیاسی شہید ہوئی ہے حالانکہ نہ ان کے ذمہ کوئی مواخذہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی جرم تھا ۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اللھم انی اعوذ بك ان افتری علیك الکذب وان اقول علیك خلاف ما انزلت علی نبیك من احد العھود لوصیۃ علی بن ابی طالب المسلوب حقہ المقتول من غیر ذنب کما قتل ولدہ بالامس فی بیت من بیوت اللہ فیہ معشر مسلمۃ بالسنتھم یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ میں تیری طرف افتراء سے کام لوں، یا دروغ کو نسبت دوں ۔ یا اس کے خلاف زبان کھولوں کہ جو تو نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰؐ پر نازل فرمایا ہے یا اس کے خلاف گفتگو کروں کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا ہے ۔ یا یہ امر پوشیدہ رکھوں کہ علی ابن ابی طالبؑ کو بے جرم و خطا قتل کیا گیا ہے ۔ اور ان کا حق غصب کیا گیا ہے ۔ اور ان کی اولاد کو قتل کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں نے قتل کیا ہے کہ جو تیرے نبی کے کلمہ گو ہیں ۔ تعسا لرؤسھم ما دفعت عنہ ظلما فی حیوتہ ولا عند مماتہ حتی قبضتہ الیك محمود النقیبہ طیب العریکۃ معروف المناقب مشھور المذاھب ۔ یعنی ایسا مسلمان ہونے پر تف ہے کہ

ان بزرگوں کی حیات میں آنحضرت سے ظلم کو دفع کیا اور نہ ہی حیات و موت کے ہنگام ضرر و نقصان کو رفع کیا ۔ حالانکہ ان بزرگوار، اطہر مطہر کو مسلمانوں نے خود طلب کیا اور وہ تمہاری طرف تشریف لائے یعنی کہ امام حسینؑ کو کوفیوں نے طلب کیا اور پھر آپ سے انحراف کر لیا ۔ لم تاخذہ فیك اللھم لومۃ لائم ولا عذل عاذل ھذبتہ یا رب بالاسلام صغیرا وحمدت یا رب مناقبہ کثیرا ولم یزل ناصحا لك و للرسولك حتی قبضتہ الیك زاھدا فی الدنیا غیر عنیھا راغبا فی الاخرۃ مجاھدا لك فی سبیلك رضیتہ و ھدیتہ الی صراط مستقیما مابعد یا اھل الکوفۃ یا اھل المکر و الغدر و الحیل فانا اھل البیت ابتلانا اللہ بکم و ابتلاکم بنا فجعل بلائنا حسنا ۔

اے اہل کوفہ والے اہل مکر و فریب و دغا بدرستیکہ خداوند عالم نے ہم اہلبیتؑ نبوۃ کا امتحان لیا ہے اور ہمیں تمہارے ذریعہ سخت آزمائش میں ڈالا ہے ۔ اور ہماری ابتلاء کو نیکی قرار دیا ہے ۔ وجعل علمہ عندنا فھمہ لدینا فنحن عیبۃ علمہ و وعا فھمہ وحکمۃ وحجتہ علی الارض فی بلادہ لعبادہ اکرمنا اللہ بکرامۃ و فضلنا نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کثیرا من خلق تفضیلا خدائے قدوس کے ہم نزدیک ہیں اور خدا ہمارے قریب ہے ۔ علم و حلم خدا ہمارے ہی گھرانے میں ہے ۔ حکمت و فہم ہمارے ہی پاس ہے خداوند عالم نے ہم کو شرف اس طرح عطا کیا ہے کہ محمد عربیؐ ہمارے جد ہیں جو کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں ۔ کذبتمونا و کفرتمونا و رایتم قتالنا حلالا و اموالنا نھبا کانا اولاد ترك و کابل ۔ تم لوگوں نے (یعنی اہل کوفہ نے)

ہماری تکذیب کی ہمیں جھٹلایا ہمیں کافر و خارجی بتلایا ہے ۔ ہم کو قتل کرنا جائز سمجھا ۔ ہمارے مال و مال غنیمت قرار دیا ۔ ہمیں لوٹا اور اسباب کو غارت کیا گویا ان کے نزدیک ہم آل رسولؐ نہیں ہیں ۔ بلکہ ترک یا کابل ہیں ۔ قتلتمونا کما قتلتم جدنا بالامس وسیوفکم تقطر من دمائنا اهل البیت لحقد ۔ اے اہل کوفہ تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ۔ ہمارے جد علی مرتضیٰؑ کو تلوار سے شہید کیا قرت لذلك عیونکم وفرحت قلوبکم یعنی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور دل خوش ہو گئے ۔ افترا منکم علی الله ومکرا مکرتم والله خیر الماکرین ۔ تم نے افترا (بہتان) باندھا اور خدا کے ساتھ مکر کیا لیکن تم جاننا چاہیئے کہ خدا ہر ایک مکر کو کاٹ دیتا ہے اور وہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے فلا تدعون انفسکم الی الجدل بما اصبتم من دمائنا ونالت ایدیکم من اموالنا فما اصابنا من المصائب الجلیلة والرزایا العظیمة فی کتاب من قبل ان نبراها ان ذلك علی الله یسیر ۔ اے کوفہ والو خوش نہ ہو اس پر کہ تم نے ہمارا خون کیا ہے ہمارا مال غارت و برباد کیا ہے ۔ ہمارے لیے یہ مصائب جو تم نے ہم پر ڈالے ہیں موجب سعادت ہیں اور خدا نے پہلے ہی سے مقرر فرما دیئے ہیں یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم ان پر صبر کریں ۔ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتیکم والله لا یحب کل مختال فخور تبا لکم فانتظروا اللعنة والعذاب وکانما قد حل بکم وتواترت من السماء نقمات فیسحتکم بما کنتم ویذیق بعضکم بأس بعض ثم تخلدون فی العذاب الالیم یوم القیمة بما ظلمتمونا الا لعنة الله علی القوم

الظالمین ۔

اے لوگو اپنے گزشتہ افعال پر شرمندگی محسوس نہیں کرتے ۔ اور جو کچھ تمہارے ہاتھ لگ گیا اس پر خوش ہو ۔ خدا ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھا ۔ تم منتظر عذاب نعمت رہو ۔ اور غضب الہٰی کے منتظر رہو ۔ بروز قیامت آتش جہنم میں دائمی طور پر رہو گے ۔ اتدرون ایة ید طاعنتنا منکم وایة نفس نزعت الی قتالنا ام بایة رجل مشیتم الینا تبغون محاربتنا ۔ وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ جانتے ہو کہ تم کیسے نیزہ ہم پر چلائے ہیں ۔ اور ہمارے قتل پر راضی تھے ۔ قست قلوبکم وغلظت اکبادکم وطبع علی افئدتکم وختم علی سمعکم وبصرکم وسول لکم الشیطان اعمالکم وجعل بصرکم غشاوة وانتم لا تهتدون ۔ اے اہل کوفہ اب تم جو روتے ہو ۔ اس کا کیا فائدہ تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں ۔ تمہاری آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑ گیا ہے شیطان تم پر مسلّط ہے ۔ تبا لکم یا اهل الکوفة ای ترات لرسول الله قبلکم و ذحول له لدیکم بما غدرتم باخیه علی بن ابی طالب جدی و بنیه وعترة الطاهرین الاخیار فافتخر بذلك مفتخر فقال نحن قتلنا علیا وبنی علی بسیوف هندیة ورماح خطیة وسبینا نساءهم سبی ترك ونطحنا هم فای نطاح ۔ اے اہل کوفہ کہ تم کس قدر عداوت و کینہ رکھتے ہو اور تم نے اسی مکر و غور کی وجہ سے رسولؐ خدا کے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو قتل کیا ۔ اور اب اولاد علیؑ کو ہندی تلواروں سے قتل کیا اور فخر کرتے ہو ۔ ان کے اہل حرم کو قیدی بنایا ۔ ایها القائل الکثکث الاثلب افتخرت بقتل قوم زکاهم الله وطهرهم واذهب عنهم الرجس

فاکظم وا قعہ کما اقعیٰ ابوک فانما لکل امرئ ما اکتسب وما قدمت یداہ
تم علیؑ اور اولاد علیؑ کو قتل کر کے فخر کرتے ہو تمہارے موہنہ میں خاک ہو کہ تم
نے ان کو قتل کیا کہ جن کو خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے جو کرتوت تم نے کیئے
ہیں وہ سب خدا کے علم میں ہیں۔ اور تم اپنے کیفر کردار کو پہنچو گے اوراحد تمونا
ویل لکم علی ما فضلنا اللہ۔ تم پروائے ہو کہ تم ہماری فضیلتیں دیکھ
کر ہم سے حسد کرتے ہو۔ ذیتا ان جاش دھرا بجوہ نا وبحرک ما
یواری الدعامصا۔ یعنی کیا گناہ ہے کہ اگر دریائے فضل و کرم الہی ہمارے
حق میں جوش زن ہوں۔ اور تمہارے لیے دریا خشک ہو جائے یعنی تمہارے
شامل حال فضل خدا نہ ہے تو جب دریا خشک ہو جاتا ہے تو دریائی چیزیں بھی
خشک ہو جاتی ہیں اور نظر آنے لگتی ہیں تمہارے گناہ تمہیں قیامت میں نظر آئیں
گے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور
راوی کہ زید بن موسیٰ تھا کہتا ہے کہ خدا کی قسم جب ان کلمات خطبہ پر جناب
فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا پہنچیں تو جوان و پیر سب ڈھاریں مار مار کر رو رہے
تھے۔ فقالوا حسبک یا بنت الطیبین فقد احرقت قلوبنا والضجت نحورنا واضرمت اجوافنا
سب لوگوں نے کہا اے پاک و پاکیزہ باپ کی بیٹی یعنی اے دختر حسین ابن علیؑ ہمارے
دلوں کو تم نے گرما دیا۔ ہمارے سینوں میں تڑپ پیدا کر دی۔ اب ہم آتش حسرت
سے جل رہے ہیں فسکتت پس آپ خموش ہو گئیں۔

حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا

قال السید فی اللھوف وخطبت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام فی ذلک
الیوم من وراء کلتھا رافعۃ صوتھا بالبکاء فقالت۔
یعنی کہ سید مرحوم اپنی کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ اسی روز جناب ام کلثوم دختر
حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے در پس پردہ بلند آواز گریہ کرتے
ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا یا اھل الکوفۃ سوءۃ لکم ما لکم خذلتم حسینا و
قتلتموہ وانتھبتم اموالہ وورثتموہ وسبیتم نسائہ ونکبتموہ۔ اے اہل کوفہ
تمہارا بُرا حال ہو اس سبب سے کہ تم نے اپنے رسولؐ کے نواسہ کو شہید کیا ان
کا مال و متاع لوٹ لیا اور غارت کیا۔ ان کی بہنوں۔ بیٹیوں اور حرم کو اسیر بنایا۔
اور ان کی لاش مطہر کو بے کفن و دفن چھوڑ دیا۔ فتبا لکم وسحقا ویلکم
اتدرون ای دواہ دھتکم وای وزر تحملتم وای دم سفکتم وای
دم سفکتم وای کریمۃ اصبتموھا وای صبیۃ سلبتموھا وای اے اہل کوفہ والے ہو تم پر اور
تمہارے چہروں کو پر اُف ہو کہ تم نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر کسقدر سنگین
کام کیا ہے۔ اور کسقدر وزن گناہ اپنے دوش پر اٹھایا ہے۔ اور کس قدر پاک و
پاکیزہ خون بہایا ہے اور کسقدر عورات مخدرات کو رلایا ہے۔ اور کسقدر پردہ داروں
کے مقنع چھینے ہیں۔ قتلتم خیر رجالات بعد النبیؐ ونزعت الرحمۃ من قلوبکم الا ان
حزب اللہ ھم الغالبون وحزب الشیطان ھم الخاسرون۔

یعنی کہ اے اہل کوفہ تم نے ان کو قتل کیا کہ جو بعد رسول خدا تمام عالم میں برگزیدہ تھے۔ تمہارے دلوں سے رحم بالکل جاتا رہا ہے۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہیں غلبہ حاصل ہو گیا ایسا نہیں ہے کیونکہ حزب اللہ ہمیشہ حزب شیطان پر غالب ہوتا ہے۔ پھر جناب ام کلثومؑ نے بچشم گریان یہ اشعار پڑھے ؎

قتلتم اخی صبرًا فویل لامکم ستجزون نارا حرها تتوقد

یعنی کہ اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں تم نے برادر عزیز حسین ابن علیؑ کو مہمان بلایا اور بڑی خواری وزاری کے ساتھ قتل کر دیا۔ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے کہ حیوانات کو بھی صبر کے ساتھ قتل نہ کرو اور تم لوگوں نے میرے بھائیوں کو گھیرے میں لے کر تلواروں تیروں کا نشانہ بنایا۔ تم آتش دوزخ کا مزہ چکھو گے ضرور چکھو گے۔ ؎

سفکتم دماء حرم اللہ سفکها وحرمها القرآن ثم محمدؐ

خون ناحق بہانا حرام ہے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے خون بہانا حرام قرار دیا ہے ؎

الا فابشروا بالنار انکم غدًا لفی سقر حقا یقینا تخلد

وانی لابکی فی حیواتی علی اخی علی خیر من بعد النبی سیولد

بدمع غزیز مستهل ومکفکف علی الخد منی دائما لیس یجمد

ماحصل یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا اے اہل کوفہ اور اے قاتلان حسینؑ تمہیں جہنم کی بشارت ہو اور تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ جناب ام کلثومؑ کا خطبہ جب اس مقام پر پہنچا کہ میں زندگی بھر رویا کروں گی۔ فضج الناس بالبکاء والحنین والنوح ونشرت النساء شعورهن ووضعن التراب علی رؤسهن وخمشن

وجوههن وضربن خدودهن ودعون بالویل پس مردمان کوفہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ آواز گریہ فلک تک گئی۔ عورات کوفہ نے اپنے بال پریشان کر دیئے بالوں کو کاٹ ڈالا۔ مونہہ طمانچے لگائے اور سب کے سب یہ کہنے لگے کہ ہم رسول خدا اور فاطمہ زہرا کو کیا جواب دیں گے۔ وبکی الرجال ونتفوا حاهم فلم یرباکیة وباک اکثر من ذلک الیوم۔ مرد و زن نوحہ وزاری کر رہے تھے۔ اور مردمان کوفہ نے اپنی ڈاڑھیاں نوچ ڈالی تھیں سروں پر خاک ڈالی تھی۔ ایسا شور گریہ اور غمگین حالت اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار جب کربلا سے اسیر ہو کر پہلی مرتبہ کوفہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہل کوفہ ابن زیاد ملعون کے خوف کی وجہ سے گھروں میں چھپے ہوئے تھے۔ ان کی عورتیں گریہ وزاری کرتی تھیں۔ اس وقت جو پاسبان قافلہ تھے ان کے جور وستم کی وجہ سے اہلبیتؑ اطہار بھی ہراسان تھے۔ لہٰذا اس موقع پر خطبہ دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا شیخ صدوقؒ کتاب امالی میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے پہرہ دار مقرر کئے تھے کہ کوئی اہلبیتؑ کی بات نہ سننے پائے۔ اور یہی پہرہ دار لوگ اسیروں کو کوچہ و بازار میں پھراتے تھے۔ بعدہ ان کو زندان میں بھیج دیا گیا۔ اسیروں کے لیے اس وقت نہ کوئی خیمہ تھا نہ قنات تھی کہ اہلبیتؑ خیمہ سے نکل کر خطبہ دیتے۔ پس اسیران مخدرات نے دوسری مرتبہ کوفہ پہنچنے پر خطبے دیئے ہیں۔

شیخ طبرسی احتجاج میں فرماتے ہیں۔ لما اتی علی بن الحسینؑ زین العابدین بالنسوة من کربلا ------ الخ اور ایسا ہی دوسری روایت میں ہے کہ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اسیران کربلا شام کی قید سے رہا ہوتے

کے بعد اوّل کوفہ پہنچے ہیں اور پھر رئیس قافلہ ان کو ان کی خواہش کے مطابق کربلا لے گیا ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کے والد ماجد اعلی اللہ مقامہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ شام سے واپسی پر اہلبیتؑ اطہار پہلے کوفہ اور پھر کوفہ سے کربلا اور بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور مؤلف کتاب نے بھی اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے چنانچہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ بھی سپرد قرطاس کیا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا

قال الشیخ طبرسیؒ ثم نزل وضرب فسطاط وانزل نسائه ودخل الفسطاط یعنی کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام گھوڑے سے اُترے اور خدام چاروں طرف گھیرے ہوئے تھے خیمہ جانے کی بجائے پہلے آپ نے مخدرات اہلبیت اطہار کو باہتمام خاص سواریوں سے اتارا۔ اور ان کو خیمہ میں لے گئے بعدازاں آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اس وقت ایک اژدہام مردمان کوفہ تھا اور ایک سیّد سجادؑ کی زیارت کے لیے بے چین تھا۔ اور نوحہ وزاری کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ قال حذلم بن خرج زین العابدین علیہ السلام الی الناس واومی الیهم ان اسکتوا فسکتوا وهو قائم۔ حذلم کہتا ہے کہ حضرت سید سجادؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اشارہ کیا کہ خموش ہو جاؤ چنانچہ تمام مردمان کوفہ اور عورتیں سب خموش ہو گئے حضرتؑ نے کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا محمد الله واثنی علیه وصلی علی نبیه۔ بعداز حمد وثنا الٰہی و درود وسلام

پر رسالت پناہی فرمایا۔ ایها الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا علی بن الحسین اے اہل کوفہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں حسینؑ شہید کربلا کا بیٹا ہوں علی میرا نام ہے۔ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ حسینؑ کون تھے انا ابن المذبوح بشط الفرات من غیر ذحل ولا تراث۔ وہ حسینؑ کہ جنہیں نہر فرات کے کنارے قتل کیا گیا حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا انا ابن من انتهك حریمه وسلب نعیمه وانتهب ماله وسبی عیاله اے مسلمانوں میرا پدر مسلمان تھا بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ ہے۔ میرے پدر کو لوگوں نے مسلمان بھی نہ سمجھا حالانکہ وہ اصل اسلام تھے۔ مسلمانوں نے ان کی بے حرمتی کی اور بعد قتل ان کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا لباس بعد شہادت جسم سے اتار لیا گیا انا ابن من قتل صبرا فکفی بذلك فخرا۔ اے لوگو میرے پدر بزرگوار کو بصبر قتل کیا ہے اور یہ چیز ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔ اے مومنین صبر کے ساتھ قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے انسان تو انسان حیوان کو بھی صبر کے ساتھ قتل کرنا منع ہے اور صبر کے ساتھ قتل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ حیوان کو گھیرے میں لے کر اسقدر اس پر سنگ باری کی جائے کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے اس طرح مارنا گناہ ہے بلکہ حکم ہے کہ اگر جانور کو ذبح کرو تو پہلے اُسے سیراب کر لو۔ پیاسا ذبح نہ کرو۔ میرے پدر بزرگوار پر ابن سعد کی فوج کا ہر سپاہی حملہ کر رہا تھا۔ کوئی تلوار، کوئی تیر، کوئی نیزہ، کوئی سنگ باری کر رہا تھا۔ ایها الناس ناشدتکم بالله هل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخدعتموه۔ اے اہل کوفہ تمہیں خدا کی قسم ہے آگہی حاصل کرو کہ کوفہ والوں نے کسقدر خطوط بھیج کر میرے پدر عالیقدر کو بلایا تھا۔

اور پھر ان لوگوں نے مکر و دغا کی ۔ اعطیتموہ من انفسکم العھد والمیثاق والبعث وقاتلتموہ وخذلتموہ ۔ یعنی کہ کوفیوں نے میرے بابا کے ساتھ عہد و میثاق کیا تھا ۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور بیعت سے انحراف کیا ۔ اور میرے پدر بزرگوار کو بلا کر قتل کیا ۔ فتبا لکم ما قدمتم لانفسکم وسوءۃ لرایکم بایۃ عین تنظرون الی رسول اللہ اذ یقول لکم قتلتم عترتی و انتھکتم حرمتی فلستم من امتی ۔ پس وائے ہو تم پر کہ تم نے اپنے لیے خود عذاب مہیا کیا ہے روز قیامت تم رسول خدا کو کیا موہنہ دکھلاؤ گے ۔ جب رسول خدا تم کو دیکھیں گے اور فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ان کی حرمت اور تقدیس نہ جانی ۔ ان کو قتل کیا ۔ میری عترت کی مخدرات کو اسیر کیا ۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت اہل کوفہ میں گریہ وزاری کا ایک شور برپا ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ افسوس ہم پر کہ ہم ہلاکت میں پڑ گئے ۔ جب امام زین العابدینؑ نے لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ۔ رحم اللہ امرءً قبل نصیحتی وحفظ وصیتی فی اللہ وفی رسول اللہ وفی اھلبیتہ فان لنا فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی خدائے تعالیٰ رحمت کرے اور اس شخص کے گناہوں سے درگزر کرے کہ جو میری نصیحت کو سنے میری نصیحت کو حفظ کرے اور اس پر عمل کرے اور حسب فرمان رسول خدا ہمیں دوست رکھے فقالوا باجمعھم نحن یابن رسول اللہ سامعون مطیعون ۔ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسول خدا ہم نے آپ کا خطبہ سنا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ہم اس کی اطاعت کریں گے آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے ۔ ہم آپ کی بیعت نہیں توڑیں گے ۔ ہم آپ کی بیعت پر باقی رہیں گے ۔ اور ہم آپ کے دشمنوں سے جنگ اور آپ کے دوستوں سے

صلح رکھیں گے ۔ سید مرحوم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسول خدا ہمیں حکم کریں ۔ لناخذن یزید ونبرء ممن ظلمک وظلمنا ۔ یعنی کہ ہم یزید کو پکڑیں گے ۔ اور آپ کے دشمنوں کو قتل و ہلاک کریں گے ۔ ہمیں آپ حکم فرمائیں تو ہم طلب خون کریں گے جو کربلا میں بہایا گیا ہے ۔ فقال علی بن الحسین ھیھات ھیھات ایتھا الغدرۃ المکرۃ حیل بینکم وبین شھوات انفسکم اتریدون ان تاتوا الی کما اتیتم ابائی من قبل ۔
امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا افسوس افسوس یہ سب ظاہری و خیالی باتیں ہیں اے اہل کوفہ تم لوگ ہمیشہ اپنی خواہشات کے تابع رہے ہو ۔ ہمارے حق میں تمہارا کیا خیال ہے کیا تم وہی کام کرنا چاہتے ہو جو آباء واجداد نے کیا ہے ۔ کلا ورب الراقصات الی منی فان الجراح لما یندمل من قتل ابی بالامس واھل بیتہ معہ ۔ یعنی حاشاہ وکلا یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے میرے دل میں ناسور پڑے گا ۔ ہمارے تیس جوانان ہاشمی تہ تیغ ہو گئے ہیں ولم ینسنی ثکل رسول اللہ وثکل ابی وقتی ابی وجدی بین مھاتی ومرارتہ بین حناجری وحلقی وغصصہ تجری فی فراش صدری ۔ اے لوگو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں نے ابھی مصیبت رسول خدا فراموش نہیں کی ہے ۔ مصیبت پدر و برادران جانگیز ہے ۔ کتاب لہوف میں ہے کہ رضینا منکم راسا براس ۔ یعنی کہ ہم تم سے سربسر راضی ہیں بعدہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ اشعار پڑھے ۔

قتیل بشط النھر نفسی فدائہ جزاء الذی اردا ہ نار جھنما
فلا تفرحوا باھل کوفۃ بالذی اصاب حسینا کان ذلک اعظما

میری جان اس مظلوم پر قربان کہ جسے نہر فرات پر تشنہ لب شہید کیا۔ اس کی جزا کہ حسینؑ کو قتل کیا نار جہنم ہے۔ لیکن اے اہل کوفہ تم میرے پدر بزرگوار کو قتل کرنے فرحت و خوشی نہیں دیکھو گے جاننا چاہیئے کہ یہ مصیبت عظیم ترین مصیبت ہے وامصیبتاہ حضرت سید سجاد واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا خطبہ تمام شد۔

تحقیقات اس بارے میں کیا جابر ابن عبداللہ انصاریؓ روز اربعین وارد کربلا ہوئے ہیں اور کیا امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟

سید مرحوم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں لما رجع نساء الحسین وعیاله من الشام وبلغوا العراق قالوا للدلیل مربنا علی طریق کربلا فوصلوا الی موضع المصرع فوجدوا جابر ابن عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جب اولاد رسول خدا نے شام سے رہا ہونے کے بعد مدینہ جانے کے لیے مراجعت فرمائی اور منزلیں طے کرتے ہوئے عراق پہنچے یعنی کہ کوفہ وارد ہوئے تو رئیس قافلہ سے کہا کہ ہمیں پہلے کربلا لے چلو تاکہ ہم شہیدوں کو الوداع کہہ سکیں۔ رئیس قافلہ۔ اہلبیتؑ اطہار کو لے کر وارد کربلا ہوا۔ جیسے ہی قافلہ کربلا پہنچا اور مقتل امام حسینؑ پر نظر پڑی حضرت سید سجاد علیہ السلام اور تمام مخدرات اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور پا برہنہ مقتل میں قدم

رکھا۔ دیکھا کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی قبر کے سرہانے جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور ان کے ہمراہ آل رسول میں سے کچھ لوگ ہیں جو مدینہ سے بغرض زیارت قبر سید الشہداء آئے ہیں۔ شیخ طریحی نے بھی کتاب منتخب میں اس واقعہ کو لکھا ہے لیکن یہ تصریح نہیں کی کہ جابر ابن عبداللہ انصاری اہلبیت اطہار بروز چہلم امام مظلوم یعنی ۲۰۔ صفر سنہ ۶۱ھ کو کربلا پہنچے ہیں۔ وہ صفر سنہ ۶۱ھ ہجری تھا یا بعدہ حالانکہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری سنہ ۶۱ھ والے ماہ صفر میں وارد کربلا ہوئے ہیں اور مشرف بازیارت قبر امام حسینؑ ہوئے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ میں جیسے ہی خبر قتل امام حسینؑ پہنچی ہے تو جابر ابن عبداللہ عازم سفر کربلا ہوئے ہیں۔ اہلبیتؑ اطہار کا ماہ صفر سنہ ۶۱ھ کو وارد کربلا ہونا خلاف واقعہ ہے کیونکہ کوفہ سے اسیری کی حالت میں روانہ ہو کر شام پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے پھر مدت اسیری کم سے کم ہو تب بھی عرصہ درکار ہے اور اسی طرح مراجعت از شام اور پھر کوفہ میں قیام اور پھر کربلا پہنچنا یہ تمام امور اس واقعہ کی تائید نہیں کرتے کہ اہلبیتؑ اطہار رہائی کے بعد بروز چہلم سنہ ۶۱ھ وارد کربلا ہوئے ہیں۔ پس حضرت جابر بن عبداللہ انصاری در سنہ ۶۱ھ بیسویں ماہ صفر بزیارت چہلم آئے ہیں اور اثنائے راہ میں جب کوفہ وارد ہوئے اور تدرے وہاں قیام کیا۔ اور اس وقت کے بعض لوگ بھی زیارت قبر امامؑ کے لیے آئے ہیں۔ حسن اتفاق کہ ان دنوں میں سے کسی روز جب کہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری مشغول زیارت قبور شہداء تھے۔ کہ حضرت حجت حق امام زین العابدین علیہ السلام اور پردہ داران مخدرات شام جاتے ہوئے کربلا آئے ہیں اور جناب جابرؓ نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ اقوی یہ ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے دوسرے سال یعنی سنہ ۶۲ھ ماہ صفر کی بیسویں کو دوسرے چہلم کے موقعہ

پر یہ ملاقات بہم ہوئی ہے جیسا کہ عطیہؒ عوفی کی روایت میں ہے کہ کتاب
بشارت المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ کہ جو محمد بن ابی القاسم طبری کی تالیفات میں سے
ایک تالیف ہے اعمش سے روایت ہے اور اعمش نے عطیہؒ عوفی سے
نقل کیا ہے کہ عطیہ کہتا ہے کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ
کے ہمراہ بقصد زیارت حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ اپنے گھر سے نکلا۔ فلما
وردنا کربلاء۔ کہ ہم جیسے ہی کربلا پہنچے دیکھا کہ اولاً جابرؓ نے نہر فرات
میں غسل کیا۔ آپ کے پاس دو کپڑے تھے ایک ازار اور ایک ردا تھی جس
طرح حاجی لوگ منیٰ میں احرام کے وقت لباس پہنتے ہیں یعنی جامۂ احرام
کی طرح دو لباس تھے۔ چونکہ میرے آقا حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کو
علم تھا کہ زیارت قبر حضرت سید الشہداء زیارت کعبۃ اللہ سے افضل ہے
اللّٰھمّ ارزقنا۔ کہ خداوند عالم ہمیں زیارت قبر امام حسینؑ کرنا نصیب کرے۔ پس
عطیہؒ کہتے ہیں کہ آپ نے وہ لباس زیب تن کیا اور خوشبو لگائی۔ اور برہنہ
پا قبر مطہر پر آئے اور قبر مبارک پر اپنے آپ کو گرا دیا۔ یعنی کہ ضبط نہ ہو سکا اور
قبر پر گر پڑے بوسہ دیا۔ اور کلمات زیارت ادا کئے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے
کہ من زار الحسینؑ بکربلا کمن زار اللہ فی عرشہ۔ یعنی کہ جس نے
کربلا میں زیارت قبر امام حسینؑ کی اس نے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت عرش پر کی۔
اس حدیث کا واضح سا مطلب یہ ہی ہے کہ مزار سید الشہداء بمنزلہ عرش ہے۔
اور امامؑ کی معرفت و زیارت گویا اللہ کی معرفت و زیارت ہے۔ جابر بن عبداللہ
انصاری جب قبر امام حسینؑ پر پہنچے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور قبر پر گرے اور
غش کر گئے۔ عطیہؒ کہتا ہے کہ میں نے آپ پر پانی چھڑکا۔ آپ ہوش میں آئے

پھر آپ نے تین مرتبہ یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ کہا۔ لیکن قبر سے کوئی جواب نہ آیا
تو جابرؓ نے کہا کہ حبیب لا یجیب حبیبہ۔ یعنی کہ دوست۔ دوست کو
جواب نہ دے۔ معذرت کی اور پھر کہا وانی لک بالجواب وقد شحطت
اوداجک علی اثباجک فرق بین ذلک و راسک اے آقا و مولیٰ میں آپ سے کس طرح
جواب کی توقع کروں آپ کی گردن سے مبارک قطع ہو چکا ہے میں نے تو آپ
کی قبر مبارک کی زیارت کرنی یہ عجیب زیارت ہے۔ پھر عرض کیا۔ اشھد انک
ابن خیر النبیین و ابن سید المرسلین و ابن خلیفۃ التقویٰ۔ یعنی کہ میں گواہی
دیتا ہوں کہ آپ سید الانبیاء کے فرزند ہیں۔ آپ سید المرسلینؐ کے فرزند ہیں۔ آپ
خلیفہ برحق کے نور نظر ہیں آپ سیدہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ کے نور نگاہ ہیں۔ پھر آخر
میں آپ نے فرمایا کہ اشھد انک مضیت علی ما مضی علیہ اخوک یحیی بن زکریا
عطیہ کہتا ہے کہ جب جابر بن عبداللہ انصاری نے یہ کلمات ادا کئے تو ان کی نظر
قبر مطہر کا طواف کرنے لگی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی کسی گمشدہ چیز کو تلاش
کرتا ہے۔ ثم جال ببصرہ حول القبر۔ گویا جانتے تھے کہ قبور شہداء (گنج شہیداں)
قبر مطہر کے ارد گرد ہے۔ اور مرقد علی اکبرؑ۔ امام حسینؑ کی قبر منورہ کے درمیان ہے۔
پس آپ نے ان سب پر درود و سلام بھیجا۔ پھر جب آپ زیارت سے فارغ
ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ اب مجھے کوفہ لے چلو ہم نے کوفہ کی راہ اختیار کی اور راستہ
میں جابرؓ نے مجھے محبت محمد و آل محمدؐ کی وصیت کی۔ اور آل محمدؐ کی فضیلت کی احادیث
راستہ بھر سناتے رہے یہاں تک کہ ہم کوفہ پہنچ گئے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس
روایت میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ جابرؓ نے دوران زیارت حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام سے ملاقات کی ہو۔

جابر بن عبداللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیتؑ اطہار کا ملنا

حضرت جابر ابن عبداللہؓ انصاری کا قبر حضرت سید الشہداء و سائر قبور شہداء روز اربعین (چہلم) ۶۱ھ (سال شہادت امام حسین) وارد کربلا معلیٰ ہونا صحیح ہے اور اس تاریخ و سن ۶۱ھ میں حضرت سید سجادؑ کا کربلا میں ہونا محل اشکال ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے کربلا میں ملاقات کرنا صحیح ہے مگر مذکورہ تاریخ و سنہ میں ملاقات واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ حضرت جابر جب دوسری مرتبہ زیارت کا تذکرہ کتاب مصباح الزائرین پایا جاتا ہے۔ عن کتاب مصباح الزائر — مستقیضا عن عطاء وقال کنت مع جابر ابن عبد اللہ انصاری یوم العشرین شہر صفر فلما وصلنا الغاضریۃ اغتسل۔ عطا کہتا ہے کہ میں جابر ابن عبداللہ انصاری کے ساتھ زیارت حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ علیہ السّلام کے لیے گیا۔ کہ ہم ماہ صفر ۶۱ھ کی بیسویں تاریخ کو غاضریہ پہنچے اور ہم نے غسل کیا پاک و پاکیزہ لباس پہنا۔ اور ہمارے پاس خوشبو تھی وہ اپنے کپڑوں میں لگائی۔ ہم سر و پا برہنہ مقتل پہنچے اور قبر مطہر امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے جابرؓ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور غش کھا کر گر پڑے۔ چشم بصیرت سے دیکھا تو امام حسینؑ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے پایا۔ قبر امام حسینؑ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے اور ان کے جذبات غم کو شاعر نے اسی طرح ادا کیا ہے ؎

ای حسینؑ اے کشتۂ شمشیر عشق — ای حسینؑ اے بستۂ زنجیر عشق

ای حسینؑ اے سامع دعوات — ای حسینؑ اے قاضی الحاجات
السّلام اے نور چشم مصطفےٰ — السّلام اے سر بریدہ از قفا
السّلام ای لؤلوء دریائی عشق — تن بزیر خاک و سر اندر دمشق
دہ جواب جابر اے حیّ قدیر — از کرم یا جابر العظم الکبیر
چون توانی داد جابر را جواب — سرتداری در بدن ای کامیاب
تیغ کین بریدہ حلق پاک تو — بی سر افتادہ تن صد چاک تو
حیف ازاین جسمیکہ از جان بہتر است — پارہ پارہ از سنان و خنجر است

آن لبانت کز عطش پژمردہ بود
شیر از پستان ایمان خوردہ بود

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کے جذبات کی منظر کشی کا حق شاعر نے ادا کر دیا کہ آپ نے خطاب فرمایا اے حسینؑ اے مقتول تیغ عشق۔ یعنی کہ امام حسینؑ دریائے عشق الہٰی میں اسقدر غوطہ زن تھے کہ گلوے مبارک پر خنجر تھا مگر لبوں پر یاد خدا تھی۔ اسی کو فنا فی اللہ ہونا کہتے ہیں اور یہ عشق کا وہ آخری درجہ ہے کہ جو کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اور اے حسینؑ آپ ہماری دعاؤں کو سننے والے ہیں اور آپ حاجتوں کو بر لانے والے ہیں (بر لانے سے یہ مراد ہے کہ اگر ارادہ حسینؑ شامل دعا ہو جائے وہ کبھی رد نہیں ہوتی خدا پر واجب ہے کہ دعا مستجاب کرے) اے حسینؑ تم نور چشم مصطفےٰ ہو۔ اے حسینؑ تمہارا سر پاک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ آپ کا جسم مبارک زیر خاک اور سر مبارک دمشق میں ہے اے حسینؑ، اے کرم گستر جابر کو جواب دیجئے تیغ ظلم سے آپ کا سر بریدہ تن سے جدا کیا گیا۔ اور تیرا تن صد چاک بغیر سر ہے۔ افسوس کہ تیرا جسم مبارک سنان و خنجر سے پارہ پارہ ہے اور تیرے لب پیاس کی

وجہ سے پژمردہ ہوگئے اور تو نے پستان ایمان سے دودھ پیا ہے یعنی کہ ایمان تجھ سے زندہ ہے اے حسینؑ اللہ کے نزدیک مقرب و برگزیدہ ہے تو اللہ و رسولؐ کا پیارا ہے۔

اہلبیتؑ اطہار کا وارد کربلائے معلیٰ ہونا۔

حضرت جابرؓ ابھی مشغول گریہ و بکا تھے کہ بروایت مرحوم سیدؒ۔ مندرجہ کتاب منتخب کہ اہلبیتؑ اطہار کا قافلہ شام سے کربلا وارد ہوا۔ دیکھا کہ زینبؑ غم رسیدہ قبر برادر پر موجود ہے۔ ؎

آہ زآندم کہ ز دل نالہ برآورد چو رعد
بر سر قبر حسینؑ زینبؑ مضطر آمد
گفت ای جان برادر ندہد گریہ مجال
تابگویم کہ مرا بے تو چہ بر سر آمد

یعنی اس وقت دل سے ایک نالہ پر سوز نکلا کہ جس دم دیکھا کہ زینبؑ بیکس بھائی کی قبر پر موجود ہے۔ زبان حال سے آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اگر گریہ و زاری سے فرصت ملتی تو بیان کرتی کہ تمہارے بغیر زینبؑ پر کیا گزر گئی۔ اے بھیا زینب قید ہوکر دربار ابن زیاد میں گئی دربار یزید ملعون میں گئی۔ زندان شام میں رہی۔ قیدخانہ میں سکینہ کو روتی اور آپ پھر تمہاری قبر پر گریہ کناں ہوں۔ اس وقت غاضریہ و کربلا کی صحرا نشین عورتیں جمع ہوگئیں۔ اور زینبؑ خاتون کے ساتھ گریہ و بکا میں شریک ہوئیں۔ اور سب کا یہ نوحہ تھا کہ ہا حسینؑ تمہیں شمر ملعون نے خنجر سے ذبح کیا۔ سرتن سے جدا کیا۔ اس وقت ام کلثومؑ قبر حضرت عباسؑ علمدار پر اور ام لیلیٰ قبر حضرت علی اکبرؑ پر رو رہی تھی غرضکہ یہ ایک بی بی اپنے اپنے وارث کو یاد کر

کے نوحہ پڑھ رہی تھی۔ تین دن تک اہلبیتؑ اطہار کربلا میں مقیم رہے۔ چوتھے روز مدینہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اس وقت حضرت زینبؑ قبر مبارک سے خطاب فرمایا ؎

برخیز تا رویم برادر کہ خواہرت
تنہا بسوی روضۂ رضوان نمیرود

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ اور زیارت اربعین

شیعہ علماء اعلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زیارت اربعین کے موسس یعنی بنیاد ڈالنے والے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ہیں اور شیعان علیؑ مرتضیٰ اس عمل میں آپ کی اقتداء کرتے ہیں اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اس عمل کے بہت زیادہ فضائل اور بے شمار ثواب بیان فرمایا ہے سیدؒ نے کتاب الاقبال میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علائم المومن خمس، کہ مومن کی علامتیں پانچ ہیں یعنی مومن ان پانچ چیزوں سے پہچانا جاتا ہے جو کہ یہ ہیں۔

(۱) نماز اکیاون رکعت پڑھنا۔
(۲) زیارت اربعین پڑھنا۔
(۳) انگشتری داہنے ہاتھ میں پہننا۔
(۴) تعفیر الجبین یعنی پیشانی پر خاک ملنا۔

(۵) نماز میں بسم اللہ با آواز بلند پڑھنا۔

ان پانچوں علامتوں میں زیارت بھی شامل ہے پس زیارت اربعین پڑھنا علامت ایمان ہے روز اربعین کے بارے میں اکثر علمار اعلام فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار قید شام سے رہا ہونے کے بعد اس روز وارد کربلا ہوئے ہیں اور جابرؓ بن عبداللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ہے۔ بعض علمار کہتے ہیں کہ اس روز اہلبیتؑ طاہرین وارد مدینہ ہوئے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے اپنی ایک کتاب زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ روز اربعین۔ زیارت امام حسین علیہ السلام کا جو کہ زیارت اربعین کے نام سے مشہور و معروف ہے پڑھنا موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اس روز امام زین العابدین علیہ السلام اور اہلبیتؑ اطہار شام سے کربلا پہنچے ہیں۔ اور سرہار شہدار ان کے اجسام سے ملحق کیا ہے بنابریں یہ زیارت بہت زیادہ رکھتی ہے اور اس کے پڑھنے کا ازحد ثواب ہے۔ علامہ مجلسیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجادؑ کا روز اربعین (یعنی بیس صفر ۶۱ھ) کو وارد کربلا ہونا بعید ہے یعنی ممکن نہیں ہے اس کی بہت وجوہات ہیں اور یہ کہنا کہ بیس صفر ۶۱ھ ہی کو مدینہ وارد ہوئے ہیں یہ بات اور بھی زیادہ بعید ہے کیونکہ مسافت بہت طولانی ہو جاتی ہے۔ بعض علمار کا یہ خیال ہے کہ روز اربعین ۶۱ھ امام زین العابدین علیہ السلام شاید باعجاز امامت کربلا تشریف لائے ہیں اور سرہار شہدار بدنوں کے ساتھ ملحق کئے ہیں اس کے بعد علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز امامت وارد کربلا ہونے پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری بلکہ باعجاز امامت تشریف لانا بعض روایات کے منافی ہے جو میری نگاہ سے گزری ہے۔

الی اخرما قال رحمۃ اللہ علیہ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری مکرر دفعہ زیارت امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے ہیں۔ روز اربعین بھی اور اس موقعہ پر آپ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور آپ کو امام حسینؑ کا پرسہ دیا ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری کا زیارت قبر امام حسینؑ بروز اربعین کہ ۲۰ر صفر حق ہے اور ملاقات عام بھی حق ہے۔

روایت دیگر روز اربعین جابر ابن عبداللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر

صاحب مخزن البکا تحریر کرتے ہیں کہ اردبیلی آخوند ملا احمد اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے خزانہ میں ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں یہ خبر آب زر سے تحریر تھی جس کا مضمون یہ کہ یحییٰ برمکی کہتا ہے کہ میں حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کے ساتھ کربلای معلیٰ روانہ ہوا تاکہ زیارت قبر امام حسینؑ سے مشرف ہوں۔ ہم انیسویں ماہ صفر کی شب کو کربلا سے ایک منزل کے فاصلہ پہ پہنچے۔ میری زوجہ خدیجہ نامی میرے ہمراہ تھی۔ میں وہاں اس کے لیے خیمہ نصب کیا۔ اور میں خود حضرت جابر کے ہمراہ رہا۔ اور ہم ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے جابرؓ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل ہم وارد کربلا معلیٰ ہوں گے۔ اور آقائے مظلوم کی قبر مبارک کی زیارت کریں گے مراسم عزا بجا لائیں گے۔ ابھی ہماری گفتگو ہو رہی تھی کہ خیمہ سے کہ جس میں میری زوجہ تھی رونے اور واحسیناہ کی آواز بلند ہوئی۔ میں خیمہ میں گیا میں نے دیکھا کہ میری زوجہ مقنعہ سر سے

اتارے ہوئے واحسیناہ، وامظلوماہ کہہ رہی ہے اور بڑی بے چینی سے رو رہی ہے۔ میں نے اس سے سبب گریہ و حالت زار پوچھی تو اس نے کہا اے یحیٰی بیٹھ جاؤ میں بیان کرتی ہوں یحیٰی کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا۔ زوجہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابھی میں سو گئی تھی کہ خواب میں حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہؑ زہرا کو دیکھا کہ وہ تشریف لائی ہیں سیاہ لباس پہنے ہوئے ہیں بال پریشان ہیں۔ چار ہزار حوران جنت ساتھ ہیں کہ بی بی سیدہ وارد کربلا ہوئیں اور آپ کی نظر قبر امام حسینؑ پر پڑی۔ آہ جگر سوز کھینچی۔ اور فرمایا اے میرے نور نظر۔ اے شہید ظلم و ستم اے حسینؑ غریب تیری بہن زینبؑ وام کلثومؑ اور بچے اور اہلحرم کہاں ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ اے فرزند تیرا سر بریدہ کہاں ہے۔ آپ کے اس درد بھرے کلام سے تمام حوران جنت رونے لگیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان حوروں میں ایک بزرگ حور بھی ہے جس کا نام طیبہ ہے۔ اس سے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ اے میرے پدر بزرگوار کی قبر پر جلدی جا اور ان سے کہو کہ فاطمہؑ اس شب قبر حسینؑ پر آئی ہے یہ شب شب اربعین ہے صبح کو روز اربعین ہے۔ ان سے کہنا کہ بابا جان آپ کی بیٹی آپ کی منتظر ہے کہ آپ تشریف لائیں اور روز اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔ اور ایک دوسری حوریہ کو آپ نے نجف بھیجا اور یہی پیغام شاہ نجف کو دیا کہ آئے کربلا، کہ ہم روز اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔

یا اسد الرحمٰن یا شحنۃ النجف　　جزاء وصبرًا للحسینؑ قتیل

ای خفتہ در نجف شہ مردان بیا بیا　　بہر عزای نور دو چشمان خود بیا

یعنی کہ اے شاہ نجف کربلا آیئے کہ حسینؑ غریب کی عزا برپا کریں۔ اور ایک تیسری حوریہ کو امام حسنؑ کی قبر پر بھیجا کہ انہیں کربلا لے آئے۔ جب یہ بزرگوار نبیؐ اور علیؑ

اور حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لے آئے۔ تو سیدہ عالم نے قبر حسینؑ پر بین کئے اور گریہ وزاری فرمایا آپ نے فرمایا کہ اے سیدہ صبر کرو۔ علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ اے بنت رسولؐ خدا صبر کے ساتھ گریہ کرو۔ لیکن سیدہ عالم روتے روتے بے ہوش ہوگئیں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام آپ کو ہوش میں لائے وہ مومنہ کہتی ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ لاتعداد مرد و زن جمع ہوگئے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حوریہ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ چونکہ یہ شب۔ شب اربعین ہے لہٰذا یہ سب کے سب بغرض زیارت جمع ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب چہروں پر خاک ملے ہوئے تھے۔ گریہ وزاری کر رہے تھے اے شیعو اس شب اور اس روز تم بھی جہاں بھی ہو مولیٰ کو بطرف کربلا سلام کرو۔ السلام علیك یا ابا عبد اللہ السلام علیك یا بن رسول اللہ　زینبؑ وام کلثوم پر بھی سلام بھیجو۔ پس روز اربعین ۲۰ صفر کی تاریخ ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب زیارت اربعین

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جابر ابن عبداللہ انصاری اوّل زائر ہیں یعنی آپ نے بعد شہادت امام حسینؑ مدینہ سے کربلا آکر زیارت کربلا کی ہے اور شرف زیارت حاصل کیا ہے۔ روز شہادت امام حسین علیہ السلام سے لے کر حضرت جابرؓ کے مشرف بہ زیارت ہونے سے پہلے پہلے بہت سے حضرات نے زیارت کی ہے چنانچہ شیخ جعفر مرحوم کتاب خصائص میں فرماتے ہیں کہ اول من زارہ بعد الشہادۃ ھو اللہ العلی العظیم۔　کہ بعد شہادت سب سے پہلے خداوند تعالیٰ

نے اپنے عبد خاص حسین فرزند رسولؐ کی زیارت کی۔ اور یہ زیارت میں اس بنا پر ہے کہ خداوند عالم بسیط محض ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے پس خدا ہی چونکہ اوّل ہے اور وہی آخر ہے پس زیارت کی ابتدا بھی خدا سے ہے اور اختتام بھی خدا پر ہے۔ بعدہ ثم زارہ رسول اللہ۔ کہ پھر رسول خدا نے زیارت کی۔ پھر علیؑ و فاطمہؑ اور امام حسنؑ نے زیارت کی۔ پھر ان فرشتوں نے زیارت کی کہ جو استغاثہ امام حسینؑ پر نصرت کرنے آئے تھے مگر امام مظلوم نے ان کو اجازت جہاد نہیں دی پس وہ فرشتے بعد شہادت امام حسینؑ سب سے پہلے زیارت قبر مطہر کے لیے آئے۔ پھر ذوالجناح نے زیارت کی کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو ذوالجناح نے خیمہ میں اہلبیتؑ کو خبر کی اور پھر مقتل میں واپس آیا اور دیکھا کہ سر امام حسینؑ بدن اطہر سے جدا ہو چکا ہے زیارت کی اور طواف کرنے لگا۔ جنّات نے بھی زیارت امام حسینؑ کی ہے۔ ان کے نوحے و مرثیہ کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور روز عاشورا محرم جب منادی نے کہا قتل الحسینؑ بکربلا، تو اہلحرم جناب زینبؑ خاتون کے ہمراہ مقتل آئے اور زیارت امام حسین علیہ السّلام کی اور جناب زینبؑ آداب زیارت بجا لائیں اور اوّل اپنے نانا کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ صلی علیک ملیک السماء ھذا حسینک مرمل بالدماء مقطع الاعضاء مسلوب العمامۃ والرداء۔ نانا آپ کی نماز جنازہ تو ملائکہ نے بھی پڑھی۔ لیکن کربلا میں جلتی ہوئی خاک پر خاک و خون میں غلطاں بے گور و کفن لاش حسینؑ پڑی ہے۔ یہ بیکس حسینؑ کی زیارت کرنے آئی ہے حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں لوگ عمامہ اور ردا لوٹ کر لے گئے ہیں اور زائروں کو یعنی کہ ہم بیکس بے وارثوں کو لشکر عمر ابن سعد نے تازیانے مار مار کر زیارت سے روکا ہے۔ بہرحال اولاد

جناب آدمؑ میں دور شہر سے زیارت کے لیے کربلا وارد ہونے والوں میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری گوئے سبقت لے گئے۔ گویا رسم زیارت جناب جابرؓ نے قائم کی ہے۔ اے شیعو تم جس جگہ بھی ہو دور ہوں یا نزدیکی۔ کربلا کی طرف رخ کرکے زیارت سید الشہداء علیہ السّلام پڑھا کرو تاکہ تمہارا شمار زائران امام حسین علیہ السّلام میں ہو۔

شیعان علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہر دور میں زیارت کے لیے کربلا و معلیٰ جاتے رہے ہیں اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن بنی امیہّ اور بنی عباس دونوں نے اہلبیتؑ اطہار پر ظلم کئے۔ بنی امیہّ نے خانوادۂ رسالتمآب کو تباہ و برباد کیا امام حسینؑ اور ان کے عزیز و انصار کو قتل کیا اہلحرم کو اسیر کیا سیّد سجادؑ امام عصر کو طوق و زنجیر پہنائی تو بنی عباس نے بھی کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔ بنی عباس میں متوکّل ملعون نے قبر امام حسین علیہ السّلام کا نشان مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مزار اقدس پر ہل چلوائے۔ مگر حیوان امام کی حرمت جانتے تھے قبر پر آکر ٹھہر جاتے خواہ کتنا ہی ان کو مارا پیٹا جاتا مگر وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتے تھے متوکل نے نہر سے پانی قبر مبارک کی طرف جاری کیا مگر قبر مبارک بیچ میں اور پانی چاروں طرف احاطہ کئے ہوئے تھا۔ قبر محفوظ رہی۔ بنی امیہّ اور بنی عباس دونوں ہی آل رسولؐ کے دشمن رہے۔ بنی امیہّ نے تیغ کے ذریعہ ان کو مٹایا اور بنی عباس نے قبور مبارکہ کے نشان مٹا کر ان کو ختم کرنا چاہا۔ مگر آل رسولؐ نور خدا ہیں اور نور خدا ہوائے دین یعنی انسانی کوششوں سے نہیں بجھ سکتا۔ جس چراغ کو خدا روشن کرے وہ کب بجھ سکتا ہے زیارت قبر حسینؑ زندہ باد۔ کربلا پائندہ باد۔

حکایت ابراہیم دیرج

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم دیرج کہتاہے کہ متوکل نے مجھے حکم دیا کہ کچھ غلاموں اور خادموں کو ہمراہ لے جاکر قبر حسین ابن علیؑ برطرف کرو اور زمین بیلوں سے جوت کر زراعت کرو۔ اور ایک نامہ جعفر بن عمار کو لکھا کہ میں ابراہیم دیرج کو کربلا بھیج رہا ہوں کہ وہ قبر حسین ابن علیؑ پر ہل چلائے۔ جعفر بن عمّار کربلا کی بستی میں قاضی تھا۔ اس کو جب نامہ ملا تو اس نے میرے لیے زراعتی انتظام کر دیا۔ ابراہیم دیرج کہتاہے کہ میں نے کربلا پہنچ کر قبر امام حسین علیہ السلام کو کھودوں۔ چنانچہ میں نے مزدوروں کے ساتھ قبر امام حسینؑ کو کھودا تو اس قبر میں کچھ نہ ملا۔ یعنی جسد امام حسینؑ وہاں نہیں تھا بلکہ قبر خالی تھی وہ کہتاہے کہ میں قاضی جعفر بن عمار کے پاس گیا اس کے استفسار پر سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ قبر زیادہ گہری کھودو۔ میں واپس آیا اور بہت زیادہ گہری زمین کھودی مگر لاش مبارک نہیں ملی۔ قاضی جعفر نے متوکل کو خط لکھا اور واقعہ سے مطلع کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ قبر مطہر پر پانی رواں کیا گیا مگر پانی قبر مبارک کے چاروں طرف طواف کرنے لگا اور قبر محفوظ رہی۔ ابو علی عماری کہتاہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے تنہائی میں سوال کیا کہ کربلا پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ حقیقت حال سے مطلع کرو کہ تم نے وہاں کیا کیا اور کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے ایک خاص غلام کے ہمراہ قبر مبارک پر پہنچا۔ قبر کو تسگافتہ کیا۔ ایک تازہ بوریا (چٹائی) دیکھا کہ وہ قبر میں پڑا تھا۔ اور جسد مبارک یعنی جسم امام حسینؑ اس چٹائی پر رکھا

تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ سو رہے ہیں فواللہ وجدت رائحۃ المسک۔ بخدا مشک سے بھی بہتر خوشبو آرہی تھی۔ میں نے صرف اس بوریئے اور جسد مبارک پر نظر ڈالی اپنا ہاتھ نہیں لگایا۔ قبر کو بند کیا اور اس کے بعد حضرت کی قبر کے اردگرد ہل چلانے شروع کیے۔ ہر چند کوشش کی مگر بیل قبر مبارک سے پاس جاکر ٹھہر جاتے اور پھر آگے نہیں بڑھتے تھے حتیٰ کہ میں نے ان کو بہت زدوکوب کیا مگر بیل ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ میں غلاموں سے کہا کہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا ورنہ متوکل ہمیں قتل کرا دے گا کتاب امالی میں مرقوم ہے کہ ابی عبداللہ باقطانی کہتا ہے کہ عبداللہ بن یحییٰ خاقان نے کہ میں ہارون معرّی کہ جو متوکل کے سرداروں اور امیروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کا گماشتہ تھوں۔ ہارون معرّی کا بدن گورا تھا مگر اس کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ نہایت سیاہ تھا۔ اور ہمہ وقت اس کے موہنہ سے بدبو آتی تھی اور پیپ ٹپکتی تھی۔ جب میں اس کا مقرّب ہو گیا تو میں نے سوال کیا کہ تمہارے جسم کے بعض حصّہ بالکل سیاہ اور موہنہ سے بدبو آتی ہے اس کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ پھر میں نے اس کے سامنے عہد کیا کہ میں اس واقعہ کو پوشیدہ رکھوں گا۔ تو اس نے مزید کہا کہ متوکّل نے ابراہیم دیرج کے ہمراہ بھیجا تھا کہ کربلا جاکر قبر امام حسینؑ علیہ السلام کو تسگافتہ کروں۔ اور اس میں پانی بھر دوں جب میں نے چاہا کہ کربلا روانہ ہوں تو میں نے شب میں خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ اے ابو عبداللہ۔ ابراہیم دیرج کے ہمراہ قبر حسین پر نہ جانا۔ اور جس کام کے لیے تجھے مقرر کیا ہے اس پر عمل نہ کرنا جب صبح ہوتی اور بے مجھے اپنے ساتھ لیجانے کے لیے ابراہیم دیرج نے لالچ وغیرہ دیا تو میں کربلا جانے کے لیے تیار ہو گیا اور کربلا پہنچ کر قبر امام حسینؑ کو تسگافتہ کیا

اور چاہا کہ متوکّل کی فرمائش پورا کروں۔ کہ رات ہوگئی میں نے پھر حضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ قبر حسینؑ کو غارت نہ کرنا۔ تونے میرا کہنا نہ مانا۔ یہ فرماکر آنحضرتؐ نے ایک طمانچہ موہنہ پر مارا۔ اور تھوک دیا۔ اس رات سے اب تک چہرہ سیاہ ہے اور بدبو آتی ہے اور پیپ آتی ہے۔ اسی کتاب امالی میں یہ بھی مسطور ہے کہ فضل بن محمّد بن عبدالحمید سے روایت ہے۔ کہ کہا میں ابراہیم دیرج کے پڑوس میں رہتا تھا ابراہیم دیرج بمرض موت مبتلا ہوا تو میں اس کی عیادت کو گیا۔ اس وقت اس کے پاس ایک طبیب بیٹھا تھا میں نے دیرج سے سوال کیا کہ کیا حال ہے اور تم کو کیا ہو گیا ہے۔ ابراہیم دیرج نے بوجہ موجودگی طبیب اس وقت کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں طبیب چلا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے متوکّل نے حکم دیا کہ کربلا جاکر قبر امام حسین علیہ السّلام کو شگافتہ کروں۔ جسد مطہر کو باہر نکالوں اور قبر میں پانی چھوڑ دوں۔ اور قبر پر ہل چلا دوں۔ تاکہ نشان قبر مبارک مٹ جائے۔ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ میں کربلا گیا اور بہت سے غلام اور خادم اور بیلچہ وغیرہ لے گیا کہ قبر مبارک کو کھودوں اور متوکّل کی فرمائش پر عمل کروں۔ میں کربلا پہنچا تو رات ہو گئی تھی لیکن میں نے مزدوروں سے کام لیا اور ان کو قبر کھودنے پر مامور کیا اور کہا کہ اسؑ کے بعد ہل چلا دیں۔ اور تخم ریزی کریں۔ میں چونکہ سفر کی وجہ سے تھکا ہوا تھا کہ رات کو نیند آگئی۔ ناگاہ میرے کان میں شور و غل کی آواز آئی۔ غلاموں نے مجھے جگا دیا میں نے ان سے کہا ارے تمہیں کیا ہو گیا۔ انہوں نے کہا ایک ایسا امر عجیب ظاہر ہوا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا واقعہ عجیب و غریب نہ ہوگا۔ غلام کہتے ہیں کہ ایک گروہ قبر امام حسین علیہ السّلام اور کنان متوکل کے درمیان ظاہر ہوا اور وہ لوگ ہمیں قبر مبارک کے پاس

جانے سے منع کرتے ہیں روکتے ہیں اور تیر مارتے ہیں۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو دیکھا کہ ایک گروہ فی الواقعی موجود ہے میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی تیر مارو۔ میرے غلاموں میں سے جس نے بھی تیر ان کی طرف پھینکا وہ تیر پلٹ کر غلام کے آلگا۔ اور وہیں وہ غلام بدانجام مرگیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے دہشت طاری ہوگئی اور بخار ہوگیا جواب تک باقی ہے۔ میں نے اس وقت قبر مبارک سے تمام اسباب غارت گری اٹھا لیا۔ اور اپنا قتل ہونا اور متوکّل کے حکم کی مخالفت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے کہا کہ اب تم متوکّل کے شر سے بالکل محفوظ ہو۔ کیونکہ کل شب باعانت منتصر۔ متوکل مارا گیا اور فی النّار ہوگیا ہے۔ دیرج نے کہا کہ میں اپنے بدن میں ایک ایسی حالت پاتا ہوں کہ زندگی کی امید نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابراہیم دیرج واصل جہنم ہو گیا ہے۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ وہ گروہ کہ جو قبر امام حسینؑ اور کارکنان متوکّل کے درمیان ظاہر ہوا از قسم اجنہّ تھا۔ یا ملائکہ تھے کہ جو قبر امام حسینؑ کی محافظت کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اجنہّ ہوں کیونکہ زعفر جن کا تصرف کے لیے استغاثہ امام حسینؑ پر آنا ثابت ہے مگر امام حسین علیہ السّلام نے نصرت کرنے سے روک دیا۔ اب زعفر جن نے اپنی فوج بھیجدی کہ جاؤ اور حفاظت قبر امام مظلوم کرو یا وہ ملائکہ کہ جو نصرت کے لیے نازل ہوئے تھے مگر امام حسینؑ نے ان کو بھی اجازت جہاد نہ دی پس بعدہٗ ملائکہ حفاظت قبر مطہر کے لیے آئے ہیں۔

زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ کربلا جانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ متوکلؑ ملعون نے اپنے غلاموں کو کربلا روانہ کیا کہ وہ قبر مطہر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو شگافتہ کرکے نہر علقمہ سے پانی کاٹ کر محو کر دیں۔ اور کس کو زیارت قبر منورؑ کے لیے نہ جانے دیں۔ یہ خبر زید مجنون کو بھی ہو گئی کہ متوکلؑ قبر امام حسینؑ کے نشان کو مٹانا چاہتا ہے۔ زید مجنون دراصل صاحب عقل و فراست تھے ان کا دیوانگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن حقوق آل محمدؐ کی اشاعت اس طرح کرتے تھے۔ کہ لوگ ان پر دیوانگی کا شبہ کرتے تھے۔ زید مجنوں ان دنوں مصر میں تھے۔ وہاں سے بعزم زیارت قبر امام حسین علیہ السلام عازم سفر کربلاء معلیٰ ہوئے۔ اور بعد طے منازل کوفہ پہنچے تو وہاں بہلول دانا کو دیکھا۔ زید مجنوں بھی عقل و بصیرت رکھتے تھے چشم بصیرت سے دیکھ کر بہلول کو پہچان لیا اور بہلول نے کہا کہ تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ تم نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ زید نے کہا کہ ارواح کو آپس میں ربط و محبت ہے عالم ارواح میں جو لوگ ایک دوسرے سے دوستی کر چکے ہیں وہ دنیا میں بھی کسی نہ کسی عنوان پہچان لیتے ہیں۔ بہلول نے سوال کیا کہ تم یہاں کس کام سے آئے ہو۔ تمہارے پاس نہ زادراہ ہے اور نہ مرکب زید مجنوں نے سن کر کہا کہ مجھے اس امر کی خبر ملی کہ متوکلؑ شقی قبر امام حسینؑ کا نشان مٹانا چاہتا ہے اور اس نے اس کام کے لیے اپنے غلام کربلا بھیجے ہیں سب مجھے اس خبر نے انتہائی بے چین کر دیا ہے ع۔

ع گھر میں لگتا نہیں صحرا میں گھبراتا ہے دل

آخر کار محبت حسینؑ میں عازم سفر ہوا اور یہاں تم سے ملاقات ہو گئی بہلول نے کہا اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں دونوں کوفہ سے روانہ ہوئے اور وارد کربلا ہوئے جب مقتل میں پہنچے دیکھا کہ قبر امام حسینؑ کے چاروں طرف پانی بھرا ہوا ہے مگر قبر امام حسینؑ علیہ السلام بالکل محفوظ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی اس خیال سے پانی پانی ہو گیا کہ حسینؑ تشنہ لب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پانی طواف کرنے لگا۔ اور حائر کے اندر ایک بوند تک نہیں گئی۔ اور قبر مبارک اس پانی میں بلند نظر آتی تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے اس طرح قبر مطہر کے گرداگرد پانی تھا جب زید مجنوں اور بہلول نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا تو کہنے لگے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (سورۃ التوبہ آیت ۳۲)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے موہنہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر ہی کے رہے۔ اگرچہ کفار پر گراں گزرے۔ پس زید مجنوں اور بہلول دانا کے یقین میں اور بھی زیادہ پختگی پیدا ہو گئی۔ اور متوکلؑ کا غلام کہ جو قبر امام حسینؑ کو مٹانے کے لیے کوشاں تھا اس کی نظر زید مجنون اور بہلول پر پڑی اس نے دریافت کیا اے شیخ کہاں سے آئے ہو۔ زید مجنوں نے کہا کہ مصر سے آیا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس لیے کہ متوکلؑ کا حکم ہے کہ جو شخص قبر حسینؑ کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ اور مجھے اس درد نے یہاں پہنچایا ہے کہ متوکلؑ قبر فرزند رسولؐ خدا مٹانا چاہتا ہے۔ پس وہ غلام زید کے قدموں پہ گر پڑا کیونکہ وہ نشان قبر مٹانے سے عاجز ہو گیا تھا۔

اور کہنے لگا کہ مدتوں سے قبر مبارک کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس وقت زید مجنون نے یہ اشعار پڑھے ؎

تاللہ ان کانت امیة قد اتت — قتل ابن بنت نبیھا مظلومًا
فلقد اتاہ بنو امیة بمثلہ — ھذا العمرك قبرہ مھدومًا
اسفوا ان لا یکونوا شارکوا — فی قتلہ فلیتقوہ رمیمًا

یعنی کہ اگر بنی امیہؑ نے اولاد فاطمہؑ کو بے گناہ قتل کیا تو اولاد عباس نے باوجودیکہ پدری قرابتدار ہونے کے اولاد فاطمہؑ کی قبروں کو مٹانے کی کوشش کی ہیں۔ وہ غلام بولا کہ اے شیخ آپ کی برکت سے میں نے ہدایت پائی اور میں اپنے گزشتہ کئے پر پچھتاتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں متوکلؔ خواہ مجھے قتل کرا دے یا آگ میں جلا دے میں اس سے سارا حال ضرور بیان کروں گا چنانچہ وہ مرد مومن متوکلؔ کے پاس گیا اور سارے واقعات کرامات و معجزات اس سے بیان کیا متوکلؔ ملعون غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کے پیروں میں ریسمان باندھ کر بازاروں میں کھینچا گیا۔ اور پھر اس کو سولی پر لٹکایا گیا جب زید مجنون کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو زید مجنون سامرّہ (سُرّ من رائے) گئے اور اس لاش کو اٹھا لائے غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا۔ اور تین دن تک اس کی قبر پر تلاوت قرآن مجید کی۔ جب تیسرا دن ہوا تو بہت زیادہ صدائے گریہ و بکا سُنی اور بکثرت مرد و عورت دیکھے کہ جو بال پریشان کئے ہوئے تھے چہروں پر سیاہی ملے جنکھے کے ساتھ ساتھ ہیں زید کو یہ خیال ہوا کہ شاید متوکلؔ مر گیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا اس کی ایک کنیز جو اس کو بہت عزیز تھی مر گئی اور اس کا جنازہ اس دھوم سے اٹھایا گیا۔ زید نے یہ سن کر کربلا کی طرف رُخ

کیا اور کہا واحسرتاہ نعش مبارک حسینؑ تین دن تک بغیر گور و کفن پڑی رہی۔ اور اس کنیز کو اسقدر اہتمام سے دفن کیا گیا ہے پس زید مجنون نے کربلا کی طرف رُخ کر کے فریاد کی واحسرتاہ فرزند رسولؐ کی نعش مبارک تین دن تک بے گور و کفن خاک و خون میں غلطان پڑی رہی۔ اور اس کنیز حبشیہ کے مرنے پر اسقدر اہتمام دفن اور اسقدر گریہ و بکا۔ پس زید مجنون نے اس بارے میں اشعار نظم کئے۔ اور ایک غلام کے ذریعہ متوکل کو بھیجے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ایحرث بالطف قبر الحسین — ویعمر قبر بنی الزانیة
لعل الزمان بھم قد یعود — ویاتی بدولتھم ثانیة
الا لعن اللہ اھل الفساد — ومن یامن الدنیة الفانیة

ماحصل یہ ہے کہ قبر فرزند فاطمہؑ زہرا تو مٹائی جائے اور اس کنیز زانیہ کی قبر بنائی جائے اور اہل فساد پر لعنت بھیجی۔ جب یہ اشعار متوکلؔ کی نظر سے گزرے تو بہت غضبناک ہوا۔ اور زید مجنون کو بلا کر بہت ڈرایا دھمکایا۔ زید نے اس کو بہت نصیحتیں کیں مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا متوکلؔ نے زید سے کہا کہ تم ابوتراب کی مدح کرتے ہو اس نے کہا کہ ابوتراب کی مدح تو رسولؐ خدا نے کی ہے اور ابوترابؑ کی مدح قرآن کرتا ہے۔ لیکن متوکلؔ نے زید کو زندان میں بھیج دیا جب رات ہوئی تو اس ملعون نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا ہے۔ اور متوکل کو لات مار کر کہا اُٹھ اور زید کو قید سے رہا کر ورنہ میں تجھے ابھی قتل کر دوں گا۔ پس وہ شقی خواب سے بیدار ہوا اور زید کو زندان سے بلایا اور خلعت و انعام دے کر کہا کہ جو تمہاری حاجت ہو بیان کرو تاکہ میں اُسے پورا کروں۔ زید رحمۃ اللہ نے کہا کہ میری یہ حاجت ہے کہ تو مجھے اجازت دے کہ

قبرامام حسینؑ پر عمارت بنا دوں اور تو ان کے زائروں زیارت سے منع نہ کر۔ متوکل نے کہا اچھا میں نے اجازت دی پس پس زید خوشحال اور نہایت مسرور سادات باہر آئے اور شہر میں ندا کرتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ وہ زیارت قبر امام حسینؑ کو جائے وہ امان میں ہے۔

زید مجنوں کے تاثرات کو شاعر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے ؎

بر مشامم میرسد ہر لحظہ بوے کربلا
در دلم ماندہ است یاراں آرزوی کربلا
تشنۂ آب فراتم اے اجل مہلت بدہ
تابگیرم در بغل قبر شہید کربلا

یعنی کہ میرے مشام میں ہر لحظہ بوئے کربلا آتی ہے یعنی میرا دماغ خوشبوے کربلا سے بسا ہوا اور اے دوستو میرے دل میں آرزوئے زیارت کربلا ہے۔ میں تشنۂ آب فرات ہوں اے اجل مجھے اتنی مہلت دے کہ میں قبر مطہر امام حسین علیہ السلام کو اپنی آغوش میں سکوں۔ پس اگر اے شیعو تمہارے دل میں جذبۂ زیارت روضہ امام حسین علیہ السلام ہے تو انشاء اللہ زیارت نصیب ہوگی ورنہ بعد مردن روح بکربلا پرواز کرے گی۔ اس آرزو میں سید الشہداء کو سلام کرو السّلام علی البدن السلیب۔

اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت

قال السید فی اللھوف ثم انفصلوا من کربلا طالبین المدینۃ الخ

یعنی سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ شام سے اہلبیتؑ اطہار وارد کربلائے معلّٰی

ہوئے اور پھر چند روز قیام کرنے کے بعد مدینہ منوّرہ بازگشت کی۔ لیکن اہلبیت اطہار کا یہ عالم تھا کہ جب مدینہ جانے کا تصوّر کرتے کبھی دربار ابن زیاد ملعون میں جانا یاد آتا اور کبھی دربار یزید ملعون میں جانے کا تصوّر پیش نظر ہوتا اور خجالت محسوس ہوتی کہ وطن میں کیوں کر مونہہ دکھلائیں گے۔ زنان مدینہ سوال کریں گی کہ زینبؑ، یہ شانوں میں رسن کے نشان کیسے ہیں۔ زینبؑ تم حسینؑ کو کربلا چھوڑ کر آئی ہو۔ تو میں کیا جواب دوں گی۔ یہ تصور ساتھ ساتھ ہمسفر تھا جیسے مدینہ نزدیک ہو رہا تھا زینب خاتون کا اضطراب بڑھ رہا تھا کہ مدینہ کے آثار نظر آنے لگے اس وقت جناب ام کلثومؑ نے اپنے جدّ نامدار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی اسیری و بربادی کو اس طرح ظاہر کیا کہ مدینہ سے خطاب کیا ؎

مدینۃ جدنا لا تقبلینا فبالحسرات والاحزان جئنا
الا فاخبر رسول اللہ عنا بانا قد فجعنا فی اخینا
وانا رجالنا بالطف صرعی بلا راس وقد ذبحوا البنینا

یعنی اے ہمارے جدنامدار، رسول مختار، صاحب لولاک کے مدینہ آج ہم بیکسوں اور غم زدوں پر یہ احساس کر کہ ہمیں اندر آنے کو قبول نہ کر۔ کہ ہم یہاں حسرت و یاس کے ساتھ آئے ہیں۔ مقام انصاف ہے کہ ہمیں مدینہ میں داخل ہونا کیوں گوارا ہو۔ ایک دن وہ تھا کہ جب مدینہ سے نکلے ہیں تو سارا کنبہ ہمارے ساتھ اٹھارہ بنی ہاشم، فلک اہلبیتؑ کے چاند و ستارے تھے اور آج جب کہ ہم مدینہ واپس آئے ہیں تو واحسرتا نہ اکبرؑ ہے نہ قاسمؑ ہیں اور نہ عباسؑ ہیں۔ اے مدینہ رسول اللہ، اپنے صاحب کو خبر کر دو۔ کہ یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں بحالت زار واپس آئی ہیں۔ اے نانا کے شہر ہمارے نانا کو خبر کر دو کہ زینبؑ و ام کلثومؑ

بھائی کو خاک کربلا میں سُلا کر آئی ہیں ۔ کربلا آباد ہوگئی اور مدینہ تاراج ہوگیا نہر فرات کے کنارے ہمارے سارے جوان مارے گئے ۔ ان کے سر بدنوں سے جدا کر دیئے گئے اور ہماری اولاد کو ذبح کر ڈالا ۔ اب سوائے بیمار و ناتوان سید سجادؑ کوئی اور باقی نہیں ہے ۔

جناب زینبؑ نے بزبان حال یہ مرثیہ پڑھا ؎

ای مدینہ خجلم از تو قبولم منما
خجلم از بہر خدا نزد رسولم منما
این نگوئی تو کہ زینبؑ زکجا میآئی
با حسینؑ رفتی و تنہا تو چرا میآئی
از من زار نپرسی کہ علی اکبرؑ کو
قاسمؑ و حضرت عباسؑ و علی اصغرؑ کو

یعنی کہ مدینہ میں شرمندہ ہوں تو مجھے قبول نہ کر اور بہر خدا مجھے رسولؐ خدا کے پاس مت آنے دے اے مدینہ یہ نہ کہنا کہ اے زینبؑ تو کہاں سے آئی ہے تو بغیر بھائی کے حسینؑ کو چھوڑ کر آئی ؎

خرجنا منک بالاھلین جمعا
رجعنا لا رجال ولا بنینا

یعنی کہ وقت کوچ ہمارا پورا خاندان ہمارے ساتھ مدینہ سے نکلا ہے اور آج میں مدینہ میں آئی ہوں تو نہ ہمارے بھائی ہیں اور نہ اولاد ہے ہمیں یہی خجالت کافی ہے کہ اٹھارہ بھائیوں والی بہن ۔ کبھی شہزادی تھی ۔ اور آج بیکسی کے عالم میں تنہا آئی ہے ؎

وموليٰنا الحسينؑ لنا انيس !
رجعنا والحسينؑ بہ رمينا !

با برادر رفتہ بے برادر آمدم
تاج بر سر رفتہ بودم خاک بر سر آمدم

اے مدینہ میں بھائیوں کو لے کر گئی تھی ۔ اور اب بھائیوں کو کھو کر آئی ہوں مدینہ سے نکلتے ہوئے زینبؑ کے سر پر تاج فخر و عزت تھا اور اب واپسی پر خاک پڑی ہے ۔ اب ہم روتے پیٹتے اور نوحہ کناں آئے ہیں ۔ واحسیناہ واحسیناہ ۔

بساطِ سخن ـــــ در فتح مکہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ سفر سے وطن کی طرف بازگشت موجب فرحت و سُرور ہوتی ہے ۔ اور یہ فطرت کا اٹل فیصلہ ہے کہ مسافر اپنے وطن پہنچ کر خوشی محسوس کرتا ہے ؎

خار وطن از مُلک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے بحکم خدا ہجرت کی ۔ آنحضرت کی نبوت کو تیرہ سال گزر چکے تھے ۔ قریش کی عداوت زوروں پر تھی ۔ بنی ہاشم کا بائیکاٹ ہو چکا تھا ۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں ان اسباب مخالفانہ کی بنا پر آنحضرتؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی ۔ مدینہ میں وہاں کے لوگوں نے خیر مقدم کیا ہر طرح کی آسائش مہیا ہو گئی ۔ مگر پھر بھی آنحضرتؐ کو وطن یعنی مکہ کی

یاد ناگزیر تھی۔ وطن کی یاد ہمہ وقت تازہ تھی دسویں ماہ رمضان ۸ھ کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ مدینہ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ فتح مکہ کی آرزو کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ عشاء کے وقت مرادالظہران میں لشکرِ اسلام اترا۔ اور آنحضرت نے ایک ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے حکم دیا کہ آگ روشن کریں۔

اس شب ابوسفیان، بدیل بن ورقا، و حکیم بن حزام ایک جگہ بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ ابوسفیان نے کہا اے دوستو دل چاہتا ہے کہ صحرا میں گھوم پھر کے فرحت و سرور حاصل کریں۔

پس یہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ کہ سرِ پشتہ مرادالظہران پہنچے کہ جہاں لشکر اسلام فروکش تھا اور آگ روشن تھی ابوسفیان کی کی نظر اس طرف گئی دیکھا کہ جگہ بجگہ آگ روشن ہے اس نے اندازہ کیا کہ کوئی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ قوم خزاعہ کا لشکر معلوم ہوتا ہے ابوسفیان نے کہا کہ قوم خزاعہ تو ذلیل تر اور کمزور تر ہے اس کے پاس اتنا عظیم لشکر کہاں سے آسکتا ہے یہ لوگ اپنی جگہ واپس آگئے۔ اتفاق کی بات جناب عباس بن عبدالمطلب اپنے لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہو گئی۔ عباس اس کو اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کی طرف لے آئے ابوسفیان اس وقت خالی ہاتھ تھا۔ از قسم اسلحہ وغیرہ کچھ پاس نہ تھا۔ لیکن وہ اس وقت جناب عباس بن عبدالمطلب کی پناہ میں تھا۔ اسی کو حضرت عمر نے جو دیکھا تو موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس کی طرف بڑھے کہ اس کو قتل کر دیں۔ مگر جناب عباسؓ نے کہا کہ اس کو میں نے اپنی امان میں لیا ہے۔ اور ابوسفیان

کو قتل نہ ہونے دیا۔ جناب عباس بن عبدالمطلب اور ابوسفیان دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدمت آنحضرتؐ میں پہنچے تھوڑی دیر میں حضرت عمر بھی آگئے اور کہا یا رسول اللہ یہ موقعہ اچھا ہے ابوسفیان کو میں قتل کر دوں۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنی امان میں لیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عباس اس کو اپنے ساتھ لیجاؤ صبح کو اپنے ہمراہ لے کر آنا۔ میں نے شب بھر کے لیے اس کو مہلت دی ہے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی جناب عباس بن عبدالمطلب۔ اس کو لے کر حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اسلام لانے کا وقت نہیں آیا۔ کہ حضرت عمر آگئے عباسؓ نے کہا کہ جلدی سے مسلمان ہو جا ورنہ عمر تجھے قتل کر دے گا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر اپنی زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔

حالانکہ اس نے اسلام لانے سے پہلے آنحضرتؐ کو کافی صدمات پہنچائے تھے۔ مگر چونکہ وجود پیغمبر خدا عالمین کے لیے رحمت ہے۔ آنحضرتؐ نے درگزر فرمایا۔ اور خانۂ ابوسفیان کو جائے امن قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا من دخل دار ابی سفیان فھو امن۔ یعنی کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کے امان ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کو خلعت دیا۔ کتاب کنزالذاکرین میں ہے کہ ابوسفیان وہی خلعت پہن کر مکہ آیا ہے۔ اور ابوسفیان کے بعد وہ خلعت عید کے موقعہ پر اس کے فرزند معاویہ نے پہنا تھا تاکہ دوسرے مسلمانوں پر فخر کرے علاوہ ازیں وہ خلعت بہت قیمتی تھا۔ اور پھر معاویہ کے بعد بھی خلعت یزید کو ورثہ میں ملا اور اس ملعون نے وہ خلعت اس روز پہنا کر جب آل رسولؐ قیدی ہو کر

دربار یزید میں پہنچے ہیں اور سر بریدۂ امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا اور یزید پلید سرِ مطہر کے ساتھ چوب دستی سے جسارت کر رہا تھا۔ وامصیبتاہ۔ کہ فرزند رسولؐ خدا کے سرِ مطہر کے ساتھ یہ بے ادبی اور حسینؑ کے نانا کا عطا کردہ خلعت اس قابل کہ دربار میں پہن کر فخر کرے۔

آنحضرتؐ کی مدینۂ منورہ سے وطن مالوف (مکہ) تشریف آوری

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر عازم مکہ معظمہ ہوئے اور منزل مراو الظہران میں لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا۔ اور عباس ابن عبدالمطلب کے خوف سے ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عباس آج کی شب تم اس کو مہمان رکھو۔ آب و طعام سے نوازو۔ جناب عباس اس کو اپنے خیمہ میں لے گئے اور رات بھر شوکت اسلام کا تذکرہ کرتے رہے صبح ہوئی تو غلغلہ اذان سے فضاء لشکر گونج گی۔ ابوسفیان نے عباس سے دریافت کیا کہ اے برادر یہ کیسا شور و غل ہے۔ عباس نے کہا کہ جب ہم نماز پنجگانہ پڑھتے ہیں تو پہلے اذان کہتے ہیں اس اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرتے ہیں اور پھر آنحضرت کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کی عبادت کا فریضہ ادا کرتے ہیں نماز سے پہلے ہم وضو بھی کرتے ہیں۔ جب ابوسفیان نے آنحضرتؐ کا یہ جلال و شکوہ دیکھا تو خندہ پیشانی کے ساتھ عباسؓ نے کہا کہ میں نے کسی بادشاہ، قیصر و کسریٰ میں ایسا جاہ و جلال نہیں دیکھا کہ جیسا میرے بھتیجے محمدؐ میں

ہے اور اے ابوسفیان تو نے ابھی کچھ نہیں دیکھا ہے غرض کہ ابوسفیان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکہ جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ آنحضرت نے اس کو اجازت دی کہ مکہ جا سکتا ہے۔ جب ابوسفیان نے مکہ کا رخ کیا تو عباس نے آنحضرتؐ سے عرض کیا ایسا نہ ہو کہ ابوسفیان مکہ پہنچ کر مفاد اسلام کے خلاف کوئی تدبیر کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے عقب میں آدمی بھیجے جائیں۔ جہاں بھی ابوسفیان اس کا تعاقب کیا جائے۔ عباسؓ خود اس کے عقب میں روانہ ہوئے۔ اور اس کو جا لیا۔ اور اس سے فرمایا اے ابوسفیان جیسے ہی ابوسفیان نے دیکھا تو قدرے اُسے بدگمانی ہوئی اور کہنے لگا کہ اے اہلبیتؑ نبوت تم بنی ہاشم مکر و غدر کرتے ہو۔ عباسؓ نے کہا کہ ہم بنی ہاشم نہ مکر کرتے ہیں اور نہ غدر کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم ذرا توقف کرو جب تک کہ لشکر اسلام اسلحہ لیس ہو۔ تم دیکھتے کہ مشرکین آمادہ ہیں کہ لشکر اسلام کو تکلیف پہنچائیں۔ آنحضرتؐ جب حکم دیں گے تو یہاں سے روانہ بطرف مکہ ہوں گے اور اے ابوسفیان تم ہمارے ساتھ رہو گے۔ پس سب سے پہلے جو ابوسفیان تک پہنچا وہ خالد بن ولید تھا جو ایک ہزار فوجی دستہ کا سالار تھا۔ اس کی فوج کے دو علم تھے۔ ایک علم عباس بن مرداس کے پاس اور دوسرا کسی اور شخص کے پاس تھا جب ابوسفیان کی نظر اس لشکر پر پڑی وہ کانپنے لگا۔ عباسؓ نے دریافت کیا ابوسفیان کیوں کانپ رہے ہو۔ آخر کیا بات ہے۔ کہ یہ خالد بن ولید ہے اور یہ جماعت قبیلۂ بنی مسلیم سے ہے۔ اور جب خالد اس کے پاس سے گزرا تو اس کے لشکر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔ پھر اسی طرح زبیر بن العوام پانچ سو جوانان عرب کے ساتھ، ابوغفاری تین ہزار جوانوں کے ساتھ۔ بنوکعب پانچ سو۔ سواروں کے ساتھ،

ابوسفیان کے پاس سے گزرے اور سب نے تین تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ ابوسفیان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بعدہٗ قبیلۂ مزینہ کہ اس کے ایک ہزار جوان تھے، قوم جہینہ، بنولیث، بنوحمزہ، بنوسعد، قبیلۂ اشجع کے لوگ تھے جو سب کے سب اسلحہ سے آراستہ تھے ان سب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس کی سواری نکلی۔ اسلحہ سے سجے ہوئے انصار و یاور ساتھ ساتھ تھے۔ اور لشکر اسلام کا علم حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے دست فتح شیم میں تھا۔ حضرت رسول خداؐ ناقہ عضبا پر سوار تھے۔ اور سایۂ علم حیدر کرار آنحضرت کے سر مبارک پر سایہ فگن تھا۔ الحاصل آنحضرتؐ اس جاہ و جلال لشکری اور عظمت نبوتی، وصولت حیدری کے ساتھ داخل مکہ ہوئے۔ اور اس طرح فاتحانہ انداز میں اپنے وطن مالوف (مکہ معظمہ) داخل ہوئے۔ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور خداوند عالم نے آٹھ سال پھر وطن مالوف داخل کیا۔ آنحضرتؐ نے کجاوہ شتر عضبا پر سجدہ شکر ادا کیا مسلمانوں نے نعرہ تکبیر ادا کیا۔ لیکن آنحضرتؐ پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ علیؑ کی جان آپ پر قربان۔ گریہ کس لیے طاری ہوا ہے یہ وقت سرور ہے نہ کہ وقت گریہ فرمایا اے علیؑ اس وقت مجھے مکہ سے ہجرت کرنا یاد آ گیا۔ اور اب میں بازگشت دیکھ رہا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس شان و شوکت کے ساتھ مراجعت کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ رسول خدا سے سوال کروں یا رسول اللہ آپ اپنے وطن تشریف لائے تو اس شان و شوکت کے ساتھ اور آپ کی بیٹیاں زینبؑ وام کلثومؑ شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ واپس آئی ہیں تو اس شان سے کہ بیبیوں کے شانوں پر رسن کے نشان تھے۔ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت

یہ حالت تھی ؎

آج قبر مصطفےٰؐ پر ایک ہجوم عام ہے
آ گئی زینبؑ مدینہ میں بپا کہرام ہے

اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد

مدینہ پہنچنا

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار شام سے رہا ہو کر مدینہ پہنچے تو فضاء مدینہ گریہ و زاری کی صداؤں سے گونج رہی تھی اور جناب ام کلثومؑ کی زبان پر یہ نوحہ تھا ؎

مدینۃ جدنا لا تقبلینا
فبالحسرات والاذان جئنا

اے ہمارے نانا کے شہر اے ہمارے وطن مالوف۔ ہم تو حسینؑ کربلا کی خاک سلا کر آئے ہیں۔ یہاں سے گئے ہیں تو تجھے یاد ہو گا کہ ہماری کیا شان تھی اور اب ہم کیسے ہو کے یہاں آئے ہیں۔ اے مدینہ ہم مدینہ میں رہنے کے لائق نہیں رہے۔ بنی ہاشم جب عباس کو دریافت کریں گے تو ہم کیا جواب دیں گے مادر گرامی کو ہم کیوں کر موہنہ دکھائیں گے۔ فاطمہ صغریٰ حسینؑ کی ایک بیٹی جو مدینہ میں رہ گئی تھی جب سوال کرے گی کہ بھیا علی اکبر کہاں ہیں تو زینبؑ کیا جواب دے گی۔ غرض کہ قافلہ اسیران اہلبیتؑ اطہار بصد آہ و بکا قریب شہر مدینہ پہنچا۔ اور شہر کے آثار دیکھنے اس وقت قریب مدینہ سید سجادؑ علیہ السلام اپنی سواری سے اترے اور حکم دیا کہ اس جگہ خیمہ نصب کئے جائیں۔ خیام نصب ہوئے اور مخدرات اپنی

سواری سے اتریں اور داخل خیمہ ہوئیں۔ حضرت سید سجادؑ نے بشیر ابن جذلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ خدا تیرے باپ پر رحمت کرے وہ اشعار کہتا تھا کیا تجھے بھی اشعار انشاد کرنا آتا ہے اس نے کہا اے مولیٰ و آقا میں بھی شاعر ہوں آپ نے فرمایا اچھا شہر میں جاؤ اور ہمارے آنے کی خبر کرو۔ بشیر گھوڑے پر سوار ہوا شال عزا گلے میں ڈالے ہوئے، سر برہنہ کئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ اور باآواز بلند گریاں کناں کیا ــــ

یا اہل یثرب لا مقام لکم　　قتل الحسینؑ وادمعی مدار
حسینؑ را در غریبی سر بریدند　　تن پاکش بخاک و خون کشیدند
الجسم منہ بکربلا مضرج　　والراس منہ علی القناۃ یدار

تنش در کربلا عریان فتادہ
سرش بر نیزہ ہائے کیں نہادہ

یعنی کہ اے اہل مدینہ اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا حسینؑ قتل کر دیئے گئے خون حسین بہہ گیا اور لاش مبارک خاک و خون میں غلطان پڑی رہی۔ اور آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا گیا۔ جب اہل مدینہ نے یہ خبر وحشت اثر سنی۔ تو عورت و مرد روتے پیٹتے گھروں سے نکل پڑے واحسیناہ کی آوازیں بلند ہو گئیں لوگوں نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو بشیر نے کہا اے لوگو جلدی کرو کربلائی لوگ آگئے ہیں۔ وھذا علی بن الحسین مع عماتہ واخواتہ فدخلوا بساحتکم۔ کہ یہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں کہ پھوپھیوں۔ اور بہنوں سمیت تمہارے شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور مجھے امام زین العابدین نے بھیجا ہے کہ قتل امام حسینؑ کی سنائی پہنچاؤں۔ سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں

کہ مہاجر و انصار اور بنی ہاشم سب روتے ہوئے گھروں سے نکل پڑے۔ فما بقیت فی المدینۃ مخدرۃ ولا محجبۃ الا برزن من خدورھن مکشوفۃ شعورھن مخمشۃ وجوھھن ضاربات خدودھن یدعون بالویل والثبور۔ کہ مدینہ میں ایک زن مخدرہ بھی ایسی نہ تھی کہ جو گھر سے باہر نہ نکل آئی۔ بشیر کہتا ہے کہ میں نے ایک جوان عورت کو دیکھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور سوال کیا اے مرد کیا چیز ہے کہ جو ہمیں سنایا ہے اور ہمارے غم کو تازہ کر دیا ہے۔ کیا تو خبر مرگ سلطان حجاز لایا ہے۔ تو نے ہمارے دل زخمی کر دیئے بشیر ابن جذلم نے کہا کہ میں بشیر ابن جذلم ہوں اور امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ خبر قتل امام حسینؑ دوں اور امام زین العابدین نبی علیہ السلام مدینہ کے نزدیک فلاں جگہ فروکش ہیں پس جیسے ہی یہ سنا تمام مرد و زن نے مدینہ کے دروازہ کا رخ کیا۔ اور ہائے حسینؑ ہائے حسین کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے کہ جہاں امام زین العابدین تشریف فرما تھے۔ زنان مدینہ جناب زینبؑ کی خدمت میں روتی ہوئی آئیں اور احوال کربلا پوچھا۔ زینبؑ بیکس حالات بیان کرتی رہیں اور عورتوں میں کہرام برپا ہوتا رہا کیونکہ عورات گروہ در گروہ آ رہی تھیں۔ اور فاطمہ دختر امام حسینؑ نے جب یہ سنا کہ کربلا کا قافلہ مدینہ پہنچ گیا ہے تو آپ نے ام نعمان اور جناب ام سلمہؓ کو بلایا ــــ

جدہ بیا کہ کوکب بختم سر آمدہ
ایام وصل گشتہ ہجران سر آمدہ

کہ اے نانی اماں جلدی آئیے کہ میرے بخت نے یاوری کی جن کی یاد تڑپایا کرتی تھی وہ آ گئے ہیں۔ کنیزوں کو حکم دیا کہ مکان کا دروازہ کھول دے پانی کا چھڑکاؤ کرے اور مکان کو صاف کرے۔ فرش بچھایا جائے کبھی عالم تصور میں علی اکبر کی آمد کا خیال کرتی

اقربا دن و خیزان وہ اپنے گھر سے نکلی کہ استقبال کرے۔ لیکن وہاں تو عالم ہی دوسرا تھا بشیر کہتا ہے کہ جب مرد و زن مدینہ اسیران کربلا کے استقبال کے لیے صدر دروازہ مدینہ پر پہنچے دیکھا کہ ایک طفل کھڑا ہوا رو رہا ہے۔ اس نے بشیر سے کہا کہ خدارا یہ بتلا کہ عباس بن علیؑ بھی آئے ہیں بشیر نے سوال کیا اے صاحبزادہ تم کس کے فرزند ہو۔ اس نے کہا کہ میں عباس کا فرزند ہوں اگر وہ آئے ہیں تو میں لباس فاخرہ پہن کر استقبال کروں گا۔ بشیر کہتا ہے کہ جب اس نے بہت اصرار کیا تو میں نے کہا کہ جاؤ سیاہ لباس پہن کر آؤ عباس قتل ہو گئے۔ غرض کہ اہل مدینہ جمع ہو گئے تو حضرت سید سجاد نے حکم دیا کہ کرسی بچھائی جائے۔ آپ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ آنکھوں میں آنسو، اور لبوں پر آہ۔ جگر پر قابو نہیں، پھر بھی فرمایا اے لوگو سنو میں تمہیں داستان کربلا سناتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حمد و ثنائے الٰہی ادا کی اپنے جد رسولؐ خدا پر درود و سلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ کی مصیبتیں عظیم ہیں ان کا امتحان عظیم ہے سنو کہ ہم پر کربلا، کوفہ، اور شام میں کیا کچھ نہ گزر گیا بابا حسینؑ شہید ہو گئے۔ چچا، بھائی۔ سب مارے گئے۔ حد ہو گئی کہ پھوپھی زینبؑ اور اہل حرم اسیر ہوئے اور سب اسیر ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے وارد ہوا ہے کہ اس مجمع میں صوحان بن صعصعہ موجود تھے عرض کیا اے فرزند شہید کربلا۔ جب تمہارے پدر بزرگوار نے سفر عراق اختیار کیا ہے تو میں اس وقت میں علیل تھا اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ ورنہ میں حسینؑ بن علیؑ کے ہمرکاب ہو کر شہید ہوتا۔ اب میری اور اس سارے مجمع کی یہ التماس ہے کہ آپ اور اہلبیتؑ داخل شہر ہوں اور جن گھروں میں قفل لگے ہوئے تھے پھر آباد ہوں۔ پس اسیران کربلا نے شہر مدینہ میں داخل ہونے کا

عزم کیا۔ اس وقت چاروں طرف لوگ روتے پیٹتے چل رہے تھے اور درمیان میں اسیران کربلا تھے گویا بعد شہادت حسینؑ سوگواروں کا یہ پہلا جلوس عزا تھا۔ اور ان کا یہ نوحہ تھا۔ حسیناً واحسیناً واحسیناً ؛ شہیدا واشہیدا واشہیدا

هدموا انهك مقتولا بكته　　ملائكة الاله من السماء

حسینا واحسینا واحسینا

تمام مرد و زن ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کہہ رہے تھے سر و سینہ پیٹ رہے تھے کہ یہ قافلہ مسجد نبویؐ پہنچا اہل حرم داخل روضہ رسولؐ خدا ہوئے اور حضرت زینبؑ علیا حرم رسولؐ خدا کے نزدیک پہنچیں۔ اور قبر رسولؐ پر گرا دیا اور عرض کیا اے جدنامدار قتلوا ولدك الحسینؑ، اے رسولؐ خدا تمہارا فرزند حسینؑ قتل ہو گیا۔ ؎

الا یا جدنا قتلوا حسینا　　ولم یرعوا جناب الله فینا

لقد هتكوا النساء وحملوها　　على الاقتاب قهرا جمیعا

پس حضرت زینبؑ خاتون کے اس نوحہ سے حرم رسولؐ خدا میں کہرام برپا ہو گیا۔ جناب زینبؑ خاتون نے عرض کیا یا جداه الیك المشتكى مما رایت بالشام من اللئام۔ اے نانا جان آپ کی امت نے آپ کے بعد ہمیں نشانۂ ظلم و ستم بنایا۔ ہمیں اسیر کر کے شام لے گئے۔ ہمیں تازیانے مارے گئے۔ اے نانا جان اب زینب بھائیوں کو کھو کر یہاں آئی ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ وارد ہوا ہے کہ پھر حضرت زینبؑ اپنی ماں کی قبر پر گئیں۔ جیسے ہی ماں کی قبر پر نظر پڑی۔ غش کھا کر گر پڑیں اور بعدہ اٹھیں اور فرمایا کہ اماں جان میں کربلا سے ایک نشانی لائی ہوں وہ حسینؑ کا خون بھرا کرتا ہے۔ اور پھر ام کلثومؑ نے نوحہ پڑھا کہ اے اماں جان میرا سلام قبول ہو۔ اماں ذرا قبر سے نکل کر دیکھو کہ آپ کی بیٹیوں کے

شانوں میں رسن کے نشان ہیں۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں عورات ہی شور ماتم بلند ہوا۔ دیکھا کہ ام المومنین ام سلمہؓ زوجۂ رسولؐ خدا خون آلودہ شیشی ہاتھ میں لیے ہوئے اور ان کے ہمراہ دختر امام حسینؑ فاطمہ صغریٰ آئیں۔ جب ان کی نظریں زینبؑ و ام کلثوم پر پڑیں، ہائے حسینؑ کہا اور بے ہوش ہوگئیں خصوصاً دختر امام حسین پر عجب اضطراب طاری تھا۔ کبھی بابا کی یاد کبھی بھیّا علی اکبرؑ کو یاد کرکے نوحہ کرتی تھی۔

حضرت سیّد سجادؑ سے محمدؐ حنیفہ ابن علی مرتضیٰؑ کی ملاقات

کتاب مخزن البکا میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو بشیر ابن جذلم نے اسیران کربلا کی آمد خبر دی کہ اہلبیت اطہار شام کے زندان سے رہا کر مدینہ آگئے ہیں اور شہر سے کچھ فاصلہ پر امام زین العابدین علیہ السّلام خیمہ زن ہیں اس خبر کے سنتے ہی بنی ہاشم کے مرد و زن میں شور ماتم برپا ہوگیا۔ یہ خبر جناب محمدؐ حنیفہ پسر امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے گوش زد ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھے۔ گھوڑے پر سوار ہوے اب جب کہ باہر نکلے دیکھا کہ تمام مرد و زن مدینہ سروں پر خاک ڈالے ہوئے ہیں۔ آہ و زاری کر رہے ہیں شور گریہ و بکا سے سارا مدینہ سوگوار معلوم ہوتا ہے روضۂ رسول خدا پر اداسی ہے قبر فاطمہؑ جنت البقیع میں زینبؑ کی بیکسی پر رو رہی ہے۔ سیاہ علم کیے لیے ہوئے ہیں۔ آپ گھوڑے سے بے تابانہ اترے سید سجاد علیہ السّلام کو خبر ہوئی کہ عم نامدار محمد حنفیہؑ آرہے ہیں۔ بیمار کربلا بھی تو اپنے خیمہ سے باہر نکلے کہ ان کا

استقبال کریں۔ دیکھا کہ محمد حنیفہ غش میں پڑے ہوئے ہیں آپ ان کے سرہانے پہنچے اور ان کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ محمد حنیفہ نے آنکھیں کھولیں یتیم بھتیجے کو دیکھا۔ حسینؑ کی تصویر نگاہوں میں پھر گئی۔ آہ سرد دل سے کھینچی اور فرمایا یابن اخی، میرے بھائی حسینؑ کہاں ہیں۔ میرے سر کا تاج کہاں ہے آہ میں بے حسین ہوگیا اور زندہ ہوں۔ سجاد میری بہن زینبؑ کہاں ہیں۔ سید سجاد پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا کیسے فرمائیں۔ کہ حسینؑ مارے گئے۔ ایک دوپہر ہی سارا گھر تباہ ہوگیا۔ بھائی بھتیجے، چچا انصار و اقربا سب قتل ہوگئے زینبؑ اسیر ہوگئی۔ اے چچا کس طرح عرض کروں میرے گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ اور پھوپھی زینبؑ اور سب مخدرات کا سر کھلا تھا اور ہم اسیر ہو کر ابن زیاد ملعون کے دربار میں گئے اور دربار یزید میں الحرم کھڑے رہے۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ جناب محمدؐ حنفیہ نے سید سجاد کی گردن میں باہیں ڈالیں۔ تو آپ نے فرمایا چچا جان گردن میں طوق گرانبار کی وجہ سے زخم پڑگیا ہے۔ بعدہ آپ اپنی بہنوں کے پاس گئے۔ جیسے آپ کی نگاہ زینبؑ تفقیدہ جگر پر پڑی۔ آپ پہچان نہ سکے کہ یہ زینبؑ ہیں۔ صرف اتنا کہا انت اختی، کیا تو ہی میری بہن زینبؑ زبان حال سے اتنا کہا ؎

اگر تو زینبی پس کو حسینت
اگر تو زینبی کو نور عینت

حضرت زینبؑ نے فرمایا ؎

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

مختصر یہ ہے کہ جناب محمدؒ حنفیہ اس واقعہ کے بعد تین دن تک گھر میں رہے اور باہر نہیں نکلے تین دن گزرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے اور صحرا کی طرف چلے گئے اس وقت تک کے لیے کہ جناب مختار نے خروج کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا نعمان قافلہ سالار کو رخصت کرنا

صاحب مخزن البکا تحریر فرماتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کہ جو شام سے روانگی کے وقت سے قافلہ سالار تھا اور اس نے اہلبیتؑ اطہار کو بغیر کسی زحمت واذیت مدینہ پہنچایا چنانچہ تین دن تک مدینہ میں مجالس عزاء امام حسینؑ منعقد ہوتی رہیں اور نوحہ و ماتم برپا رہا لیکن اہلبیتؑ اطہار نے نوشبانہ روز صف عزاء امام حسینؑ بچھائی اور شہیدان کربلا پر گریہ و بکا ہوتا رہا کہ نعمان قافلہ سالار حضرت سیدّ سجادؑ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اذن مراجعت طلب کیا۔ بروایت اخبار الدّول جب قافلہ سالار نے اذن رخصت طلب کیا۔ تو حضرت سیدّ سجاد علیہ السّلام نے اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ خاتون سے فرمایا کہ نعمان قافلہ سالار اب واپس جانا چاہتا ہے اس کو رخصت کریں اور اس کو اس کی زحمت سفر پر بطور شکریہ کچھ احسان بھی کریں فصول المہمہ لکھتے ہیں کہ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بیٹا سجادؑ اب ہمارے پاس نہ مال و زر ہے نہ زیور پس دو عدد دست بند، دو عدد بازو بند اور خلخال پا ہیں حضرت زینبؑ خاتون نے یہ تمام چیزیں ایک کنیز کو دیں کہ وہ قافلہ سالار کو ہماری طرف سے بطور امتحان پیش کرے۔ اور اس سے

عذر کرے کہ اگر اس سے زائد کچھ ہوتا تو ہم ضرور دیتے۔ بروایت فصول قافلہ سالار نے وہ زیورات قبول کئے بلکہ عرض کیا کہ میری طرف سے مخدّرات اہلبیتؑ سے کہو کہ میں نے خوشنودی خدا و رسولؐ کے لیے آپ لوگوں کی خدمت کی ہے البتہ میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ ہے کہ میدان حشر میں آپ میری سفارش کریں پس نعمان اہلبیتؑ اطہار سے رخصت ہوا۔

مدینہ میں صف عزاء امام حسینؑ علیہ السّلام

اسیران آل محمدؐ نے مدینہ پہنچ کر بروایت تین دن تک صف عزاء امام حسینؑ بچھائی اور عورات مدینہ جوق در جوق پرسہ دینے آتی رہیں۔ مردان مدینہ امام زین العابدین علیہ السّلام کے پاس پرسہ دینے آتے اور کربلا کے حالات سنتے تھے۔ پوری فضاء فضاء مدینہ سوگوار تھی۔ بعدہٗ اسیران آل محمدؐ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ ویران گھر آباد ہوئے مگر شہید ہونے والوں کی یاد تڑپاتی رہی۔

علامہ مجلسیؒ بحار جلد میں رقمطراز ہیں کہ واھدی للکلبیۃ جونا لتستعین بھا علی ماتم الحسین۔ ایک روز کسی نے حضرت امام حسینؑ کے مکان میں آپ کی زوجہ ام ربابؑ کے لیے مرغ بریان بھیجا۔ جناب ام ارباب نے فرمایا کہ لنا فی عرس۔ یعنی کہ یہ گھر خوشی کا گھر نہیں ہے نہ خانۂ عروسی ہے۔ خانۂ بیصاحب ہے یعنی اس گھر کا مالک کربلا میں مقتل میں سو رہا ہے آپ نے بریان مرغ قبول نہیں کیا۔ وہ مرغ بریان چلا گیا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آسمان پر چلا گیا یا زمین میں قریب قریب چھ سات سال تک اہلبیت اطہار کے گھروں سے دھواں بلند نہیں ہوا۔ اور عمدہ غذا نہیں

پکائی ٹھنڈا پانی اسقدر دیا کرتے تھے کہ پانی میں اشک ملجاتے تھے اور پھر وہ پانی پھینک دیتے تھے حضرت سید سجاد علیہ السلام ہمہ وقت امام حسینؑ کو یاد کر کے روتے تھے۔ فرماتے تھے یا اباہ واسفاہ لقتلک ۔ کبھی فرماتے کہ ہائے بابا تمہیں پیاسا شہید کیا۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک آزاد غلام نے عرض کیا مولا کب تک روئیے گا۔ آپ کا حزن واندوہ بڑھتا جارہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے غلام یعقوب پیغمبر کے بارہ فرزند تھے۔ ایک ان میں سے نظروں سے پوشیدہ ہوگیا تھا۔ آپ اسقدر روئے کہ حزن وملال کا اثر آپ کی بینائی پر پڑا۔ میں کیونکر نہ روؤں میرے سامنے میرے پدر بزرگوار امام حسینؑ اور اٹھارہ ہاشمی جوان کہ جن کا مثل ونظیر نہ تھا دوپہر میں قتل کر دیئے گئے۔ صعصعہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا کے چند سال بعد میں حضرت سید سجادؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ سجادۂ عبادت پر ہیں اور سر مبارک سجدہ میں ہے لیکن آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے میں کبھی بدل دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ ایسا کیوں ہے آپ نے عبا کا دامن ہٹایا دیکھا کہ آپ کی پنڈلیاں زخمی ہیں اور ان پر زنجیروں کے نشان ابھی تک باقی ہیں۔ اور زخموں کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے امام زین العابدین علیہ السلام پر ہی کیا منحصر ہے بلکہ تمام اہلبیتؑ اطہار رسن بستہ تھے زیارت ناحیہ میں وارد ہوا ہے وایدیھم مغلولۃ علی الاعناق ۔ کہ ان کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب مختار علیہ الرحمۃ نے عمر بن سعد اور حرملہ بن کاہل اسدی ملعون کے سر امام زین العابدین علیہ السلام کی نذر کئے ہیں تب اہلبیتؑ اطہار نے سوگ اٹھایا ہے۔ عورات نے بالوں میں کنگھی کی ہے۔

تحقیق دربارۂ دفنِ سر بریدہ امام حسین علیہ السلام

اہل خبر وسیر میں دفن سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض محققین کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے چند روز سر مطہر امام حسینؑ مسجد دروازہ پر آویزاں رکھا بعدہٗ حکم دیا کہ اسے خزانہ میں محفوظ رکھا جائے۔ وہ خزانہ۔ خزانہ بنی امیہ تھا یہاں تک کہ سلیمان عبد الملک کے زمانہ آیا اور اس زمانہ تک سر مطہر خزانہ میں رہا نہ سر مبارک کی تازگی میں فرق آیا اور نہ خوشبو و رنگ میں فرق آیا۔ ہنوز سر مطہر معطر و خوشبو خیز تھا۔

سلیمان عبد الملک نے حکم دیا کہ سر مطہر امام حسینؑ کو ایک چھوٹے صندوق میں رکھا جائے چنانچہ سر مطہر صندوق میں رکھا گیا۔ پاکیزہ خوشبو اس پر لگائی کفن اس پر ڈالا گیا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اعزاز واکرام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ جب زمانہ عمر بن عبد العزیز آیا اور وہ سر مطہر کے حالات سے باخبر ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ جگہ کہ جہاں سر مطہر دفن ہے کھودی جائے۔ چنانچہ قبر سے صندوق نکالا گیا دیکھا کہ سر مطہر اسی طرح ہے کوئی تغیر نہیں ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس نے وہ سر مبارک کربلا بھیجا۔ اور وہاں دفن کیا گیا۔

منصور بن جمہور سے روایت ہے کہ میں یزید بن معاویہ کے خزانہ میں گیا دیکھا کہ سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے اور خوشبو سے مہک رہا ہے۔ رنگ خضاب ریش مبارک نمایاں ہے۔ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ کپڑا لاؤ تاکہ سر مبارک کو دفن کردوں۔ چنانچہ اس نے قیمتی کفن دے کر سر مبارک کو برج سوم کے نزدیک بجانب شرقی دفن

کیا۔ اہل مصر کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شہر ماحائی میں مشہد الرّاس کے نام سے ایک جگہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہاں سر مبارک امام حسین علیہ السّلام دفن ہے اور مخصوص شب ہائے متبرکہ میں لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔

بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ یزید کے سامنے سر امام حسینؑ طشت میں رکھا ہوا تھا اور وہ ملعون شراب پینے میں مصروف تھا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سر مطہر کو لے گئے اس طرح سر مبارک دربار سے غائب ہو گیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سر امام حسینؑ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی قبر مبارک کے نزدیک دفن کیا گیا ہے اور شیعہ حضرات کا عقیدہ و عمل اس بات پر ہے کہ سر مطہر امام حسینؑ علیہ السّلام کو بعد طواف قبر امیر المومنین علیہ اسلام حضرت امام حسینؑ کے بدن مبارک سے ملحق کر کے کربلا میں دفن کیا گیا۔ یہ ہی حق بات ہے علاّمہ مجلسیؒ کتاب بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے سر مطہر امام حسینؑ وارد مدینہ کیا گیا چاروں طرف شور گریہ و بکا بلند ہوا اس وقت اہل مدینہ نے یہ آواز سنی کہ دو سر بریدہ تھے اور دونوں سرہائے حسینؑ کہلاتے تھے کہ ان شخصوں پر ضربت لگی یعنی قتل ہوئے اور ان کے قتل سے حکومت یزید بظاہر مستحکم ہوئی۔ ثم اخذ بیدہ قضیبا فجعل ینکت وجھہ ویقول پس مروان ملعون نے اس سر منور پر چوب دستی ماری۔ اور کہا کہ شکست پائی اور کہا کہ یزید نے بھی ایسا ظلم نہیں کیا تھا۔ اس وقت میں حاکم مدینہ عمر و سعید تھا وہ منبر پر گیا اور اس نے لوگوں سے کہا کچھ خبر ہے کہ امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے اور آج اہل و عیال امام حسینؑ واپس آئے ہیں اور لوگوں نے سر امام حسینؑ دیکھا دیکھا تو گریہ و زاری کا شور بلند ہوا۔ اس نے کہا کہ کاش یہ سر مبارک مروان ملعون کو نہ ملتا اور اس کی بے حرمتی نہ ہوتی پہلے سے پاس یہ سر مبارک ہوتا تو میں اس کو

قبرستان بقیع میں حضرت فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کے نزد دفن کرنا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ شکر ہے کہ کتاب مستطاب ریاض القدس المسمیٰ بحدائق الانس پایۂ تکمیل کو پہنچ کر زیور طبع سے آراستہ ہو گئی ملتمس ہوں کہ مومنین کرام کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ سے نوازیں۔

ترجمہ تمام شد

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فہرست کُتب

ولی العصر ٹرسٹ رتہ مترہ ضلع جھنگ

برائے ۱۰-۱۴۰۹ھ بمطابق ۹۰-۱۹۸۹ء

فارسی وعربی کُتب کا ترجمہ

- مفتاح الجنۃ (چار چار کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ ... روپے
- انوار الخمسہ (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ روپے
- انوار الزہرا علیہا السلام از آقائی سید حسن ابطحی - (زیر طبع)
- علیؑ فی القرآن از سید صادق حسینی شیرازی ہدیہ ... روپے
- پروازِ رُوح از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ روپے
- رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از آقائی خادمی شیرازی (زیر طبع)
- عزاداری از دیدگاہ مرجعیت از علی خلخالی - ہدیہ ۴۲ روپے
- تاریخچہ عزاداری حسینی از آقائی شہرستانی (زیر طبع)
- معالی السبطین (زیر طبع)
- نفس المہموم از آقائی شیخ عباس قمی (زیر طبع)
- ریاض القدس (زیر طبع)
- مہیج الحزان (زیر طبع)

درحالات امامِ زمانہ علیہ السلام

- امام المہدی من المہدی الظہور از آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ روپے
- جزیرہ خضراء از ناجی نجار ہدیہ روپے
- طولِ عمر امامِ زمانہؑ از علی اکبر مہدی پور ہدیہ روپے
- مُصلح غیبی از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ ۳۶ روپے
- مُلاقات بہ امامِ زمانؑ از آقائی حسن ابطحی (زیر طبع)
- المہدی الموعود المنتظر از جعفر بن محمد عسکری (زیر طبع)
- مہدیؑ موعود از علامہ مجلسی علیہ رحمۃ (زیر طبع)
- مہدی فی القرآن (ہدیہ روپے)
- دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیر طبع)
- صحیفۃ المہدیہ (زیر طبع)
- تحفۂ لطائف ابرار کامل (زیر طبع)
- عالم ارواح عجیب (زیر طبع)

نایاب ہندوستانی کُتب کے جدید ایڈیشن

- تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین از مظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ - روپے
- الشہید المسموم فی تاریخ المعصومؑ از سید مظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ ہدیہ روپے
- ذبح عظیم از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ روپے
- صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر بلگرامی ہدیہ روپے
- علوم کاظمیہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ روپے
- تحفۂ رضویہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
- دُرِ مقصود از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
- تذکرۃ المعصومین از سید علی نقی جائسی (زیر طبع)

فارسی عربی کُتب کے ترجمے

- ولایت و علم امام از آقائی سید حسن حجت (زیر طبع)
- حضرت فاطمۃ الزہراء ولادت سے شہادت تک از آقائی محمد کاظم القزوینی (زیر طبع)
- مہیج الدعوات (زیر طبع) / العدد القویۃ از آقائی سید محمود اعشی (زیر طبع)

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم علیہ السلام از: آقائی سید حسین عمادہ زادہ (زیر طبع)

اسرار الشہادت جلد اول و دوم، آقائے دربندی - ریاض الاحزان جلد اول و دوم آقائے قزوینی - مقتل مکرم عبدالرزاق مکرم

اسٹاکسٹ: ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور